عورت

عہدِ رسالت میں

قرآنی آیات اور بخاری و مسلم کی احادیث کا ایک جامع مطالعہ

عبدالحلیم ابوشقہ

مترجم : محمد فہیم اختر ندوی

نشریات

عورت
عہد رسالت میں

قرآنی آیات اور بخاری و مسلم کی احادیث کا ایک جامع مطالعہ

مصنف

عبدالحلیم ابوشقہ

مترجم

محمد فہیم اختر ندوی

نشریات

۴۰ اُردو بازار، لاہور۔ فون: ۰۳۲۱-۴۵۸۹۴۱۹

کتاب : عورت عہد رسالت میں
مصنف : عبدالحلیم ابوشقة
اہتمام : نشریات، لاہور
مطبع : میٹرو پرنٹرز، لاہور
قیمت : ۲۲۵ روپے

(ناشر کا مصنف کی بعض آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔)

ڈسٹری بیوٹرز

اُردو بازار، نزد ریڈیو پاکستان، کراچی۔
فون: 2212991-2629724

فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اُردو بازار، لاہور فون: 7320318 فیکس: 7239884
ای میل: hikmat100@hotmail.com

عرض مترجم

عورت نصف انسانیت اور نصف حیات ہے، مرد کی رفیقہ اور گھر کی نگہبان ہے، وہ مرد کے ہمدوش بھی ہے اور مرد کے ماتحت بھی، عورت شبنم کے ساتھ شعلہ بھی ہے اور آہن کے ساتھ آبگینہ بھی...... عورت وہ صنوبر ہے جو باغ میں آزاد بھی ہے اور پابہ گل بھی...... عورت کے فطری اور معتدل مقام و مرتبہ کا یہی وہ باریک نکتہ ہے جس کے سمجھنے میں بارہا غلطیاں ہوئیں ہیں اور ہزار بار حکیموں کے سلجھانے کے باوجود مسئلہ زن وہیں کا وہیں رہا...... اسلام نے اس نکتہ کو خوب واضح کر دیا ہے۔ حدیث نبوی کے الفاظ "النساء شقائق الرجال" اور قرآن کے الفاظ "الرجال قوامون علی النساء" کے دو جملوں میں مسئلہ زن حل ہو کر سامنے آگیا ہے۔ انہی دو اصولوں کی بنیاد پر عورت کا جوہر نسائیت باقی رہتا ہے، اس کا وجود تصویر کائنات میں رنگ بھرتا اور اس کا ساز زندگی میں سوز دروں پیدا کرنے لگتا ہے اور انہی دو اصولوں کی تشریح میں مسئلہ زن پر پورا کتب خانہ قائم ہو چکا ہے۔

زیر نظر کتاب اس حیثیت سے منفرد ہے کہ مسئلہ زن پر قرآن اور صحیح احادیث کا ایک جامع اور ہمہ گیر مطالعہ اس میں پیش کیا گیا ہے، جس سے اسلام کے آئیڈیل، دور رسالت میں عورت کی ہمہ جہت حیثیت اور ہر گوشہ زندگی کی بھرپور تصویر جلوہ گر ہو گئی ہے۔

کتاب کے مصنف جناب عبدالحلیم ابو شقہ مصری معتدل فکر و نظر اور تنقیدی ذہن رکھنے والے مخلص جویائے حق ہیں۔ انھوں نے اس موضوع پر قرآنی آیات اور تمام متداول کتب احادیث کا ایک جامع و ضخیم ذخیرہ تیار کیا تھا، لیکن مختلف اسباب خصوصاً انتہائی ضخامت کی وجہ سے اسے دو مرحلوں میں تقسیم کر دیا اور پہلے مرحلہ میں صرف قرآنی آیات اور بخاری و مسلم ہی کی احادیث پیش کرنے پر اکتفا کیا، جو عربی میں "تحریر المرأة فی عصر الرسالة" کے نام سے چھ متوسط ضخامت کی جلدوں میں طبع ہوا۔ کتاب اہم ہونے کے باوجود اب بھی ضخیم تھی، اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ

اردو میں کتاب کے تمام مباحث کو سمیٹتے ہوئے ایک جامع تلخیص و ترجمہ پیش کر دیا جائے، جو اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

ترجمہ و تلخیص کے سلسلہ میں یہ ذکر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہر ایک موضوع سے متعلق بخاری و مسلم کی تمام احادیث اور قرآنی آیات نیز مختلف مقامات پر ان کی تشریح مصنف نے بالتفصیل ذکر کی تھیں، تلخیص میں بتمام و کمال سبھوں کو لینا ممکن نہیں تھا، اس لئے ہر ایک عنوان کے تحت ایک ہی مفہوم کی متعدد احادیث میں سے چند ہی کا ترجمہ کیا گیا۔ بعض مقامات پر عنوان کی طویل بحث کو مختصر الفاظ میں سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کتاب میں بعض بہت ہی قلیل ایسے بھی حصے ہیں جنھیں تلخیص میں نہیں لیا گیا ہے۔ ان میں کچھ تو ایسے ہیں جن کا مختصر تذکرہ کتاب کے دوسرے مقامات پر آچکا ہے اور کچھ ما قبل دور رسالت کی خواتین کے تذکرہ پر ہیں۔ متعدد مباحث ایسے بھی ہیں جن کی اہمیت اور موضوع کتاب سے بھرپور مناسبت کی وجہ سے پورا کا پورا حصہ شامل تلخیص کیا گیا ہے...... اصل کتاب کی ترتیب ابواب و فصول کو بقدر ضرورت معمولی فرق کے ساتھ ترجمہ میں بھی باقی رکھا گیا ہے۔

اخیر میں افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ترجمہ کا کام اپنے آخری مرحلہ میں تھا کہ مصنف کے انتقال کی خبر ملی۔ ۱۸ر ستمبر ۱۹۹۵ء مطابق ۲۳ر ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ کو وہ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ اردو ترجمہ ان کی زندگی میں شائع نہ ہو سکا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون. آسمان ان کی لحد پر شبنم آفشانی کرے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف اور مترجم کی یہ کاوش قبول فرمائے اور اخروی مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

محمد فہیم اختر ندوی

ترتیب

پہلا باب

پیکر خاتون مسلم

پہلی فصل .... نسوانی شخصیت کے چند خدوخال ..... قرآن کریم میں

دوسری فصل...... نسوانی شخصیت کے چند خدوخال...... بخاری ومسلم کی روشنی میں

تیسری فصل...... شخصیت کی قوت اور حقوق وفرائض کا پختہ شعور...... چند نمونے

چوتھی فصل:...... چند صحیح احادیث اور فہم و تطبیق کی کج رویاں

پانچویں فصل:......نسوانی شخصیت کے خدوخال پر دوبارہ نظر

دوسرا باب

سماجی زندگی میں مسلم خاتون کی شرکت

پہلی فصل:......سماجی زندگی میں عورتوں کی شرکت اور مردوں سے میل جول کے آداب

دوسری فصل:..... حکم حجاب سے قبل مردوں کے ساتھ ازواجِ مطہرات کا میل جول

تیسری فصل:..... سماجی زندگی میں مرد و عورت کے درمیان میل جول کے واقعات۔ دورِ رسالت میں

چوتھا باب

خواتین کا لباس

چوتھی فصل:......شادی

پانچویں فصل:......خاندان میں عورت کا مقام

چھٹی فصل:.....زوجین کے جزوی حقوق

ساتویں فصل:..... باہمی جدائیگی کا حق

چھٹا باب

جنسی تعلیم و ثقافت

پہلی فصل:......جنسی لطف اندوزی کی شرعی اجازت

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

از: شیخ محمد غزالی

اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مجھے یہ تمنا ہوئی کہ کاش یہ کتاب کئی صدیوں پہلے وجود میں آئی ہوتی اور خواتین کا مسئلہ اس خوبصورت انداز میں معاشرے کے سامنے لایا گیا ہوتا، حقیقت یہ ہے کہ عورتوں کے سلسلہ میں مسلمانوں کے اندر بے راہ روی پیدا ہو گئی ہے، غلط روایات پھیل گئیں ہیں اور ایسی احادیث عام ہو گئی ہیں جو یا تو بالکل موضوع اور گڑھی ہوئی ہیں یا اسی کے قریب قریب ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ عورتیں سخت ترین جہالت کے اندر ہیں۔ وہ دین سے بھی ناواقف ہیں اور دنیا سے بھی نا آشنا، عورت کی تعلیم گناہ ہے اور اس کا مسجد جانا ممنوع، نہ ملّی مسائل و مشکلات سے اسے دلچسپی ہے اور نہ حال و مستقبل کی تعمیر میں اس کا کوئی رول...... عورت کی تحقیر ایک عام تصور و روش ہے اور اس کی حق تلفی معاشرہ کا رواج بن چکا ہے...... تقریباً تین سال ہو رہے ہیں، ایک مشہور مقرر انتہائی غضبناک اور المناک لہجہ میں فرما رہے تھے کہ وہ ایام کس قدر مبارک تھے جن میں عورت صرف تین مرتبہ گھر سے نکلتی تھی، شکم مادر سے دنیا میں، باپ کے گھر سے شوہر کے گھر اور شوہر کے گھر سے قبر کی طرف۔ میں نے کہا کہ اللہ وہ دن دوبارہ نہ لائے اور تاریخ کو وہ منحوس ایام دوبارہ نہ دیکھنے کو ملیں۔ وہ ایام جاہلیت کے ہو سکتے ہیں، اسلام کے نہیں۔ وہ ظالمانہ رواج کی فتح ہو سکتی ہے، اسلام کی راہ اعتدال نہیں۔ تعلیم و تربیت اور تخلیقات کے میدان میں امت مسلمہ کا شمار اب تیسری دنیا میں ہوتا ہے۔ امت کا ایک بڑا طبقہ انہی غلط رسومات کے شکنجہ میں گرفتار ہے...... میرے اس

سخت تبصرہ کو سن کر ایک شخص کہنے لگا کہ آپ فلاں مقرر کے مخلصانہ جذبات سے اختلاف کیوں کرتے ہیں؟ کیا صاحبزادی رسولؐ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے ان کی تائید نہیں ہوتی ہے کہ: عورت نہ کسی کو دیکھتی ہے، نہ کوئی عورت کو دیکھتا ہے اور نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ کی تائید فرمائی اور انہیں اپنے سینے سے لگاتے ہوئے فرمایا کہ: "ذرية بعضها من بعض" کیا یہ ہدایت نہیں تھی کہ اسلام نے عورت کے لئے آغوش مادر سے قبر تک گوشہ نشینی ضروری قرار دی ہے؟ میں نے کہا: آپ غلط حدیث بیان کر رہے ہیں۔ اس حدیث کا ذکر کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے بلکہ قرآن کریم، متعدد صحیح احادیث، نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کی سیرت کا تواتر اس کے خلاف ہے۔ حدیث گڑھنے والوں نے بہت سی ایسی احادیث گڑھی ہیں جن میں عورتوں پر جہالت تھوپی گئی ہے۔ فریب خوردہ لوگوں نے انہی احادیث کو صحیح سمجھا اور لڑکیوں کے لئے ایک بھی مدرسہ نہیں کھولا، بلکہ ایسے ایسے احکام بنائے جن کے ذریعے عورتوں کا مسجدوں میں آنا ممنوع قرار دیا گیا اور جاہلانہ روش یہاں تک پہنچی کہ عورت کی دین ودنیا صرف حیوانی پہلو پر مرکوز ہو کر رہ گئی۔

یہ کتاب مسلمانوں کو سنت نبوی کی راہ دکھاتی ہے۔ نہ اس میں غلو ہے، اور نہ تفریط، یہ کتاب ایک دستاویز ہے اور اس کے مصنف وسیع معلومات اور دین کی غیرت رکھنے والے عالم ہیں، حق ان کی منزل ہے، معرکہ آرائی والی علماء کی عام روش سے وہ بیزار ہیں، انھوں نے ایک راہ متعین کرلی ہے، بخاری اور مسلم سے روایات پیش کرتے چلے جاتے ہیں، دیگر محدثین روایات کم ہی نقل کرتے ہیں۔ ان روایات اور تشریحات کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام نے مرد اور عورت کے درمیان تعلقات کا دائرہ کس قدر وسیع رکھا ہے اور عورت کے دوش پر کیسی کیسی مقدس اور عظیم ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں۔ مصنف موصوف ہمارے سامنے اسلام کے یہ نقوش پیش کرتے ہیں اور فتحیاب مغرب کی تقلید سے بھی ہمیں دور رکھتے ہیں۔ جدید تہذیب کی گمراہیوں سے بھی ہمیں باز رکھتے ہیں۔ جس تہذیب کے ہم ایک بڑی حد تک اسیر ہو چکے ہیں اور اس گلو خلاصی کے لئے کوشاں ہیں۔ اس لئے نہیں کہ پھر ہم اسی کوتاہ روی کو اپنالیں جس کی وجہ سے ہم شکست سے دوچار ہوئے ہیں بلکہ اس لئے کہ ہم اپنے اسلاف کی تابناک راہ پر گامزن ہو جائیں، عہد نبوی کی راہ اور دور خلافت راشدہ کی راہ پر۔ اسی راہ میں عزت ہے اور بقیہ سب خام خیالیاں اور شہوت رانیاں ہیں۔

مقدمہ وتعارف

از: ڈاکٹر یوسف القرضاوی

سزاوار حمد وثنا ذات الٰہی ہے اور درود وسلام ہو اللہ کے رسول پر، آل رسول پر، صحابہ کرامؓ پر اور تمام مسافران راہ ہدایت پر۔

اصطلاح = عورت، اعداد وشمار کے لحاظ سے معاشرہ کا نصف ہے لیکن اپنے شوہر، اپنی اولاد اور گرد وپیش پر اثر انگیزی کے اعتبار سے وہ نصف سے بھی زیادہ ہے۔ رسوخ

ایک عرب شاعر نے کہا ہے۔

الأم مدرسة اذا أعددتها أعددت شعبا طيب الأعراق

(ماں، ایک مدرسہ ہے۔ اگر آپ اس کا شمار کرتے ہیں تو گویا آپ اچھی نسل کی ایک قوم کا شمار کرتے ہیں۔)

عظیم لوگوں اور عبقری شخصیتوں کی تعمیر میں عورت کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ اس لئے لوگ کہتے ہیں کہ: ہر عظیم شخص کے پیچھے کسی عورت کا رول ہوا کرتا ہے۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ بڑے بڑے فلاسفہ نے عورت کو دنیا کی تمام فتنہ سامانیوں اور شر انگیزیوں کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے بلکہ کچھ لوگوں نے کسی جرم یا واقعہ پیش آنے پر یہی کہا ہے کہ: عورت کو تلاش کرو!

ماضی سے اب تک لوگوں کے دو گروہ رہے ہیں۔ ایک عورت کا حامی وطرفدار اور دوسرا عورت کا دشمن مخالف۔

چنانچہ ایک عرب شاعر کہتا ہے۔

ان النساء ریاحین خلقن لنا   وکلنا نشتھی شم الریاحین

(خواتین ہمارے لئے خوشبو بنا کر پیدا کی گئی ہیں ہم سب خوشبو سے لطف اندوز ہونے کی تمنا رکھتے ہیں۔)

اور دوسرا شاعر یوں کہتا ہے۔

ان النساء شیاطین خلقن لنا   نعوذ باللہ من شر الشیاطین

(خواتین ہمارے لئے شیطان بنا کر پیدا کی گئی ہیں۔ ہم شیاطین کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔)

کچھ فلاسفہ تو عورت کے مدح خواں اور اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ خاندان اور معاشرہ کے اندر اس کی کارکردگی اور خدمات کا تذکرہ کرتے ہیں اور کچھ دوسرے فلاسفہ انتہائی بد صورت اور سیاہ عینک لگا کر اس پر نظر ڈالتے ہیں اور اسے دنیا میں شر و برائی کی جڑ سمجھتے ہیں۔

حتی کہ علم، جو برگشتہ راہ کو ہدایت یافتہ بناتا ہے اور کجرو کو راست بازی سکھاتا ہے۔ بدخواہوں نے اسے بھی عورت کے لئے ذلت و حقارت قرار دیا اور تعلیم حاصل کرنے والی خاتون کو دیکھ کر کہنے والوں نے کہا کہ: ناگن کو زہر سے آراستہ کیا جا رہا ہے۔

بات یہاں بھی نہ رکی اور تخلیق آدم سے لے کر روز قیامت تک انسانیت کو پیش آنے والی تمام پریشانیوں اور شقاوتوں کی ذمہ داری تنہا عورت کے دوش پر لوگوں نے ڈالی کیونکہ ان کے خیال میں عورت ہی نے حضرت آدم علیہ السلام کو ممنوعہ درخت سے کھانے اور حکم خداوندی سے گریز کرنے پر آمادہ کیا تھا اور بالآخر انھیں اور ان کی اولاد کو جنت سے زمین پر اتار کر مشقت و شقاوت سے دوچار کرلیا۔

یہود و نصاریٰ کی ساری مقدس قدیم مذہبی کتابوں نے بھی ان کے الزام کی تائید کی اور عورت کو ذمہ دار ٹھہرلیا۔

لیکن اسلام نے عورت کو عزت و عظمت بخشی۔ اسے ایک بیٹی، ایک بیوی، ایک ماں اور معاشرہ کا ایک فرد بلکہ ان سب سے پہلے ایک انسان کے روپ میں پیش کیا۔ عورت بھی مکلف ہے

اور مرد بھی۔ اللہ کے احکام اور منہیات کی مخاطب عورت بھی ہے اور مرد بھی۔ جزا اور سزا کا مستحق جس طرح مرد ہے اسی طرح عورت بھی ہے۔ انسان کو جب سب سے پہلا حکم الٰہی ملا، تو اس کا مخاطب مرد اور عورت دونوں تھے، دونوں کو جنت میں ٹھہرایا گیا اور حکم ہوا:

وكلا منها رغدا حيث شئتما ولاتقربا هذه الشجرة فتكونا من الظالمين. (بقرہ۔۳۵)

(اور اس میں جہاں سے چاہو خوب کھاؤ، اور اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ تم گنہگاروں میں سے ہو جاؤ گے۔)

تورات کی طرح قرآن نے آدم کی غلطی کی ذمہ دار عورت کو نہیں قرار دیا بلکہ پہلی ذمہ داری آدم کی بتائی اور عورت اس کی تابع قرار دی گئی:

ولقد عهدنا الى آدم من قبل فنسي ولم نجد له عزماً. (طہ۔۱۱۵)

(اور ہم آدم کو ایک حکم دے چکے تھے، سو ان سے غفلت ہو گئی اور ہم نے ان میں پختگی نہ پائی۔)

وعصى آدم ربه فغوى ثم اجتباه ربه فتاب عليه وهدى. (طہ:۱۲۱۔۱۲۲)

(اور آدم سے اپنے پروردگار کا قصور ہو گیا، سو وہ غلطی میں پڑ گئے پھر انھیں ان کے پروردگار نے مقبول بنایا۔ چنانچہ ان کی توبہ قبول کر لی اور راہ راست دکھائی۔)

عورت اسلام کی نظر میں مرد کی مد مقابل اور فریق ثانی نہیں ہے، بلکہ عورت سے مرد کی تکمیل ہوتی ہے اور مرد سے عورت کی۔ عورت مرد کا ایک جزو ہے اور مرد عورت کا ایک جزو۔ اسی مفہوم کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے:

بعضكم من بعض. (آل عمران۔۱۹۵) (تم آپس میں ایک دوسرے کے جزء ہو۔)

اور رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ: "عورتیں، مردوں کے ہم مرتبہ ہیں" اسلام میں عورت کی حق تلفی یا مرد کے مقابلے میں عورت پر ظلم کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ اسلام اللہ تعالیٰ کی شریعت ہے اور اللہ تعالیٰ مرد عورت دونوں کا یکساں پروردگار ہے۔

لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ عورتوں سے متعلق غلط تصورات و نظریات مسلمانوں کے ایک طبقہ کے ذہن و دماغ میں سرایت کر گئے۔ عورت کی شخصیت اور اس کی کارکردگی سے متعلق غلط تصور کے نتیجہ میں عورتوں کے ساتھ غلط روش اور غلط معاملہ بھی رواج پا گیا اور لوگ اللہ کے حدود

سے تجاوز کر گئے۔ انھوں نے خود اپنی ذات پر بھی ظلم کیا اور عورتوں پر بھی ظلم کے پہاڑ توڑے۔ خصوصاً پس ماندگی کی صدیوں میں۔ جب کہ امت مسلمہ معدودے افراد کو چھوڑ کر ہدایت نبوت، اسلام کے اعتدال اور سلف کی اس راہ سے دور ہوگئی تھی، جو اپنے اعتدال اور آسانی و سہولت کے لئے ممتاز تھی۔

آج کے دور پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں اپنی فکری زندگی کے اندر ایک ایسیہ نظر آتا ہے اور اہل عقل و دانش جس کا رونا رو رہے ہیں، وہ یہ ہے کہ ہم اپنے بہت سے مسائل و معاملات بلکہ بیشتر معاملات کے اندر اس معتدلانہ موقف سے دور ہو جاتے ہیں جسے قرآن نے صراط مستقیم کا نام دیا ہے۔ ہم عام طور پر غلو و کوتاہی یا افراط و تفریط کے شکار ہو جاتے ہیں، حالانکہ اللہ کا یہ قول ہمارے سامنے ہوتا ہے: وكذلك جعلناكم امة وسطا. (اور اس طرح ہم نے تم کو امت وسط بنایا) اور یہ حکیمانہ قول بھی ہمارے پیش نظر ہوتا ہے کہ "خير الامور اوساطها" (معتدل چیز سب سے بہتر ہوا کرتی ہے) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول بھی ہم نقل کرتے ہیں کہ "تم درمیانہ روش اختیار کرو۔ غلو کرنے والا تمہاری جانب لوٹ کر آئے گا اور کوتاہ تم تک رسائی حاصل کرے گا"۔

اسلامی معاشرے میں عورت کا مسئلہ ایک نمایاں مثال ہے جس میں غلو اور کوتاہی یا افراط و تفریط دونوں پہلو ابھر کر سامنے آتے ہیں۔

کوتاہ نظر اور تفریط کے شکار لوگ عورت کو حقارت اور تکبر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ عورت اس کے نزدیک شیطان کا پھندا، ابلیس کا جال اور گمراہی و غلط روی کا ذریعہ ہے۔ اس کا دین اور اس کی عقل دونوں ناقص ہیں۔ عورت ایک ناقص اہلیت رکھنے والی مخلوق ہے، وہ مرد کی باندی اور خادمہ ہے۔ مرد اپنی لذت و لطف کے لئے اس سے شادی کرتا ہے، اپنا مال دے کر اس سے لطف اندوزی کا مالک ہو جاتا ہے اور جب چاہتا ہے اسے طلاق دے دیتا ہے۔ عورت نہ تو اپنی طرف سے دفاع کا حق رکھتی ہے اور نہ کسی سامان یا عوض کی مستحق ہوتی ہے بلکہ بعض لوگوں نے اسے جوتے کی مانند بتایا ہے جسے مرد جب چاہے پہن لے اور جب چاہے اتار کر پھینک دے۔

اگر عورت کسی مرد کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو جاتی ہے اور مرد اس کے لئے ناقابل پسند ہو جاتا ہے، مرد کی جانب سے اسے نفرت اور بغض ہو جاتا ہے تو وہ صرف گھٹ گھٹ کر

صبر ہی کر سکتی ہے اور مجبوراً زندگی کے کڑوے گھونٹ پیتی رہتی ہے، تا آنکہ مرد خود اسے طلاق دینے یا اس کے ساتھ خلع کرنے پر راضی ہو جائے ورنہ مرد کی غلامی کا جوا وہ اپنی گردن سے اتار کر نہیں پھینک سکتی ہے۔

اسی قماش کے کچھ لوگ اسلام سے قبل والے دور جاہلیت کی پیروی کرتے ہوئے میراث کے حق سے اپنی بیٹیوں کو محروم رکھتے ہیں، ان کے ترکہ کے تمام تر حصے نرینہ اولاد ہی کے لئے مخصوص ہوتے ہیں، لڑکیوں کا ان میں کوئی حصہ نہیں ہوتا ہے۔

ان لوگوں نے عورت کو گھر کی چہار دیواری میں قید کر دیا، نہ وہ علم کے لئے نکل سکتی ہے اور نہ کسی اور کام کے لئے۔ وہ معاشرہ کو نفع پہنچانے والی کسی بھی سرگرمی میں حصہ نہیں لے سکتی بلکہ بعض نے تو نیک و صالح عورت کی تعریف ہی یوں کی ہے کہ وہ زندگی میں صرف دو مرتبہ باہر نکلتی ہو، ایک مرتبہ اپنے والد کے گھر سے شوہر کے گھر کی طرف اور دوسری مرتبہ شوہر کے گھر سے آخری آرام گاہ قبر کی طرف۔ حالانکہ قرآن کریم نے زنا کی معروف سزا متعین کرنے سے پہلے ایسی عورت کے لئے گھر کے اندر قید کرنے کی سزا رکھی تھی جس نے زنا کیا ہو اور چار مسلمانوں نے اس کے ارتکاب جرم کی گواہی دی ہو، اس سلسلے کی قرآنی آیت درج ذیل ہے:

والاتی یاتین الفاحشة من نسائکم فاستشهدوا.

(اور تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں، ان پر چار (آدمی) اپنے میں سے گواہ کرلو، اور اگر وہ گواہی دے دیں۔)

علیهن اربعة منکم فإن شهدوا فأمسکوهن فی البیوت حتی یتوفاهن الموت أو یجعل الله لهن سبیلا.

(نساء۔۱۵)

(تو ان (عورتوں) کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ کردے یا اللہ ان کے لئے کوئی (اور) راہ نکال دے۔)

علم اور دین کا فہم حاصل کرنے کے لئے بھی عورت کا گھر سے نکلنا حرام قرار دے دیا اور کہا کہ والد اور شوہر کی ذمہ داری ہے کہ وہ عورت کو تعلیم دے اور دین کا فہم سکھائے۔ اس طرح انھوں نے عورت کو علم کے نور سے محروم کر کے جہالت کی تاریکی میں بھٹکتے رہنے پر مجبور کر دیا۔ نہ اسے

والد نے تعلیم دی اور نہ شوہر نے، کیونکہ والد اور شوہر تو خود ہی محتاج علم و دانش تھے۔ محتاج دوسرے کو کیا دے سکتا تھا، وہ خود بھی جاہل رہے اور عورت بھی جاہل رہی۔

انھیں پوری واقفیت تھی کہ علم کا حصول ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے اور امہات المومنین، صحابیات اور اسلاف میں خواتین کی معتد بہ تعداد علم و تفقہ اور روایت حدیث کے علاوہ شعر و ادب اور دیگر فنون میں باکمال گذری ہیں۔

علماء کرام کے یہ جملے کتابوں میں محفوظ ہیں کہ "مجھ سے با اعتماد، نیک صفات، بڑی عالمہ فلانہ بنت فلاں نے بیان کیا ہے"۔

بخاری شریف کی روایت کرنے والوں میں ایک راوی کریمہ بنت احمد مروزیہ بھی ہیں اور ان کا نسخہ چند معتمد نسخوں میں شمار ہوتا ہے، جس کی تعریف حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی فتح الباری کے اندر کی ہے۔

لوگوں نے عورت کو نماز یا وعظ و نصیحت سننے کی غرض سے مسجد جانے سے بھی روک دیا حالانکہ انھیں یہ معلوم ہے کہ عہد نبوی میں خواتین عشاء اور فجر کی نمازوں میں بھی مسجد میں آکر جماعت میں شریک ہوتی تھیں اور نبی کریم ﷺ نے صاف لفظوں میں ارشاد فرمایا تھا کہ: "اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں میں آنے سے مت روکو"۔ (مسلم شریف)

عجیب بات ہے کہ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کو ماننے والی خواتین بھی جس حق کو استعمال کرتی ہیں، کچھ خواتین اس حق سے بھی محروم ہیں۔ یہودی عورت اپنی عبادت گاہ میں جاتی ہے، عیسائی عورت کلیسا میں جاتی ہے، بدھسٹ اور ہندو عورت اپنی عبادت گاہ اور مندر میں جاتی ہے، لیکن تنہا مسلم خاتون مسجد میں جانے سے محروم ہے۔

لوگوں نے اسے باپ اور شوہر کے ساتھ زندگی کے ان جائز کاموں میں بھی شریک ہونے سے روک دیا جن میں وہ شرکت کر سکتی تھی، جیسا کہ بعض صحابیات مثلاً حضرت اسماء ذات النطاقین کا واقعہ اپنے شوہر حضرت زبیر بن عوامؓ کے ساتھ منقول ہے۔

اور اس سے بھی زیادہ نمایاں مثال قرآن کریم نے سورۂ قصص کے اندر حضرت شعیب کی دو صاحبزادیوں کے متعلق پیش کی ہے، جنھوں نے بکریاں چرائیں، انھیں پانی پلایا، حضرت موسیٰ

علیہ السلام سے گفتگو کی، حضرت موسیٰ نے ان سے گفتگو کی اور ان میں سے ایک نے اپنے والد سے پوری بے باکی اور وضاحت سے کہا کہ:

یاابت استأجره ان خیر من استاجرت القوی الأمین. (قصص۔۲۶)

(اے ابا جان ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ اچھا نوکر وہی ہے، جو قوت دار ہو، امانت دار ہو۔)

اور اپنے ان جامع الفاظ کے ذریعہ کام کرنے والے مردوں کے انتخاب کی بنیادیں طے کردیں۔

عورت کو گھر کے اندر قید کردینے کے لئے لوگوں نے غیر واضح نصوص وہدایات کا سہارا لیا اور واضح ترین ہدایات واحکام پس پشت ڈال گئے، چنانچہ یہ لوگ سورہ احزاب کی درج ذیل ان آیات سے استدلال کرتے ہیں جو امہات المومنین کی شان میں نازل ہوئیں ہیں:

یا نساء النبی لستن کأحد من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض وقلن قولاً معروفاً وقرن في بیوتکن......

(اے نبی کی بیویو، تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، جب کہ تم تقویٰ اختیار کررکھو، تو تم بولی میں نزاکت اختیار مت کرو کہ (اس سے) ایسے شخص کو خیال (فاسد) پیدا ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے اور قاعدہ کے موافق بات کہا کرو اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو۔)

اور دوسری آیت:

وإذا سالتموهن متاعاً فأسئلوهن من وراء حجاب. (احزاب۔ ۳۲،۳۳)

(اور جب تم ان (رسولوں کی ازواج) سے کوئی چیز مانگو تو ان سے پردہ کے باہر سے مانگا کرو۔)

انھوں نے عورت کو اپنی زندگی کا رفیق اور شریک منتخب کرنے، بلکہ کم از کم ولی اور ذمہ دار کی پیش کش کے وقت اپنی موافقت یا انکار کا اظہار کرنے کے حق سے بھی بیشتر اوقات محروم کردیا، چنانچہ ایسے بھی والدین ہیں جو اپنی بیٹی کی شادی بغیر اس کی رضامندی بلکہ اس کے مشورے اور اس کی رائے معلوم کئے بغیر کرڈالتے ہیں۔

اور افسوس کی بات ہے کہ شافعی، مالکی اور جمہور یہ حنابلہ نے بھی اسی مسلک کو ایسے دلائل کی بنیاد پر اختیار کیا جو بحث ومباحثہ کے بعد کمزور ثابت ہوتے ہیں اور مخالف دلائل کے مقابلے میں

مرجوح قرار پاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد امام ابن القیمؒ جیسے لوگوں نے اس رائے سے اتفاق نہیں کیا۔

عورت کے حقوق کی پامالی اور اس کی شان سے فروتر مقام اسے عطا کرنے کی غرض سے صحیح احادیث کی غلط تشریح کی گئی اور دوسرے سیاق میں ان کا استعمال کیا گیا، مثلاً عورت سے متعلق اپنے نظریہ کی تائید میں کس قدر شد ومد کے ساتھ وہ حدیث پیش کی گئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ عورتیں ''عقل اور دین کے اندر ناقص ہوتی ہیں'' اس حدیث پر آئندہ ہم گفتگو کریں گے۔ اسی طرح یہ حدیث پیش کی گئی کہ ''اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے''۔

اس پر بس نہیں کیا گیا بلکہ ایسی احادیث بھی پیش کی گئیں جن کی نہ کوئی اصل ہے اور نہ سند، بالکل بے سروپا اور ضعیف حدیثیں یا حضور ﷺ کی جانب غلط منسوب کردہ گڑھی ہوئیں حدیثیں۔

مثلاً حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول کریم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ:
''عورت کے لئے سب سے بہتر چیز کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ نہ وہ کسی مرد کو دیکھے اور نہ اسے کوئی مرد دیکھے۔ تو آپ ﷺ نے ان کا بوسہ لیا اور فرمایا ''ذرية بعضها من بعض'' یہ حدیث اس قدر ضعیف اور بے اصل ہے کہ جس سیاہی سے لکھی گئی ہوگی اس سیاہی کے درجہ میں بھی نہیں آتی ہے۔

اسی طرح یہ حدیث کہ ''عورتوں سے مشورہ کرو اور ان کے خلاف کرو'' بالکل بے اصل ہے۔ بچوں کا دودھ چھڑانے کے سلسلہ میں ماں باپ کے باہمی مشورہ سے متعلق درج ذیل آیت کے بھی مخالف ہے۔

فإن اراد فصالاً عن تراض منهما وتشاور فلا جناح عليهما. (بقرہ۔۲۳۳)

(پھر اگر دونوں اپنی باہمی رضامندی اور مشورہ سے دودھ چھڑا دینا چاہیں تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے۔)

نیز سیرت نبویؐ اور صحیح حدیث سے ثابت غزوۂ حدیبیہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے رسول اکرم ﷺ کا مشورہ کرنے اور انہی کی رائے پر عمل کرنے کے بھی مخالف ہے۔

اسی طرح حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب یہ قول کہ "عورت مکمل شر ہے اور اس کی ہر چیز شر ہے" میں نے اپنی ایک کتاب میں اس قول کا بطلان واضح کیا ہے۔(۱)

اسی طرح مستدرک میں حاکم کی روایت اپنی سند سے ہے کہ "عورتوں کو کمروں میں نہ ٹھہراؤ اور نہ انھیں لکھنے کی تعلیم دو۔" اس حدیث کو ناقدین نے موضوع قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی نے حاکم پر تبصرہ کرتے ہوئے یہی بات کہی ہے۔

کچھ دنوں پہلے میں راغب اصفہانی کی کتاب "محاضرات الادباء" کا مطالعہ کر رہا تھا۔ مصنف نے کتاب کے اندر ایک باب لڑکیوں سے متعلق قائم کیا ہے، جس کا عنوان ہے "لڑکی کی موت اور موت کی تمنا کا فائدہ" باب کا آغاز اس جملہ سے ہوتا ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سب سے بہتر داماد قبر ہے" اور فرمایا! لڑکیوں کا دفن کرنا بڑی عظمت و مشرف والے کاموں میں سے ہے"۔

یہ دونوں حدیثیں رسول اللہ ﷺ پر گڑھی ہوئی اور موضوع ہیں۔ ادب کی کتاب میں حدیث نبوی کا مرجع اور ماخذ نہیں بن سکتی ہیں لیکن جو لوگ مراجع اور ماخذ کی درجہ بندی اور ان کا معیار متعین کرنے کی صلاحیت سے عاری ہوتے ہیں، وہ کتابوں میں لکھی ہوئی ہر بات صحیح سمجھنے لگتے ہیں۔ خصوصاً جب کہ مصنف علم و فن کی دنیا میں شہرت رکھتا ہو۔ راغب اصفہانی بھی شہرت یافتہ مصنف ہیں۔ آپ کی تصانیف میں "مفردات القرآن" اور الذریۃ الی مکارم الشریعۃ" مشہور کتابیں ہیں۔ ایسے لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ کوئی شخص ایک موضوع اور فن میں ماہر ہوتا ہے، لیکن دوسرے موضوع اور فن میں اس کی حیثیت ایک عام شخص کی سی ہوتی ہے۔ دوسرے موضوع پر نہ اس کی رائے قابل قبول ہوتی ہے، نہ ہی اس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ امام غزالی نے "المنقذ من الضلال" میں اس نکتہ کی خوب وضاحت کی ہے۔

غلو اور شدت پسندوں نے عورت کی زندگی کو ایسا زنداں بنادیا ہے جہاں روشنی کی کوئی کرن بھی نہیں پہنچ سکتی۔ عورت کا گھر سے نکلنا حرام ہے۔ اس کا مسجد جانا ناجائز ہے۔ وہ آداب حیاء ملحوظ رکھتے ہوئے بھی مردوں سے گفتگو نہیں کر سکتی ہے۔ اس کا چہرہ اور اس کی ہتھیلی بھی قابل ستر ہے۔ اس کی آواز اور اس کی گفتگو بھی قابل پوشیدگی ہے...... حتی کہ حج اور عمرہ کے مواقع پر عورتیں جو سفید

(۱) دیکھئے ہماری کتاب: فتاوی معاصرہ

کپڑے پہنتی ہیں اور مصر اور کئی ملکوں میں عرصہ سے یہ رواج چلا آرہا ہے۔ کچھ لوگوں نے اس پر بھی اعتراض کیا اور کہنے لگے کہ سفید کپڑوں سے مردوں کی مشابہت ہوتی ہے۔

حالانکہ شریعت اسلامیہ نے مردوں کی بہ نسبت عورتوں کے زیب و زینت میں کافی وسعت رکھی ہے۔ مردوں پر سونے کے سامان اور ریشمی لباس کا استعمال حرام قرار دیا ہے، جبکہ عورتوں کو ان چیزوں کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے۔

ایک طرف تو یہ لوگ ہیں جو عورتوں کی حق تلفی میں تفریط کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں، دوسری جانب وہ لوگ ہیں جو افراط کی انتہا پر ہیں اور عورتوں کے معاملات میں اللہ کے حدود، فطرت کے حدود، فضیلت و شرافت کے حدود سبھوں سے تجاوز کر گئے ہیں۔

پہلی قسم کے لوگ اگر مشرقی رسوم و رواج کے خوگر ہو چکے ہیں، تو دوسری قسم کے لوگ مغرب کے نووارد آداب و اطوار کے اسیر ہیں۔

دوسری قسم کے لوگ مرد عورت کے درمیان تمام امتیازات کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک عورت بھی ایک انسان ہے اور مرد بھی ایک انسان۔ دونوں ایک دوسرے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، لہٰذا دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

وہ یہ بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی فطرت میں فرق رکھا ہے۔ دونوں کی جسمانی ساخت جداگانہ ہے اور اس فرق میں بہت بڑی حکمت کار فرما ہے۔ دونوں کے اپنے اپنے مزاج و ساخت اور اپنی اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے علاحدہ علاحدہ ذمہ داریاں ہیں، عورت کی ممتا اپنی تمام تر خصوصیات، خوبیوں اور گراں باریوں کے ساتھ اس کی زندگی کا محور و مقصد ہے اور اسی مقصد نے مردوں کی بہ نسبت عورتوں کی وابستگی گھروں سے زیادہ رکھی ہے۔

جب مرد و عورت کے درمیان یہ فطری فرق موجود ہے تو عورتوں کے لئے کسی بھی نظام تعلیم و کار کی منصوبہ بندی کرتے وقت ہمیں اس فرق کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ جدید تعلیم اور اس کے کار پردازوں نے بھی اس فرق کو ملحوظ رکھا ہے۔

اس قسم کے لوگ بغیر کسی دلیل کے صحیح اور ثابت شدہ احادیث کا انکار کرنے لگتے ہیں۔ ہم نے خود دیکھا ہے کہ ایک عالی مرتبت ادیب خاتون نے قطر میں اپنی تقریر کے دوران درج ذیل

حدیث کا انکار کر دیا حالانکہ وہ حدیث بخاری شریف کی صحیح حدیث ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "وہ قوم فلاح نہیں پاسکتی جو کسی عورت کو اپنی زمام سپرد کر دے۔" اس حدیث کو قبول عام حاصل ہے اور گذشتہ طویل مدت میں کسی نے اس پر نقد نہیں کیا ہے۔

اس سے بھی تعجب خیز بات یہ ہے کہ ایک صاحب نے اپنی تحریر میں مذکورہ حدیث کو جھوٹی اور غلط اس بنیاد پر قرار دیا کہ اس سے ان کے خیال کے مطابق ذیل کی صحیح حدیث کی مخالفت ہوتی ہے، جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق کہا گیا ہے "تم لوگ اپنا نصف دین حمیراء سے حاصل کرو۔" ملاحظہ کیجئے ایک بالکل غلط اور گڑھی ہوئی، بے وزن حدیث کی بنیاد پر دوسری صحیح اور امت کے اندر مقبول حدیث کو رد کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ضرورت مند مردوں کو ایک سے زائد شادی کرنے کی اجازت دی ہے، بشرطیکہ وہ اس کی استطاعت رکھتے ہوں اور دونوں کے درمیان عدل وانصاف قائم رکھنے کا اعتماد انھیں خود اپنی ذات پر ہو، لیکن قرآن کریم کے اس حکم، رسول کریم ﷺ کے عمل، صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے عمل، خیر القرون کے اسلاف امت اور مختلف زمانوں اور مختلف علاقوں میں علماء امت کے عمل، سبھوں کی مخالفت کرتے ہوئے اللہ کی دی ہوئی اجازت سے روکنے اور ایک حلال کام کو حرام قرار دینے کی بھی کچھ لوگ کوشش کرتے ہیں۔

بلکہ ایسے بھی لوگ نظر آتے ہیں جو کھلم کھلا قرآن کے بالکل صریح اور دو ٹوک حکم کو ٹھکراتے ہوئے میراث کی تقسیم میں لڑکی کو لڑکے کے برابر حصہ دینے کی آواز اٹھاتے ہیں اور اس طرح قرآن، سنت رسول اور چودہ سو سال سے قائم امت کے اجماع اور دین اسلام کے قطعی احکام کی بالکل لاپروائی سے مخالفت کی جرأت کرنے لگتے ہیں۔

اس سے بھی بڑھکر حیرت انگیز یہ منظر بھی دیکھنے کو ملتا ہے کہ علم دین کی طرف اپنا انتساب کرنے والے لوگ جنھیں موجودہ غیر متوازن حالات نے صحافت و ذرائع ابلاغ کی دنیا میں اسلام کا نمائندہ بنادیا ہے، وہ اپنی بے مثال جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے اللہ کی جانب بے سر وپا باتیں منسوب کرنے لگتے ہیں، چنانچہ صحیح اور صریح احادیث سے ناواقف رہ کر یا قصداً ناواقف بن کر حرام چیزوں کی حلت کا فتویٰ دینے لگتے ہیں اور بزعم خود درپیش صورت حال کی دلیل فراہم کرتے ہیں

یاحلال کی تحریم اور حرام کی حلت کے سلسلہ میں ارباب حکومت کے خیالات ور جحانات کا جواز فراہم کرتے ہیں۔ قانون زنا کی اجازت پر خاموشی اختیار کئے رکھتے ہیں اور تعدد ازدواج کی مخالفت کرتے ہیں۔اس طرح کچھ لوگوں نے یہ فتویٰ دیا کہ عورتیں اس قدر تنگ اور چھوٹے کپڑے پہنتی ہیں جن سے ان کے دونوں بازو، پنڈلیاں اور سر کے بال کھلے رہتے ہوں، جیسا کے موجودہ مغربی فیشن ہے، تو یہ صرف ایک صغیرہ گناہ ہے اور نماز وغیرہ پڑھ لینے سے اس کی تلافی ہو جائیگی...... کس قدر جہالت آمیز یہ فتویٰ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے تو یہ ارشاد فرمایا کہ کپڑے پہن کر عریاں رہنے والی خواتین جہنم میں جائیں گی، نہ وہ جنت میں داخل ہونگی اور نہ جنت کی خوشبو ہی انھیں مل سکتی ہے حالانکہ جنت کی خوشبو دور دراز مسافت تک محسوس کی جائیگی، کپڑے پہن کر عریاں رہنے والی خواتین سے مراد وہ خواتین ہیں جن کے لباس شرعی شرائط کے مطابق نہ ہوں یعنی ان کے کپڑے انتہائی تنگ اور چست ہوں اور جسم کے جن اعضاء کا پوشیدہ رکھنا ضروری ہے، وہ کھلے رہتے ہوں۔ اگر ایسی بے پردگی اور عریانیت محض گناہ صغیرہ ہوتی تو نبی کریم ﷺ ان کے جہنمی ہونے اور جنت بلکہ جنت کی خوشبو سے بھی محرومی کا اعلان نہیں فرماتے۔ اگر ہم یہ تسلیم کر بھی لیں کہ اس درجہ کی عریانیت صرف گناہ صغیرہ ہے تو بھی کیا یہ مفتیان نو نہیں جانتے کہ صغیرہ گناہ اصرار اور تکرار کے بعد گناہ کبیرہ شمار کیا جانے لگتا ہے۔ یہ تو متفقہ مسئلہ ہے اور علماء اسلام نے صاف کہہ دیا ہے کہ صغیرہ گناہ اصرار کے نتیجہ میں کبیرہ ہو جاتا ہے اور کبیرہ گناہ استغفار کے ذریعہ معاف ہو جاتا ہے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ غلو پسند مغرب نوازوں کی بیشتر انتہا پسندی، غلو پسند مشرق نوازوں کی انتہا پسندی کا ردّ عمل ہوا کرتی ہے۔ انتہا پسندی اور غلو سے، انتہا پسندی اور غلو ہی جنم لیتا ہے۔ اللہ نے ہمیں نہ مغرب نوازی کا حکم دیا اور نہ مشرق نوازی کا، اس کا فرمان ہمیں نہ اسیر قدیم بناتا ہے اور نہ گرفتار جدید۔ وہ تو ہماری تمام خواہشات کو صرف پابندِ شریعت محمدی اور خوگرِ دین حق بناتا ہے......افراط و تفریط کے درمیان کی راہ ہی اسلام کا جادۂ اعتدال ہے اور مسافران حق اسی کے رہرو ہیں۔ قرآن کریم اسی اعتدال کی جانب اشارہ کرتا ہے کہ:

ألاتطغوا فی المیزان وأقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان. (رحمٰن۔۹)

(تم تولنے میں گڑبڑ نہ کرو اور وزن کو ٹھیک رکھو انصاف کے ساتھ اور تول کو گھٹاؤ مت۔)

زیر نظر کتاب میرے نزدیک اسی اعتدال کا نمونہ ہے اور ایک اہم مسئلہ پر اسلام کا سچا اور معتدل موقف قارئین کے سامنے پیش کرتی ہے۔ یہ مسئلہ جو بارہا افراط و تفریط کا شکار ہوا ہے اور حق و باطل کی تمیز دشوار بنتی رہی ہے، یعنی اندرونِ خانہ معاشرہ اور زندگی کے اندر عورتوں کے رول اور کردار کا مسئلہ۔

مصنف نے اس موضوع پر سالہا سال کاوش کی ہے۔ بے شمار تعلیمات اور ہدایات کا مطالعہ کیا ہے اور معاشرہ کی موجودہ روش کو ان سے بہت کچھ دور و گریزاں پایا ہے۔ مصنف نے جب جب اس موضوع کا مطالعہ کیا ہے، خانگی اور سماجی زندگی میں خواتین کی ذمہ داری اور گراں باری کے تعلق سے اسلام کے وسیع اور ہمہ گیر تصور پر ان کا ایمان و اعتماد بڑھتا گیا ہے۔

موضوع کے ساتھ مصنف کی زود دلچسپی کی ایک وجہ یہ بھی بنی کہ بعض اسلامی طبقوں اور مسلم داعیوں نے عورتوں کے بارے میں انتہائی تنگ و محدود تصور اختیار کر لیا اور اس کے نتیجہ میں بہت سے مسلم نوجوان اور خواتین اسلامی تعلیمات کی پابندی سے جی چرانے لگے اور دین بیزار و سیکولر لوگوں کے ہاتھوں میں، مسائل و مشکلات زندگی کا اسلامی حل پیش کرنے والے کے خلاف ایک ہتھیار آ گیا۔

مصنف نے اس کتاب میں لوگوں کی رایوں اور سنی سنائی باتوں کو بنیاد نہیں بنایا ہے۔ ان کے پیش نظر قرآن وحدیث کی تعلیمات اور ہدایات ہیں۔ وہ صرف تعلیمات نقل کرتے جاتے ہیں اور مسلسل نقل کرتے ہیں کہ ان کی تشریح بھی خود بخود ہوتی چلی جاتی ہے۔ وہ علماء اور شارحین کی شرحوں اور رایوں کو نقل کرنے سے بھی حتی الامکان گریز کرتے ہیں اور صرف کسی غیر واضح یا مشتبہ یا اختلافی مواقع پر بقدر ضرورت کوئی تشریح نقل کرتے ہیں۔

ہمارے سامنے ٹھوس علمی تحقیق ہے اور مستند دلائل سے آراستہ ہے۔ مستند اور معتبر سرچشموں سے ماخوذ ہے اور مصنف نے اپنی محنت و کاوش، فکر و نظر، وقت اور علم و تجربہ کا نتیجہ اس پختہ معیار پر ہمارے سامنے رکھ دیا ہے...... صرف یہی نہیں بلکہ زیر نظر کتاب ایک انسائیکلوپیڈیا ہے، جس میں مسلم خاتون کی زندگی کے تمام گوشوں کا احاطہ کر لیا گیا ہے۔ خاتون مسلم کی شخصیت و مرتبہ، لباس، زیب و زینت، خاندان اور سماج میں رول، مردوں سے ملاقات، سماجی اور سیاسی زندگی

میں شرکت، ان تمام پہلوؤں پر قرآن کریم، سنت رسول اور سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں تفصیل آگئی ہے۔

اس کتاب کے مصنف، استاد عبدالحلیم ابو شقہ گمنام شخصیتوں میں سے ہیں، شاید چند ہی اہل فکرو نظر ان سے آشنا ہوں گے، کیونکہ تعارف کا ذریعہ بننے والی تحریریں ان کے قلم سے نہیں نکلیں یا زیادہ صحیح الفاظ میں ان کے نتائج فکر شائع ہو کر تعارف کا سبب نہیں بنے سوائے مختلف رسالوں میں شائع ہونے والے اکا دکا مقالات کے...... حالانکہ موصوف خوب لکھتے ہیں اور مختلف موضوعات پر اپنے خیالات ور جحانات قلمبند کرتے رہتے ہیں، جو روشن افکار کے نمونے ہوتے ہیں اور بے نظیر اصلاحی نظریات و آراء ہوتی ہیں، لیکن ان کی حیثیت منتشر و بکھرے ہوئے بیش قیمت موتیوں کی ہوتی ہے، جو کسی ایک لڑی میں پروئے جانے کے منتظر ہوتے ہیں...... موصوف کی ذات متانت کے وصف سے آراستہ ہے اور صحیح حدیث کے مطابق یہ وصف خدا اور اس کے رسول کو محبوب ہے۔ یہ وصف انھیں بار بار اپنے نقطۂ نظر پر غور کرنے اور اپنے منتخب احباب کے ساتھ بحث و مناقشہ کرنے پر آمادہ کرتا رہتا ہے تاکہ نقطۂ نظر کی صحت و درستگی پر بھرپور اطمینان ہو جائے اور بار بار کانٹ چھانٹ کے بعد خود موصوف کی نظر میں درست بن جائے۔

عبدالحلیم ابو شقہ جو ابو عبدالرحمٰن کنیت رکھتے ہیں، اگرچہ انھیں زیادہ لوگوں نے نہیں پہچانا لیکن جن کم لوگوں نے پہچانا، وہ ان کے گرویدہ ہوگئے، ان سے متاثر ہوئے اور ان کے قدر شناس بن گئے نیز ان کے سنجیدہ گہرے غور و فکر، ناقدانہ اصلاحی نقطۂ نظر، حق و صداقت کے اظہار کی جرأت اور ظاہر و باطن میں یکساں صداقت و استقامت کے معترف و مدح خواں ہو گئے۔

وزارت تعلیم و تربیت، قطر کے اندر ایک ساتھ کام کرتے ہوئے چوتھائی صدی سے زائد تک میں نے انھیں قریب سے دیکھا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ انھیں راست گفتار، صاف دل، خوش اخلاق، حساس اور بیدار مغز ناقد پایا...... وہ دیندار تھے، اسلامی احکام اور تعلیمات پر عمل پیرا تھے، وہ پڑھتے تھے، اس لئے نہیں کہ اپنی علم دانی کی دھونس جمائیں اور اپنی لن ترانیوں پر ناز کریں بلکہ وہ صاحب کردار اور پیکر عمل تھے، البتہ ان کا اسلام کسی متعین فقہی اسکول یا کسی خاص تاریخی دور یا کسی مخصوص علاقے کا اسلام نہیں تھا۔ وہ صرف قرآن اور سنت کا اسلام تھا اور اسی لئے انھوں اس کتاب

میں بھرپور کوشش کی ہے کہ ان کا سرچشمہ اور ماخذ لوگوں کے اقوال اور علماء کی آراء نہ ہوں، کوئی بھی عالم کتنا بڑا کیوں نہ ہو، اس کی بات قابل قبول بھی ہو سکتی ہے اور قابل تردید بھی۔

وہ ایک باصلاحیت، تجربہ کار اور تحقیق پسند مربی ہیں۔ سکنڈری اسکولوں میں وہ استاذ رہے۔ دوحہ کے سکنڈری اسکول کے وہ منتظم رہے اور ہمیشہ بہتر سے بہتر اور عمدہ سے عمدہ ڈھنگ سے فائدہ پہنچانے والے ایک مربی کا کردار انجام دیتے رہے۔

وہ حق کے متلاشی اور مخلص جویا ہیں، حق جہاں ملے پوری سنجیدگی اور اطمینان کے ساتھ دریافت حق کی راہ میں اپنی تمام تر کاوشیں صرف کرتے رہتے ہیں۔ سنجیدگی اور غور و فکر ان کے نمایاں اوصاف ہیں۔ کسی نتیجہ تک رسائی میں وہ جلد بازی نہیں کرتے اور نہ وہ بے سوچے سمجھے کسی بات کو تسلیم کرتے ہیں بلکہ اطمینان بخش تحقیق کرتے ہیں۔ طویل غور و خوض کرتے ہیں پھر منتشر افکار و نظریات تیار ہوتے ہیں اور آخر میں ایک لڑی میں پرو دیتے ہیں۔

وہ تواضع پسند ہیں۔ دوسروں کے مشورے اور نصیحتیں نہ صرف قبول کرتے ہیں بلکہ نصیحت کی درخواست کرتے ہیں اور باصرار ایسے لوگوں سے مشورے طلب کرتے ہیں جن کے علم و رائے پر انھیں اعتماد ہو جاتا ہے تاکہ اپنے نتائج و نظریات پر انھیں اطمینان ہو جائے۔ دوسروں کی رائے قبول کرنے کے لئے ان کا سینہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے، حق واضح ہو جانے کے بعد وہ بلا تاخیر اپنی رائے سے رجوع کر لیتے ہیں۔

وہ مصلح ہیں، مرض کی تشخیص بھی کرتے ہیں اور دوا و علاج بھی تجویز کرتے ہیں۔ اسلام کی دعوت اور خصوصاً خاندان اور معاشرے سے متعلق مسائل میں وہ آسانی اور سہولت و لچک کی حمایت کرتے ہیں اور شریعت الٰہی کے اندر آسانی کی تلاش کے لئے انھیں کوئی دور کی کوڑی نہیں لانی پڑتی ہے۔ اس شریعت کی روح اور اس کا جسم و جان ہی آسانی ہے۔

آغاز شباب ہی سے تحریک اخوان المسلمون سے وابستہ ہو گئے۔ بانیٔ تحریک اور مرشد اول امام شہید حسن البناء سے قریب رہے اور ان کے خصوصی نظام میں شامل رہے جو چند منتخب نوجوانوں پر مشتمل تھا، پھر کسی الزام کے تحت جیل بھی گئے، اندرون زنداں بھی استفادہ و افادہ کا سلسلہ جاری رکھا۔ دعوتِ تحریک کا آپ کے رجحانات و کردار اور فکر پر گہرا اثر تھا، لیکن جب فکر و نظر میں پختگی

آئی تو عملی زندگی میں آپ کی چند ناقدانہ اور بصیرت افروز رائیں بھی سامنے آئیں، خصوصاً مخصوص نظام اور اس کے مستقبل سے متعلق۔

رسالہ "المسلم المعاصر" کے پہلے شمارہ ہی سے آپ نے معاصر اسلامی عقلی بحران پر تفصیل سے لکھنا شروع کیا اور پوری جرأت کے ساتھ جن چیزوں کو غلط سمجھا غلط کہا، خواہ لوگوں میں اس کے برعکس ہی کیوں نہ مشہور ہو۔ ان مقالات سے لوگوں کو آپ کی گہری ناقدانہ صلاحیتوں اور تجزیہ و غور وفکر کی قوتوں کا اندازہ ہوا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ "المسلم المعاصر" کے نکالنے میں سب سے بڑا ہاتھ آپ ہی کا تھا اور آپ ہی نے اس کا تصور پیش کیا اور اس پر آمادہ بھی کیا...... دوسرے شمارہ میں معاصر اسلامی اخلاقی بحران پر آپ نے اپنی تحریر شائع کی۔ یہ دونوں تحریریں آپ کی روشن عقل و دماغ، پختہ وواضح فکر، ناقدانہ اور حساس صلاحیت کی آئینہ دار ہیں۔ آپ اپنے دور کے نبض شناس اور آشنائے راز تھے اور مومنانہ قلب، محققانہ فکر اور مصلحانہ جذبہ کے ساتھ حقائق سے نبرد آزما ہوتے تھے۔ شور شرابہ اور اندھی تقلید آپ سے دور تھی۔

ان دونوں تحریروں کی بعض باتوں سے کچھ لوگ اختلاف کرسکتے ہیں اور میں نے بھی اختلاف کیا تھا اور اگلے شمارہ میں اپنے اختلافات تحریر بھی کئے تھے لیکن پڑھنے والا ان کی تحریر، ان کی فکر اور ان کے اخلاص کا اعتراف وقدر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

زیر نظر کتاب مسلم خاتون کے تئیں سہولت و آسانی اور بے جا سختیوں و گراں باریوں سے گریز کا رخ سامنے لاتی ہے کیوں کہ گذشتہ کئی صدیوں سے پورے عالم اسلام میں خاتون مسلم کے تئیں تنگی و سختی اور بدگمانی کا رجحان چھایا ہوا ہے۔

اس شدت آمیز رجحان کی وجہ درج ذیل دو باتیں ہیں:

اول: سہولت و آسانی سے متعلق شرعی نصوص بالخصوص احادیث سے عمومی ناواقفیت، قرآنی نصوص وہدایات سے تو پھر بھی لوگ واقف ہوتے ہیں، لیکن احادیث کی تدوین چونکہ کتابی شکل میں ہوئی اور فن حدیث کی مختلف اقسام کے تحت احادیث جمع کی گئیں، اس لئے لوگ فقہی کتابوں میں ہی مشغول رہے اور حدیث کی کتابوں سے اشتغال کم رہا...... اور اسی کا نتیجہ ہے کہ بہت سے اہل علم صحیح

احادیث موجود ہوتے ہوئے بھی موضوع یا ضعیف احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

دوم: احادیث کا صحیح مفہوم نہ لینا، خواہ انھیں ان کے درست مقام پر استعمال نہ کرنا یا کھینچ تان کر کوئی دوراز کار مفہوم نکالنا یا سیاق و سباق سے کاٹ کر یا شان نزول سے علاحدہ کر کے مفہوم متعین کرنا یا اسلام کے دیگر احکام اور اس کے عمومی مقاصد سے ہٹ کر ان کا معنی اخذ کرنا اور نتیجۃً حدیثوں کے درمیان باہم تعارض پیدا ہو جانا...... اس کی مثالیں بھی بے شمار ہیں، لیکن یہاں ان کے تذکرہ کی گنجائش نہیں ہے۔

مصنف موصوف کے پیش نظر یہ دونوں باتیں پوری وضاحت کے ساتھ رہی ہیں اور اسی لئے انھوں نے درج ذیل دو پہلوؤں پر بھرپور توجہ دی ہے:

ا۔ مستند شرعی دلائل، خصوصاً احادیث کی تلاش و جستجو اور جمع و ترتیب، جن سے اسلام کی روح اور مسلم خاتون کا صحیح موقف سامنے آتا ہے۔ ایسی احادیث بے شمار ہیں اور واضح مفہوم و معنی کے ساتھ موجود ہیں اس کا کچھ اندازہ صرف ان عناوین سے ہو جائے گا جو مسلم خاتون کی قرآن کریم میں پیش کی گئی تصویر سے متعلق کتاب کے باب میں قائم کئے گئے ہیں مثلاً:

☆ خواتین کا رسول کریم علیہ السلام سے مزید تعلیمی مواقع فراہم کرنے کا مطالبہ۔

☆ مسجد کے عمومی اجتماع میں خواتین کی شرکت۔

☆ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں سے کماتی اور صدقہ کرتی ہیں۔

☆ حضرت زینب زوجہ حضرت ابن مسعودؓ اپنے ہاتھ سے کماتی اور اپنے شوہر اور زیر پرورش یتیم بچوں پر خرچ کرتی ہیں۔

☆ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی اپنے شوہر کے ہمراہ چھ غزوات میں شرکت۔

☆ حضرت ام حرامؓ کا غازیان سمندر کے ساتھ شہید ہونے کا جذبہ۔

☆ حضرت ام ہانیؓ کا ایک جنگجو کو پناہ دینا اور اپنے اعتراض کرنے والے بھائی کی شکایت کرنا۔

☆ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کی حضرت عبداللہ بن عمرؓ پر گرفت۔

☆ حضرت اسماء بنت شکل رضی اللہ عنہا کا فہم و فقہ دین حاصل کرنے کے لئے حیا کو مانع نہ بننے دینا۔

☆ حضرت عاتکہ بنت زید زوجہ حضرت عمر بن خطابؓ نماز با جماعت کی ادائیگی کے لئے اپنا حق محفوظ

رکھتی ہیں۔

☆ حضرت ام کلثوم بنت عقبہ نوجوانی کے عالم میں اپنے شوہر کو چھوڑ دیتی ہیں اور اپنا دین بچا کر ہجرت کر جاتی ہیں۔

☆ عورت انتخاب شوہر کا حق رکھتی ہے۔

☆ عورت، شوہر سے جدائیگی کا حق رکھتی ہے۔

☆ حضرت سبیعہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی حصولیابی یقین کے لئے سعی و کوشش۔

☆ حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کا عبد الملک بن مروان پر اعتراض۔

☆ نوجوان خثعمی خاتون کی اپنے والد کے بدلے حج کرنے کی فکر۔

☆ حضرت ہندہ بنت عتبہ کا قبول اسلام کے بعد رسول اکرم ﷺ کو سلام کرنا۔

☆ حضرت زینب بنت مہاجر کی حضرت ابو بکر صدیقؓ سے گفتگو۔

☆ حضرت ام یعقوب کی حضرت عبداللہ بن مسعود سے گفتگو۔

ابتداء میں مصنف کا خیال یہ تھا کہ ذخیرۂ احادیث سے بڑی تعداد میں حدیثیں جمع کر لی جائیں کیونکہ اس ذخیرہ میں یقیناً ناقابل گریز قیمتی روایات ہیں، چنانچہ انھوں نے خوب پڑھا اور خوب غور و فکر کیا اور احادیث کا ایک بڑا مجموعہ اکٹھا کیا، پھر انھوں نے رائے بدل دی اور ابتدائی مرحلہ میں اس پورے جمع شدہ مجموعہ سے صرف صحیحین یعنی بخاری شریف اور مسلم شریف کی احادیث جمع کیں اور زیر نظر کتاب میں انھیں پیش کیا۔

بیشتر جگہوں پر آپ صرف احادیث درج کر دیتے ہیں اور بغیر کسی تبصرہ کے گذر جاتے ہیں۔ احادیث خود اپنی تشریح اور اپنا مفہوم واشگاف کر رہی ہوتی ہیں ...... اور بسا اوقات جب کسی حدیث کی تشریح یا ترجیح یا اس سے استنباط یا موجودہ حالات پر تطبیق کے ضمن میں گفتگو کرتے ہیں تو اس وقت اس کی قوت و گیرائی علم کا اندازہ ہوتا ہے۔

میں اس کی مثال میں موصوف کے تبصروں کا صرف ایک نمونہ پیش کرتا ہوں۔ قارئین پورے غور و فکر اور سنجیدگی کے ساتھ اس کا مطالعہ کریں۔ یہ نمونہ اس باب کا آخری حصہ ہے، جس میں سماجی زندگی میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی شرکت پر مستند دلائل کا انبار لگایا گیا ہے۔ اس باب

میں موصوف نے ان جدید سماجی اسباب کا تذکرہ کیا ہے جنھوں نے موجودہ دور میں مرد و عورت کی اس شرکت کو لازمی حیثیت دے دی ہے۔ یہ گفتگو ایک واقف و ادنیٰ اور اپنے دور کے حالات نیز سماجی تبدیلیوں سے پوری واقفیت رکھنے والے شخص کی گفتگو ہے اور اس موقع پر میں کہتا ہوں کہ موجودہ معاشرہ کے اندر پیش آنے والے جدید سماجی اسباب و تقاضوں سے جو واقف نہ ہوں، وہ خواتین کے مسائل پر کوئی فیصلہ کن رائے نہیں دے سکتے۔ خواہ انھیں تمام اصول و دلائل و نصوص از بر یاد ہی کیوں نہ ہوں۔ امام ابن قیم علیہ الرحمۃ کی زبان میں فقیہ وہی ہے جو شرعی ہدایات اور حالات دونوں سے آشنا و آگاہ ہو۔

۲۔ دوسرا پہلو جس پر موصوف نے اپنی توجہ صرف کی ہے، وہ ان نصوص کے مفاہیم کی تصحیح ہے جن سے کبھی بالارادہ اور کبھی بغیر ارادہ غلط مفہوم لیا جاتا رہا ہے اور ان سے صحیح حکم کے استنباط کی کوشش ہے، مثال کے طور پر آیت قرآنی "وقرن في بيوتكن" (اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو) اور وہ حدیث جس میں عورتوں کو ناقص العقل و دین کہا گیا ہے، ان دونوں کے ضمن میں آپ کی گفتگو ہے۔

"وقرن في بيوتكن" کے سلسلہ میں صاحب کتاب لکھتے ہیں: "مذکورہ آیت، اور اس سے پہلے اور بعد والی آیات کے اندر خطاب حضرات ازواج مطہراتؓ سے ہے اور ازواج مطہرات کے ساتھ اس خطاب کی تخصیص کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ انھیں حج کے لئے جانے سے برابر روکتے رہے۔ اپنے آخری حج میں انھیں حج کی اجازت دی۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "آیت کریمہ وقرن في بيوتكن" حقیقی حکم ہے اور اس کے مخاطب ازواج مطہرات ہیں" ایک دوسری جگہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کی رائے سے اتفاق کرنے والوں نے حج کی ترغیب (یعنی نبی کریم ﷺ کا قول: لیکن بہتر اور خوبصورت جہاد حج ہے) سے متعدد بار حج کی اجازت کا مفہوم لیا اور اس سے عمومی قول: "هذه ثم ظهور الحصر" اور آیت قرآنی "و قرن في بيوتكن" کی تخصیص کردی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس سلسلہ میں توقف تھا، لیکن پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے ہی انھیں قوی محسوس ہوئی تو اپنی خلافت کے آخری ایام میں ازواج مطہرات کو حج کی اجازت دے دی۔

اگر ہم یہ تسلیم بھی کرلیں کہ اس سے مراد عام مسلم خواتین ہیں، تو دیگر احادیث پر نظر

ڈال کر ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ عہد نبوی میں مومن خواتین نے اس حکم قرآنی کو کس طرح عملی جامہ پہنایااور کیونکر وہ سماجی زندگی میں شرکت کے لئے بھی باہر نکلتی رہیں۔ ہم نے بخاری شریف اور مسلم شریف کی سینکڑوں حدیثیں جمع کردی ہیں، جن سے زندگی کے بہت سارے میدانوں میں عورتوں کی شرکت کاواضح ثبوت ملتاہے۔"

حدیث و ناقصات عقل دین، کی تشریح کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں:

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کی نماز میں عید گاہ تشریف لے گئے، راستے میں عورتوں سے گذر ہواتو فرمایا: اے جماعت خواتین! میں نے کسی ایسی عقل کے اور دین کے ناقص کو نہیں دیکھا جو تمہاری بہ نسبت دانشمند مردوں کی عقلوں کوزیادہ حیران کردینے والی ہو...... (بخاری و مسلم)

اس حدیث پر ہم تین پہلوؤں پر گفتگو کریں گے (ہم یہاں صرف پہلے اوّل پر مصنف کی گفتگو نقل کرتے ہیں۔ قارئین اپنے مقام پر پوری تفصیل پڑھ سکتے ہیں)

اول: فرمان نبوی: "میں نے عقل اور دین کے کسی ایسی ناقص کو نہیں دیکھاجو تم عورتوں سے زیادہ دانشمند مرد کی عقل اڑادینے والی ہو" کا عمومی مفہوم۔

یہ حدیث کئی پہلو سے محتاج غوروفکر ہے۔ کس مناسبت سے یہ حدیث کہی گئی ہے، اس کے مخاطب کون ہیں اور کس اسلوب میں کہی گئی ہے، ان تینوں پہلوؤں پر غوروفکر کے بعد ہی حدیث کا صحیح مفہوم سامنے آسکتاہے۔ مناسبت کے سلسلہ میں کہا گیاہے کہ عید کے دن خواتین کو وعظ کرتے ہوئے آپؐ نے یہ بات فرمائی، کیاہم یہ توقع کرسکتے ہیں کہ رسول کریم علیہ السلام جیسی عظیم صاحب اخلاق ہستی عید کے جیسے پر مسرت موقع پر خواتین کی تنقیص اوران کی شان کی فروتنی کااسلوب اپنائے گی......اس حدیث کے مخاطب خواتین مدینہ کی جماعت تھی، جس کی اکثریت انصاری خواتین پر مشتمل تھی۔ یہ وہ خواتین تھیں جن کے متعلق حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا تھا: "جب ہم لوگ مدینے آئے تودیکھاکہ یہاں کی خواتین اپنے شوہروں پر غالب رہتی ہیں۔ ہماری بیویاں بھی ان کی یہ عادت سیکھنے لگ گئیں"۔ اس تناظر میں ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ کیونکر رسول کریم ﷺ نے فرمایاکہ: "میں نے تم میں کوکسی ایک سے زیادہ دانشمند مرد کی عقل اڑالے جانے والی نہیں دیکھا"...... جہاں تک اسلوب اور

انداز کا تعلق ہے، آپ کا یہ اسلوب ہر گز کسی عمومی حکم یا کسی عمومی قاعدہ کا نہیں ہے بلکہ دانشمند مردوں پر کمزور صفت خواتین کے غلبہ پر اظہار تعجب حیرت کا اسلوب ہے، یعنی اس دو متضاد کیفیت کے اندر کارفرما حکمت الٰہی پر آپ حیرت و تعجب کا اظہار فرمارہے ہیں، اس کی شان یکتائی کہ قوت کو کمزوری سے پست اور ضعف کو طاقت سے بالا بنارہی ہے...... اس وضاحت کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ فرمان وعظ کے دوران خواتین کی دلجوئی کا ایک انوکھا اسلوب تھا اور وعظ کی اثر انگیزی کا ایک نمونہ، آپ گویا یوں فرمارہے ہوں کہ: اے خواتین اگر تمہیں اللہ نے ایسی قدرت عطا کر رکھی ہے کہ تم اپنی تمام کمزوریوں کے باوجود بڑے بڑے اصحاب عقل و دانش کو حیران و ششدر بنا کر رکھ دیتی ہو تو ساتھ ہی تمہیں اس کا خوف بھی دامنگیر رکھنا چاہیئے اور خیر و نیکی کے ہی کاموں میں اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

"ناقصات عقل ودین" کا جملہ بھی اس مفہوم میں آیا ہے۔ یہ جملہ صرف ایک مرتبہ کہا گیا اور وہ بھی عورتوں کے مخصوص وعظ میں لطیفانہ اسلوب اور جاذب توجہ پیرایہ اختیار کرتے ہوئے کہا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کبھی بھی مستقل حکم کے طور پر نہ مردوں کو کہا گیا ہے اور نہ عورتوں کے سامنے"۔

اسی طرح مصنف نے موضوع سے متعلق بعض اہم اصول مسائل پر بھی بحث کی ہے جن مسائل کا عورتوں کے تئیں تنگی کا رویہ اختیار کرنے والے بیشتر علماء نے سہارا لیا ہے، جیسے سد ذرائع کا مسئلہ وغیرہ۔

اپنی بات ختم کرنے سے پہلے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ زیر نظر کتاب اپنے مستند نصوص، ٹھوس اقتباسات، محکم دلائل، واضح مفاہیم اور پختہ شرح و تبصرہ کی وجہ سے اسلامی کتب خانے کے اندر ایک گراں قدر اور اہم اضافہ ہے۔ اس کتاب سے جزوی طور پر بعض ایسے حضرات کو اختلاف ہو سکتا ہے جو مخصوص ماحول اور مخصوص تعلیم و تربیت سے متاثر رہے ہیں اور یہی کائنات میں اللہ کا جاری نظام ہے...... لیکن دور نبوت کی عمومی ہدایات اور ٹھوس شرعی دلائل کی روشنی میں عورت کے تئیں اسلام کے موقف کی وضاحت کے سلسلہ میں کتاب کی روح اور اس کے جوہر سے کوئی اختلاف نہیں کر سکتا۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہر پڑھنے والے کے لئے نافع بنائے اور اس کے

مصنف کو اپنی شایان شان جزائے خیر دے، جنھوں نے کتاب کی تیاری میں متواتر کئی برسوں تک جانکسل محنت کی ہے اور اس دوران ان کی تمام تر توجہات اور دلچسپیاں کتاب ہی سے وابستہ رہی ہیں اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کو راہ راست پر چلائے۔

مقدمہ

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینه ونستغفرہ ونعوذباللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یهدی اللّٰہ فلا مضل له ومن یضلله فلا هادی له واشهد ان لاالٰه الا اللّٰہ وحدہ لاشریك له واشهد ان محمدا عبدہ ورسوله.

یا أیها الذین آمنوا اتقوا اللّٰہ حق تقاته ولا تموتن إلا وانتم مسلمون.

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جو اس کے ڈرنے کا حق ہے اور جان نہ دینا بجز اس حال کہ تم مسلم ہو۔)

یاایها الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالاً کثیراً ونساءً، واتقوا اللّٰہ الذی تسالون به والأرحام إن اللّٰہ کان علیکم رقیباً.

(اے لوگو! اپنے پروردگار سے تقویٰ اختیار کرو جس نے تم (سب) کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بکثرت مرد اور عورت پھیلا دئے اور اللہ سے تقویٰ اختیار کرو جس کے واسطہ سے ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور قرابتوں کے باب میں (تقویٰ اختیار کرو) بیشک اللہ تمہارے اوپر نگراں ہے۔

یاایها الذین آمنوا اتقوا اللّٰہ وقولوا قولاً سدیداً یصلح لکم أعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع اللّٰہ ورسوله فقد فاز فوزاً عظیماً.

(اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو۔ اللہ تمہارے اعمال قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچ گیا۔

امابعد! ایک ناتواں اور بے مایہ بندہ نے انتہائی اہم اور نازک موضوع پر کاوش صرف کی ہے۔ ذات خداوندی ہی اول و آخر مددگار ہے۔ اسی سے امید باندھتا ہوں اور اسی کے در پر جبہ سائی کرتا ہوں۔

کتاب کی تصنیف کا بنیادی سبب

کئی برسوں سے میں یہ ارادہ کر رہا تھا کہ کتب احادیث کی روشنی میں سیرت نبویؐ پر تحقیقی کام کیا جائے تاکہ سیرت نبویؐ کے لئے مستند قابل اعتماد بنیادیں فراہم ہو جائیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جتنی خدمت کتب حدیث کی کی گئی ہے، سیرت نبوی کے واقعات کی اس قدر خدمت نہیں کی جا سکی ہے۔ ضرورت تھی کہ سیرت کے راویوں اور اسانید کی تحقیق کی جائے اور صحیح و ضعیف کے درمیان فرق کیا جائے۔ سیرت، چونکہ رسول کریم ﷺ کی زندگی سامنے لاتی ہے۔ آپؐ کے اقوال، افعال اور آپؐ کے سامنے پیش آنے والے واقعات، سنت کے باب میں داخل ہوتے ہیں اور مسلمان انھیں اپنے لئے اسوہ اور نمونہ بناتے ہیں۔ اس لئے ضرورت تھی کہ یہ سیرت مکمل مستند ہو اور لوگ پورے اطمینان واعتماد کے ساتھ اسے اختیار کر سکیں...... یہاں یہ وضاحت بھی کرتا چلوں کہ کتب حدیث کی روشنی میں سیرت کے مطالعہ کا یہ خیال، عالم و محدث شیخ ناصر الدین البانی کے فیض صحبت سے میرے اندر پیدا ہوا۔ شیخ ایک عرصہ تک میرے استاذ رہے اور وہ عرصہ میری زندگی کے بہترین ایام میں شامل ہے...... اس خیال کے تحت میں نے مطالعہ شروع کیا اور سب سے پہلے مسلم شریف شرح امام نووی کے ساتھ پڑھنی شروع کی۔ احادیث کے مطالعہ اور ان کی تقسیم کے دوران خاتون سے متعلق عملی واقعات اور زندگی کے مختلف میدانوں میں مرد وعورت کے درمیان تعاون واشتراک عمل کی احادیث دیکھ کر مجھے سخت اچنبھا ہوا۔ میرے اس تعجب اور حیرت کی وجہ یہ تھی کہ یہ احادیث اس تصور سے بالکل مختلف تھیں جو میرے ذہن میں قائم تھا اور جسے میں عملاً برتتا تھا بلکہ جو ان مختلف دیندار جماعتوں کے ذہن و عمل میں تھا، جن سے میرے روابط تھے، مثلاً جمعیت شرعیہ، اخوان المسلمون، صوفیاء کا حلقہ، سلفی حلقہ، حزب التحریر الاسلامی...... اور پھر حیرت و تعجب پر بات ختم نہیں ہوئی بلکہ ان احادیث نے مسلم خاتون کی شخصیت سے متعلق میرے تصورات بدل کر رکھ دیئے۔ میں نے محسوس کیا کہ دور رسالت اور عہد نبویؐ میں زندگی کے مختلف میدانوں کے اندر عورتوں کا کیا موقف تھا اور کس قدر وہ شریک کار تھیں۔ میں ذیل میں چند احادیث کے اشارے نقل کرتا ہوں، شاید قارئین بھی اسی طرح تعجب وحیرت محسوس کریں اور ہدایت نبوی کے مطابق اصلاح کے لئے آمادہ ہوں:

☆ مسلم خاتون کی مسجد نبویؐ کے اندر عشاء اور فجر کی نمازوں میں شرکت۔

☆ مسلم خاتون کی نماز جمعہ میں شرکت اور رسولؐ کریم علیہ السلام کی زبان سے سورہ ق سن کر یاد کر لینا۔

☆ مسلم خاتون کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسوف کی طویل نماز میں شرکت۔

☆ مسلم خاتون کا مسجد نبوی کے اندر رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف۔

☆ مسلم خاتون کی اپنے شوہر۔ رسول اللہ ﷺ سے دوران اعتکاف ملاقات۔

☆ مسلم خاتون کی، منادی رسول کے اعلان پر مسجد نبوی کے عام اجتماع میں شرکت۔

☆ مسلم خاتون کا عورتوں کے لئے مخصوص درس و تعلیم کا رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ، کیونکہ مسجد میں مردوں کو عورتوں سے زیادہ استفادہ کا موقع مل جاتا ہے۔

☆ مسلم خاتون کا اپنے خصوصی اور عمومی معاملات میں بذات خود جا کر رسول کریم ﷺ سے مسائل دریافت کرنا۔

☆ مسلم خاتون کا مردوں کے اندر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انجام دینا۔

☆ مسلم خاتون کا رسول کریم ﷺ سمیت مہمانوں کا استقبال کرنا اور ان کے سامنے کھانا پیش کرنا۔

☆ مسلم خاتون کا مہاجرین اولین میں سے دو مہمانوں کے لئے اپنے گھر کے دروازے کھولنا۔

☆ مسلم خاتون کا اپنے خاوند کے ساتھ رات کے کھانے میں مہمان کے ساتھ شریک ہونا۔

☆ مسلم خاتون کا اپنے عروسی ولیمہ میں مرد مہمانوں کی خدمت کرنا اور رسولؐ کریم کو پاکیزہ مشروب کا تحفہ پیش کرنا۔

☆ مسلم خاتون کا غزوات نبویؐ میں شریک ہو کر پیاسوں کو پانی پلانا، زخمیوں کا علاج کرنا، شہیدوں اور زخمیوں کو مدینہ منتقل کرنا۔

☆ مسلم خاتون کا رسول کریم علیہ السلام سے سمندر کے اولین غازیوں کے ساتھ شہادت کے لئے دعا کی درخواست کرنا اور رسول کریم علیہ السلام کا درخواست کو قبول کرنا۔

☆ مسلم خاتون کی رسول اکرم علیہ السلام کے ساتھ نماز عید میں شرکت اور خطبۂ عید کے بعد عورتوں کے لئے خصوصی خطبہ سے استفادہ۔

☆ رسول کریم علیہ السلام کا کمسن، نوجوانوں اور پردہ نشین لڑکیوں کے لئے بھی نماز عید کے لئے نکل کر خیر اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہونے کا حکم دینا۔

☆ رسول اللہ علیہ السلام کا حائضہ عورتوں کو بھی عید کے دن نکل کر عیدگاہ سے کنارہ رہ کر لوگوں کے پیچھے تکبیر اور دعا میں شریک ہونے کا حکم دینا۔

اس شدید حیرت و تعجب کے نتیجہ میں سیرت نبویؐ پروجکٹ پر کام کرنے کے بجائے دوسرے نئے منصوبہ پر کام کا تقاضہ پیدا ہو گیا اور میں نے "دور رسالت میں مسلم خاتون" پر تحقیقی کام کرنے کا ارادہ کر لیا، جس سے معلوم ہو سکے کہ دور رسالت میں عورت کو کتنی آزادی حاصل تھی۔ اس ارادہ کو مزید تقویت اس بات سے ملی کہ نہ صرف پہلے بلکہ اب تک عورت کے تئیں ایسے تصورات اور خیالات عام ہیں جو شریعت کے تصور سے مختلف ہیں اور نہ صرف عوام بلکہ دینی جماعتوں اور اپنی زندگی و معاشرہ کے اندر اسلامی شریعت کو نافذ کرنے کا جذبہ رکھنے والے افراد کے ذہن و دماغ میں بھی یہی تصورات گھر کئے ہوئے ہیں۔

دیگر کسی بھی موضوع کی طرح عورت کے موضوع پر حق کا اظہار اسلامی شریعت کی حمایت و اظہار ہے۔ عورت کا موضوع کئی پہلو سے مخصوص اہمیت رکھتا ہے:

۱۔ عورت فرد مسلم کی ماں اور بہن ہے، پھر اس کی رفیقۂ حیات اور اس کی لخت جگر ہے، جس عورت کے اندر یہ ساری حیثیتیں جمع ہوں، اس سے اہم تر و بلند تر کون ہو سکتا ہے؟

۲۔ مسلم عورت دو جاہلیتوں کا شکار ہے: ایک چودھویں صدی ہجری میں غلو، سختی اور آباء و اجداد کی اندھی تقلید کی جاہلیت۔ اور دوسری بیسویں صدی عیسوی میں فحاشی، اباحیت اور مغرب کی اندھی تقلید کی جاہلیت۔ یہ دونوں جاہلیتیں اللہ کی شریعت سے گریز اور دوری ہیں۔

۳۔ رسول کریم علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ "عورتیں مردوں کے ہمدوش ہیں۔" (ابوداؤد)(۱)

مسلم عورت کی حمایت فرد مسلم دونوں صنفوں کی حمایت ہے۔ انصاف دلا کر مظلوم کی حمایت اور ظلم سے روک کر ظالم کی حمایت، یہی ارشاد نبوی کی تعمیل ہے کہ "اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آتی ہے، ظالم کی مدد کیسے کی جائے؟ آپؐ نے فرمایا: اس کا ہاتھ پکڑ لو (۲) اور ایک روایت میں ہے "ظلم سے اسے روک دو، یہی اس کی مدد ہے۔" (۳)

۴۔ عورت معاشرہ کا نصف ہے اور بقول بعض جزو معطل ہے۔ آج نہ کوئی مجاہد نسل وہ تیار کر رہی ہے اور نہ سیاسی و سماجی سرگرمی میں حصہ لے کر امت مسلمہ کی ترقی و عروج کے لئے کوشاں ہے لہذا عورت کی آزادی معاشرہ کے نصف حصہ کی آزادی ہے اور عورت اس وقت تک آزاد نہیں ہو سکتی جب تک مرد نہ آزاد ہو اور مرد و زن دونوں کی آزادی اللہ کی واضح ہدایت کی راہ پر چل کر ہی ہو سکتی ہے۔

۵۔ ان سب کے علاوہ عورت کے اندر اللہ نے ایسے حساس جذبات رکھے ہیں کہ اگر اس کی صحیح رہنمائی کی جائے تو دین پر عمل کا شوق اس کے اندر زیادہ پیدا ہوتا ہے۔

موضوع کتاب

بنیادی طور پر اس کتاب میں دور نبویؐ کی خواتین کا فقہی سماجی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ عورت کی خصوصی اور عمومی زندگی، اس کے سماجی تعلقات کی نوعیت اور نوع بہ نوع سرگرمیوں سے دور یا قریب کا تعلق رکھنے والی تمام قرآنی آیات و احادیث جمع کر دوں۔ اسلامی شریعت جس طرح ایک فرد، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، کی رہنمائی کرتی ہے، اسی طرح وہ معاشرتی نظام کے لئے بھی ضوابط و احکام رکھتی ہے۔ اس لئے فقہی مطالعہ کے ساتھ سماجی مطالعہ کا امتزاج اور سماجی سرگرمی کا فقہی مفاہیم کے ساتھ ربط، فرد مسلم کی شخصیت پر بھرپور و ہمہ گیر نظر ڈالنے میں معاون بنتے ہیں۔ سماجی مطالعہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہوتی ہے کہ اس میں سماجی واقعات پر قطعیت کے ساتھ دلالت کرنے پر احکام و دلائل پر ہی اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ ان دلائل سے بھی کام لیا جاتا ہے جن کی دلالت ظنی ہوتی ہے، کیونکہ کسی تاریخی واقعہ کا ثبوت دونوں صورتوں میں ہوتا ہے، کسی فقہی حکم کے ثبوت کے لئے جہاں قطعی اور راجح دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی تائید کے لئے قابل احتمال

دلائل سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ قابل احتمال دلائل قطعی یا راجح دلائل کو مزید تقویت فراہم کرتے ہیں۔ بعض مقامات پر قارئین کو ایسے دلائل ملیں گے۔ اپنے مقصود پر جن کی دلالت قابل احتمال ہے اور یہ ضابطہ ہے کہ جب کسی دلیل کے اندر احتمال پیدا ہو جائے تو اس سے استدلال درست نہیں ہوتا۔ اسی لئے کسی حکم کو ثابت کرنے کے لئے قطعی یا راجح دلائل ہی پیش کئے گئے ہیں، البتہ دیگر دلائل سماجی مطالعہ کی تکمیل کے لئے لائے گئے ہیں۔

کسی بھی انسانی عمل کے اندر ایک جوہر یعنی حقیقت ہوتی ہے اور ایک ظاہری شکل، ماحول اور زمانہ و مقام کے حالات کی رعایت سے وہ حقیقت مختلف شکلوں میں ظہور پذیر ہو سکتی ہے۔ حقیقت کا شعوری ادراک سب سے اہم چیز ہے۔ اگر وہ حقیقت اور جوہر مباح ہو تو اس کی اباحت و جواز ہی سمجھا جائے گا اور اگر غیر مشروع یعنی حرام ہو تو حرمت ہی برقرار رہے گی، البتہ اس کی عملی تطبیق اور ظہور پذیری بدلتی رہتی ہے، عملی شکل خواہ کوئی بھی ہو لیکن جوہر کا حکم باقی رہتا ہے۔ یہ امتیاز و فرق ملحوظ رکھنا ضروری ہے اور جدید عملی صورتوں کے سمجھنے اور اختیار کرنے میں معاون ہے۔ عورت کی تعلیم اور ملازمت، سماجی اور سیاسی سرگرمی جیسے موضوعات کو ہی لے لیجئے، ان تمام چیزوں کا ایک جوہر اور حقیقت ہے۔ نبی کریمؐ نے اسے تسلیم فرمایا ہے لیکن اس کی جو عملی شکلیں عہد نبویؐ میں رائج تھیں، کیا اسی حد تک ٹھہر جانا اور ان سے آگے نہ بڑھنا ہمارے لئے ضروری ہے یا ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ جدید موثر عوامل یعنی جدید سماجی اسباب پر بھی نظر ڈالیں اور ان اسباب کی بنیاد پر نئی عملی شکلیں طے کریں؟ ہم نے کوشش کی ہے کہ خاندان، ملازمت اور سماج و سیاست کے میدان میں عورت کی سرگرمی اور تعلقات نیز عورت کی زیبائش و آرائش اور لباس و پوشاک سے متعلق جدید موثر سماجی اسباب بھی پیش کر دیں تاکہ موجودہ معاشرہ کے اندر مسلم خاتون اپنا درست اور لازمی طرز فکر و عمل اپنا سکے اور ساتھ ہی اس جوہر سے بھی وابستہ ہو جو جائز اور مشروع ہے۔

کتاب میں پوری وضاحت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ عہد رسالت میں عورت کس طرح نعمت آزادی سے سرفراز کی گئی۔ اس فقہی اور سماجی مطالعہ کا مقصد بھی یہی ہے کہ اس اولین آزادی کی راہ پر چلتے اور نبی کریمؐ کا اسوہ اپناتے ہوئے موجودہ مسلم خاتون کو دوبارہ آزادی دلانے میں کچھ حصہ لیا جا سکے۔

یہ مقصد ایک انتہائی اہم اور سنگین مسئلہ کی طرف ہماری توجہ مبذول کرتا ہے جس کے

لئے علماء اور مفکرین کی بھرپور جدو جہد اور کاوش کی ضرورت ہے۔ وہ جدید عقل مسلم کی آزادی کا مسئلہ ہے۔ بوجھل بیڑیوں، غلط پیمانوں اور کھوکھلے افکار سے اسے آزادی دلائی جائے، جنھوں نے صدیوں اس پر حکمرانی کر کے اسے کھوکھلا اور مسخ کر دیا ہے۔ اگر عقل مسلم ان چیزوں سے آزاد ہو گئی تو اس کے اندر بیداری آجائے گی اور نور ہدایت اس کی مشعل راہ ہو گی۔ عقل مسلم کی آزادی ہی تنہا وہ راہ ہے جس کے ذریعہ عورت کو وہ اصلی اور مکمل آزادی اور ساتھ ساتھ خود مرد کو آزادی حاصل ہو سکتی ہے بلکہ یہی وہ راہ ہے جس پر چل کر معاشرے کی از سر نو تعمیر ہو سکتی ہے کیونکہ عقل ہی انسان کی حرکت و عمل کا رخ متعین کرتی ہے، جب عقل آزاد ہو گی اور ہدایت الٰہی سے آراستہ ہو گی تو انسان کی حرکت و عمل کو بھی آزادی حاصل ہو گی۔ اس کا رخ درست ہو گا اور وہ نور خداوندی اور بصیرت کے ساتھ سرگرم عمل ہو گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسئلہ سب سے بنیادی مسئلہ ہے اور طرز و فکر کی ساری خرابی اسی مسلسل اور پیہم کجی کا نتیجہ ہے جس کے بعد زندگی کے اہم گوشوں میں کجروی عام ہوتی چلی گئی ہے۔

کتاب کا منہاج

اس کتاب میں اپنایا گیا طریقۂ کار یہ ہے کہ قرآن کریم اور صحیح احادیث کے تمام دلائل جمع کئے گئے ہیں، جیسا کہ میں نے پیچھے بیان کیا کہ کتب حدیث کی روشنی میں مطالعۂ سیرت پروجکٹ پر کام کرتے ہوئے مسلم شریف کی احادیث کے جائزہ کے وقت "استقصائے دلائل کا طریقۂ کار" میرے ذہن میں آیا چنانچہ میں نے عورت کی زندگی کے ہر پہلو اور ہر گوشے سے تعلق رکھنے والے تمام دلائل بخاری شریف سے جمع کئے، پھر یہی کام مسلم شریف کے اندر کیا۔ ان کے بعد دیگر کتب احادیث کے اندر بھی یہی کام کرتا چلا گیا، یہاں تک کہ درج ذیل چودہ کتابوں سے یہ کام انجام دیا گیا:

بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، موطا امام مالک، زوائد صحیح ابن حبان، مسند احمد، طبرانی کی معجم کبیر، معجم اوسط اور معجم صغیر، مسند بزار، مسند ابو یعلی آخیر کی چھ کتابوں سے استفادہ میں نے "مجمع الزوائد و منبع الفوائد" کے ذریعہ سے کیا۔ اس کتاب میں حافظ ہیثمی نے ابتدائی کتب صحاح ستہ میں مذکورہ احادیث کے علاوہ جو زائد حدیثیں ان چھ کتابوں میں آئی ہیں،

انھیں جمع کیا ہے۔

احادیث کے استقصاء کے ساتھ ساتھ، غور و تدبر کے ساتھ تلاوت قرآن کے دوران آیات قرآنی کو بھی جمع کیا گیا ہے، کیونکہ اللہ کا کلام ہی پہلا سرچشمہ ہے۔ اس کی عظمت، جلال اور تازگیٔ مضمون کا تقاضہ ہے کہ اس کی ہر آیت پورے تدبر اور غور کے ساتھ تلاوت کی جائے۔ پورا جائزہ لینے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ صرف ایک بار مطالعہ کافی نہیں، چنانچہ میں نے دوبارہ مطالعہ کیا۔ خدا کا شکر ہے بہت سے فوائد میں نے حاصل کئے۔

ابتداء میں میرا ارادہ تھا کہ قرآنی آیات اور مذکورہ کتب احادیث کی تعلیمات پر زیر نظر کتاب مشتمل ہو۔ اس بنیاد پر چند فصلیں میں نے لکھ بھی لی تھیں، پھر مجھے خیال ہوا کہ پہلے مرحلے میں صرف قرآن کی آیات اور بخاری و مسلم کی احادیث پر اکتفا کروں۔ اس کے درج ذیل چند اسباب تھے:

اول: زمانہ کی رعایت، بہتر یہ محسوس ہوا کہ اس طرح کے حساس موضوع پر شروع میں کچھ تھوڑی ہی چیزیں لوگوں کے سامنے پیش کی جائیں۔ یہ خیال بھی ساتھ تھا کہ تفصیلی کام کے لئے زائد محنت اور دوچند وقت کی ضرورت ہے تاکہ تمام احادیث کی سندوں کی تحقیق کی جاسکے۔

دوم: قارئین کے لئے آسانی، کتاب کے مباحث میں کسی ایک موضوع پر صرف ایک جلد کئی جلدوں کے مقابلے میں آسان ہوگی۔

سوم: **بخاری و مسلم کی صحت واہمیت:** ہر مسلمان کے نزدیک ان دونوں کتابوں کی خاص اہمیت ہے، کیونکہ یہ ضعیف احادیث سے خالی اور صحیح احادیث پر مشتمل ہیں اور قرآن کے بعد صحیح ترین کتابیں یہی دونوں ہیں، لہٰذا ان دونوں کے دلائل قارئین کے لئے اطمینان بخش ہوں گے۔

اب یہ طے پایا کہ یہ کتاب دو مرحلوں میں پیش کی جائے:

پہلا مرحلہ: یہ کاوش قارئین کے پیش نظر ہے جو موضوع سے متعلق قرآن کریم کی آیات اور بخاری و مسلم کی احادیث پر مشتمل ہے۔ چند محدود مسائل میں جہاں بخاری و مسلم کے اندر دلائل موجود نہ تھے، دیگر کتابوں کی جانب رخ کیا گیا ہے اور اسی طرح انتہائی قلیل مقامات پر مزید تشریح و وضاحت کی غرض سے بخاری و مسلم کے علاوہ دیگر دلائل ذکر کئے گئے ہیں۔ ساتھ ہی حسب امکان یہ

بھی کوشش کی گئی ہے کہ ان روایاتؒ کی صحت کے سلسلہ میں محقق علماء کے اقوال پیش کیے جائیں جو روایت بخاری اور مسلم کے اندر یکساں تھی، وہاں بخاری شریف کی روایت پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ صرف چند مقامات پر مسلم شریف کی روایت اس لئے پیش کی ہے کہ اس میں زیادہ وضاحت پائی جارہی تھی اور ایسے مقامات پر ذکر کردیا گیا ہے کہ یہ مسلم شریف کی روایت ہے۔ دوسرے مرحلہ میں انشاءاللہ اگر عمر نے وفا کی تو قرآنی آیات کے ساتھ ساتھ کتب احادیث کے دلائل کی بڑی مقدار پیش کی جائیگی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو شرف قبولیت بخشے اور نفع بخش بنائے۔

کتاب میں اپنایا گیا طریقہ ٔکار یہ ہے کہ ایک موضوع سے متعلق تمام دلائل یکجا پیش کردئے گئے ہیں، چونکہ وہ دلائل عام طور پر عملی تطبیق سے تعلق رکھنے کی وجہ سے اپنی دلالت میں واضح ہیں، اس لئے استنباط میں زیادہ کوشش صرف کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی۔ شریعت کا تھوڑا بہت مطالعہ رکھنے والا کوئی بھی شخص اس مفہوم کو بہ آسانی سمجھ سکتا ہے۔ اس کےؔ باوجود بسااوقات بعض فقہاء کے اقوال پیش کئے گئے ہیں۔ ایسے اقوال عام طور پر حافظ ابن حجر کی فتح الباری شرح صحیح البخاری سے لئے گئے ہیں جو بجاطور پر حدیث و فقہ کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ ان اقوال کے پیش کرنے کا مقصود یہ تھا کہ جو مفہوم میں نے مراد لیا اور جس کے پیش نظر عنوانات قائم کئے گئے ہیں وہ کوئی نیا مفہوم نہیں لیا بلکہ اس سے پہلے بھی بہت سے علماء نے وہ مفہوم مراد لیا ہے۔

علماء کے اقوال نقل کرتے ہوئے ایک ایسے قول کو نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے جو روایت سے مراد لئے گئے میرے مفہوم کی تائید کرتا ہو، مخالف و موافق تمام اقوال طوالت کے خوف سے نقل نہیں کئے گئے ہیں اور اس کا اس کتاب میں اختیار کردہ میرے طریقہ کار سے تعلق بھی نہیں ہے۔ فقہاء کے اقوال سے تقابلی مطالعہ اور تجزیہ کے لئے فقہی انسائیکلوپیڈیا کی ضرورت ہے نہ کہ قرآنی آیات اور بخاری و مسلم کے جامع سماجی مطالعہ کی۔ فقہاء کے مختلف اقوال و آراء کا جو حضرات مطالعہ کرنا چاہیں وہ کتب شروحات اور فقہی موضوعات کی جانب رجوع کریں۔ یہ بھی پیش نظر رہے کہ فقہ کے اندر کون سا ایسا مسئلہ ہے جس میں علماء کے اختلافات نہ موجود ہوں، فروعی مسائل میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ کتاب کے طریقہ ٔ کار کے ساتھ ساتھ صرف اس قدر مقصود ہے کہ پیش کردہ رائے کی تائید میں شرعی دلائل اور نصوص سے واقفیت کے ذریعہ مسلمانوں کے دل و

عقل میں اطمینان پیدا ہو جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس رائے کی تائید شرعی دلائل سے ہو رہی ہو، اختلاف کے موقع پر وہی رائے معتبر ہوتی ہے۔

کتاب میں اپنائے گئے اس طریقہ کار کے نتیجہ میں عورت سے متعلق قرآن کریم اور بخاری و مسلم کی تعلیمات، موضوعات کی ترتیب سے پیش کردی گئی ہیں۔ یہ کام مصنف کی نظر میں اس لئے بھی اہم ہے کہ امت مسلمہ کے نوع بنوع پیش آنے والے مسائل اور ضروریات کے مطابق قرآن وسنت کے دلائل کی ایسی ترتیب و تصنیف کے لئے یہ ایک عملی قدم اور نمونہ ہے۔ اس طرح کی ضروریات میں علوم انسانی مثلاً سائیکلوجی، سوشیولوجی، ایجوکیشن، ٹریننگ، اقتصادیات اور سیاسیات نیز موجودہ مسائل و مشکلات میں خواتین کے مسائل، سماجی کفالت، اصلاح اور تبدیلی کے مناہج اور ان سب سے بڑھکر مسلمانوں کے غور و فکر کا منہج، یہ وہ امور ہیں جن میں مذکورہ بالا کام مصنف کی نظر میں بہت ہی اہم اور بھرپور توجہ کا مستحق ہے۔ اس کے نتیجہ میں انجام پانے والا جدید منہجی کام، فقہ کے اندر متوقع اجتہاد کو بھی پورا کرتا ہے اور اس سے دین کی تجدید کا وہ کام بھی انجام پاتا ہے جس کی اللہ کے رسولؐ نے بشارت دی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ان ایام میں قرآن و سنت کی موضوعات کے لحاظ سے ترتیب و تصنیف کی جانب بہت سے علماء توجہ دے رہے ہیں۔ اس امت پر اللہ کا یہ فضل ہے کہ اللہ نے قرآن کریم کی حفاظت کے ساتھ سنت نبوی جو قرآن کی تشریح ہے، کی حفاظت فرمائی۔ قرآنی آیت:

إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون. (حجر۔۹)

(اس نصیحت کو ہم نے، ہاں ہم نے ہی نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔)

کے مطابق اگر قرآن کریم محفوظ ہے اور رہے گا تو اللہ کی ہدایت اور راہنمائی سے مسلمانوں نے بھی سنت کی اعلی معیار کے ساتھ حفاظت کی ہے اور اس کے لئے زبردست کاوشیں صرف کی گئی ہیں اور ایسا منہج علم وجود میں آیا ہے جس کے ذریعہ ہمیشہ سنت کی حفاظت ہوتی رہے گی۔ امت مسلمہ پر اللہ کا یہ فضل ذات علیم و خبیر کی عظیم حکمت کے ساتھ ہے۔ سابقہ امتوں کی کتابوں میں تحریف و تبدیلی ہوتی تھی پھر اللہ تعالیٰ نبی یا نئی کتاب نازل کرکے ہدایت ربانی کی صحیح تعلیمات سے لوگوں کو نوازتا تھا۔ امت مسلمہ دین کی آخری علم بردار ہے اور نبی اسلام حضرت محمدؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس دین کے اصولوں کی حفاظت فرمائی ہے جن سے قیامت تک لوگ

کام کرتے رہیں گے۔ شرط یہ ہے کہ اللہ کی واضح ہدایت سے فیضیاب ہونے کا ارادہ ہو اور دین کو آباءو اجداد سے ملنے والی میراث نہ سمجھی جائے کہ جس طرح مل جائے قبول کر لی جائے، جیسا کہ پہلے لوگوں نے کہا تھا:

إنا وجدنا آبائنا علی امة وأنا علی آثارھم مقتدون. (زخرف۔۲۳)

(ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک خاص طریقہ پر پایا ہے اور ہم انھیں کے نقش قدم پر قدم رکھ رہے ہیں۔)

میں سمجھتا ہوں کہ وہ مسلمان جو اپنے اصول دین کی حفاظت کی نعمت کی پوری قدر کرتے ہیں، وہ اس بات کے اہل ہیں کہ ان اصولوں ہی کو ہر حال میں وہ اپنا سرچشمہ اور فیصل بنائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

یا ایھاالذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر ذلك خیر و أحسن تاویلا. (نساء۔۵۹)

(اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے میں سے اہل اختیار کی اطاعت کرو پھر اگر تم میں باہم اختلاف ہو جائے کسی چیز میں تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا لیا کرو، اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہی بہتر ہے انجام کے لحاظ سے بھی خوشتر ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ زیر نظر کتاب میں اللہ کی توفیق سے جو کوشش انجام پائی ہے، اس کے ذریعہ میں نے مسلمانوں کی اتنی مدد کر دی ہو گی کہ خواتین کے متنازعہ مسائل میں وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کو اپنا فیصل بنائیں گے۔

ہدایت نبوی کی پیروی اگر تمام میدانوں میں زندگی کا رخ درست کرنے کے لئے مطلوبہ اور ضروری ہے تو سماجی زندگی میں عورتوں کی شرکت کے مسئلہ میں اس کا مطالبہ وضرورت اور بڑھ جاتی ہے، کیونکہ اس موضوع سے متعلق نبوی ہدایات میں تقریباً بنیادی تبدیلی بلکہ مکمل برعکس تبدیلی پیدا ہو گئی ہے۔ دور نبوی میں خواتین کی شرکت کی عملی مثالیں قابل تقلید سنت اور لائق پیروی تھیں، لیکن بجائے اس کے کہ ترقی یافتہ معاشروں میں ان سنتوں اور نمونوں کی جدید تطبیق کی جاتی ہے۔ عملی میدانوں سے وہ بالکل اوجھل بلکہ تقریباً ناپید رہیں اور وہ ساری ہدایات اور نمونے کتابوں کے اندر بند رہیں۔ ان سے وہ فیض حاصل نہیں کیا گیا جو شارح حکیم کا مقصود تھا۔ لوگوں کی

تاویلات اور اقوال کے دبیز پردوں نے ان کی روشنی کو عقلوں اور دلوں سے پوشیدہ کردیا اور درج ذیل چند عوامل نے اسے مزید تقویت عطا کی۔

(الف) جاہلی رسوم و رواج اور عادات خواہ وہ جاہلیت عرب ہو یا دیگر ان اقوام کی جاہلیت جو اسلام میں داخل ہوئیں اور صدیوں تک اپنی عقل، دل اور عمل میں بیٹھی رہنے والی عادات و رواج بھی کم وبیش اپنے ساتھ اسلام میں لیتی آئیں۔

(ب) کچھ مسلمانوں کی جانب سے غلو و شدت پسندی، مثلاً فتنہ عورت کے سد ذریعہ میں شدت پسندی کے رجحانات ظاہر ہوئے۔

(ج) بعض علمائے سلف کے چند غلط یا مرجوح اجتہادات سامنے آئے، غلطی سے کس کی ذات پاک ہے۔ ان اجتہادات نے بھی بڑا رول ادا کیا کیونکہ جمود و تقلید کی وجہ سے ان ہی اجتہادات کے نتائج صدیوں تک منتقل ہوتے رہے۔

جیسی بھی غلطی یا راہ ہدایت سے انحراف پیدا ہوا ہو، مسلمانوں پر اللہ کی یہ رحمت رہی ہے کہ اللہ کی راہ پر پورے اعتدال کے ساتھ قائم رہنے والی ایک جماعت ہمیشہ ان میں رہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا اسی سلسلے میں ارشاد ہے: "ہمیشہ میری امت میں کچھ لوگ اللہ کی راہ پر قائم ہوں گے۔ ان کے مخالفین اور ان کی مدد سے ہاتھ کھینچ لینے والے لوگ انھیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔ (بخاری)

(د) امام بخاری اور بعد کے علماء کے ہاتھوں انجام پانے والا اسناد احادیث کی تحقیق کا کام ائمہ اربعہ کے زمانہ سے موخر ہے۔ اسی لئے ان ائمہ نے اپنے اپنے طور پر ایسی باتیں فرمائیں تھیں، جن کا مفہوم یہ ہے کہ صحیح احادیث کے معیار پر ان کے اقوال کو پرکھا جائے، لیکن ان کے بیشتر متبعین نے اپنے ائمہ کے اقوال کو اس معیار پر نہیں پرکھا اور اس طرح خود ائمہ کی ہدایت کی خلاف ورزی کی۔

کتاب میں پیش کئے گئے نتائج کا خلاصہ

اول: عورت کی شخصیت کے خدوخال

☆ دور نبوی میں مسلم خاتون اپنی شخصیت کے ان خدوخال کا بھرپور شعور رکھتی تھی جو دین اسلام نے

اسے عطا کئے تھے اور اس شعور کے ساتھ زندگی کے مختلف میدانوں میں وہ سرگرم عمل رہتی تھی۔

☆ نسوانی شخصیت کے خدوخال کا خلاصہ نبی کریم ﷺ کے اس جامع ترین قول کے اندر آجاتا ہے، جس میں اپنی اپنی بعض خصوصیات کے ساتھ مرد و عورت کے درمیان مساوات کی حقیقت واضح کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا "عورتیں مردوں کے ہم مرتبہ ہیں"۔ (ابوداؤد)

☆ "ناقصات عقل دین" والی حدیث صحیح ہے لیکن اس کے مفہوم اور انطباق کو بہت سے لوگوں نے سمجھنے میں غلطی کی اور عورت کی شخصیت کے جو خدوخال اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور رسول اللہؐ نے حدیث شریف کے اندر فرمائے تھے، ان پر پردہ ڈال دیا۔

دوم: لباس اور زیب و زینت

☆ چہرہ برہنہ رکھنا دور نبوی کا عام معمول تھا، وہ نقاب جس سے صرف دونوں آنکھیں اور گوشۂ چشم نظر آتے ہوں، اسلام سے پہلے اور بعد میں بعض عورتوں میں محض جمال آرائی اور خوبصورتی کے طور پر استعمال کرنے کا رواج تھا۔

☆ چہرہ، ہتھیلیوں اور لباس کے اندر، مومن خواتین کے رواج و عرف کے دائرہ میں رہتے ہوئے معتدل زینت اختیار کرنا جائز ہے۔

☆ لباس کے سلسلہ میں کوئی متعین شکل اور طرز فرض نہیں کیا گیا، صرف بدن کا ستر فرض قرار دیا گیا۔ سماج اور ماحول کے فرق سے مختلف طرز اور شکل کے لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ ان امور کی وجہ سے سماجی زندگی میں شرکت عورت کے لئے آسان اور حرکت و عمل کی آزادی مہیا تھی۔

سوم: سماجی زندگی میں شرکت

☆ گھر میں گوشہ نشینی اور پردہ ازدواج مطہراتؓ کی خصوصیت تھی، جلیل القدر صحابیات نے بھی اس باب میں امہات المومنین کی پیروی نہیں کی۔

☆ سماجی زندگی میں عورت کی شرکت اور مردوں سے میل جول اس قدر عام تھا کہ اس کا دائرہ تمام خصوصی اور عمومی میدانوں تک دراز تھا۔ اسی سے سنجیدہ اور سرگرم زندگی کی ضروریات پوری ہوتی

تھیں اور مومن مردو خواتین کو آسانی حاصل ہوتی تھی۔

☆ اس شرکت و میل جول کے لئے چند اہم آداب کے علاوہ اور کوئی قید نہیں تھی۔

☆ دور رسالت میں زندگی کی ضروریات اور حالات کے لحاظ سے سماجی و سیاسی سرگرمی اور ملازمت و کام سبھوں میں عورت شریک رہی ہے۔ سماجی سرگرمی کے میدان میں دیکھا جائے تو تعلیم و تربیت، رفاہی کاموں اور سماجی خدمات اور پاکیزہ تفریح جیسے متعدد میدانوں میں عورت کی شرکت پائی گئی ہے۔ سیاسی سرگرمی کے میدان میں آیئے تو عورت نے معاشرہ اور حکومت وقت کے عقیدہ کی مخالفت کی ہے اور اپنے عقیدہ کی راہ میں ظلم و تعذیب سے دوچار ہوتے ہوتے ہجرت پر مجبور ہوئی ہے۔ عمومی معاملات سے دلچسپی رہی ہے۔ بعض سیاسی مسائل میں اس کے مشورے شامل رہے ہیں اور بسا اوقات سیاسی مخالفت میں بھی وہ شریک رہی ہے۔ ملازمت و کام کے میدانوں میں گلہ بانی، کھیتی، گھریلو صنعتیں، تنظیم، علاج و تیمارداری، صفائی و ستھرائی اور گھریلو خدمات کے کاموں میں وہ شریک رہی ہے اور اس سے دو اہم فوائد ایسے حاصل ہوتے رہے ہیں۔ ایک گھر کے سرپرست کی عدم موجودگی یا اس کی تنگدستی و غربت کی صورت میں اپنے اور اپنے خاندان کے لئے شریفانہ زندگی کی فراہمی اور دوسرے، اپنے کسب و عمل کے ذریعہ اللہ کی راہ میں صدقہ وغیرہ خرچ کر کے اپنے لئے بلند مقامی کا حصول۔

☆ موجودہ دور میں پیدا ہونے والے جدید سماجی حالات نے جہاں سماجی و سیاسی سرگرمی اور ملازمت کے اندر عورت کی زائد شرکت ضروری بنادی ہے وہیں ایسے تمام حالات میں اور ہمیشہ کے لئے شریعت کے دئے ہوئے ضوابط و اصول اور ہدایات رہنما رہیں گے۔

☆ سماجی زندگی میں شرکت کے نتیجہ میں عورت کے شعور میں کافی ترقی اور انتہائی پختگی پیدا ہوئی تھی اور خیر کے بہت سے اہم کام انجام دینا اس کے لئے ممکن ہو سکا تھا۔

چہارم: خاندان

☆ عورت کو اپنے لئے شوہر کے انتخاب کا حق ہے اور اسی طرح ناپسندیدگی کی صورت میں خواہ کوئی ضرر و نقصان بھی نہ ہو شوہر سے علاحدگی کا اس طرح حق حاصل ہے کہ ناپسندیدگی ثابت ہو جانے کے بعد شوہر یا قاضی کی اجازت سے شوہر سے حاصل تمام سامان شوہر کو واپس کر دئے جائیں۔

☆ شوہر و بیوی کے درمیان ذمہ داریوں کی تقسیم کے ساتھ ساتھ دونوں کو ایک دوسرے کا تعاون حاصل ہوتا ہے اور ذمہ داریاں بہتر طریقے پر انجام پاتی ہیں۔

☆ شوہر و بیوی دونوں کو برابر حقوق حاصل ہیں "ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجة" (اور عورتوں کا (بھی) حق ہے جیسا کہ عورتوں پر حق ہے موافق دستور (شرعی) کے اور مردوں کو ان کے اوپر ایک گونہ فضیلت حاصل ہے۔)

یہ درجہ قوامیت ہے یا اپنے بعض حقوق سے مرد کی دستبرداری کی فضیلت۔ ان حقوق میں محبت، لطف، پھر رحمت کے حقوق، جمال آرائی اور جنسی لطف اندوزی کا حق اور ایک دوسرے کی مشغولیات اور غموں میں شریک ہونے کے حقوق آتے ہیں۔

☆ طلاق اور تعدد ازدواج کے لئے شریعت کی جانب سے کچھ آداب اور شرائط رکھے گئے ہیں، ان شرائط و آداب میں ذرا بھی کوتاہی خاندانی نظام کو درہم برہم کر دیتی ہے۔ اس لئے موجودہ دور میں ایسے نظام بنائے جاسکتے ہیں جن سے ان شرائط و آداب کی تکمیل کی ضمانت حاصل ہوتی ہے۔

☆ خاندان کے اندر عورت کا ہی رول اولین اور بنیادی کام ہے لیکن اس سے معاشرہ کے دیگر کاموں سے اس کی وابستگی کی نفی نہیں ہوتی۔ سماجی شعور کی ترقی اور شوہر و بیوی کے درمیان مضبوط باہمی تعاون، یہ دونوں انتہائی ضروری اسباب ہیں جن کے ذریعہ عورت کے اولین گھریلو کام اور معاشرہ کی ترقی کے لئے درپیش دیگر کاموں کے درمیان ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔

پنجم: جنسیات

جنسی لطف اندوزی دنیا اور آخرت کی ایک لذت ہے۔ وہ پاکیزہ اور حلال ہے اور اس پر ثواب بھی رکھے گئے ہیں، جب تک کہ یہ شریعت کے بنائے ہوئے دائرہ کے اندر ہے۔ غلط صوفیاء اور ان کے پس پشت عیسائی رہبانیت اور بعض قدیم مشرقی مذاہب نے ہمارے اس تصور میں جو بگاڑ پیدا کیا ہے، اس کی تصحیح کی جانی چاہیے۔

☆ رسول اللہؐ اور صحابہ کرامؓ نے پاکیزہ جنسی تربیت اور پختہ جنسی ثقافت پیدا کرنے والے منہج کو اپنایا تھا، جس کے نتیجہ میں پورا معاشرہ بشمول مرد و عورت نفسیاتی صحت سے فیضیاب تھا، جنسیات سے

قریب یادور کا تعلق رکھنے والے ہر ہر مسئلہ کے گرد پوشیدگی اور اخفا کا جو دبیز ہالہ قائم کر دیا گیا ہے، اس کا ازالہ ہو جانا چاہیے۔

رسول کریم ﷺ کی ذات مکمل نمونہ تھی۔ ایک زوجگی ہو یا تعدد ازدواج، زہد تقشف ہو یا ازواج مطہرات کے ساتھ لطف اندوزی ہر جگہ آپؐ نمونہ تھے۔ جنسیات کے معاملہ میں عمومی تصور کی تصحیح کے بعد رسول اللہ ﷺ کے موقف سے متعلق بھی ہمارے تصور میں تصحیح ہونی چاہیے۔

☆ شادی کی عمر کو پہنچنے کے بعد شادی میں عجلت مسلم معاشرہ کو صحیح رخ پر گامزن رکھتی ہے۔ شریعت نے زندگی کی راہ بڑی آسان بنائی ہے۔ خدا کی شریعت کی مکمل پابندی کا عزم کر کے ان آسانیوں سے ہم مستفید ہو سکتے ہیں۔ خود اپنی جانب سے سختی و شدت پسندی اطاعت و خداوندی سے گریز، ظاہر و پوشیدہ برائیوں سے نزدیکی اور بسا اوقات ان کے ارتکاب کا سبب بنتی ہے۔ اللہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔

نتائج کتاب کا سرسری تذکرہ کرنے کے بعد میں یہ بتانا مناسب سمجھتا ہوں کہ مسلم خاتون کی آزادی اگر ہمیں مطلوب ہے اور پختہ بنیادوں پر ہم اپنے معاشرہ کی تنظیم نو کرنا چاہتے ہیں تو اس وقت متعدد پہلوؤں سے علمی تحقیقات کی ضرورت ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ پانچ میدانوں میں یہ تحقیقات انجام پانی چاہئیں:

۱۔ قرآن کریم اور تمام کتب احادیث کا احاطہ کرتے ہوئے انہی ہدایات و احکام پر تحقیقی کام۔

۲۔ صدیوں کی مدت پر دراز علماء و فقہاء کے اجتہادات و اقوال اور ان کی عملی تطبیق سے متعلق اسلامی سرمایۂ علوم پر تحقیقی کام کیا جائے تاکہ سماجی و ثقافتی تاریخ اور اپنی فکر عمل پر اس کے گہرے اثرات کا بھرپور ادراک حاصل ہو سکے۔

۳۔ موجودہ مسلم مصنفین کی کتابوں اور تحریروں کا تمام پہلوؤں سے تجزیہ کیا جائے تاکہ معاصر علماء کے اجتہادات اور نظریات کا خلاصہ سامنے آجائے۔

۴۔ اپنے معاشرے میں رائج موجودہ عملی شکلوں کا حسب امکان علمی و تحقیقی سروے کیا جائے تاکہ خیالات و گمان سے اوپر اٹھ کر معاشرہ کی صحیح صورت حال سامنے آسکے۔

۵۔ عورت سے متعلق جدید مغربی تحقیقات، خصوصاً نفسیات، تعلیم و تربیت، جنسی ثقافت،

ملازمت اور سیاسی وسماجی سرگرمی کے میدانوں کا مطالعہ کیا جائے اور عملی تحقیقات اور سروے کراکر وہاں کی صحیح صورت حال معلوم کی جائے تاکہ ان کے تجربات کو اسلامی شریعت کے پیمانے سے ناپ کر اپنے لئے صحیح چیزوں کا انتخاب کرنے میں ہم مطمئن ہوں۔

اظہار تشکر

ابتداء ہی سے میری خواہش تھی جو کام انجام پاتا جائے پہلے اسے چند دوستوں اور علماء کے سامنے پیش کر کے ان کی آراء اور ان کے علم سے فائدہ اٹھاؤں۔ مجھے خوشی ہے انھوں نے اپنے قیمتی آراء اور مشوروں سے مجھے نوازا۔ میرے ان فاضل دوستوں میں سر فہرست ڈاکٹر یوسف قرضاوی ہیں، جو جوں جوں کتاب کی ایک ایک فصل تیار ہوتی اس کا مطالعہ کرتے اور مفید مشوروں اور آراء سے نوازتے، موصوف نے کتاب کے لئے مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے جس میں مسلم خاتون کی موجودہ بیشتر مسائل کی جانب اشارہ بھی فرمایا ہے۔ دعا کرتا ہوں کہ موصوف کے حسن ظن پر اللہ تعالی مجھے پورا اتارے۔

دوسرے فاضل احباب جنھوں نے کتاب کے بعض حصوں کا مطالعہ کیا ہے، ان کی تعداد بڑی ہے اور مختلف ممالک سے وہ تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں خاص طور سے قابل ذکر لوگوں میں علامہ شیخ محمد غزالی جنھوں نے کتاب کے بڑے حصہ کا مطالعہ کر کے مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ ڈاکٹر عزالدین ابراہیم، استاد محی الدین عطیہ، ڈاکٹر یوسف عبدالمعطی، ڈاکٹر محمد کمال ابوالمجد، ڈاکٹر محمد مہدی بدری، استاد طارق بشری (مصر)، ڈاکٹر جعفر شیخ ادریس، استاد زین العابدین رکابی (سوڈان)، ڈاکٹر محمد اشقر، ڈاکٹر کامل زغموت (فلسطین)، استاد راشد غنوشی (تیونس) اور استاد احمد ریسونی (مراکش) ہیں۔
ان تمام فاضل دوستوں اور معززین نے کتاب کے بعض نقطہائے نظر اور بعض مقامات کی عبارتوں کی تصحیح میں قیمتی تعاون دیا ہے۔ میں ان تمام دوستوں کے لئے صرف اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہی کر سکتا ہوں کہ وہ انھیں بہترین جزاء سے نوازے۔

پوری کتاب کی تیاری میں مکمل میرے شریک رہنے والی ذات میری عزیز بیوی اور شریکۂ زندگی سیدہ ملکہ زین الدین کی ہے۔ اس کا تعاون میرے ساتھ صرف اس حد تک نہیں رہا کہ تصنیف و تحقیق کے لئے بہتر ماحول کی اس نے فراہمی کی بلکہ وہ بھرپور جذبہ کے ساتھ طویل طویل سفروں

میں گھر اور بچوں سے دور رہ کر میرے ساتھ ساتھ رہی ہے تاکہ میرا ذہن پوری طرح فارغ اور کام میں مشغول رہے۔ اس نے اصل کام میں تعاون دیا ہے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث کی تمام روایات جمع کرنے اور نامانوس الفاظ کے معانی تلاش کرنے، مسودات کی بار بار تبییض اور مسودات میں باقی رہ گئے حوالہ جات، جو کس قدر زیادہ ہیں، قارئین کتاب میں ملاحظہ کریں گے، کی تکمیل میں معاون رہی ہے، ان کے علاوہ بعض نقطہائے نظر اور خیالات پر باہمی تبادلۂ خیال کے دوران قیمتی اور مفید رائیں بھی اس کی طرف سے حاصل ہوتی رہی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بہترین صحت و عافیت سے نواز کر اپنے حفظ و امان میں رکھے اور میری جانب نیز تمام مسلمانوں کی جانب سے اسے بہترین جزائے خیر دے۔

قارئین سے درخواست

اللہ رب العزت کی ذات ہی قانون ساز ہے اور رسول کریم ﷺ مبلغ اور پیغام رساں ہیں۔ اللہ کے احکام اور اس کے رسول کی تشریحات کو میں صرف نقل کرنے والا ہوں، کسی روایت کا عنوان متعین کرنے، کسی رائے اور تشریح کی وضاحت میں اپنی جو رائے میں نے دی ہے، قارئین کے سامنے اللہ کے اصل احکام اور اس کے رسول کی اصل تشریحات موجود ہیں، قارئین میری رائے کو قبول کریں یا ٹھکرا دیں، اصل نور اور بصیرت انھیں حاصل ہو چکی ہے بلکہ قارئین میری ہر بات کو اٹھا کر علاحدہ رکھ دیں اور خود اصل ہدایات کا مطالعہ کرتے جائیں کہ وہی نور الٰہی ہیں، جو ہر طالب حق کی راہ روشن کر دیتی ہیں۔

قارئین کی آراء اور تبصرے میرے لئے باعث خوشی ہوں گے۔(۱)

---

(۱) مصنف کا پتہ: پوسٹ بکس ۶۵ مجلس الشعب، قاہرہ، مصر

ٹیلیفون: 667391:665552:(PP) 2601875

حوالہ جات

(۱) صحیح جامع صغیر۔ حدیث ۲۳۲۹۔

(۲) بخاری: کتاب المظالم۔ باب أعن اخاك ظالما او مظلوما۔ ج ۶ ص ۲۳۔

(۳) بخاری: کتاب الاکراہ۔ باب یمین الرجل لصاحبہ۔ ج ۱۵ ص ۳۵۸۔

مسلم: کتاب البر والصلۃ والآداب۔ باب نصر الأخ ظالما اور مظلوما۔ ج۸ ص ۱۹۔

(۴) بخاری: کتاب المناقب۔ باب علامات النبوۃ۔ ج ۷ ص ۴۴۵۔

(۵) دیکھئے صحیح جامع صغیر۔ حدیث ۲۳۲۹۔

نوٹ: پوری کتاب کے تمام حوالہ جات میں بخاری شریف کے حوالے میں فتح الباری شرح صحیح بخاری مطبوعہ مصطفےٰ حلبی قاہرہ کے صفحات اور جلد کے نمبر دئے گئے ہیں، اسی طرح مسلم شریف کے حوالہ میں صحیح مسلم مطبوعہ استنبول کے نسخہ کے صفحات اور جلد نمبر مذکور ہیں۔

☆☆☆

پہلا......باب
پیکر خاتون مسلم

پہلی فصل...... نسوانی شخصیت کے چند خدوخال...... قرآن کریم میں
دوسری فصل...... نسوانی شخصیت کے چند خدوخال...... بخاری شریف اور مسلم شریف کی روشنی میں
تیسری فصل...... شخصیت کی قوت اور حقوق و فرائض کا شعور پختہ...... چند نمونے
چوتھی فصل...... چند صحیح احادیث اور فہم و تطبیق کی کجرویاں
پانچویں فصل...... نسوانی شخصیت کے خدوخال پر دوبارہ نظر

☆ ☆ ☆

پہلی فصل

نسوانی شخصیت کے چند خدوخال
قرآن کریم میں

تمہید: قبل از اسلام عورتوں کی زبوں حالی اور پستی پر کچھ لکھنے کی ضرورت اب نہیں رہی۔ آمد اسلام سے پہلے اقوام عالم کے اندر خواہ وہ عرب ہوں یا غیر عرب عورت جس ذلت و پستی کی زندگی گذار رہی تھی، اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اس تفصیل کا اگر کوئی مطالعہ کرنا چاہے تو ڈیورانٹ کی کتاب "قصہ تہذیب" پڑھ سکتا ہے۔ زیر نظر کتاب میں ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اسلام نے خواتین کو کیسا باعزت مقام و مرتبہ عطا کیا ہے۔ اندرون اور بیرون خانہ اس کے دوش پر کیا عظیم الشان ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں اور سماجی زندگی کے اندر بامقصد و مفید سنجیدہ شرکت کے کیا مواقع عطا کئے ہیں لیکن گردش روز و شب میں مسلم خاتون کی یہ بلند مقامی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی ہے اور چودھویں صدی کی دہلیز پر قدم رکھتے وقت وہ پستی و زوال کی انتہا تک پہنچا دی گئی۔ جدید استعمار کے جلو میں در آنے والی مغربی تہذیب مسلم معاشرہ پر شب خون تھی جس نے دو متضاد دھارے پیدا کر دئے۔ ایک مغرب سے مرعوبیت اور اس کے تلخ و شیریں اور بھلے برے سب کی پیروی کا دھارا اور دوسرا مغرب سے بالکل آنکھ بند کر کے قدیم سرمایہ اور آباء و اجداد کی ہر اچھی و بری اور صحیح و غلط پر اصرار کا دھارا۔

ادھر یہ ضد ہے کہ کمنڈ بھی چھو نہیں سکتے
ادھر یہ ہٹ ہے کہ ساقی صراحی مے لا

مغرب سے شکست خوردگی کا خمار جب ٹوٹا تو ہر دو رجحان والوں نے اپنے اپنے موقف پر نظر ثانی شروع کی۔ عورت کی تئیں اپنے تصورات کو کھنگالا اور اس طرح معاشرہ کے اندر متعدد نمونے

ابھرے، کچھ شریعت خداوندی سے وابستگی کی قدریں لئے ہوئے اور دیگر کچھ راہ اسلامی سے برگشتہ۔ مخلص علماء کی مسلسل کاوشوں کے پیش نظر توقع ہے کہ نسوانی شخصیت سے متعلق مزید راست روی سامنے آئے گی اور اسلام کے عطا کردہ مقام کو اپناتے ہوئے مسلم معاشرہ ترقی کی راہوں پر گامزن ہوگا۔

قرآن اور حدیث کی ہدایات بنیادی طور پر مرد اور عورت دونوں کو مخاطب بناتی ہیں۔ انسانی کرامت و شرف سے لے کر تعزیراتی قوانین تک تمام امور میں دونوں یکساں ہیں، کچھ امور میں باہم فرق ہے۔ انھیں پوری وضاحت کے ساتھ بتادیا گیا ہے۔ ان چند استثنائی امور سے ہٹ کر بقیہ ہر جگہ مساوات و برابری جلوہ گر ہے اور تمام ہدایات کا خطاب دونوں سے یکساں طور پر ہے۔ اس بنیادی اصول کو اس موقع پر نگاہ سے اوجھل کر دینا بہت بڑی غلطی ہوگی۔

امام ابن رشد اسی مساوات سے متعلق فرماتے ہیں:

"اصل یہ ہے کہ جب تک شریعت کسی فرق کی وضاحت نہیں کردیتی، (مرد اور عورت) دونوں کے لئے حکم یکساں ہے۔"

بعض مقامات پر مردوں کے ساتھ عورتوں کا ذکر کرتے ہوئے بھی خطاب کیا گیا ہے، جو دراصل اللہ تعالیٰ کے فضل اور ان مساوات کی مزید تاکید کا اظہار ہے۔

مرد اور عورت کی بنیاد ایک ہے

ارشاد ہے:

یا ایها الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالاً کثیراً ونساء واتقوا الله الذی تساء لون به والأرحام إن الله کان علیکم رقیباً. (نساء۔۱)

(اے لوگو! اپنے پروردگار سے تقویٰ اختیار کرو جس نے تم (سب) کو ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بکثرت مرد اور عورت پھیلا دئے اور اللہ سے تقویٰ اختیار کرو جس کے واسطہ سے ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور قرابتوں کے باب میں بھی (تقویٰ اختیار کرو) بیشک اللہ تمہارے اوپر نگراں ہیں۔)

عورت کی انسانی ذمہ داری

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إن فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنهار لآیات لاولی الاباب الذین یذکرون الله قیاماً وقعوداً وعلی جنوبهم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ماخلقت هذا باطلاً سبحانك فقنا عذاب النار ربنا إنك من تدخل النار فقد أخزیته وما للظالمین من انصار ربنا إننا سمعنا منادیاً ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فآمنّا ربنا فاغفرلنا ذنوبنا وکفر عنا سیّاتنا وتوفنا مع الأبرار ربنا و آتنا ما وعدتنا علی رسلك ولا تخزنا یوم القیامة انك لا تخلف المیعاد فاستجاب لهم ربهم أنی لا أضیع عمل عامل منکم من ذکر اؤ انثی بعضکم من بعض فالذین هاجروا وأخرجوامن دیارهم وأوذوا فی سبیلی وقاتلوا وقتلوا لأکفرن عنهم سیّاتهم ولأدخلنهم جنات تجری من تحتها الأنهار ثواباً من عند الله والله عنده حسن الثواب. (سورہ آل عمران۔۱۹۰۔۱۹۵)

(بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کے ادل بدل میں اہل عقل کے لئے (بڑی) نشانیاں ہیں۔ یہ ایسے ہی جو اللہ کو کھڑے بیٹھے اور اپنی اپنی کروٹوں پر (برابر) یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے رہتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار تو نے یہ (سب) لایعنی نہیں پیدا کیا ہے، تو پاک ہے سو محفوظ رکھ ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔ اے ہمارے پروردگار تو نے جسے دوزخ میں داخل کر دیا اسے واقعی رسوا ہی کر دیا اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہے۔اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک ایک پکارنے والے کو سنا ایمان کی پکار کرتے ہوئے کہ اپنے پروردگار پر ایمان۔لے آؤ سو ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہم سے ہماری خطاؤں کو زائل کر دے اور ہمیں نیکوں کے ساتھ موت دے۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں عطا کر وہ چیز جس کا تو ہم سے اپنے پیغمبروں کی معرفت وعدہ کر چکا ہے اور ہم کو قیامت کے دن رسوا نہ کرنا بیشک تو تو وعدہ خلافی نہیں کرتا سوان کی دعا کو ان کے پروردگار نے قبول کر لیا۔ اس لئے میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے خواہ مرد ہو یا عورت، عمل کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔ تم آپس میں ایک دوسرے کے جز ہو تو جن لوگوں نے ترک وطن کیا اور اپنے شہروں سے نکالے گئے اور (اور بھی) تکلیفیں انھیں میری راہ میں دی گئیں اور وہ لڑے اور مارے گئے۔ ان کی خطائیں ضرور ان سے معاف کر دی جائیں گی اور میں انھیں ضرور ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی (یہ) اللہ کے

میری راہ میں دی گئیں اور وہ لڑے اور مارے گئے۔ ان کی خطائیں ضرور ان سے معاف کردی جائیں گی اور میں انھیں ضرور ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی (یہ) اللہ کے پاس سے ثواب ملے گا اور اللہ ہی کے پاس بہترین ثواب ہے۔)

ارشاد ہے:

ومن یعمل من الصالحات من ذکر أو انثی وھو مومن فالئك یدخلون الجنة ولا یظلمون نقیراً. (نساء۔۱۲۴)

(اور جو کوئی نیکیوں پر عمل کرے گا (خواہ) مرد ہو یا عورت اور صاحب ایمان ہو تو ایسے (سب) لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا۔)

فرمان الٰہی ہے:

من عمل صالحاً من ذکر أو انثی وھو مومن فلنحیینّہ حیاۃ طیبة ولنجزینھم اجرھم بأحسن ما کانوا یعملون. (نحل۔۹۷)

(نیک عمل جو کوئی بھی کرے گا مرد یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اسے ضرور ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ہم انھیں ان کے اچھے کاموں کے عوض ضرور اجر دیں گے۔)

من عمل سئیة فلایجزی الا ومن عمل صالحاً من ذکر او انثی وھو مومن فاولئك یدخلون الجنة یرزقون فیھا بغیر حساب. (غافر۔۴۰)

(جو کوئی گناہ کرتا ہے اسے بدلہ بس برابر سرابر ہی ملتا ہے اور جو کوئی نیک کام کرتا ہے وہ مرد ہو یا عورت ہاں بس مومن ہو تو ایسے لوگ جنت میں جائیں گے جہاں انھیں رزق بے حساب ملے گا۔)

جاہلیت کے گرداب سے باہر لائی جاتی ہے

- ولادت پر تنگ دلی اور مایوسی سے
- ذلت و حقارت کی فضا سے
- خوف اور فقر و عار میں زندہ درگور کئے جانے سے

فرمایا:

واذا بشر احدھم بالانثی ظل وجھه مسودا وھو کظیم یتواری من القوم من سوء مابشر به

گھٹتا رہتا ہے۔ اس بری خبر پر وہ لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے، آیا اس (مولود) کو زحمت کی حالت میں لئے رہے یا اسے مٹی میں گاڑ دے، ہائے کیسی بری تجویز یہ کرتے رہتے ہیں۔)

ارشاد فرمایا:

ولا تقتلوا اولادکم خشیة املاق نحن نرزقهم وإياكم ان قتلهم كان خطأً كبيراً. (اسراء۔۳۱)

(اور اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشہ سے قتل مت کر دیا کرو ہم ہی ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی، بیشک ان کا قتل کرنا بہت بڑا جرم ہے۔)

اور فرمایا:

واذاالموء دة سئلت بأی ذنب قتلت. (تکویر۸۔۹)

(اور جب زندہ دفن کی ہوئی (لڑکی) سے سوال کیا جائے کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی۔)

پاکیزہ چہروں کی خودساختہ حرمت ختم کی جاتی ہے

وقالوا ما فی بطون هذه الانعام خالصة لذكورنا ومحرم علی أزواجنا وان يكن ميتة فهم فيه شركاء سيجزيهم وصفهم انه حكيم عليم.

(انعام۔۱۳۹)

(اور کہتے ہیں ان چوپایوں کے شکم میں جو کچھ ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری بیویوں کے لئے حرام ہے اور اگر وہ مردہ ہوا تو اس میں وہ سب شریک، ابھی (اللہ) ان سے بدلہ لیتا ہے ان کے (اس) بیان پر بیشک وہ بڑا حکمت والا ہے بڑا علم والا ہے۔)

متاعِ بے حیثیت اور اپنی شادی میں محروم ارادہ

يا ايهاالذين آمنوا لا يحل لكم ان ترثوالنساء كرها ولا تعضلوهن لتذهبوا ببعض ما آتيتموهن الا ان ياتين بفاحشة مبينة و عاشروهن بالمعروف فان كرهتموهن فعسى ان تكرهوا شئيا ويجعل الله فيه خيراً كثيراً. (نساء۔۱۹)

(اے ایمان والوں تمہارے لئے جائز نہیں ہے کہ تم عورتوں کے جبراً مالک ہو جاؤ اور نہ انھیں اس غرض سے قید رکھو کہ تم نے انھیں جو کچھ دے رکھا ہے اس کا کچھ حصہ وصول کر لو بجز اس صورت

کے کہ وہ صریح بدکرداری کی مرتکب ہو اور بیویوں کے ساتھ خوش اسلوبی سے گذر بسر کیا کرو، اگر وہ تمہیں ناپسند ہو تو عجب کیا کہ تم ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ اس کے اندر کوئی بڑی بھلائی رکھ دے۔)

خاندان کے مقدس رشتوں کی پامالی

ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم من النساء الا ما قد سلف انه کان فاحشة و مقتا وساء سبیلا حرمت علیکم امهاتکم و بناتکم و أخواتکم و عماتکم و خالاتکم وبنات الاخ و بنات الاخت و امهاتکم التی ارضعنکم و اخواتکم من الرضاعة وامهات نساء کم وربائبکم الّتی فی حجورکم من نساء کم التی دختلم بهن فان لم تکونوا دخلتم بهن فلا جناح علیکم وحلائل ابناء کم الذین من اصلابکم و ان تجمعوا بین الأختین الا ما قد سلف ان الله کان غفورا رحیما. (نساء ۲۲۔۲۳)

(اور ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہیں۔ مگر ہاں جو کچھ ہو چکا (ہو چکا) بیشک یہ بڑی بے حیائی اور نفرت کی بات تھی اور بہت برا طریقہ تھا، تمہارے اوپر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں اور تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں رہی ہیں اور جو تمہاری ان بیویوں سے ہوں جن سے تم نے صحبت کی ہے، لیکن ابھی اگر تم نے ان بیویوں سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں اور جو بیٹے تمہاری نسل سے ہوں ان کی بیویاں اور یہ بھی (حرام ہے) کہ تم دو بہنوں کو یکجا کرو مگر ہاں جو ہو چکا (ہو چکا) بیشک اللہ بڑا بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔)

حدیث شریف میں ہے "کسی عورت کے ساتھ اس کی پھوپھی اور اس کی خالہ کو زوجیت میں ایک ساتھ نہیں رکھا جاسکتا"۔ (بخاری و مسلم)

اس شخصیت کا اظہار، مرد کے پہلو بہ پہلو اس کا تذکرہ

واللیل اذا یغشی والنهار اذا تجلی وما خلق الذکر والانثی ان سعیکم لشتّی. (لیل ۔ا۔۴)

(قسم ہے رات کی جب وہ ڈھانپ لے اور دن کی جب وہ روشن ہو جائے اور اس کی جس نے نر اور مادہ کو

پیدا کیا کہ بیشک تمہاری کوششیں مختلف ہیں۔)

نیز ارشاد ہے:

فقلنا یاآدم ان هذا عدولك ولزوجك فلا یخرجنکما من الجنة فتشقی ان لك ان لا تجوع فیا ولا تعری وانك لا تظمئوا فیها ولا تضحی فوسوس الیه الشیطان قال یا آدم هل ادلك علی شجرة الخلد وملك لا یبلی فاكلا منا فبدت لهما سواتهما وطفق یخصفان علیهما من ورق الجنة وعصی آدم ربه فغوی. ثم اجتباه ربه فتاب علیه وهدی ،قال اهبطا منها جمیعا بعضکم لبعض عدو فاما یاتینکم منی هدی فمن اتبع هدای فلا یضل ولا یشقی.

(طٰہٰ ١١٧۔١٢٣)

(پھر ہم نے کہا اے آدم یقیناً یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے سو کہیں یہ تم دونوں کو جنت سے نکلوانہ دے پھر تم مصیبت میں پڑ جاؤ، (یہاں اس) جنت میں تو یہ کہ تم نہ کبھی بھوکے رہو گے اور نہ ننگے اور یہ بھی ہے کہ نہ اس میں کبھی پیاسے ہو گے اور نہ دھوپ میں تپو گے، پھر شیطان نے انھیں وسوسہ دلایا کہا کہ اے آدم میں تمہیں بتلانہ دوں ہمیشگی کا درخت اور بادشاہی جس میں کبھی ضعف نہ آوے سو دونوں نے اس (درخت) سے کھالیا سو ان کے پردہ کے مقامات ظاہر ہو گئے اور دونوں لگے اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے اور آدم سے اپنے پروردگار کا قصور ہو گیا سو وہ غلطی میں پڑ گئے، پھر انہیں ان کے پروردگار نے مقبول بنالیا چنانچہ ان کی توبہ قبول کرلی اور راہ ہدایت دکھادی، (اللہ نے) کہا تم سب (اب) جنت سے اترو ایک کے دشمن ایک ہو کر پھر اگر تم کو میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ بھٹکے گا اور نہ محروم رہے گا۔)

قرآن کریم کی ان اور دیگر آیات میں حضرت حوا علیہ السلام کے دامن کو وسوسۂ شیطانی سے محفوظ و پاک دکھایا گیا ہے، پھر کہاں سے ان کی ذات پر تہمت تراشیاں کی گئیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تتمنوا ما فضل الله به بعضکم علی بعض للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن واسئلوا الله من فضله ان الله کان بکل شی علیما. (نساء۔٣٢)

(اور تم ایسے امر کی تمنا نہ کیا کرو جس میں اللہ نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر بڑائی دی ہے۔

مردوں کے لئے ان کے اعمال کا حصہ (ثابت) ہے اور اللہ سے اس کے فضل کی طلب کرو، بے شک اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔)

قول الٰہی ہے:

يا ايها الذين آمنوا لا يسخر قوم من قوم عسى ان يكونوا خيراً منهم ولا نساء من نساء عسى ان يكن خيراً منهن ولاتلمزوا أنفسكم ولا تنابزوا بالألقاب بئس الاسم الفسوق بعد الايمان ومن لم يتب فأولئك هم الظالمون. (حجرات۔۱۱)

(اے ایمان والو نہ مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہیئے کیا عجب کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر (ہنسنا چاہیئے) کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارو، ایمان کے بعد گناہ کا نام ہی برا ہے، اور جو (اب بھی) توبہ نہ کریں گے وہی ظالم ٹھہریں گے۔)

فرمان خداوندی ہے:

وماكان لمومن ولامومنة اذا قضى الله ورسوله امراً ان يكون لهم الخيرة من امرهم ومن يعصى الله و رسوله فقد ضل ضلالاً مبينا. (احزاب۔۳۶)

(اور کسی مومن یا مومنہ کے لئے یہ دُرست نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا حکم دے دیں تو پھر ان کو اپنے (اس) امر میں کوئی اختیار باقی رہ جائے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں جا پڑا۔)

هم الذين كفروا وصدوكم عن المسجد الحرام والهدى معكوفا ان يبلغ محله ولولا رجال مومنون ونساء مومنات لم تعلموهم ان تطوهم فتصيبكم منهم معرة بغير علم ليدخل الله فى رحمته من يشاء لو تزيلوا لعذبنا الذين كفروا منهم عذابا اليما. (فتح۔۲۵)

(یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور کو جو رکا ہوا رہ گیا تھا اس کے موقع میں پہنچنے سے روک دیا اور اگر (بہت سے) مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تمہیں خبر بھی نہ تھی یعنی ان کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر ان کے باعث تمہیں بھی نادانستگی میں ضرر پہنچتا (تو ابھی سب قضیہ طے کر دیا جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا) تا کہ اللہ اپنی رحمت میں

داخل کرے جس کو چاہے اگر یہ (بے کس مسلمان) ٹل گئے ہوتے تو ان میں جو کافر تھے انھیں ہم دردناک عذاب دیتے۔)

ان الذین جاؤا بالافك عصبة منكم لاتحسبوه شراً لكم بل هو خير لكم لكل امری منهم مااكتسب من الاثم والذی تولی كبره منهم له عذاب عظيم. لولا اذا سمعتموه ظن المومنون والمومنات بأنفسهم خيراً وقالوا هذا افك مبين. (نور۔۱۱۔۱۲)

(بیشک جن لوگوں نے یہ طوفان برپا کیا ہے وہ تم میں سے ایک (چھوٹا سا) گروہ ہے تم اس کو برا نہ سمجھو اپنے حق میں بلکہ تمہارے حق میں بہتر ہی ہے، ان میں سے ہر شخص کو جس نے جتنا کچھ کیا تھا گناہ ہوا اور جس نے ان میں سے سب سے بڑا حصہ لیا اسؓ کے لئے سزا بھی (سب سے بڑھ کر) سخت ہے، جب تم لوگوں نے یہ (افواہ) سنی تھی تو کیوں نہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنوں کے حق میں نیک گمان کیا اور (یہ کیوں نہ) کہہ دیا کہ یہ تو صریح طوفان بندی ہے۔)

رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا وللمومنين والمومنات ولا تزد الظالمين الا تباراً. (محمد۱۹)

(اے میرے پروردگار مجھے بخش اور میرے ماں باپ کو اور جو بھی میرے گھر میں داخل ہو بحیثیت مومن کے اور کل ایمان والوں اور ایمان والیوں کو اور (ان) ظالموں کی ہلاکت تو بڑھاتا ہی جا۔)

فاعلم انه لا اله الا الله واستغفر لذنبك وللمومنين والمومنات والله يعلمْ متقلبكم ومثواكم. (محمد۔۱۹)

(تو آپ اس کا یقین رکھئے کہ بجز اللہ کے کوئی معبود نہیں اور اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیے۔ اور سارے ایمان والوں اور ایمان والیوں کے لئے بھی اور اللہ خوب خبر رکھتا ہے تم (سب) کے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی۔)

ان المسلمين والمسلمات والمومنين والمومنات والقانتين والقانتات والصادقين والصادقات والصابرين والصابرات والخاشعين والخاشعات والمتصدقين والمتصدقات والصائمين والصائمات والحافظين فروجهم والحافظات والذاكرين الله كثيراً والذاكرات أعدَّ الله لهم مغفرة واجراً عظيماً. (احزاب۔۳۵)

(بیشک اسلام والے اور اسلام والیاں اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور صادق مرد اور صادق عورتیں اور صابر مرد اور صابر عورتیں اور خشوع والے اور خشوع والیاں اور تصدق کرنے والیاں اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے اور کرنے والیاں۔ ان سب کے لئے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔)

ان المصدقين والمصدقات اقرضوا الله قرضاحسنايضاعف لهم ولهم اجر كريم. (حدید۔۱۸)

(بلاشبہ صدقہ دینے والے اور صدقہ دینے والیاں اللہ کو خلوص کے ساتھ قرض دیں تو وہ صدقہ ان کے لئے بڑھایا جائے گا اور ان کے لئے اجر پسندیدہ ہے۔)

وعد الله المومنين والمومنات جنات تجرى من تحتها الأنهار خالدين فيها ومساكن طيبة في جنات عدن ورضوان من الله اكبر ذلك هو الفوز العظيم. (توبہ۔۷۲)

(اللہ نے ایمان والوں اور ایمان والیوں سے وعدہ کر رکھا ہے باغوں کا کہ ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، یہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ پاکیزہ مکانوں کا ہمیشگی کے باغوں میں اور اللہ کی رضامندی سب سے بڑھ کر ہے۔ بڑی کامیابی یہی ہے۔)

ليدخل المومنين والمومنات جنات تجرى من تحتها الأنهار خالدين فيها ويكفر عنهم سيئاتهم وكان ذلك عند الله فوزاً عظيماً۔ (فتح۔۵)

(اور یہ اس لئے) تا کہ وہ ایمان والوں اور ایمان والیوں کو اپنے باغوں میں داخل کر دے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں ان میں یہ ہمیشہ رہیں گے اور تا کہ ان کے گناہ ان سے دور کر دے اور یہی اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے۔)

يوم ترى المومنون والمومنات يسعى نورهم بين ايديهم وبايمانهم بشراكم اليوم جنات تجرى من تحتها الأنهار خالدين فيها ذلك هو الفوز العظيم. (حدید۔۱۲)

(وہ دن جب ایمان والو اور ایمان والیوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی داہنی طرف دوڑتا ہوگا آج تم کو بشارت ہے باغوں کی جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔)

المنافقون والمنافقات بعضهم من بعض يامرون بالمنكر وينهون عن المعروف ويقبضون

ایدیھم نسوا اللہ فنسیھم ان المنافقین ھم الفاسقون وعد اللہ المنافقین والمنافقات والکفار نار جھنم خالدین فیھا ھی حسبھم ولعنھم اللہ ولھم عذاب مقیم. (توبہ ۶۷۔۶۸)

(منافق مرد اور منافق عورتیں ایک ہی طرح کے ہیں۔ بری بات کا حکم دیتے رہتے ہیں اور اچھی بات سے روکتے رہتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔ انھوں نے اللہ کو بھلادیا، سو اس نے اپنے کو ہی بھلادیا، بیشک منافقین بڑے ہی نافرمان ہیں۔ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں سے اور کافروں سے دوزخ کی آگ کا عہد کر رکھا ہے، اس میں وہ ہمیشہ پڑے رہیں گے، وہی ان کے لئے کافی ہے اور اللہ ان پر لعنت کرے گا اور ان کے لئے عذاب دائم ہے۔)

ویعذب المنافقین والمنافقات والمشرکین والمشرکات والظانین باللہ ظن السوء علیھم وغضب اللہ علیھم ولعنھم وأعدلھم جھنم وساء ت مصیراً. (فتح۔۶)

(اور تاکہ وہ نفاق کرنے والوں اور نفاق کرنے والیوں اور شرک والوں اور شرک والیوں کو عذاب دے جو اللہ کے ساتھ برے برے گمان رکھتے ہیں ان پر برا وقت آنے والا ہے اور اللہ ان پر غضبناک ہوگا اور انہیں رحمت سے دور کردے گا اور ان کے لئے اس نے دوزخ تیار کر رکھی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔)

لیعذب اللہ المنافقین والمنافقات والمشرکین والمشرکات ویتوب اللہ علی المومنین والمومنات وکان اللہ غفوراً رحیما. (احزاب۔۷۳)

(انجام یہ ہوا کہ اللہ منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو سزا دے گا اور ایمان والوں اور ایمان والیوں پر توجہ فرمائے گا اور اللہ بڑا مغفرت والا ہے بڑا رحمت والا ہے۔)

یوم یقول المنافقون والمنافقات للذین آمنوا انظرونا نقتبس من نورکم قیل ارجعوا ورائکم فالتمسوا نوراً فضرب بینھم بسوء لہ باب باطنہ فیہ الرحمۃ وظاھرہ من قبلہ العذاب.

(حدید۔۱۳)

(یہ وہ دن ہوگا جب منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والیوں سے کہیں گی کہ ہمارا انتظار کرلو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ حاصل کرلیں (ان سے) کہا جائے گا تم ان کے پیچھے لوٹ جاؤ، پھر (وہیں) روشنی تلاش کرو پھر ان (فریقین) کے درمیان ایک دیوار قائم کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ

ہوگا کہ اس کے اندرونی جانب میں رحمت ہوگی اور اس کے بیرونی جانب عذاب ہوگا۔)

تبت یدا ابی لهب وتب ما اغنی عنه ماله وماکسب سیصلی نارا ذات لهب وامرأته حمالة الحطب فی جیدها حبل من مسد. (سورہ۔مسد)

(دو ہاتھ ٹوٹ گئے ابولہب کے اور وہ برباد ہو گیا نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی ہی۔ ایک شعلہ زن (سخت) آگ میں پڑے گا (خود بھی) اور اس کی بیوی بھی لکڑیاں لاد کر لانے والی اس کی گردن میں ایک رسی (بڑی) ہوگی خوب بٹی ہوئی۔)

فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے

ضرب الله مثلاً للذین کفروا امرأت نوح وامرات لوط کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین فخانتاهما فلم یغنیا عنهما من الله شئیا وقیل ادخلا النار مع الداخلین وضرب الله مثلاً للذین آمنوا امرأت فرعون اذ قالت رب ابن لی عندك بیتا فی الجنة ونجنی من فرعون وعمله ونجنی من القوم الظالمین ومریم عمران التی احصنت فرجها فنفخنا فیه من روحنا وصدقت بکلمات ربها وکتبه وکانت من القانتین . (تحریم ۱۰۔۱۲)

(اللہ ان لوگوں کے لئے جو کافر ہیں مثال بیان کرتا ہے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی، وہ دونوں ہمارے (خاص) صالح بندوں میں سے دو بندوں کے نکاح میں تھیں لیکن انھوں نے ان کے حق ضائع کئے تو وہ دونوں نیک بندے اللہ کے مقابلے میں ان کے ذرا کام نہ آسکے اور دونوں عورتوں کو حکم ملا کہ تم بھی دوزخ میں داخل ہو اور داخل ہونے والوں کے ساتھ اور اللہ ان لوگوں کے لئے جو مومن ہے مثال بیان کرتا ہے فرعون کی بیوی کی جبکہ انھوں نے دعا کی کہ اے پروردگار میرے واسطے جنت میں اپنے قریب میں مکان بنادے اور مجھ کو فرعون اور اس کے عمل (کے اثر) سے بچادے اور مجھے ظالم لوگوں سے بھی بچادے اور (دوسری مثال بیان کرتا ہے) مریم بنت عمران کی جنھوں نے اپنے ناموس کو محفوظ رکھا، تو ہم نے ان (کے چاک گریباں) میں اپنی روح پھونک دی اور انھوں نے اپنے پروردگار کے پیادوں کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت کرنے والوں میں سے تھیں۔)

خاندان میں عورت کا مقام

مرد کے لئے باعث سکون

ومن آياته ان خلق لكم من انفسكم ازواجاً لتسكنوا اليها وجعل بينكم مودة ورحمة ان في ذلك لآيات لقوم يتفكرون. (روم۔۲۱)

(اور اس کی نشانیوں میں سے ہے اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی بیویاں بنائیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے (یعنی میاں بیوی کے) درمیان محبت اور ہمدردی پیدا کر دی۔ بیشک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے رہتے ہیں۔)

مرد کی قوامیت

الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما انفقوا من اموالهم فالصالحات قانتات حافظات للغيب بما حفظ الله والتى تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فى المضاجع واضربوهن فان اطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلا ان الله كان علياً كبيرا. (نساء۔۳۴)

(مرد عورتوں کے سر دھرے ہیں اس لئے کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر بڑائی دی ہے اور اس لئے کہ مردوں نے اپنا مال خرچ کیا ہے سو نیک بیویاں اطاعت کرنے والی اور پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت سے حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم ان کی سرکشی کا علم رکھتے ہو تو انھیں نصیحت کرو اور انھیں خوابگاہوں میں تنہا چھوڑ دو اور انھیں مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو ان کے خلاف بہانے نہ ڈھونڈو، بیشک اللہ بڑا رفعت والا ہے بڑا عظمت والا ہے۔)

حقوق اور ذمہ داریوں میں توازن

ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف للرجال عليهن درجة والله عزيز حكيم. (بقرہ۔۲۲۸)

(اور عورتوں کا (بھی) حق ہے جیسا کہ عورتوں پر حق ہے۔ موافق دستور (شرعی) کے، اور مردوں کو ان کے اوپر ایک گونہ فضیلت حاصل ہے۔)

جمال آرائی اس کی خصوصیت ہے، لڑائی جھگڑے اس پر داغ ہیں

أو من ينشؤ في الحلية وهو في الخصام غير مبين. (زخرف۔۱۸)

(کیا جو زیورات میں پرورش پائے اور مباحثہ میں بھی ژولیدہ بیان ہو (وہ اللہ کی اولاد بننے کے قابل ہے۔)

تعدد ازدواج کی ضابطہ بندی

وان خفتم ان لا تقسطوا في اليتامى فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلاث ورباع فان خفتم ألاّ تعدلوا فواحدة أو ما ملكت أيمانكم ذلك ادنى ألاّ تعولوا. (نساء۔۳)

(اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیموں کے باب میں انصاف نہ کرسکو گے تو وہ عورتیں جو تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو دو دو سے خواہ تین تین سے خواہ چار چار سے لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ عدل نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی پر بس کرو جو کہ تمہاری مِلک میں ہوں اس میں زیادتی نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے۔)

ولن تستطيعوا ان تعدلوا بين النساء ولو حرصتم فلا تميلو كل الميل فتذروها كالمعلقة و ان تصلحوا وتتقوا فان الله كان غفوراً رحيما. (نساء۔۱۲۹)

(اور تم سے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ تم بیویوں کے درمیان (پورا پورا) عدل کرو خواہ تم اس کی (کیسی ہی) خواہش رکھتے ہو تو تم بالکل ایک ہی طرف نہ ڈھلک جاؤ اور اسے ادھر میں لٹکی ہوئی کی طرح چھوڑ دو اور اگر تم اپنی اصلاح کرلو اور تقویٰ اختیار کرو تو اللہ بیشک بڑا بخشنے والا ہے بڑا مہربان ہے۔)

طلاق کا طریقہ

الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان ولا يحل لكم ان تاخذوا مما آتيتموهن شيئا الا ان يخافا ان لا يقيما حدود الله فان خفتم ان لا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به تلك حدود الله فلا تعتدوها ومن يتعد حدود الله فاولئك هم الظالمون. (بقرہ۔ ۲۲۹)

(طلاق تو دو ہی بار کی ہے، اس کے بعد (یا تو) رکھ لینا ہے قاعدے کے مطابق یا پھر خوش عنوانی کے

ساتھ چھوڑ دینا ہے اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ جو مال تم انھیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لو ہاں بجز اس صورت کے جب اندیشہ ہو کہ اللہ کے ضابطوں کو دونوں قائم نہ رکھ سکیں گے سو اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ اللہ کے ضابطوں کو قائم نہ رکھ سکو گے تو دونوں پر اس مال کے باب میں کوئی گناہ نہ ہو گا جو عورت معاوضہ میں دے دے، یہ سب اللہ کے ضابطے ہیں سو ان سے باہر نہ نکلنا اور جو کوئی اللہ کے ضابطوں سے باہر نکل جائے گا سو ایسے لوگ تو (اپنے حق میں) ظلم کرنے والے ہیں۔)

یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ واتقوا اللہ ربکم لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ وتلک حدود اللہ ومن یتعدد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ لا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف أو فارقوھن بمعروف أشھدوا ذوی عدل منکم واقیموا الشھادۃ للہ ذلکم یوعظ بہ من کان یومن باللہ والیوم الآخر ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ان اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ لکل شی قدراً۔

(طلاق۔ا۔۳)

(اے نبی (لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کو ان کی عدت پر طلاق دو اور عدت کو خیال میں رکھو اور اپنے پروردگار اللہ سے ڈرتے رہو انھیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں بجز اس صورت کے کہ وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں۔ یہ اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں اور جو کوئی اللہ کے حدود سے تجاوز کرے گا اس نے اپنے اوپر ظلم کیا، تجھے خبر شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کر دے پھر جب وہ اپنی میعاد کو پہنچنے لگیں تو انھیں (یا تو) قاعدہ کے مطابق (نکاح میں) رہنے دو یا انھیں قاعدہ کے مطابق رہائی دو اور اپنے میں سے دو معتبر شخصوں کو گواہ ٹھہرا لو اور گواہی ٹھیک اللہ کے واسطے دو۔ اس (مضمون) سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے کشائش پیدا کر دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے، جہاں اسے گمان بھی نہیں ہوتا اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے گا سو اللہ اس کے لئے کافی ہے۔ اللہ اپنا کام (بہر حال) پورا کر کے رہتا ہے، اللہ نے ہر شیٔ کا ایک انداز مقرر کر رکھا ہے۔)

مطلقہ اور بیوہ کے حقوق

(الف) طلاق کے بعد شوہر کو حق رجعت حاصل ہے

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن اذا تراضوا بينهم بالمعروف ذلك يوعظ به من كان منكم يومن بالله واليوم الآخر ذلكم ازكى لكم واطهروالله يعلم و انتم لا تعلمون. (بقرہ۔۲۳۲)

(اور جب تم طلاق دے چکو اپنی عورتوں کو اور پھر وہ اپنی عدت کو پہنچ چکیں تو تم انھیں اس سے مت روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کرلیں جبکہ وہ آپس میں بہت شرافت کے ساتھ راضی ہوں، اس (مضمون) سے نصیحت کی جاتی کہ تم میں سے اس شخص کو جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے، یہی تمہارے حق میں پاکیزہ اور صاف تر ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔)

(ب) طلاق کے بعد بچوں کی رضاعت کا حق

والوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين لمن اراد ان يتم الرضاعة وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف لا تكلف نفس الا وسعها لا تضار والدة بولدها ولا مولود له بولده وعلى الوارث مثل ذلك. (بقرہ۔۲۳۳)

(اور مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلائیں پورے دو سال (یہ مدت) اس کے لئے ہے جو رضاعت کی تکمیل کرنا چاہے اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ ہے ان (ماؤں) کا کھانا اور کپڑا موافق دستور کے، کسی شخص کو حکم نہیں دیا جاتا بجز اس کی برداشت کے بہ قدر، نہ کسی ماں کو تکلیف پہنچائی جائے اس کے بچہ کے باعث اور نہ کسی باپ ہی کو تکلیف پہنچائی جائے اس کے بچہ کے باعث اور اسی طرح (کا انتظام) وارث کے ذمہ بھی ہے۔)

(ج) شوہر کے مشورہ سے بچہ کا دودھ چھڑانے کا حق

فان اراد فصالاً عن تراض منهما تشاورفلا جناح عليهما وان اردتم ان تسترضعوا اولادكم فلا جناح عليكم اذا سلمتم ما آتيتم بالمعروف واتقوا الله واعلموا ان الله بما

تعملون بصیر۔ (بقرہ۔۲۳۳)

(پھر اگر دونوں اپنی باہمی رضامندی اور مشورہ سے دودھ چھڑا دینا چاہیں تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں اور اگر تم لوگ اپنے بچوں کو (کسی اوروں کا) دودھ پلوانا چاہو تو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جب کہ تم (ان کے) حوالے کر دو جو کچھ انھیں دینا ہے موافق دستور کے اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کا خوب دیکھنے والا ہے۔)

(و) تکمیل عدت کے بعد پیغام دینے والوں کے سامنے پیشکش وزینت آرائی کا حق

والذین یتوفون منکم ویزرون ازواجاً یتربصن بأنفسهن أربعة اشهر وعشراً فاذا بلغن اجلهن فلاجناح علیکم فیما فعلن فی انفسهن بالمعروف والله بما تعملون خبیر. (بقرہ۔۲۳۴)

(اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیویاں اپنے آپ کو چار مہینہ اور دس دن تک روکے رکھیں پھر جب وہ اپنی مدت کو پہنچ جائیں تو تم پر اس باب میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ عورتیں اپنی ذات کے بارے میں کچھ (کارروائی) کریں شرافت کے ساتھ اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اس سے خوب واقف ہے۔)

تفسیر جلالین میں "فیما بلغن......" کا مطلب پیغام دینے والوں کے لئے جمال آرائی اور پیشکش بتایا گیا ہے۔

اپنی برأت اور قسم کی قوت میں زن و شوہر کے درمیان مساوات

والذین یرمون أزواجهم ولم یکن لهم شهداء الا انفسهم فشاهدة أحدهم اربع شهادات بالله انه لمن الصادقین ،والخامسة ان لعنة الله علیه ان كان من الكاذبین ویدرؤا عنها العذاب ان تشهد اربع شهادات بالله انه لمن الكاذبین والخامسة ان غضب الله علیها ان كان من الصادقین. (نور۶۔۹)

(اور جو لوگ اپنی بیویوں کو تہمت لگائیں اور ان کے پاس بجز اپنے (اور) کوئی گواہ نہ ہو تو ان کی شہادت یہ ہے کہ وہ (مرد) چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ میں سچا ہوں اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اگر میں جھوٹا ہوں اور عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ اللہ کی قسم چار بار کھا کر کہے کہ

بیشک مرد جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کا غضب ہو اگر مرد سچا ہے۔)

حق میراث

ضابطۂ شرکت

للرجال نصیب مما ترك الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترك الوالدان والاقربون مما قل منه او كثر نصيباً مفروضا.

(نساء۔۷)

(مردوں کے لئے بھی اس چیز میں حصہ ہے جس کو والدین اور نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جائیں اس (اس متروکہ) میں سے تھوڑا ہو یا زیادہ (بہر حال) ایک قطعی حصہ ہے۔)

لڑکے، لڑکیوں کے حصے

یوصیکم الله فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فان کن نساء فوق اثنتین فلهن ثلاثاً ما ترك وان كانت واحدة فلها النصف.

(نساء۔۱۱)

(اللہ تمھیں اور تمہاری اولاد (کی میراث) کے بارے میں حکم دیتا ہے، مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے اور اگر دو سے زائد عورتیں ہی ہوں تو ان کے لئے دو تہائی (حصہ) اس (مال) کا ہے جو مورث چھوڑ گیا ہے، اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لئے نصف (حصہ) ہے۔)

باپ اور ماں کے حصے

ولأبويه لكل واحد منهما السدس مما ترك ان كان له ولد فان لم يكن له ولد وورثه ابواه فلامه الثلث فإن كان له اخوة فلامه السدس من بعد وصية يوصى بها اودين آباؤكم وابناؤكم لاتدرون ايهم اقرب لكم نفعا فريضة من الله ان الله كان عليماً حكيما.

(نساء۔۱۱)

(اور مورث کے والدین یعنی ان دونوں میں ہر ایک کے لئے اس (مال) کا چھٹا حصہ ہے جو وہ چھوڑ گیا ہے، بشرطیکہ مورث کے کوئی اولاد ہو اور اگر مورث کے کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے والدین ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کا ایک تہائی ہے۔ لیکن اگر مورث کے بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے

لئے ایک چھٹا حصہ ہے، وصیت کے نکالنے کے بعد کہ مورث اس کی وصیت کر جائے یا ادائے قرض کے بعد، تمہارے باپ ہوں کہ تمہارے بیٹے تم نہیں جانتے ہو کہ ان میں سے نفع پہنچانے سے تم سے قریب تر کون ہے۔ یہ سب اللہ کی طرف سے مقرر ہے، بیشک اللہ ہی علم والا ہے۔)

شوہر اور بیوی کے حصے

ولكم نصف ما ترك أزواجكم ان لم يكن لهن ولد فان كان لهن ولد فلكم الربع مما تركن من بعد وصية يوصين بها أو دين ولهن الربع مما تركتم ان لم يكن لكم ولد فان كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم من بعد وصية توصون بها أو دين. (نساء۔۱۲)

(اور تمہارے لئے اس (مال) کا آدھا حصہ ہے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں بشرطیکہ ان کے کوئی اولاد نہ ہو، اور اگر ان کے اولاد ہو تو تمہارے لئے بیویوں کے ترکہ کا چوتھائی ہے، وصیت (نکالنے) کے بعد جس کی وہ وصیت کر جائیں یا ادائے قرض کے بعد اور ان (بیویوں) کے لئے تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا، بعد وصیت (نکالنے) کے جب کہ تم وصیت کر جاؤ یا ادائے قرض کے بعد۔)

بہن اور بھائی کے حصے

وان كان رجل يورث كلالة او امراة وله اخ او اخت فلكل واحد منهما السدس فان كانوا اكثر من ذلك فهم شركاء في الثلث من بعد وصية يوصى بها اودين غير مضار وصية من الله والله عليم حليم. (نساء۔۱۲)

(اگر کوئی مورث مرد یا عورت ایسا ہو جس کے نہ اصول ہوں نہ فروع اور اس کے ایک بھائی اور ایک بہن ہوں تو دونوں میں سے ہر ایک کے لئے ایک چھٹا حصہ ہے اور اگر یہ لوگ اس سے زائد ہوں تو وہ ایک تہائی میں شریک ہوں گے، بعد وصیت (نکالنے) کے جس کی وصیت کر دی جائے یا ادائے قرض کے بعد بغیر کسی کے نقصان پہنچائے، یہ حکم اللہ کی طرف سے ہے اور بڑا علم والا ہے، بڑا بردبار ہے۔)

سرزمین کفر سے لازمی ہجرت میں عورت کی شرکت

(بشرطیکہ مستضعفین نہ ہوں)

ان الذين توفاهم الملائكة ظالمی أنفسهم قالوا فيم كنتم قالوا كنا مستضعفين فی الارض قالوا ألم تكن ارض الله واسعة فتهاجروا فيها فاولئك ماواهم جهنم وساء ت مصيراً الا المستضعفين من الرجال والنساء والولدان لا يستطيعون حيلة ولا يهتدون سبيلا فاولئك عسى الله ان يعفو عنهم وكان الله عفوا غفورا ومن يهاجر فی سبيل الله يجد فی الارض مراغما كثيرا وسعة ومن يخرج من بيته مهاجراً الی الله ورسوله ثم يدركه الموت فقد وقع اجره علی الله وكان الله غفورا رحيما. (نساء۹۷۔۱۰۰)

(ان لوگوں کی جان جنھوں نے اپنے اوپر ظلم کرر کھا ہے (جب) فرشتے قبض کرتے ہیں تو ان سے کہیں گے کہ تم کس کام میں تھے وہ بولیں گے ہم اس ملک میں بے بس تھے، فرشتے کہیں گے اللہ کی سرزمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ تو یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے بجز ان لوگوں کے جو مردوں اور عورتوں میں سے کمزور ہوں (کہ) نہ کوئی تدبیر ہی کر سکتے ہوں اور نہ کوئی راہ پاتے ہوں تو یہ لوگ ایسے ہیں کہ اللہ انھیں معاف کر دے گا اور اللہ تو ہے ہی بڑا معاف کرنے والا بڑا بخشنے والا اور جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین پر جانے کی بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہجرت کرتا ہوا نکلے اور اسے پھر موت آئے تو اس کا اجر یقیناً اللہ کے ذمہ ثابت رہا اور اللہ تو ہے ہی بڑا بخشنے والا بڑا مہربان۔)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: میں اور میری والدہ مستضعفین میں تھے، میں بچوں میں اور والدہ خواتین میں۔ (بروایت بخاری) (۲)

ذہین بن منیر فرماتے ہیں: آیت کریمہ میں عورتوں کے ساتھ ضعف کے اختصاص کی دلیل نہیں ہے بلکہ مساوات بتائی جارہی ہے۔ (۳)

سوئے مدینہ ہجرت میں خواتین کی شرکت

یاایها النبی انا أحللنا لك ازواجك التی آتيت أجورهن وما ملكت يمينك مما آفاء الله عليك وبنات عمك وبنات عماتك وبنات خالك وبنات خالاتك التی هاجرن معك.

(احزاب۔۵۰)

(اے نبی ہم نے آپ کے لئے آپ کی (یہ) بیویاں حلال کی ہیں جن کو آپ ان کے مہر دے چکے ہیں اور وہ عورتیں بھی جو آپ کی مِلک میں ہیں جنھیں اللہ نے آپ کو غنیمت میں دلوایا ہے اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کے خالاؤں کی بیٹیاں جنھوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی۔

یا ایھا الذین آمنوا اذا جاء کم المومنات مھاجرات فامتحنوھن. (ممتحنہ۔۱۰)

(اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان کر لیا کرو۔)

ہجرت کر کے آنے والی خواتین سے یہ قسم لے کر ان کا امتحان لیا جاتا تھا کہ وہ محض اسلام کی رغبت اور اللہ و رسول کی محبت میں ہجرت کر کے آئیں ہیں، پھر ان سے بیعت لی جاتی تھی۔(۴)

رسول اللہ ﷺ سے بیعت میں خواتین کی شرکت

یا ایھا البنی اذا جاء ك المومنات یبایعنك علی ان لا یشرکن باللہ شئیاً ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین أیدیھن وارجلھن ولا یعصینك فی معروف فبایعھن واستغفرلھن اللہ ان للہ غفور رحیم . (ممتحنہ۔۱۲)

(اے پیغمبر جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس آئیں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ نہ کسی کو شریک کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان کی اولاد لائیں گی جس سے اپنے ہاتھوں اور اپنے پاؤں کے درمیان گڑھ لیں اور مشروع باتوں میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی تو آپ ان سب کی بیعت کر لیا کیجئے اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کر لیا کیجئے، بیشک اللہ بڑا مغفرت والا ہے بڑا رحمت والا ہے۔)

حدیث شریف سے واضح ہوتا ہے کہ مردوں کی بیعت بسا اوقات عورتوں کی بیعت کے مطابق ہوتی تھی۔ حضرت عبادۃ بن صامتؓ فرماتے ہیں کے رسول اللہ ﷺ کے اردگرد چند صحابہ تشریف رکھتے تھے، آپؐ نے فرمایا: "آؤ، مجھ سے بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے، چوری نہیں کرو گے، زنا نہیں کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے، بہتان تراشی نہیں کرو گے اور نیک امر میں میری نافرمانی نہیں کرو گے......" (بروایت بخاری) (۵)

ربط و تعلق، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں شرکت

والمومنون والمومنات بعضهم اولياء بعض يامرون بالمعروف و ينهون عن المنكر ويقيمون الصلوة ويوتون الزكاة ويطيعون الله ورسوله اولئك سيرحمهم الله ان الله عزيز حكيم. (توبہ۔۷۱)

(اور ایمان والے اور ایمان والیاں ایک دوسرے کے (دینی) رفیق ہیں۔ نیک باتوں کا (آپس میں) حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوۃ دیتے رہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ ان پر ضرور رحمت کرے گا، بیشک اللہ بڑا اختیار والا بڑا حکمت والا ہے۔)

مصائب و آزمائش میں شرکت

قتل اصحاب الاخدود النار ذات الوقود اذهم عليها قعود وهم على ما يفعلون بالمومنين شهود وما نقموا منهم الا ان يومنوا بالله العزيز الحميد الذى له ملك السموات والارض والله على كل شئ شهيد ان الذين فتنوا المومنين والمومنات ثم لم يتوبوا فلهم عذاب جهنم ولهم عذاب الحريق. (بروج ۴۔۱۰)

(غارت ہوئے خندق والے، ایندھن کی آگ والے جس وقت وہ لوگ اس (آگ) کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور اپنے اس کرتوت کو دیکھ رہے تھے جو وہ ایمان والوں کے ساتھ کر رہے تھے اور انھوں نے ان (ایمان والوں) میں اور کیا عیب پایا تھا بجز اس کے کہ اللہ پر ایمان لے آئے جو زبردست ہے سزاوار حمد ہے، اس کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی اور اللہ ہر چیز سے خوف واقف ہے۔ بیشک جن لوگوں نے ایمان والوں اور ایمان والیوں کو ستایا اور پھر توبہ نہیں کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلنے کا عذاب ہے۔)

والذين يوذون المومنين والمومنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتاناً و اثما مبينا. (احزاب۔۵۸)

(اور جو لوگ ایذا پہنچاتے رہتے ہیں ایمان والوں کو اور ایمان والیوں کو بدون اس کے کہ انھوں نے کچھ

کیاہو تووہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار (اپنے اوپر) لیتے ہیں۔)

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل الله والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من هذه القریة الظالم أهلها واجعل لنا من لدنك ولیا واجعل لنا من لدنك نصیراً. (نساء۔۷۵)

(اور تمھیں کیا (عذر) ہے کہ تم جنگ نہیں کرتے ہو اللہ کی راہ میں اور ان لوگوں کے لئے جو کمزور ہیں مردوں میں سے اور عورتوں اور لڑکوں (میں سے) جو یہ کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی سے باہر نکال جس کے باشندے (سخت) ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنی قدرت سے کوئی دوست پیدا کردے اور ہمارے لئے اپنی قدرت سے کوئی حمایتی کھڑا کردے۔

مباہلہ میں شرکت

ان مثل عیسی عندالله کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون الحق من ربك فلاتكن من الممترین فمن حاجك فیه من بعد ما جاء ك من العلم فقل تعالوا ندع ابناء نا وابناء كم ونساء نا ونساء كم وانفسنا وانفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله علی الكاذبین.

(۵۹۔۶۱)

(بیشک عیسیٰ کا حال اللہ کے نزدیک مثل آدم ہے، اللہ نے ان کو مٹی سے بنایا پھر ان سے کہا وجود میں آجاؤ، چنانچہ وہ وجود میں آگئے، یہ امر حق تیرے رب کی جانب سے ہے، سو (کہیں) تو شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا، پھر جو کوئی آپ سے اس باب میں حجت کرے بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم (صحیح) پہنچ چکا ہے تو آپ کہہ دیجئے کہ اچھا آؤ ہم اپنے بیٹیوں کو بھی بلائیں اور تمہارے بیٹیوں کو بھی اور عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی اور اپنے آپ کو بھی اور تمہارے تئیں بھی پھر ہم خشوع سے دعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔

تفسیر ابن کثیر میں آیت "فقل تعالوا......" کا مطلب یہ بتایا گیا ہے کہ آؤ ہم انہیں مباہلہ میں حاضر کریں۔(۶)

یہ بھی وارد ہے کہ (نجران کے عیسائی وفد کے سربراہان میں سے) دو شخص حضور ﷺ

کے پاس آئے (انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبدیت کو تسلیم نہیں کیا تو) آپ ﷺ نے انھیں ملاعنت کی دعوت دی۔ ان دونوں نے دوسرے دن آکر ملاعنت کرنے کا وعدہ کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ دوسرے دن رسول کریم ﷺ حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف لائے اور ان دونوں کو بلولیا، لیکن انھوں نے آنے سے انکار کر دیا"۔ (۷)

تعزیراتی ذمہ داری

الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مأة جلدة ولا تاخذكم بهما رأفة فى دين الله ان كنتم تومنون بالله واليوم الآخر وليشهد عذابهما طائفة من المومنين. (نور۔۲)

(زناکار عورت اور زناکار مرد سو (دونوں کا حکم یہ کہ) ان میں سے ہر ایک کے سو سو درے مارو، اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آنے پائے اور اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور چاہیے کہ دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر رہے۔)

السارق والسارقة فاقطعوا أيديهما جزاء بما كسبا نكالا من الله والله عزيز حكيم. (مائدہ۔۳۸)

(چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو ان کے کرتوتوں کے عوض میں، اللہ کی طرف سے بہ طور عبرتناک سزا کے اور اللہ بڑا قوت والا ہے، بڑا حکمت والا ہے۔)

گواہی، مرد کا نصف

يا أيها الذين آمنوا اذا تداينتم بدين الى أجل مسمى فاكتبوه وليكتب بينكم كاتب بالعدل ولا يأب كاتب أن يكتب كما عمله الله فليكتب وليملل الذى عليه الحق واليتق الله ربه ولا يبخس منه شيا فان كان الذى عليه الحق سفيها اوضعيفا او لا يسطيع أن يمل هو فليملل وليه بالعدل واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان فمن ترضون من الشهداء ان تضل احداهما فتذكر احداهما الاخرى. (بقرہ۔۲۸۲)

(اے ایمان والو جب ادھار کا معاملہ کسی مدت معین تک کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو اور لازم ہے کہ تو تمہارے درمیان لکھنے والا ٹھیک ٹھیک لکھے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ نے اس کو سکھادیا ہے پس چاہیے کہ وہ لکھ دے اور چاہیے کہ وہ شخص لکھوائے جس کے ذمہ حق واجب ہے، اور

چاہیے کہ اپنے پروردگار اللہ سے ڈرتا رہے اور اس میں سے کچھ بھی کم نہ کرے، پھر اگر وہ جس کے ذمہ حق واجب ہے عقل کا کوتاہ ہو یا یہ کہ کمزور ہو اور اس قابل نہ ہو کہ وہ خود لکھوا سکے تو لازم ہے کہ اس کا کارکن ٹھیک ٹھیک لکھوا دے اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ لے لیا کرو، پھر اگر دونوں مرد نہ ہوں تو ایک مرد دو عورتیں ہوں ان گواہوں میں سے جنھیں تم پسند کرتے ہو تاکہ تم ان دو عورتوں میں سے ایک دوسرے کو یاد دلا دو اگر کوئی ایک ان دو میں سے بھول جائے۔)

حیثیت عرفی کی حفاظت

والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتو بأربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدةولا تقبلوا لهم شهادة ابداً وأولئك هم الفاسقون الا الذین تابوا من بعد ذلك وأصلحوا فان الله غفور رحیم. (نور ۴-۵)

(اور جو لوگ تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو پھر چار گواہ نہ لا سکیں تو انھیں ۸۰ درے لگاؤ اور کبھی ان کی کوئی گواہی نہ قبول کرو یہی لوگ تو فاسق ہیں، ہاں البتہ جو لوگ اس کے بعد توبہ کرلیں اور (اپنی) اصلاح کرلیں، سو اللہ بڑا مغفرت والا ہے، بڑا رحم کرنے والا ہے۔)

ان اللذین یرمون المحصنات الغافلات المومنات لعنوا فی الدنیا والآخرة ولهم عذاب عظیم ،یوم تشهد علیهم ألسنتهم وأیدیهم وأرجلهم بما كانوا یعملون یومئذ یوفیهم الله دینهم الحق ویعلمون ان الله هو الحق المبین. (نور ۲۳-۲۵)

(جو لوگ تہمت لگاتے ہیں (بیویوں) کو جو پاکدامن ہیں، بے خبر ہیں، ایمان والیاں ہیں، ان پر لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور ان کے لئے سخت عذاب (رکھا ہوا) ہے اس دن (جس دن) ان کے خلاف گواہی دیں گے ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پیر ان کاموں کی جو یہ کیا کرتے تھے، اس روز اللہ ان کو ان کا واجبی بدلہ پورا پورا دے گا اور یہ جان جائیں گے کہ اللہ ہی ٹھیک فیصلہ کرنے والا ہے، بات کو کھول دینے والا ہے۔)

مرد و عورت کے مابین فتنہ انگیزی کی شدت

وراودته التی هو فی بیتها عن نفسه وغلقت الأبواب وقالت هیت لك قال معاذالله إنه ربی

أحسن مثواى إنه لا يفلح الظالمون. (یوسف۔۲۳)

(اور جس عورت کے گھر میں وہ تھے وہ انھیں اپنا مطلب حاصل کرنے کو پھسلانے لگی اور دروازے بند کرلئے اور بولی کہ بس آجاؤ، یوسف نے کہا اللہ کی پناہ (اور پھر) وہ مربی ہے، اس نے مجھے کیسی اچھی طرح رکھا، بیشک ظالم فلاح نہیں پاتے۔)

ولقد همت به وهمّ بها لولا ان رأى برهان ربه كذلك لنصرف عنه السوء والفحشاء انه من عبادنا المخلصين. (یوسف۔۲۴)

(اور اس (عورت) کے دل میں تو ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور انھیں بھی اس (عورت) کا خیال ہو چلا تھا اور اگر اپنے پروردگار کی دلیل کو انھوں نے نہ دیکھ لیا ہوتا، اسی طرح (ہم نے انھیں بچادیا) تاکہ ہم ان سے برائی اور بے حیائی کو دور رکھیں، وہ بیشک ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔)

وقال نسوة فى المدينة امرأت العزيز تراود فتاها عن نفسه قد شغفها حبا انا لنراها فى ضلال مبين. (یوسف۔۳۰)

(اور شہر میں عورتیں کہنے لگیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اس سے اپنا مطلب نکالنے کو پھسلاتی ہے۔ اس کے عشق میں دیوانی ہوگئی ہے۔ ہم تو اسے کھلی حماقت میں (مبتلا) پاتے ہیں۔)

فلما رأينه أكبرنه وقطعن أيديهن وقلن حاشا لله ما هذا بشرا ان هذا الا ملك كريم. (یوسف۳۱)

(اور جب ان لوگوں نے (یوسف کو) دیکھا اس پر حیران رہ گئیں اور اپنے ہی ہاتھ زخمی کرلئے اور بولیں حاشاللہ یہ آدمی نہیں یہ تو کوئی فرشتہ ہے۔)

قال رب السجن أحب إلى مما يدعوننى اليه وإلا تصرف عنى كيدهن أصب إليهن وأكن من الجاهلين. (یوسف۔۳۳)

(یوسف نے) عرض کی کہ اے میرے پروردگار قید خانہ مجھے گوارا تر ہے بہ مقابلہ اس کام کے جس کی طرف مجھے یہ لوگ بلا رہی ہیں اور اگر تو ان کے مکر کو مجھ سے دفع نہ کردے گا تو میں انہی کی (اصلاح کی) طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانوں میں شامل ہو جاؤں گا۔)

سماجی زندگی میں شرکت اور مردوں سے میل جول...... میل جول کے نمونے

(الف) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتك المحرم ربنا لیقیموا الصلوة فاجعل أفئدة من الناس تهوی إلیهم وارزقهم من الثمرات لعلهم یشکرون. (ابراہیم۔۳۷)

(اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی کچھ اولاد کو ایک بے زراعت میدان میں آباد کر دیا ہے تیرے معظم گھر کے قریب (یہ اس لئے) اے ہمارے پروردگار کہ وہ لوگ نماز کا اہتمام رکھیں سو تو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انھیں کھانے کو پھل دے جس سے یہ شکر گذار رہیں۔)

حدیث شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ اور ان کے صاحبزادہ حضرت اسماعیل جو ابھی شیر خوار تھے، کو لے کر آئے اور بیت اللہ کے پاس ٹھہر لیا...... وہ وہیں رہ رہے تھے کہ قبیلہ جرہم کا ایک قافلہ ادھر سے گذرا...... حضرت اسماعیل کی والدہ پانی کے پاس تھیں، انھوں نے آکر پوچھا: کیا ہمیں اپنے پاس ٹھہرنے کی اجازت دیں گی؟ حضرت ہاجرہ نے کہا ہاں لیکن پانی پر تمہارا حق نہیں ہو گا۔ انھوں نے کہا ٹھیک ہے، حضرت ہاجرہ انسیت چاہتی تھیں، وہ لوگ وہاں ٹھہر گئے پھر اپنے خاندان والوں کو بلا لیا۔ اور انھیں بھی اپنے ساتھ ٹھہرالیا......"۔(بخاری) (۸)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولقد جاء ت رسلنا ابراهیم بالبشری قالوا سلاما قال سلام فما لبث ان جاء بعجل حنیذ فلما رأی ایدیهم لا تصل إلیه نکرهم وأوجس منهم خیفة قالوا لا تخف إنا أرسلنا إلی قوم لوط وامرأته قائمة فضحکت فبشرناها بإسحاق ومن وراء اسحاق یعقوب قالت یا ویلتی ءَ الدُ وأنا عجوز وهذا بعلی شیخاً إن هذا لشیٔ عجیب قالوا أتعجبین من أمرالله رحمت الله وبرکاته علیکم اهل البیت إنه حمید مجید. (ہود ٦٩۔۷۳)

(اور بالیقین ہمارے فرستادے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے (اور) بولے (آپ پر) سلام ہو (ابراہیم نے) کہا (تم پر) سلام پھر دیر نہیں لگائی کہ ایک تلا ہوا بچھڑا لے آئے، پھر جب (ابراہیم)

نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس (کھانے) کی طرف نہیں بڑھ رہے ہیں تو ان سے متوحش ہوئے اور ان سے دل میں خوف زدہ ہوئے وہ بولے کہ ڈریئے نہیں ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں اور ان کی بیوی کھڑی تھیں پس وہ ہنسیں پھر ہم نے انھیں بشارت دی اسحاق کی اور اسحاق کے آگے یعقوب کی، بولیں ہائے خاک پڑے کیا (اب) میں بچہ جنوں گی در آنحالیکہ میں بوڑھی ہو چکی ہوں اور یہ میرے میاں بالکل بوڑھے یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے، وہ بولے ارے تم تعجب کرتی ہو اللہ کے کام میں اے خاندان والوں تم پر اللہ کی (خاص) رحمت اور اس کی برکتیں (نازل ہوتی رہتی ہیں) بیشک وہ تعریف کے لائق اور بڑا شان والا ہے۔

تفسیر طبری اور تفسیر قرطبی میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ کھڑی مہمانوں کی خدمت کر رہی تھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام مہمانوں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔

(ب) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں

ولما ورد ماء مدين وجد عليه أمة من الناس يسقون ووجد من دونهم أمرأتين تذودان قال ما خطبكما قالتا لا نسقي حتى يصدر الرعاء وأبونا شيخ كبير. فسقى لهما ثم تولى إلى الظل فقال رب إني لما انزلت إلي من خير فقير ، فجاء ته إحداهما تمش على استحياء قالت ان أبي يدعوك ليجزيك أجرماسقيت لنا فلما جاءه وقص عليه القصص.قال لا تخف نجوت من القوم الظالمين. (قصص ۲۳۔۲۵)

(اور جب وہ مدین کے پانی پر پہنچے تو اس پر آدمیوں کا ایک مجمع دیکھا پانی پلاتے اور ان لوگوں سے ایک طرف دو عورتیں دیکھیں کہ وہ (اپنے جانور) روکے کھڑی ہیں، پوچھا تمہارا کیا مقصود ہے، دونوں بولیں ہم پانی نہیں پلاتے جب تک (یہ) چرواہے (اپنے جانوروں کو) ہٹا کر نہیں لے جاتے اور ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں، پس (موسیٰ نے) ان کے لئے پانی پلادیا پھر ہٹ کر سایہ میں آگئے اور عرض کی کہ اے میرے پروردگار تو جو نعمت بھی مجھے دیدے میں اس کا حاجت مند ہوں، پھر ان دو میں سے ایک لڑکی موسیٰ کے پاس آئی کہ شرماتی ہوئی چلتی تھی، بولی کہ میرے والد تم کو بلاتے ہیں تا کہ تم کو اس کا صلہ دیں جو تم نے ہماری خاطر پانی پلادیا تھا پھر جب ان کے پاس پہنچے اور ان سے حالات بیان

کئے تو انھوں نے کہا خوف مت کرو (اب) تم ظالم لوگوں سے بچ آئے۔

(ج) حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں

فلما جاء ت قیل أھکذا عرشك قالت كانه هو وأوتينا العلم من قبلها وكنا مسلمين وصدها ماكانت تعبد من دون الله انها كانت من قوم كافرين قيل لها ادخلي الصرح فلما رأته حسبته لجة وكشفت عن ساقيها قال إنه صرح ممرد من قوارير قالت رب إني ظلمت نفسي وأسلمت مع سليمان لله رب العالمين. (نمل ۴۲-۴۴)

(پھر جب وہ آئی تو اس سے کہا گیا کہ کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے؟ وہ بولی کہ ہاں یہ تو گویا وہی ہے، اور ہم کو حکم (ایمانی) اس کے پیشتر ہی (حاصل) ہو چکا ہے اور ہم مطیع ہو چکے ہیں اور اس کو غیر اللہ کی عبادت نے روک رکھا تھا اور وہ کافر قوم میں سے تھی، اس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو تو جب اس نے اس کو دیکھا اسے پانی خیال کیا اور اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں (سلیمان نے) کہا یہ تو ایک محل ہے شیشوں سے بنا ہوا ہے، وہ بولی اے میرے پروردگار میں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا اور (اب) میں سلیمان کے ہاتھ (ہو کر) اس پروردگار عالم پر ایمان لے آئی۔)

(د) دور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم میں

قد سمع الله قول التي تجادلك في زوجها وتشتكي إلى الله والله يسمع تحاوركما إن الله سميع بصير. (مجادلہ-۱)

(اللہ نے بیشک اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں رد و بدل کہہ رہی تھی اور اللہ سے فریاد کر رہی تھی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا، اللہ تو (سب کچھ) سننے والا (سب کچھ) دیکھنے والا ہے۔)

مردوں سے ملاقات کے آداب

(الف) پست نگاہی

قل للمومنين يغضوا من ابصارهم ويحفظوا فروجهم ذلك أزكى لهم إن الله خبير بما

یصنعون وقل للمومنات یغضضن من أبصارھن ویحفظن فروجھن. (نور۔۳۰)

(آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے حق میں زیادہ صفائی کی بات ہے۔ بیشک اللہ کو سب کچھ خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں اور آپ کہہ دیجئے ایمان والیوں سے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں۔)

(ب) چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے سوا تمام جسم کی پوشیدگی

ولا یبدین زینتھن إلا ما ظھر منا ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن۔ (نور۔۳۱)

(اور اپنا سنگار نہ ظاہر ہونے دیں مگر ہاں جو اس میں سے کھلا ہی رہتا ہے اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں۔)

(ج) باوقار چال

ولایضربن بأرجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن. (نور۔۳۱)

(اور عورتیں اپنے پیر زور سے نہ رکھیں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے۔)

(د) سنجیدہ گفتگو

فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض وقلن قولا معروفا۔ (احزاب۔۳۲)

(تو تم بولی نزاکت مت اختیار کرو کہ (اس سے) ایسے شخص کو خیال (فاسد) پیدا ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے اور قاعدے کے موافق بات کہا کرو۔)

حوالہ جات

(۱) بخاری: کتاب النکاح۔باب لا تنکح المرأة علی عمتها......ج۱۱ص ۶۳۔
مسلم: کتاب النکاح۔باب التحریم الجمع بین المرأة وعمتها أو خالتها فی النکاح۔
ج ۴ص ۱۳۵۔

(۲) بخاری: کتاب الجنائز۔باب اذا اسلم الصبیّ فمات هل یصلی علیه؟وهل یعرض
علی الصبی الاسلام۔ج۳ص ۳۶۴۔

(۳) فتح الباری۔ج۳ص ۴۲۵۔

(۴) فتح الباری۔ج۱۰ص ۲۶۲۔

(۵) بخاری: کتاب المناقب۔باب وفود الانصار الی النبی ﷺ۔ج۸ص ۲۲۲۔

(۶،۷) تفسیر ابن کثیر۔سورہ آل عمران، آیت۔۶۱۔

(۸) بخاری: کتاب أحادیث الانبیاء۔باب قولہ تعالیٰ: واتخذ الله ابراهیم خلیلا۔ج۷ص ۲۰۸۔

☆ ☆ ☆

دوسری فصل

نسوانی شخصیت کے چند خدوخال

بخاری اور مسلم کی روشنی میں

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”خواتین مردوں کے ہم مرتبہ ہیں“۔ (ابوداؤد)(۱)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دور جاہلیت میں ہم عورتوں کو کسی شمار قطار میں نہیں لاتے تھے، تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے متعلق آیات نازل فرمائیں اور ان کے لئے قسمیں کھائیں۔ (بخاری و مسلم) (۲)

دوسری روایت میں ہے کہ جاہلیت میں ہم عورتوں کو کسی شمار میں نہیں لاتے تھے، جب اسلام آیا اور اللہ نے خواتین کا تذکرہ کیا تو ہم نے اپنے اوپر ان کا حق سمجھا۔ (بخاری)(۳)

عورت کی مستقل بالذات شخصیت

روز اول ہی سے دعوت اسلامی کی قبولیت میں مرد کے ساتھ عورت بھی شریک رہی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آیت کریمہ وأنذر عشیرتك الأقربین (آپ اپنے کنبہ کے عزیزوں کو ڈراتے رہیئے) نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر فرمایا: اے قریشیو! اپنے لئے خرید لو، میں تمہیں اللہ سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکتا، اے بنو عبد مناف! میں تمہیں اللہ سے کچھ بے نیاز نہیں کر سکتا! اے عباس بن عبد المطلب، میں آپ کو اللہ سے کچھ بھی مستغنی نہیں کر سکتا، اے رسول اللہ کی پھوپی صفیہ، میں آپ کو اللہ سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکتا اور اے محمد کی بیٹی فاطمہ، مجھ سے جو میری دولت چاہو، مانگ لو لیکن میں اللہ سے تمہیں کچھ بھی

بے نیاز نہیں کر سکتا"۔ (بخاری و مسلم)(۴)

دین جدید پر ایمان لانے میں شوہر پر سبقت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں اور میری والدہ مستضعفین میں سے تھے، میں بچوں میں اور والدہ عورتوں میں تھیں۔ (بخاری)(۵)

اس حدیث کے عنوان میں امام بخاریؒ لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ اپنی والدہ کے ساتھ مستضعفین میں تھے، اپنے والد کے ساتھ ان کی قوم کے دین پر نہیں تھے۔

تعلیم و تربیت کا حق

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص لڑکیوں کا کسی بھی معاملہ میں سرپرست ہو اور ان کے ساتھ احسان کرے تو وہ اس کے لئے جہنم سے حفاظت بنیں گی۔" (بخاری و مسلم)(٦)

تعلیم اور تربیت سے بڑھ کر اور کون سا بڑا احسان لڑکیوں کے لئے ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص کے پاس کوئی باندی ہو اور وہ اسے اچھی تعلیم و تربیت سے آراستہ کرے، پھر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کرلے تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے......"۔ (بخاری)(۷)

جب باندی کو بہترین تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنے کی ہدایت دی جا رہی ہے تو بیٹیوں کو اس زیور سے آراستہ کرنا کس قدر اہمیت رکھتا ہے اور سب سے بہتر تعلیم و تربیت حسن اخلاق اور علم نافع ہے۔ حسن اخلاق کی بنیاد تو یکساں رہتی ہے لیکن علم نافع کی نوعیت ہر دور کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔

روایت حدیث اور اس کی اشاعت میں حصہ

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: کسی خاتون کے بارے میں یہ منقول نہیں ہے کہ کسی حدیث کے سلسلہ میں انھوں نے کذب بیانی سے کام لیا ہو۔ (۸)

علامہ شوکانی لکھتے ہیں: علماء میں کسی سے یہ منقول نہیں ہے کہ انھوں نے کسی خاتون کی

روایت کو محض اس کے خاتون ہونے کی وجہ سے رد کردیا ہو، کتنی ہی احادیث جو صرف ایک خاتون صحابی سے منقول ہیں، امت میں قبول عام حاصل کرچکی ہیں۔ علم حدیث کا معمولی علم رکھنے والا بھی اس بات کاانکار نہیں کرے گا۔(۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہمارے دین میں ایسی نئی چیز ایجاد کی جودین میں نہیں ہے تووہ قابل رد ہے۔(بخاری و مسلم)(۱۰)

اجتماعی عبادات میں شرکت

فرض نماز

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: مومن عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی لپٹائی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز فجر میں شریک ہوتی تھیں، نماز سے فارغ ہوکر اپنے گھروں کولوٹتی تھیں، تاریکی کی وجہ سے انھیں کوئی پہنچان نہیں پاتا تھا۔(بخاری و مسلم)(۱۱)

نماز کسوف

حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سورج گرہن کے وقت میں زوجہ مطہرہ رسولؐ حضرت عائشہؓ کے پاس آئی، دیکھا کہ لوگ نماز میں کھڑے ہیں اور حضرت عائشہؓ بھی نماز پڑھ رہی ہیں، میں نے پوچھا: کیابات ہے؟ انھوں نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی جانب اشارہ کیا اور کہا: اللہ ہی کی ذات پاک ہے، میں بولی: نشانی ہے؟ بولیں: ہاں، ہاں پھر میں بھی نماز کے لئے کھڑی ہوگئی، یہاں تک کہ مجھ پر بے ہوشی طاری ہونے لگی، تو میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی، جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنابیان کی اور فرمایا:......"۔(بخاری و مسلم)(۱۲)

نماز جنازہ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: جب حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ازواج مطہرات نے اطلاع بھجوائی کہ ان کے جنازہ کو مسجد کے پاس سے لے جایا جائے، وہ ان پر نماز جنازہ پڑھیں گی، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حجرات کے قریب جنازہ رکھا گیا اور انھوں نے ان پر نماز جنازہ

پڑھی......"۔(مسلم)(۱۳)

اسی طرح خواتین نے رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ امام نووی فرماتے ہیں (جمہور کے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ پر لوگوں نے انفرادی نماز جنازہ پڑھی، ایک گروہ آتا اور انفرادی نماز ادا کر کے نکل جاتا، پھر دوسرا گروہ آتا، آخر میں مردوں کے بعد عورتیں داخل ہوئیں پھر بچے داخل ہوئے۔(۱۴)

اعتکاف

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخیر عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔ وفات تک یہ معمول رہا، آپ کے بعد ازواج مطہرات نے اعتکاف کیا۔ (بخاری)(۱۵)

حج

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیماری کی شکایت کی آپ نے فرمایا: تم سواری پر ہی لوگوں کے پیچھے طواف کرلو، میں نے طواف کیا، اس وقت رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے قریب نماز میں سورہ "والطور و کتاب مسطور" پڑھ رہے تھے۔

(بخاری و مسلم)(۱۶)

عمومی پروگراموں میں شرکت

تقریب شادی

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے کچھ بچوں اور عورتوں کو کسی شادی سے لوٹتے ہوئے دیکھا، تو اٹھ کر کھڑے ہوئے اور تین بار فرمایا: تم سب میرے سب سے زیادہ محبوب لوگوں میں ہو"۔(بخاری و مسلم)(۱۷)

تہوار عید

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "......ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ عید کے دن ہم پردہ نشیں خواتین اور حائضہ عورتوں کو بھی ساتھ لے کر عید گاہ کے لئے نکلیں، حائضہ خواتین مردوں

کے پیچھے رہیں اور ان کی تکبیر ودعا میں شریک ہوں اور روز عید کی برکت وطہارت سے فیضیاب ہوں۔ "ایک دوسری روایت میں ہے (۱۸) "تاکہ وہ خیبر اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہوں"۔ (بخاری و مسلم)(۱۹)

تقریب استقبالیہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: "ہجرت کے روز رات کے وقت ہم مدینہ پہنچے، تو مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئیں، چھوٹے بچے اور خدام راستوں میں پھیل گئے اور یا محمد یا رسول اللہ کی صدائیں لگانے لگے۔ (مسلم)(۲۰)

معاشرہ کی خدمت میں شرکت (متنوع سماجی سرگرمی)

اجنبی مہمانوں کے لئے طعام ورہائش

حضرت فاطمہ بنت قیس سے مروی ہے: ......ام شریک ایک مالدار انصاری خاتون تھیں۔ راہ خدا میں کثرت سے خرچ کرتی تھیں، ان کے پاس مہمان ٹھہرتے تھے۔ (مسلم)(۲۱)

بیماروں کی دیکھ ریکھ

حضرت ام علا فرماتی ہیں: ......حضرت عثمان بن مظعون ہمارے پاس بیمار ہوگئے۔ میں نے ان کی وفات تک ان کی تیمارداری کی۔ (بخاری)(۲۲)

معاشرہ کی حفاظت اور رہنمائی میں شرکت (متنوع سیاسی سرگرمی)

معاشرۂ کفر سے فرار کے لئے اپنے وطن سے ہجرت

حضرت مروان اور مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں "...... مومن خواتین ہجرت کر کے آئیں، ان میں حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بھی تھیں، سن بلوغت کو پہنچ چکی تھیں، ان کے خاندان والوں نے حضور ﷺ کے پاس آکر ان کی واپسی کا مطالبہ کیا، لیکن آپ نے انھیں واپس نہیں کیا......"۔ (بخاری)(۲۳)

ظالم حکمراں کو جواب

حضرت ابو نوفل فرماتے ہیں:...... حضرت عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد حجاج بن یوسف ثقفی حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور کہا: دیکھا میں نے دشمن خدا کے ساتھ کیسا سلوک کیا: وہ بولیں تم نے اس کی دنیا خراب کر دی اور اس نے تمہاری آخرت تباہ کر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بتایا تھا کہ قبیلۂ ثقیف میں ایک جھوٹا ہو گا اور ایک ہلاک کرنے والا۔ جھوٹے کو میں دیکھ چکی ہوں، ہلاک کرنے والا میرے خیال میں تم ہی ہو، حجاج یہ سن کر اٹھا اور کوئی جواب دیے بغیر چلا گیا۔ (مسلم)(۲۴)

فوج میں شرکت: (اپنی طبیعت و مزاج سے ہم آہنگ کاموں میں)

اولین طبّی امداد، نقل و حمل اور حفاظت

حضرت ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں: ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ میں شریک ہوتے، لوگوں کو پانی پلاتے، خدمت کرتے اور مقتولین و زخمیوں کو مدینہ منتقل کرتے تھے۔ (بخاری)(۲۵)

جنگ کی صفوں کے پیچھے تیمار داری اور فراہمی غذا

حضرت ام عطیہ انصاریہ فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی۔ لوگوں کے پیچھے رہ کر میں ان کے لئے کھانا بناتی، زخمیوں کا علاج کرتی اور بیماروں کی تیمار داری کرتی۔ (مسلم)(۲٦)

ملازمت میں شرکت: (جو خانگی ذمہ داریوں سے ٹکراتی نہ ہو)

زراعت

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میری خالہ کو طلاق ہو گئی تو انھوں نے (دوران عدت) پھل توڑنے کا کام کرنا چاہا، ایک شخص نے انھیں گھر سے نکلنے پر ڈانٹا تو وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور دریافت کیا، آپؐ نے فرمایا: ٹھیک ہے پھل توڑو، شاید اس کے ذریعہ تم کچھ صدقہ کر لو یا

کوئی اور اچھا کام کرلو۔ (مسلم)(۲۷)

گلہ بانی

حضرت سعد بن معاذ فرماتے ہیں: حضرت کعب بن مالک کی ایک باندی سلع پہاڑی پر بکریاں چرایا کرتی تھی، ایک بکری زخمی ہو گئی تو اس نے اسے پکڑا اور پتھر سے ذبح کرلیا، نبی ﷺ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اسے کھاؤ"۔ (بخاری)(۲۸)

تیمار داری

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: غزوۂ خندق میں حضرت سعد زخمی ہو گئے، رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں ان کے لئے خیمہ لگوایا تاکہ قریب سے ان کی عیادت کریں۔ (بخاری)(۲۹)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ......رسول اللہ ﷺ نے اپنی مسجد کے قریب حضرت رفیدہ کے خیمہ میں ٹھہرایا، وہ زخمیوں کا علاج کیا کرتی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا: انھیں اس کے خیمہ میں رکھو تاکہ میں قریب سے ان کی عیادت کروں"۔ (۳۰)

خاندان میں مقام

صالح بیوی سب سے بہتر متاع دنیا

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا ایک متاع ہے اور اس کی سب سے بہتر متاع صالح عورت ہے۔ (مسلم)(۳۱)

انتخاب شوہر کا حق

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شوہر آشنا عورت کا نکاح اس کی اجازت سے ہی کیا جائے گا اور کنواری لڑکی کا نکاح اس کی اجازت سے ہی کیا جائے گا۔

(بخاری و مسلم)(۳۲)

زوجین میں خاندانی ذمہ داریوں کی تقسیم

مرد کی ذمہ داریاں

(الف) قوامیت: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "......اور مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور ان سے متعلق جواب دہ ہوگا"۔ (بخاری و مسلم) (۳۳)

(ب) نفقہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "......معروف طریقہ پر ان کا کھانا اور کپڑا تمہارے ذمہ ہے......"۔ (مسلم) (۳۴)

عورت کی ذمہ داریاں

(الف) بچوں کی پرورش اور تربیت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "......اور عورت اپنے شوہر کے گھر والوں پر نگہبان ہے اور ان سے متعلق جواب دہ۔" (مسلم و بخاری) (۳۵)

(ب) گھریلو امور کا انتظام

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "......اور عورت اپنے شوہر کے گھر والوں پر نگہبان ہے اور ان سے متعلق جواب دہ۔" (بخاری و مسلم) (۳۶)

ذمہ داریوں کی حسن ادائیگی میں باہمی تعاون

قوامیت میں تعاون

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: "......زمانۂ جاہلیت میں ہم عورتوں کو کسی شمار میں نہیں لاتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سے متعلق آیات نازل فرمائیں اور ان کے لئے قسمیں کھائیں۔ ایک مرتبہ میں کسی معاملہ میں غور کر رہا تھا کہ میری بیوی بولی: آپ اس طرح کر لیجئے، میں نے کہا تمہیں اس سے کیا مطلب! میرے معاملے میں تم کیوں دخل انداز ہو رہی ہو؟ وہ بولی: ابن خطاب آپ پر تعجب ہے، میری دخل اندازی آپ کو پسند نہیں، حالانکہ آپ کی

صاحبزادی رسول اللہ ﷺ کے معاملہ میں دخل اندازی کرتی ہیں، یہاں تک کہ آپؐ دن بھر ناراض رہتے ہیں"۔ (بخاری و مسلم۔۳۷)

اخراجات میں تعاون

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "تمہارے اور تمہارے بچے اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ تم ان پر صدقہ کرو۔" (بخاری)(۳۸)

بچوں کی پرورش وتربیت میں تعاون

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تمہارے بچوں کا تم پر حق ہے۔" (مسلم)(۳۹)

گھریلو انتظامات میں تعاون

حضرت اسود کہتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی ﷺ اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ بولیں: گھر کے کاموں میں شریک رہتے تھے، جب نماز کا وقت آتا تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ (بخاری)(۴۰)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث، جسے احمد ابن سعد نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے، میں یہ بھی ہے کہ وہ بولیں: آپ اپنے کپڑے سلتے، جوتے گانٹھ لیتے اور وہ تمام کام کرتے جو دوسرے مرد اپنے گھروں میں کرتے ہیں۔ (۴۱)

اللہ کی طرف سے عورت کی تکریم: (ماں کے روپ میں)

والدۂ حضرت جریج کا واقعہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آغوش مادر میں صرف تین بچوں نے بات کی، حضرت عیسیٰ ابن مریم اور صاحب حضرت جریج۔ حضرت جریج ایک عبادت

گزارپارسا آدمی تھے۔ ایک خانقاہ بناکر رہتے تھے۔ ان کی والدہ آئیں وہ نماز میں مشغول تھے،والدہ نے آواز دی: اے جریج، حضرت جریج نے دل میں کہا: پروردگار، ایک جانب والدہ ہیں اور دوسری جانب نماز، پھر نماز میں مشغول رہے اور والدہ واپس ہو گئیں۔ دوسرے دن آئیں، حضرت جریج آج بھی نماز پڑھ رہے تھے، وہ پکاریں: اے جریج، حضرت جریج نے پھر دل میں سوچا: اے رب ادھر ماں ہیں ادھر نماز، یہ سوچ کر نماز میں مصروف رہے۔ والدہ لوٹ گئیں۔ تیسرے دن پھر آئیں، حضرت جریج نماز ہی میں تھے انھوں نے آواز دی، حضرت جریج نے پھر یہی دل میں سوچا کہ یا پروردگار! والدہ کو جواب دوں یا نماز جاری رکھوں اور نماز ہی میں مصروف رہے، والدہ نے بد دعا کی: اے اللہ اسے اس وقت تک موت نہ دے جب تک بدکار عورت کا منہ نہ دیکھ لے۔ بنو اسرائیل میں جریج کی عبادت وریاضت کا چرچا ہونے لگا۔ ایک فاحشہ عورت تھی، جو اپنی جمال آرائی کیا کرتی تھی۔ لوگوں سے کہنے لگی: اگر تم لوگ کہو تو میں اسے گمراہ کردوں۔ اس نے انھیں شکار بنانا چاہا لیکن انھوں نے اس کی جانب توجہ نہیں دی۔ تب وہ ایک چرواہا، جو خانقاہ میں آیا کرتا تھا، کے پاس گئی اسے ورغلا کر اس سے ہمبستر ہوئی اور حاملہ ہو گئی جب بچہ پیدا ہوا تو لوگوں سے بولی کہ یہ جریج کا بچہ ہے۔ لوگ حضرت جریج کے پاس آئے، انھیں باہر نکالا اور خانقاہ کو زمین بوس کر دیا اور انھیں مارنے لگے۔ انھوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا تم نے اس فاحشہ کے ساتھ منہ کالا کیا ہے اور تم سے اس کا بچہ پیدا ہوا ہے۔ بولے بچہ کہاں ہے؟ لوگ بچہ کو لے کر آئے تو انھوں نے کہا: اچھا مجھے نماز پڑھنے دو، نماز پڑھی پھر بچہ کے پاس آئے اور اس کے پیٹ میں انگلی سے مار کر پوچھا: اے بچہ تمہارا باپ کون ہے؟ بچہ نے کہا: فلاں چرواہا، یہ دیکھ کر لوگ حضرت جریج کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور عرض گذار ہوئے کہ ہم آپ کی خانقاہ سونے سے بنوا دیتے ہیں انھوں نے فرمایا: نہیں، جس طرح مٹی کی تھی، ویسی ہی بنادو۔ لوگوں نے ویسی ہی بنادی۔" (بخاری و مسلم) (۴۲)

بیوی کے روپ میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول، یہ خدیجہ ہیں۔ جب وہ آئیں تو انھیں ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہیے......"۔ (بخاری و مسلم) (۴۳)

بیٹی کی حیثیت سے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ سے فرمایا: "...... کیا تمہیں پسند نہیں ہے کہ تم خواتین اہل جنت اور خواتین مومنین کی سردار بنو؟"۔ (بخاری) (۴۴)

رسول خدا کی جانب سے عورت کی تکریم

والدہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی تو رونے لگے دوسرے لوگ بھی رو پڑے پھر فرمایا: "میں نے اپنے رب سے اجازت چاہی کہ والدہ کے لئے دعائے مغفرت کروں لیکن اجازت نہیں ملی، پھر میں نے اجازت چاہی کہ ان کی قبر کی زیارت کروں تو زیارت کی اجازت دی گئی، تم لوگ قبروں کی زیارت کرو، یہ موت کو یاد دلاتی ہے۔" (مسلم) (۴۵)

زوجہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ازواج مطہرات میں کسی پر مجھے اتنا رشک نہیں آیا جس قدر حضرت خدیجہ پر آیا حالانکہ میں نے انھیں دیکھا بھی نہیں مگر رسول اکرم ﷺ کثرت سے ان کا ذکر فرماتے تھے، جب بکری ذبح کرتے تو اس کے گوشت کے ٹکڑے بنا کر حضرت خدیجہ کی سہیلیوں میں بھیجتے تھے، کبھی کبھی میں ان سے کہتی: کیا دنیا میں ایک خدیجہ ہی خاتون ہیں؟ تو آپؐ فرماتے: وہ ایسی تھیں اور ایسی تھیں اور ان سے میری اولاد ہوئیں۔" (بخاری و مسلم) (۴۶)

صاحبزادی

حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "فاطمہ میرا ایک ٹکڑا ہے، جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔" (بخاری و مسلم) (۴۷)

پوتی

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور اپنی صاحبزادی حضرت زینب کی ابوالعاص بن ربیعہ بن عبد شمس سے ہونے والی بیٹی امامہ کو اٹھائے ہوتے تھے، جب سجدہ میں جاتے تو اتار دیتے اور اٹھتے تو اٹھا لیتے تھے۔" (بخاری و مسلم) (۴۸)

عام خواتین

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے کہ نبی کریم ﷺ نے خواتین اور بچوں کو کسی تقریب سے واپس آتے ہوئے دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا: "تم سب میرے محبوب لوگوں میں ہو۔" تین بار یہ جملہ دہرایا۔" (بخاری و مسلم) (۴۹)

☆ ☆ ☆

حوالہ جات

(۱) دیکھئے: صحیح جامع صغیر۔حدیث نمبر ۲۳۲۹۔

(۲) بخاری: کتاب التفسیر، سورہ تحریم۔باب تبتغی مرضات ازواجك۔ج ۱۰ ص ۲۸۳۔

مسلم: کتاب الطلاق۔باب فی الایلاء واعتزال النساء۔ج ۴ ص ۱۹۰۔

(۳) بخاری: کتاب اللباس۔باب ماکان النبیؐ یتجوز من اللباس والبسط ۔ج ۱۲ ص ۳۱۸۔

(۴) بخاری: کتاب التفسیر، سورہ شعراء۔باب وانذر عشیرتك الاقربین۔ج ۱۰ ص ۱۲۰۔

مسلم: کتاب الایمان۔باب فی قولہ: وانذر عشیرتك الاقربین۔ج ۱ ص ۱۳۳۔

(۵) بخاری: کتاب الجنائز۔باب اذا اسلم الصبی۔ج ۳ ص ۳۶۴۔

(٦) بخاری: کتاب الادب۔باب رحمة الولد وتقبیله ۔ج ۱۳ ص ۳۳۔

مسلم: کتاب البر والصلہ۔باب فضل الاحسان إلی البنات۔ج ۸ ص ۳۸۔

(۷) بخاری: کتاب النکاح۔باب اتخاذ اسراری......ج ۱۱ ص ۲۸۔

(۸) دیکھئے: مقدمہ المیزان للذهبی، تحقیق ابوالفضل ابراہیم۔

(۹) نیل الاوطار۔ج ۸ ص ۱۲۲۔

(۱۰) بخاری: کتاب الصلح۔باب اذا اصلحوا علی صلح جور......ج ٦ ص ۲۳۰۔

مسلم: کتاب الاقضیہ۔باب نقض الأحکام الباطله......ج ۵ ص ۱۳۲۔

(۱۱) بخاری: کتاب الصلاة۔باب وقت الفجر......ج ۲ ص ۱۹۵۔

مسلم: کتاب المساجد۔باب استحباب التکبیر۔ج ۲ ص ۱۱۸۔

(۱۲) بخاری: کتاب الوضوء۔باب من لم یتوضا الا من الغشی المثقل۔ج ۱ ص ۳۰۰۔

مسلم: کتاب صلاۃ الکسوف۔باب ما عرض علی النبیؐ فی صلاة الکسوف۔ج ۳ ص ۳۲

(۱۳) مسلم: کتاب الجنائز۔باب الصلاة علی الجنازة فی المسجد۔ج ۳ ص ٦۳۔

(۱۴) دیکھئے: شرح نووی علی مسلم۔ج ۷ ص ۳٦۔

(۱۵) بخاری: کتاب الصوم۔باب الاعتکاف فی العشر الاواخر۔ج ۵ ص ۱۷۷۔

(۱۶) بخاری: کتاب الصلاۃ۔باب ادخال البعیر المسجد لعلۃ۔ج ۲ ص ۱۰۳۔

مسلم: کتاب الحج۔باب جواز الطواف علی بعیر وغیرہ۔ج ۴ ص ۶۸۔

(۱۷) بخاری: کتاب مناقب الانصار۔باب قول النبیؐ للانصار۔ج ۸ ص ۱۱۴۔

مسلم: کتاب فضائل الصحابہ۔باب من فضائل الانصار۔ج ۷ ص ۱۷۴۔

(۱۸) بخاری: کتاب الحیض۔باب شهود الحائض للعیدین۔ج ۱ ص ۴۳۹۔

(۱۹) مسلم: کتاب صلوۃ العیدین۔باب التکبیر فی ایام منی۔ج ۳ ص ۱۱۵۔

مسلم: کتاب صلوۃ العیدین۔باب الرخصۃ فی اللعب۔ج ۳ ص ۲۲۔

(۲۰) مسلم: کتاب الزہد والرقائق۔باب فی حدیث الهجرۃ۔ج ۸ ص ۲۳۷۔

(۲۱) مسلم: کتاب الفتن۔باب فی خروج الدجال۔ج ۸ ص ۲۰۳۔

(۲۲) بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبیؐ۔باب مقدم النبیؐ۔ج ۸ ص ۲۶۶۔

(۲۳) بخاری: کتاب الشروط۔باب ما یجوز من الشروط فی الاسلام۔ج ۶ ص ۲۴۱۔

(۲۴) مسلم: کتاب فضائل الصحابہ۔باب ذکر کذاب ثقیف ومبیرها۔ج ۷ ص ۱۹۰۔

(۲۵) بخاری: کتاب الجہاد۔باب رد النساء القتلی۔ج ۶ ص ۲۲۰۔

(۲۶) مسلم: کتاب الجہاد۔باب نساء الغازیات۔ج ۵ ص ۱۹۹۔

(۲۷) مسلم: کتاب الطلاق۔باب جواز خروج المعتدۃ البائن۔ج ۴ ص ۲۰۰۔

(۲۸) بخاری: کتاب الذبائح۔باب ذبیحۃ المراۃ والأمۃ۔ج ۱۲ ص ۱۵۔

(۲۹) بخاری: کتاب المغازی۔باب مرجع النبی من الاحزاب۔ج ۸ ص ۴۱۶۔

مسلم: کتاب الجہاد والسیر۔ باب جواز قتال من نقض العهد۔ج ۵ ص ۱۶۰۔

(۳۰) فتح الباری۔ج ۸ ص ۴۱۵

(۳۱) مسلم: کتاب النکاح۔باب خیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ۔ج ۴ ص ۱۷۸۔

(۳۲) بخاری: کتاب النکاح۔باب لا ینکح الأب۔ج ۱۱ ص ۹۶۔

مسلم: کتاب النکاح۔باب استئذان الثیب۔ج ۴ ص ۱۴۰۔

(۳۳) بخاری: کتاب النکاح۔ باب قوا انفسکم۔ ج۱۱ص ۱۶۳۔
مسلم: کتاب الامارۃ۔ باب فضیلۃ الامام العادل۔ ج ۶ ص ۸۔

(۳۴) مسلم: کتاب الحج۔ باب حجۃ النبیؐ ۔ ج۴ ص ۴۱۔

(۳۵) بخاری: کتاب الاحکام۔ باب قولہ تعالی ،واطیعوا اللہ ۔ ج۱۶ص ۲۲۹۔
مسلم: کتاب الامارۃ۔ باب فضیلۃ الامام العادل۔ ج۶ ص ۸۔

(۳۶) بخاری: کتاب النکاح۔ باب قوا انفسکم۔ ج۱۱ص ۱۶۳۔
مسلم: کتاب الامارۃ۔ باب فضیلۃ الامام العادل۔ ج۶ ص ۸۔

(۳۷) بخاری: کتاب التفسیر۔ باب تبتغی مرضات ازواجك۔ ج۱۰ص ۲۸۳۔
مسلم: کتاب الطلاق۔ باب فی الإیلاء واعتزال النساء۔ ج ۴ص ۱۹۲۔

(۳۸) بخاری: کتاب الزکوۃ۔ باب الزکوۃ علی الاقارب۔ ج۴ ص ۶۸۔

(۳۹) مسلم: کتاب الصیام۔ باب النھی عن صوم الدھر۔ ج۶ ص ۱۶۳۔

(۴۰) بخاری: کتاب ابواب الآذان۔ باب من کان فی حاجۃ۔ ج ۲ص ۳۰۳۔

(۴۱) فتح الباری۔ ج۱۳ص ۷۰۔

(۴۲) بخاری: کتاب احادیث الانبیاء۔ باب قولہ تعالی واذکر فی الکتاب مریم ۔ ج۷ ص ۲۸۷۔
مسلم: کتاب البر والصلہ۔ باب تقدیم بر الوالدین۔ ج۸ ص ۳۔

(۴۳) بخاری: کتاب مناقب الانصار۔ باب تزویج النبیؐ خدیجہ۔ ج۸ ص ۱۳۸۔
مسلم: کتاب فضائل الصحابہ۔ باب فضل خدیجہ ام المومنین۔ ج۷ ص ۱۴۴۔

(۴۴) بخاری: کتاب احادیث الانبیاء۔ باب علامات النبوۃ فی الاسلام۔ ج ۷ ص ۱۴۰۔

(۴۵) بخاری: کتاب الجنائز۔ باب استئذان النبیؐ ربہ۔ ج۳ ص ۶۵۔

(۴۶) بخاری: کتاب مناقب الانصار۔ باب تزویج النبیؐ خدیجہ۔ ج۸ ص ۱۳۶۔
مسلم: کتاب فضائل الصحابہ۔ باب فضائل خدیجہ۔ ج۷ ص ۱۳۴۔

(۴۷) بخاری: کتاب المناقب۔ باب مناقب قرابۃ رسول اللہؐ۔ ج۸ ص ۸۰۔
مسلم: کتاب فضائل الصحابہ۔ باب فضائل فاطمہ بنت النبیؐ ۔ ج۷ ص ۱۴۱۔

(۴۸) بخاری: کتاب الصلاۃ۔ باب اذا حمل جاریۃ صغیرۃ ۔ج۲ص۷ ۱۳۔
مسلم: کتاب المساجد۔ باب جواز حمل الصبیان فی الصلاۃ ۔ج۲ص۷۳۔

(۴۹) بخاری: کتاب المناقب۔ باب قول النبی للانصار: انتم احب الناس الیّ۔ج۸ص۱۱۴۔
مسلم: کتاب فضائل الصحابہ۔ باب من فضائل الأنصار۔ج۷ص۱۴۷ا۔

☆ ☆ ☆

تیسری فصل

شخصیت کی قوت اور حقوق فرائض کا پختہ شعور
چند نمونے

علم کے مزید مواقع کے لئے رسول اللہ ﷺ سے خواتین کا مطالبہ:

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور بولی: اے اللہ کے رسول! مرد حضرات ہی آپ کی گفتگو سے مستفید ہوتے ہیں۔ (مسلم کی ایک روایت میں ہے) (۱): خواتین نے حضور ﷺ سے عرض کیا: مرد آپ سے استفادہ میں ہم سے سبقت لے جاتے ہیں)۔ لہذا آپ اپنی طرف سے ہمارے لئے کوئی دن متعین کر دیجئے، اس دن ہم آپ کے پاس حاضر ہو جایا کریں تاکہ اللہ نے جو علم آپؐ کو دیا ہے آپؐ ہمیں اس کی تعلیم دیں۔ آپؐ نے فرمایا: "تم عورتیں فلاں دن فلاں مقام پر جمع ہو جایا کرو۔" وہ سب اس جگہ جمع ہو گئیں، پھر رسول اللہؐ تشریف لائے اور عورتوں کو تعلیم دی، پھر فرمایا! "تم میں سے جس عورت کی زندگی میں اس کے تین بچے وفات پا جائیں، وہ بچے اس کے لئے دوزخ سے حفاظت کا ذریعہ بنیں گے۔" ایک عورت نے سوال کیا: اے اللہ کے رسولؐ! دو کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ابو سعید کہتے ہیں اس نے سوال کو پھر دہرایا، تو آپؐ نے فرمایا: دو، دو اور دو بھی"۔ (بخاری و مسلم) (۲)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: (اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ صحابہؓ کی عورتیں دینی مسائل سیکھنے کی بہت زیادہ خواہشمند رہا کرتی تھیں)۔

یہ حقیقت ہے کہ اس حدیث میں عورتوں کی طرف سے شدید خواہش کا اظہار ملتا ہے یہاں تک کہ انھوں نے رسول اللہؐ کی احادیث سننے کے لئے مسجد میں مردوں کے ساتھ شریک

ہونے کو کافی نہیں سمجھا اور اپنے لئے مخصوص نشست کی خواہش کی۔ رسول اللہؐ نے عورتوں کی اس خواہش سے اتفاق کرتے ہوئے ان کے مطالبہ کو قبولیت سے نوازا۔

حضرت اسماء بنت شکلؓ کا دینی مسائل کو سمجھنے میں شرم و حیا نہ کرنا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت شکلؓ نے غسل حیض کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی عورت پانی اور کپڑا یا روئی کا ٹکڑا لے، اس سے پاکی حاصل کرے اور اچھی طرح پاکی حاصل کرے، پھر اپنے سر پر پانی بہائے اور سر کو خوب اچھی طرح رگڑ کر اس طرح دھوئے کہ پانی اس کے بالوں کی جڑ تک پہنچ جائے اور پھر دوبارہ اس پر پانی بہائے، اس کے بعد روئی یا کپڑے کا خوشبو آمیز ٹکڑا لے اور اس سے پاکی حاصل کرے۔ اسماءؓ نے پوچھا: اس سے کیسے پاکی حاصل کی جائیگی؟ آپؐ نے کہا: "سبحان اللہ، تم اسی کے ذریعہ پاکی حاصل کیا کرو"۔ حضرت عائشہؓ نے کہا، گویا وہ اس کو چھپا رہی ہوں: خون بند ہونے کے بعد ایسا کروگی۔ حضرت اسماءؓ نے غسل جنابت کے بارے میں پوچھا، آپؐ نے فرمایا: عورت پانی سے پاکی حاصل کرے اور خوب اچھی طرح پاکی حاصل کرے، پھر اپنے سر پر پانی بہائے اور اسے رگڑ کر دھوئے کہ پانی اس کے بالوں کی جڑ تک پہنچ جائے، پھر دوبارہ اپنے سر کے اوپر سے پانی بہائے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: انصار کی عورتیں کتنی اچھی ہیں، دینی مسائل کو سمجھنے میں حیا ان کے لئے مانع نہیں ہوتی۔

صحیح حکم سے واقفیت کے لئے حضرت سبیعہ بنت حارثؓ کی جدوجہد

حضرت سبیعہ بنت حارثؓ سے روایت ہے وہ حضرت سعد بن خولہؓ کی بیوی تھیں۔ حضرت سعدؓ بنو عامر بن لوئی سے تھے، غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ حجۃ الوداع میں جب ان کی وفات ہوئی، حضرت سبیعہؓ اس وقت حاملہ تھیں۔ شوہر کی وفات کے کچھ دنوں بعد بچہ کی ولادت ہوئی جب وہ نفاس سے پاک ہوگئیں تو پیغام نکاح کے لئے زیب و زینت کرنے لگیں، ایک دن (قبیلہ بنو عبدالدار کے ایک شخص) ابو السنابل بن بعکک ان کے پاس آئے اور کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تم زینت کرتی ہو، کیا نکاح کرنا چاہتی ہو؟ بخدا تم اس وقت تک نکاح نہیں کرسکتی جب تک کہ تم پر چار مہینہ دس دن نہ گذر جائیں۔ حضرت سبیعہؓ کہتی ہیں کہ جب انھوں نے مجھ سے یہ کہا تو کپڑے پہن کر شام

کو میں رسول اللہؐ کے پاس آئی اور اس مسئلہ کے بارے میں پوچھا۔ آپؐ نے فتویٰ دیا کہ ولادت کے بعد ہی میں عدت سے نکل چکی ہوں اور میں چاہوں تو شادی کر سکتی ہوں۔ (بخاری و مسلم)(۳)

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: سبیعہ کے واقعہ میں فوائد کے کئی پہلو ملتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ سبیعہ کے اندر شوق اور ذہانت پائی جاتی تھی، جس وقت انھیں ابن السنابل کی بات میں تردد ہوا، انھوں نے خدمت نبویؐ میں آکر مسئلہ معلوم کیا۔ اسی طرح جس شخص کو بھی اجتہادی مسائل میں کسی مفتی یا حاکم کے فتویٰ میں تردد محسوس ہو اسے چاہیے کہ اس مسئلہ کے بارے میں نص کی تلاش کرے۔ اور ایک فائدہ کا پہلو یہ بھی سامنے آیا کہ عورتوں کو اپنے مسائل براہ راست پوچھ لینے چاہئیں، خواہ ان مسائل کے بارے میں پوچھنے سے عورتیں شرم محسوس کرتی ہوں۔

قبیلۂ خثعم کی ایک خاتون والد کی نیابت میں ادائیگی حج کا حکم دریافت کرتی ہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو فضل بن عباسؓ رسول اللہؐ کے ساتھ اونٹنی پر سوار تھے۔ قبیلۂ خثعم کی ایک خوب رو عورت مسئلہ پوچھنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے سامنے آئی اور کہا: اے اللہ کے رسول! اللہؐ کی طرف سے اس کے بندوں پر حج فرض ہے، لیکن میرے والد بہت بوڑھے ہو چکے ہیں، اونٹنی پر سیدھی طرح بیٹھ بھی نہیں سکتے تو کیا میں ان کی طرف سے ان کے بدلہ حج ادا کر سکتی ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ (بخاری و مسلم)(۴)

شوہر کے انتخاب کا عورت کو حق

اپنی شادی پر حضرت خنساء بنت خدامؓ کا اظہار ناپسندیدگی:

حضرت قاسم سے روایت ہے کہ قبیلۂ جعفر کی ایک عورت کو یہ اندیشہ تھا کہ اس کی ناپسندیدگی کے باوجود اس کا ولی کہیں اس کی شادی نہ کرادے۔ انھوں نے قبیلۂ انصار کے دو بزرگ عبدالرحمٰن اور مجمع بن جاریہ کو یہ بات کہلا بھیجی، تو ان دونوں نے کہا: تمہیں خدشہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ حضرت خنساء بنت خدامؓ کا نکاح ان کے نہ چاہنے کے باوجود ان کے والد نے کرا دیا تھا تو آپؐ نے اس نکاح کو ختم کروا دیا۔ (بخاری)(۵)

رسول اللہ کی سفارش کے باوجود حضرت بریرہؓ کا اپنے حق کا استعمال

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ حضرت بریرہؓ کے سلسلہ میں حدیث میں تین احکام آئے ہیں، ان میں سے ایک یہ کہ وہ آزاد کی گئیں ہیں اور پھر شوہر کے سلسلہ میں انھیں اختیار دیا گیا۔ (بخاری و مسلم) (۶)

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ بریرہؓ کے شوہر ایک غلام تھے جن کا نام مغیثؓ تھا۔ میں ان کو دیکھتا تھا کہ وہ بریرہؓ کے پیچھے سرگرداں رہتے اور روتے رہتے، یہاں تک کہ ان کے آنسو ان کی داڑھی سے ہو کر بہنے لگتے۔ آپؐ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا: اے عباسؓ! کیا تمھیں اس بات پر تعجب نہیں ہوتا کہ مغیث کو بریرہؓ سے کتنی محبت ہے اور بریرہؓ کو مغیث کتنا ناپسند ہے؟ پھر آپؐ نے کہا: "کاش تم رجعت کر لیتی؟ بریرہؓ نے پوچھا! اے اللہ کے رسول کیا یہ آپؐ کا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا: میں صرف سفارش کر رہا ہوں، بریرہؓ نے کہا: پھر مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (بخاری) (۷)

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: ...... اس قول "کیا یہ آپؐ کا حکم ہے" سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضرت بریرہؓ جانتی تھیں کہ حکم نبوی کی اطاعت ضروری ہے، جب آپؐ کی بات سنی تو بریرہؓ نے تفصیل چاہی کہ کیا یہ حکم ہے تو اس کی اطاعت ان پر واجب ہو جائے گی یا مشورہ ہے تو پھر انھیں اختیار حاصل ہوگا۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں: اس حدیث سے ...... یہ بات بھی نکلتی ہے کہ غیر واجب امر میں مشیر نے مشورہ کی خلاف ورزی جائز ہے اور فریق مقابل سے نرمی کے ساتھ حاکم و سربراہ کا سفارش کرنا مستحب ہے، جہاں نہ کوئی ضرر ہو نہ جبر و سختی، نہ مخالفت کرنے والے پر ملامت ہو اور نہ غیض و غضب کا مظاہرہ۔ اگرچہ سفارش کرنے والا بلند مرتبہ کیوں نہ ہو...... اور اس حدیث کے اندر بریرہؓ کا حسن ادب بھی جھلکتا ہے، اس لئے کہ انھوں نے سفارش کو رد کر دینے کی وضاحت نہیں کی ہے اور صرف اتنا کہا ہے کہ اس کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔

عورت کو بہترین مرد کے انتخاب اور اپنی پیشکش کا حق

حضرت سہیل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہؐ کے پاس آئی اور کہا: اے اللہ کے رسولؐ، میں اپنی ذات کو آپؐ کے لئے پیش کرتی ہوں ...... جب عورت نے دیکھا کہ آپؐ نے کوئی جواب نہیں دیا تو بیٹھ گئی ...... (بخاری و مسلم) (۸)

حضرت ثابت البنانی کہتے ہیں کہ میں حضرت انسؓ کے پاس تھااوران کی صاحبزادی ان کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، حضرت انسؓ فرماتے ہیں: ایک عورت رسول اللہؐ کے پاس اپنے کو پیش کرنے کے لئے آئی اور کہا: اے اللہ کے رسولؐ، کیا آپؐ کو میری ضرورت ہے؟ اس پر حضرت انسؓ کی صاحبزادی نے کہا: کتنی بے شرم ہے، ہائے بے شرمی! ہائے بے شرمی! حضرت انسؓ نے کہا: وہ تم سے بہتر ہے، اس نے رسول اللہؐ کی خواہش کی اور آپؐ کے سامنے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ (بخاری) (۹)

امام بخاریؒ نے اس حدیث کو باب "عرض المرأة نفسها على الرجل الصالح" کے تحت ذکر کیا ہے اور فتح الباری میں ہے کہ ابن منیر نے حاشیہ میں لکھا ہے:

امام بخاری کی دقت نظر اور باریکیٔ فہم دیکھئے کہ اس واقعہ میں معاملہ کی خصوصیت کا ادراک کرتے ہوئے انھوں نے حدیث سے ایک عمومی مسئلہ مستنبط فرمایا اور عنوان کے الفاظ میں بتادیا کہ کسی صالح مرد کی اچھائیوں کو دیکھتے ہوئے عورت کو اپنے آپ کے لئے اس پر پیش کرنا جائز ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ جو اپنے اعلیٰ اور بہتر سے شادی کرنے کی خواہش کرے تو اس پیشکش میں کوئی بے شرمی کی بات نہیں خصوصاً جب کہ اس کے پیچھے کوئی نیک مقصد وارادہ کار فرما ہو، مثلاً مرد اعلیٰ دینی حیثیت کا حامل ہو یا اس سے ایسی قلبی وابستگی پیدا ہو گئی ہو کہ شادی نہ ہونے کی صورت میں گناہ کا اندیشہ ہو۔

ابن دقیق العید کا کہنا ہے کہ اس حدیث میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ عورت اپنے آپ کو ایسے مرد پر پیش کر سکتی ہے جس سے برکت کی امید ہو۔

شوہر سے علاحدگی کا حق

زوجۂ ثابت بن قیسؓ کی اپنے شوہر سے علاحدگی:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ثابت بن قیس کی بیوی نبی اکرمؐ کے پاس آئی اور کہا: اے اللہ کے رسولؐ! ثابت کے دین واخلاق سے مجھے شکایت نہیں ہے، لیکن مجھے نافرمانی کا خدشہ ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: "تم اس کا باغ اس کو لوٹا دو گی"؟ بولی: ہاں، انھوں نے اسے لوٹا دیا پھر آپؐ کے حکم سے حضرت ثابت نے انھیں علاحدہ کر دیا۔ (بخاری) (۱۰)

حضرت عاتکہ بنت زیدؓ کی نماز جماعت میں شرکت

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ کی ایک زوجہ فجر اور عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے کے لئے مسجد جایا کرتی تھیں،ان سے کہا گیا: آپ کیوں نکلتی ہیں، آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ اس بات کو ناپسند کرتے ہیں اور اس پر انھیں غیرت آتی ہے؟ بولیں: پھر مجھے روکتے کیوں نہیں ہو؟ ابن عمرؓ نے جواب دیا: رسول اللہؐ کے اس قول نے انھیں روک رکھا ہے: "اللہ کی بندیوں کو اللہ کے گھر جانے سے منع مت کیا کرو"۔ (بخاری)(۱۱)

حصول آمدنی کے لئے کام

حضرت زینب بنت جحشؓ کی محنت مزدوری اور راہ خدا میں صدقہ:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: "ہم میں سب سے لمبے ہاتھ والی حضرت زینبؓ تھیں۔ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتی اور صدقہ کیا کرتی تھیں"۔ (مسلم)(۱۲)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیوی حضرت زینبؓ کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ چمڑے کو دباغت دے رہی ہیں۔ (مسلم)(۱۳)

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ حاکم نے مستدرک میں یہ بیان کیا ہے کہ حضرت زینب بنت جحشؓ دستکار خاتون تھیں۔ چمڑے کو دباغت دیتیں، اس کی سلائی و مرمت کرتی اور اللہ کے راستے میں صدقہ کرتیں تھیں۔

زوجہ ابن مسعودؓ حضرت زینبؓ کا اپنے ہاتھ سے کام اور شوہر یتیم بچوں پر خرچ

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی زوجہ حضرت زینبؓ کہتی ہیں کہ میں مسجد میں تھی، آپؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا: "تم صدقہ کیا کرو اگرچہ اپنے زیورات سے ہی کیوں نہ ہو۔" حضرت زینبؓ حضرت عبداللہؓ اور یتیم بچوں پر خرچ کیا کرتی تھیں۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نبی اکرمؐ کے پاس گئی، دیکھا کہ ایک انصاری عورت دروازے پر کھڑی ہے اور اسے بھی وہی غرض ہے جو مجھے تھی۔ حضرت بلالؓ ہمارے پاس سے گذرے، ہم نے بلالؓ سے کہا:

ذرا حضور اکرمؐ سے پوچھئے کہ اگر میں اپنے شوہر اور یتیم بچوں پر خرچ کروں تو میری

طرف سے صدقہ ادا ہو جائے گا؟ حضرت بلالؓ گئے اور مسئلہ پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: ہاں، ایسے لوگوں کے لئے دو اجر ہیں، ایک رشتہ داری کا اجر اور دوسرا صدقہ کا اجر۔ (بخاری و مسلم) (۱۴)

مسجد کے اجتماع عام میں عورتوں کی شرکت

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کہتی ہیں! لوگوں میں یہ منادی کرائی گئی کہ نماز کے لئے جمع ہو جائیں، لوگوں کے ساتھ میں بھی نکل پڑی، میں مردوں کے پیچھے عورتوں کی سب سے اگلی صف میں تھی۔ (مسلم) (۱۵)

گھر والوں سے جدا ہو کر دین کی حفاظت کے لئے حضرت ام کلثومؓ بنت ابی معیط کی ہجرت

صحابی رسول مروانؓ اور مسورؓ بن مخرمہ روایت کرتے ہیں: ...... جب مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان ہجرت کرنے والیوں میں حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بھی تھیں، وہ اس وقت نوجوان تھیں۔ ام کلثوم کے گھر والے حضور اکرمؐ کے پاس آئے اور انھیں واپس لے جانا چاہا، لیکن آپؐ نے انھیں ان کے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا۔ (بخاری) (۱۶)

بحری غازیوں کے ساتھ شہادت کی حضرت ام حرامؓ کی خواہش

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ جب بھی قباء جاتے تو ام حرام بنت ملحان کے یہاں جاتے، وہ آپؐ کو کھانا کھلایا کرتیں۔ وہ عبادہ بن صامتؓ کے نکاح میں تھیں، ایک دن رسول اللہؐ پہنچے۔ انھوں نے آپؐ کو کھانا کھلایا، پھر آپؐ سو گئے، جب اٹھے تو مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ ام حرام کہتی ہیں کہ میں نے آپؐ سے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ، آپ کس بات پر مسکرا رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: "میری امت کے کچھ لوگ سمندر کی پیٹھ پر اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے میرے سامنے پیش کئے گئے ہیں......" ام حرام نے کہا آپؐ دعا کر دیجئے کہ اللہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل کر لے۔ آپؐ نے دعا کی، پھر سر رکھا اور سو گئے، پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! آپ کس وجہ سے مسکرا رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: "میری امت کے کچھ

لوگ میرے سامنے غازی بنا کر پیش کئے گئے" اور ایک روایت میں ہے (۱۷): میری امت کا پہلا لشکر جو شہر قیصر پر چڑھائی کرے گا وہ سب کے سب مغفور ہوں گے میں نے کہا: آپ دعا کر دیجئے کہ اللہ مجھے ان لوگوں میں سے بنائے۔ آپؐ نے کہا! "تو پہلی قسم کے لوگوں میں سے ہو گی"۔ چنانچہ انھوں نے حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں سمندری جہاد میں شرکت کی، سمندر سے نکلنے کے بعد اپنی سواری سے گر کر فوت ہو گئیں۔ (بخاری و مسلم) (۱۸)

حضرت ام ہانی کا ایک مجرم کو پناہ دینا اور اعتراض کرنے والے بھائی کی شکایت کرنا

حضرت ام ہانی بنت ابو طالب کہتی ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر میں رسول اللہؐ کے پاس آئی اور سلام کیا تو آپ نے مجھے خوش آمدید کہا...... پھر میں نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! ہبیرہ کے بیٹے فلاں کو میں نے پناہ دے رکھی ہے۔ میرے بھائی علی (ابن ابی طالب) کہتے ہیں وہ اسے قتل کر دیں گے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا! "اے ام ہانی! جس کو تم نے پناہ دے رکھی ہے، ہم نے بھی اسے پناہ دی۔ (بخاری و مسلم) (۱۹)

اسلام لانے کے بعد حضورؐ کی خدمت میں ہندؓ بنت عتبہ کا اظہار محبت

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ہند بنت عتبہ آئیں اور کہا: اے اللہ کے رسولؐ! اس روئے زمین پر بسنے والے تمام لوگوں میں سب سے ناپسندیدہ مجھے آپ کا گھر تھا، لیکن اب اس روئے زمین پر میرے لئے سب سے باعزت گھر آپ کا ہے۔ (بخاری و مسلم) (۲۰)

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس حدیث سے ہند کی ذہانت اور گفتگو میں ان کا حسن کلام جھلکتا ہے۔

سلسلۂ وحی کے بند ہونے پر حضرت ام ایمنؓ کا رنج و غم

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ ہم ام ایمن کے یہاں چلتے ہیں جس طرح رسول اللہؐ ان کے یہاں جایا کرتے تھے۔ جب ہم ان کے یہاں پہنچے تو وہ رو پڑیں۔ ابو بکرؓ و عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ آپ کیوں روتی ہیں، اللہ کا قرب اس کے رسولؐ کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ انھوں نے کہا: میں جانتی ہوں کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس کے رسولؐ کے لئے زیادہ بہتر ہے لیکن میں تو اس بات پر روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ اب بند

ہو گیا ان کو روتا دیکھ وہ دونوں بھی رونے لگے۔ (مسلم)۔(۲۱)

حضرت زینبؓ بنت مہاجر کی حضرت ابو بکرؓ سے گفتگو

قیس بن ابو حازم سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: حضرت ابو بکرؓ قبیلہ احمس کی ایک عورت جس کا نام زینب بنت مہاجر تھا، کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ بات نہیں کر رہی ہے۔ دریافت کیا کہ اسے کیا ہو گیا ہے، بات کیوں نہیں کرتی؟ لوگوں نے بتایا کہ اس نے خاموش رہ کر حج کرنے کی نذر مان رکھی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس سے کہا: بات کرو یہ جائز نہیں ہے، یہ تو جاہلانہ عمل ہے تو اس نے بات کی اور پوچھا آپ کون ہیں؟ جواب ملا ایک مہاجر، پھر پوچھا: کون سا مہاجر؟ جواب دیا: قریشی! پھر پوچھا: قریش کے کس خاندان سے آپ کا تعلق ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا: تم بہت سوال کرتی ہو، میں ابو بکر ہوں پھر پوچھا: کیا ہم اسی امر صالح پر باقی رہیں گے جس کو اللہ نے جاہلیت کے بعد عطا کیا ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا: تم اس پر باقی رہو گی جب تک تمہارے ائمہ تم کو سیدھی راہ دکھلاتے رہیں گے۔ زینب نے پوچھا: ائمہ کیا ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا: کیا تمہاری قوم میں سردار اور شرفاء نہیں ہیں، جو لوگوں کو حکم دیتے ہیں اور لوگ ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ زینب نے کہا: کیوں نہیں! حضرت ابو بکرؓ نے کہا: اسی طرح کے لوگ ائمہ ہیں۔ (بخاری)(۲۲)

حضرت ام یعقوبؓ کی حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے گفتگو

حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: اللہ کی لعنت ہو گودنا کرنے اور گودنا کرانے والیوں پر، حسن کے اظہار کی خاطر پیشانی یا آبرو کے بال اکھیڑنے والیوں اور دانتوں کے درمیان فاصلہ پیدا کرنے والیوں پر، یہ سب کی سب اللہ کی خلقت میں تبدیلی کرنے والیاں ہیں۔ یہ بات قبیلہ بنو اسد کی ایک عورت ام یعقوب کو معلوم ہوئی۔ (وہ قرآن پڑھتی تھی)(۲۳) وہ آئی اور کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے ایسی ایسی عورت پر لعنت بھیجی ہے۔ انھوں نے کہا: میں اس پر لعنت کیوں نہ بھیجوں جس پر اللہ کے رسولؐ نے لعنت بھیجی ہے اور جس کا تذکرہ اللہ کی کتاب میں بھی ہے؟ ام یعقوب نے کہا: قرآن میں نے بھی پڑھا ہے لیکن اس میں وہ بات مجھے نہیں ملی جو آپ کہہ رہے ہیں۔

انھوں نے کہا: اگر تو اسے پڑھتی تو تجھے وہ ضرور مل جاتی، کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی "ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتھوا۔"

اس نے کہا: کیوں نہیں (میں نے یہ آیت پڑھی ہے) ابن مسعودؓ نے کہا: تو آپؐ نے اس سے منع کیا ہے، پھر ام یعقوب نے کہا کہ آپ کے گھر والوں کو دیکھا ہے وہ بھی ایسا کرتے ہیں۔ ابن مسعودؓ نے کہا: تم جاؤ اور خود ہی دیکھ لو۔ وہ گئی اور دیکھا لیکن ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی۔ ابن مسعودؓ نے کہا: اگر وہ ایسا کرتی تو میں اس کے ساتھ نہ رہتا۔ (بخاری و مسلم) (۲۴)

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: یہ بات بھی نقل کی جاتی ہے کہ اس عورت نے حقیقتاً دیکھا تھا اور چونکہ ابن مسعودؓ نے اپنی بیوی کو منع کر دیا تھا اس لئے ان کی بیوی ان چیزوں سے باز آگئی تھی، اسی لئے وہ عورت جب ابن مسعودؓ کے گھر میں داخل ہوئی تو پہلے والی چیز اسے نظر نہیں آئی اور حافظ ابن حجر مزید یہ کہتے ہیں کہ ام یعقوب کی ابن مسعودؓ سے گفتگو ان کے عقل کی پختگی کی دلیل ہے۔ (۲۵)

حضرت ام الدرداءؓ کا عبدالملک بن مروان پر اعتراض

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ عبدالملک بن مروان نے ام الدرداء کے پاس کچھ گھریلو سامان بھیج دیا۔ جب رات ہوئی تو عبدالملک اٹھے اور اپنے خادم کو بلایا، لیکن اس نے آنے میں دیر کر دی۔ اس پر عبدالملک نے خادم کو لعنت ملامت کی پھر جب صبح ہوئی تو ام الدرداء نے عبدالملک سے پوچھا: میں نے سنا ہے کہ رات آپ نے خادم کو بلاتے وقت اس پر لعنت کی ہے پھر کہا: میں نے ابو درداء کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "لعنت ملامت کرنے والے قیامت کے دن نہ کسی کی سفارش کر سکتے ہیں اور نہ گواہی دے سکتے ہیں"۔ (مسلم) (۲۶)

☆ ☆ ☆

حوالہ جات

(۱) مسلم: کتاب الفضائل۔باب اثبات حوض نبینا ﷺ وصفاته۔ج ۷ص ۶۷۔

(۲) بخاری: کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔باب تعلیم النبی ﷺ......ج ۱۷ص ۵۵۔

مسلم: کتاب البر والصلہ والآداب۔باب الاحسان الی البنات۔ج ۸ص ۳۹۔

(۳) بخاری: کتاب المغازی۔باب حدثنی عبدا لله بن محمد۔ج ۸ص ۳۱۳۔

مسلم: کتاب الطلاق۔باب القضاء عدة المتوفی عنها......ج ۴ص ۲۰۱۔

(۴) بخاری: کتاب الحج۔باب حج المرأة عن الرجل۔ج ۴ص ۴۴۰۔

بخاری: کتاب الاستئذان۔باب قول اللہ تعالیٰ۔ج ۱۳ص ۲۴۵۔

مسلم: کتاب الحج۔باب الحج عن المعاجز۔ج ۴ص ۱۰۱۔

(۵) بخاری: کتاب الحیل۔باب فی النکاح۔ج ۱۵ص ۷۳۔

(۶) بخاری: کتاب الطلاق۔باب لا یکون بیع الأمة طلاقا۔ج ۱۱ص ۳۲۳۔

مسلم: کتاب العتق۔باب انما الولاء لمن أعتق۔ج ۴ص ۲۱۵۔

(۷) بخاری: کتاب الطلاق۔باب شفاعة النبیؑ فی زوج بریرة ۔ج ۱۱ص ۳۲۸۔

(۸) بخاری: کتاب النکاح۔باب النظر الی المرأة قبل التزویج۔ج ۱۱ص ۸۶۔

مسلم: کتاب النکاح۔باب الصداق و جواز......ج ۴ص ۱۴۳۔

(۹) بخاری: کتاب النکاح۔باب عرض المرأة نفسها......ج ۱۱ص ۷۹۔

(۱۰) بخاری: کتاب الطلاق۔باب الخلع......ج ۱۱ص ۳۱۹۔

(۱۱) بخاری: کتاب الجمعہ۔باب هل علی من یشهد......ج ۳ص ۴۳۔

(۱۲) مسلم: کتاب فضائل الصحابہ۔باب من فضائل زینبؓ۔ج ۷ص ۱۴۴۔

(۱۳) مسلم: کتاب النکاح۔باب ندب من رای امراة......ج ۴ص ۱۲۹۔

(۱۴) بخاری: کتاب الزکاة۔باب الزکاة علی الزوج والایتام......ج ۴ص ۱۷۔

مسلم: کتاب الزکاۃ۔باب فضل النفقه والصدقه علی الاقربین......ج۳ص۸۰۔

(۱۵) مسلم: کتاب الفتن۔باب فی خروج الرجال ......ج۸ص۲۰۵۔

(۱۶) بخاری: کتاب الشروط۔باب ما یجوز من شروط فی الاسلام۔ج ٦ص۲۴۱۔

(۱۷) بخاری: کتاب الجہاد۔باب ما قیل فی قتال الروم......ج٦ص۳۴۳۔

(۱۸) بخاری: کتاب الاستئذان۔باب من زار قوماً......ج۱۳ص۳۱۳۔

مسلم: کتاب الامارۃ۔باب فضل الغزو فی السحر......ج٦ص۵۰۔

(۱۹) بخاری: کتاب فرض الخمس۔باب امان النساء ......ج۷ص۸۳۔

مسلم: کتاب المسافرین۔باب استحباب صلاۃ الضحی......ج۲ص۱۵۸۔

(۲۰) بخاری: کتاب المناقب۔باب ذکر هند بنت عتبه۔ج۸ص۱۴۱۔

مسلم: کتاب الاقضیۃ۔باب قضیة هند۔ج۵ص۱۳۰۔

(۲۱) مسلم: کتاب فضائل الصحابہ۔باب من فضائل ام ایمن ۔ج۷ص۱۴۴۔

(۲۲) بخاری: کتاب المناقب۔باب ایام الجاهلیة۔ج۸ص۱۳۸۔

(۲۳) یہ جملہ مسلم شریف میں آیا ہے۔

(۲۴) بخاری: کتاب التفسیر، سورۃ الحشر۔باب ما آتاکم الرسول......ج۱۰ص۲۵۴۔

مسلم: کتاب اللباس والزینۃ۔باب تحریم فعل الواصلة......ج٦ص۱٦٦۔

(۲۵) فتح الباری......ج۱۰ص۲۵۵۔

(۲۶) فتح الباری......ج۱۲ص۲۹٦۔

(۲۷) مسلم: کتاب البر والصلۃ والآداب۔باب النهی عن لعن الدواب......ج۸ص۲۴۔

☆ ☆ ☆

چوتھی فصل

چند صحیح احادیث اور فہم و تطبیق کی کجرویاں

پہلی حدیث

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک دن سورج گرہن لگا، تو رسول اللہؐ نے نماز پڑھائی اور طویل قیام کیا...... نماز سے فارغ ہوئے، گرہن صاف ہو چکا تھا، آپؐ نے اپنا رخ لوگوں کی طرف کیا اور فرمایا: "بلاشبہ چاند اور سورج اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جو کسی کی موت و حیات کی وجہ سے نہیں گہناتے، جب تم ایسا دیکھو تو اللہ کو یاد کیا کرو"۔ لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! ہم نے آپؐ کو اپنی جگہ سے کچھ اٹھاتے ہوئے دیکھا ہے اور پھر آپؐ کو پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: درحقیقت میں نے جنت دیکھی اور اس کے انگور کے خوشے کی طرف ہاتھ بڑھایا ،اگر میں لے لیتا تو لوگ اس سے رہتی دنیا تک کھاتے اور میں نے جہنم کو دیکھا تو آج کے جیسا بھیانک منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ دوزخیوں میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہے۔ لوگوں نے پوچھا: ایسا کیوں! اے اللہ کے رسولؐ؟ آپؐ نے فرمایا: "ان کے کفر کی وجہ سے" پوچھا گیا! کیا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: وہ گھر والوں کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان ناشناسی کرتی ہیں، اگر تم زمانے بھر کسی عورت کے ساتھ احسان کرو، پھر تمہاری کسی بات سے اسے تکلیف ہو تو وہ کہہ دے گی کہ میں نے تمہاری طرف سے کوئی بھلائی کبھی دیکھی ہی نہیں۔ (بخاری و مسلم)(۱)

اس حدیث میں دو باتیں قابل غور ہیں:

اول: حدیث کا مفہوم کیا ہے؟ کیا اکثر عورتیں اس لئے دوزخ میں جائیگی کہ مردوں کے مقابلے میں ان کی فطرت میں شر کا پہلو غالب ہوتا ہے؟ اگر معاملہ ایسا ہے تو برائی کی زیادتی پر ان سے باز پرس

نہیں ہونی چاہیے، حالانکہ حدیث تو بتارہی ہے کہ احسان فراموشی اور رشتہ داروں کی ناشکری کے بارے میں ان سے پوچھ گچھ ہو گی اور اس کے بدلہ میں ان کو سزا بھی دی جائے گی۔ حافظ ابن حجر درست فرماتے ہیں کہ حضرت جابرؓ سے مروی حدیث میں جو کچھ آیا ہے وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جہنم میں نظر آنے والی عورتیں وہ ہوں گی جن کے اندر حدیث میں بیان کردہ اخلاق ضمیمہ پائے جائیں اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"جہنم میں جن عورتوں کو دیکھا ان میں اکثر وہ عورتیں ہیں جن کو اگر راز دار بنایا جائے تو وہ راز افشا کر دیں۔ ان سے اگر کچھ مانگا جائے تو بخل سے کام لیں۔ اگر وہ کچھ مانگیں تو اصرار کریں اور اگر انھیں کچھ دیا جائے تو اس پر شکریہ بھی ادا نہ کریں"۔ (۲)

اس موقع پر حضورؐ کے ایک دوسرے فرمان کی یاد آتی ہے: "میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو وہاں اکثر فقراء ہی کو پایا"۔ (۳) تو کیا اغنیاء کم ہوں گے؟ جن کے ہاتھوں نے حرام مال کمایا یا حرام جگہ میں خرچ کیا یا بخل سے کام لیا یا خیر کے راستے میں خرچ کرنے سے مال کو روکے رکھا۔

دوم: ہم سب مسلمان مرد خواتین کے لئے اس حدیث سے کیا کیا سبق ملتا ہے؟ ہمارے خیال میں اس کا سب سے اہم سبق جہنم سے نجات کی کوشش ہے۔ جہنم کا ذکر یا اس کی ہولناکیوں کا ذکر صرف اس لئے کیا گیا ہے تاکہ ہم لوگ جہنم سے بچنے کی فکر کریں۔

عورتیں دوزخ سے کس طرح بچ سکتی ہیں؟ گھر والوں کی نافرمانی سے گریز کر کے جہنم سے بچ سکتی ہیں، لیکن وہ گھر والوں کی نافرمانی سے کیسے اجتناب کریں؟ تو یہ شروع ہی سے ان چیزوں کی تربیت اور رہنمائی کے ذریعہ ہو سکتی ہے جن سے ان کے دلوں میں اللہ کا خوف اور خدا کی اطاعت کا شوق بڑھے، پھر حضورؐ کے اقوال یاد دلائے جائیں ایسے وقت میں جبکہ شیطان ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالے اور جب شیطان ان پر غالب آجائے۔ اور ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو انھیں چاہیے کہ استغفار کریں اور صدقہ کریں، جیسا کہ رسولؐ نے ان کو اس کی تعلیم دی ہے چنانچہ ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں: رسول اللہؐ عید یا بقرعید میں عید گاہ کے لئے نکلے تو عورتوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا: اے عورتو! صدقہ کیا کرو، (اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: اور کثرت سے استغفار کیا کرو) اس لئے کہ دوزخیوں میں اکثریت تم عورتوں کی ہی میں نے دیکھی ہے"۔ ان عورتوں نے پوچھا: کیوں! اے اللہ کے رسولؐ؟ تو آپؐ نے

فرمایا: "تم لعنت ملامت زیادہ کرتی ہو اور اپنے گھر والوں کی نافرمانی کرتی ہو"۔ (بخاری و مسلم۔ ۴)

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معیوب صفت کے ازالہ کے لئے سخت نصیحت کرنی چاہیے...... اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ صدقہ خیرات وغیرہ عذاب کو دفع کرتا ہے اور لوگوں کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے۔ (۵۔الف)

مرد دوزخ سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ وہ محرمات سے اجتناب اور حقوق و فرائض کی ادائیگی کرکے اس سے نجات پاسکتے ہیں۔ ان ہی فرائض میں سے یہ ہے کہ وہ اپنی ماں، بہن، بیوی اور بچیوں کے ساتھ حسن سلوک کریں نیز انھیں ایسے مواقع فراہم کریں جن سے انھیں موثر رہنمائی مل سکے، بہترین وعظ و نصیحت سن سکیں اور اجتماعی عبادتوں میں شریک ہو سکیں، مثلاً جمعہ و عیدین کی نماز اور تراویح کی نمازیں تاکہ ایمان و تقویٰ کے حقائق و معانی ان کے دلوں میں جاگزیں ہو جائیں اور اسی طرح ایسے مواقع فراہم کیے جائیں جن سے انھیں نیک اعمال کی جانب رغبت ہو، مثلاً صدقہ و خیرات، امر بالمعروف اور بھلائی کی طرف دعوت۔ یہی وہ بہترین قوامیت ہے جس کا بار اللہ نے مردوں کے دوش پر رکھا ہے۔ خدا کا فرمان ہے: "الرجال قوامون علی النساء" (مرد عورتوں پر سر دھرے ہیں) اور یہ فرمان بھی ہے!"یاایها الذین آمنوا قوا انفسکم وأهلیکم ناراً وقودها الناس والحجارة" (اے ایمان والوں بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے جن کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔)

حسن سلوک کے باب میں رسول اللہؐ کا یہ حکم بھی ہے: مرد اپنے گھر والوں پر نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔ (بخاری و مسلم)(۵ب)

دوسری حدیث

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں رسول اللہؐ عید یا بقر عید میں عید گاہ کی طرف نکلے تو عورتوں کے پاس سے گذرے اور فرمایا: اے عورتوں کی جماعت، تم جیسی ناقص عقل اور ناقص دین عورتوں کی طرح زیرک اور ہوشیار مردوں کے ہوش اڑا دینے میں کسی اور کو میں نے نہیں پایا۔ ان عورتوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! ہمارا نقصان دین اور نقصان عقل کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: کیا ایک عورت کی گواہی مرد کی آدھی گواہی کے برابر نہیں ہے۔ انھوں نے کہا: ہاں، آپؐ

نے فرمایا: یہ عورت کے نقصان عقل کی وجہ سے ہے اور کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت جب حائضہ ہوتی ہے تو وہ نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزے رکھتی ہے؟ عورتوں نے کہا: ہاں، تو آپؐ نے فرمایا: "یہ عورتوں کا نقصان دین ہوا"۔ (بخاری و مسلم)(٦،الف)

اس حدیث پر ہم تین پہلوؤں سے گفتگو کریں گے:

اول: فرمان نبوی! "میں نے عقل اور دین کے کسی ایسی ناقص کو نہیں دیکھا جو تم سے زیادہ دانشمند مرد کی عقل اڑا دینے والی ہو" کا عمومی مفہوم کیا ہے۔

یہ حدیث کئی پہلو سے محتاج غور و فکر ہے۔ کس مناسبت سے یہ حدیث کہی گئی ہے؟ اس کے مخاطب کون ہیں؟ اور کس اسلوب میں کہی گئی ہے؟ ان تینوں پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد ہی حدیث کا صحیح مفہوم سامنے آسکتا ہے۔ مناسبت کے سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ عید کے دن خواتین کو وعظ کرتے ہوئے آپؐ نے یہ بات فرمائی، کیا ہم یہ توقع کر سکتے ہیں کہ رسول کریمؐ جیسی عظیم صاحب اخلاق ہستی عید جیسے پُر مسرت موقع پر خواتین کی تنقیص اور ان کی شان کی فروتری کا اسلوب اپنائے گی...... اس حدیث کی مخاطب خواتین مدینہ کی ایک جماعت تھی، جس کی اکثریت انصار خواتین پر مشتمل تھی۔ یہ وہ خواتین تھیں جن کے متعلق حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا تھا: "جب ہم لوگ مدینہ آئے تو دیکھا کہ یہاں کی خواتین اپنے شوہروں پر غالب رہتی ہیں۔ ہماری بیویاں بھی ان کی یہ عادت سیکھنے لگ گئیں" اس تناظر میں ہم سمجھ سکتے ہیں کہ کیونکر رسول کریمؐ نے فرمایا کہ: "میں نے تم سے زیادہ کسی کو دانشمند مرد کی عقل اڑا لے جانے والی نہیں دیکھا"...... جہاں تک اسلوب اور انداز کا تعلق ہے، آپؐ کا یہ اسلوب ہرگز کسی عمومی حکم یا کسی عمومی قاعدہ کا نہیں ہے بلکہ دانشمند مردوں پر کمزور صفت خواتین کے غلبہ پر اظہار تعجب و حیرت کا اسلوب ہے، یعنی ان دو متضاد کیفیت کے اندر کارفرما حکمت الٰہی پر آپؐ حیرت و تعجب کا اظہار فرما رہے ہیں۔ اس کی شان یکتائی کہ قوت کو کمزوری سے پست اور ضعف کو طاقت سے بالا بنا رہی ہے...... اس وضاحت کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ فرمان، وعظ کے دوران خواتین کی دلجوئی کا ایک انوکھا اسلوب تھا اور وعظ کی اثر انگیزی کا ایک نمونہ۔ آپؐ گویا یوں فرما رہے ہوں کہ: اے خواتین اگر تمہیں اللہ نے ایسی قدرت عطا کر رکھی ہے کہ تم اپنی تمام کمزوریوں کے باوجود بڑے بڑے اصحاب عقل و دانش کو حیران و ششدر بنا کر رکھ دیتی ہو تو ساتھ

ہی تمہیں اس کا خوف بھی دامن گیر رہنا چاہیے اور خیر و نیکی ہی کے کاموں میں اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

"ناقصات عقل و دین" کا جملہ بھی اسی مفہوم میں آیا ہے۔ یہ جملہ صرف ایک مرتبہ کہا گیا اور وہ بھی عورتوں کے مخصوص وعظ میں لطیفانہ اسلوب اور جاذب توجہ پیرایہ اختیار کرتے ہوئے کہا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کبھی بھی مستقل حکم کے طور پر نہ مردوں کے سامنے کہا گیا اور نہ عورتوں کے سامنے۔

دوم: رسول اللہؐ کے قول "ناقصات عقل" کا خصوصی مفہوم کیا ہے؟

نقص عقلی کے لیے کئی احتمالات ہو سکتے ہیں مثلاً:

(الف) نقص، فطری عمومی ہے یعنی عورت متوسط درجہ کی ذہانت رکھتی ہے۔

(ب) نقص، فطری نوعی ہے یعنی بعض مخصوص عقلی صلاحیتوں، مثلاً حساب، تخیلات اور ادراک میں نقص ہے۔

(ج) قلیل مدتی نوعی نقص مراد ہے جو کسی عارضی حالت کے نتیجہ، مثلاً دوران حیض و نفاس یا حمل کے کچھ اوقات میں پیدا ہو جاتا ہے۔

(د) طویل مدتی نوعی نقص مراد ہے، جو مخصوص حالت کے دوران، مثلاً حمل و ولادت، رضاعت اور پرورش کی مشغولیت کے ایام میں پیدا ہو جاتا ہے اس کے ساتھ ساتھ گھر کی چہار دیواری میں محصور رہنے اور خارجی دنیا سے کلی انقطاع کی وجہ سے زندگی کے میدانوں کا شعور اور مالی مسائل وغیرہ کو سمجھنے کی صلاحیت کمزور ہو جاتی ہے۔

رسول اکرمؐ نے عورتوں کے ناقص العقل ہونے کی جو مثال دی، بلاشبہ وہ نقص نوعی، خواہ وہ فطری ہو یا عارضی، کی ترجیح کی غمازی کرتی ہے۔ نقص کا خواہ کوئی بھی پہلو ہو وہ عورتوں کی ذہنی قوت اور تمام بنیادی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی ان کی قدرت کو مجروح نہیں کرتا ہے اور ان ہی ذمہ داریوں میں ایک مخصوص ذمہ داری بچوں کی پرورش ہے، جسے اللہ تعالیٰ کسی صحیح سالم انسان ہی کے دوش پر ڈال سکتا ہے۔ دین و عقل میں ناقص ذات کے آغوش میں اپنے بچوں اور بچیوں کی تربیت پر بھلا کوئی مرد بھی کیونکر مطمئن ہو سکتا تھا! جن ذمہ داریوں میں مرد و عورت دونوں شریک ہیں، درج ذیل ہیں:

(الف) انسانی ذمہ داری: ہر انسان اپنے عمل کا ذمہ دار ہے اور آخرت میں اس پر اس سے محاسبہ بھی ہوگا اور یہ بات قرآن میں بیان کر دی گئی ہے۔
(ب) تعزیراتی ذمہ داری: غلط رویہ پر دنیا میں بھی سزائیں دی جائینگی اور یہ بھی قرآن میں ذکر کر دیا گیا ہے۔
(ج) شہری ذمہ داری: مال میں تصرف کا حق، معاملات اور چھوٹوں پر بالادستی، ان تمام حقوق کا تذکرہ فقہاء نے کتاب و سنت کی روشنی میں کیا ہے۔
(د) اموال میں فیصلہ کرنے کی ذمہ داری: فقہائے احناف اس حق کو تسلیم کرتے ہیں۔
(ھ) روایت حدیث کی ذمہ داری: اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

اگر نقص نوعی ہی راجح ہے تو پھر یہاں اخیر کے تینوں احتمالات باقی بچ رہتے ہیں جن کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے بلکہ بسا اوقات یکساں اثر بھی رکھتے ہیں۔ بعض مخصوص عقلی صلاحیتوں مثلاً مال اور اعداد و شمار کے مسائل میں فطری نقص کے وجود کا اشارہ قرآن کی آیت میں ہے:
"أن تضل احداهما فتذكر احداهما الاخرى" (ان دو عورتوں میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے اگر کوئی ایک ان دو میں سے بھول جائے) یہ نقص پیدائش کے بعد ہی سے اگر فطری نہ ہو اور لڑکا و لڑکی کے درمیان اس میں واضح امتیاز، اعضائے بدن کے فرق جیسا نہ ہو لیکن بلوغت کے بعد والے مرحلہ میں یہ فرق فطری یا شبہ فطری ان تبدیلیوں کی وجہ سے ہو جاتا ہے جو شادی اور ماں بننے کے بعد والے مرحلہ میں اعضائے جنسیہ کے اندر پیدا ہوتی ہیں، یعنی ایک طرف جنسی اعضاء کی تکمیل اور اس کے نتیجہ میں حمل، ولادت اور رضاعت وغیرہ کے مسائل اور دوسری طرف عورت کی امتیازی سماجی زندگی کی تکمیل سے پیدا ہوتی ہیں۔ حیاتیاتی اور سماجی زندگی اور دوسری جانب عقلی زندگی کے اندر روز مرہ جو اثرات دکھائی دے رہے ہیں، ان سے اس خیال کی تائید ہو رہی ہے۔ ان ہی اثرات کا ایک نمونہ عورت کی گواہی کے مسئلہ میں نظر آتا ہے۔ بسا اوقات اس پر انفعالیت اور جذباتیت غالب آجاتی ہے یا مدت حیض جیسے الجھن کے ایام یا حمل، رضاعت اور حضانت کی گراں باری سے وہ دوچار ہوتی ہے۔ گھر کی نگہداشت علاحدہ ذمہ داری ہوتی ہے، پھر یہ حدیث نبوی عورت کے نقص کی طرف محض اشارہ کرتی ہے، مرحلۂ نقص کی تحدید نہیں کرتی ہے گویا مرحلہ کی تعیین کا مسئلہ پختہ علمی تحقیق اور

بشری جدو جہد کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ مزید تین امور بھی پیش نظر رہیں:

اول: کسی مخصوص صلاحیت کے اندر نقص نوعی ہوتی ہے تو اس کے عوض دوسری کسی ایک یا متعدد صلاحیتوں میں اضافہ بھی پایا جاتا ہے۔

دوم: نقص کا وجود عام عورتوں سے تعلق رکھتا ہے لیکن اس سے یہ نفی نہیں ہوتی کہ مخصوص عورتوں کو اللہ تعالیٰ اعلیٰ صلاحیتوں بلکہ بعض میدانوں میں حیرت انگیز صلاحیتوں سے نواز دیتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ خواتین بہت سارے مردوں سے افضل و بہتر ہوں۔ امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں:...... جنسی فضیلت سے انفرادی فضیلت لازم نہیں آتی۔ ایک حبشی اللہ کے نزدیک پورے قبیلۂ قریش سے افضل ہو سکتا ہے دوسری جگہ فرماتے ہیں:...... اس اصول کے مطابق شہری لوگ دیہاتی لوگوں سے افضل تو ہیں لیکن بعض دیہاتی بہت سے شہریوں سے افضل ہو سکتے ہیں۔

سوم: جب نقص نوعی فطری یا عارضی اللہ کی تخلیق کردہ جنسی اعضاء سے متعلق امور کا نتیجہ ہے اور اس سے مرد و عورت ہر دو صنف زندگی کے میدان میں اپنا رول بہتر طریقہ پر ادا کرتا ہے، تو ایسی صورت حال میں عورتوں کو گھر کی چہار دیواری میں بند زندگی گزارنا عورت، خاندان اور پورے معاشرہ کی زندگی کے لئے خطرناک ہے۔ یہ خطرہ تو شاید عورت کی پوری ذہنی اور دماغی صلاحیت کو مفلوج کر دے اور جس کی وجہ سے وہ چوپایوں اور مویشیوں کی طرح ہو کر رہ جائیں جو اپنے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتے اور نہ وہ اس کی سوج بوجھ رکھتے ہیں کہ ان کے آس پاس کیا ہو رہا ہے، نتیجتاً بچوں کی تربیت میں ان کا رول اور کردار کمزور ہونے لگتا ہے، یہاں تک کہ ان کی وجہ سے اجتماعی یا سیاسی بیداری کے ذریعہ اپنے معاشرہ کو اوپر اٹھانے میں ان کا رول بالکل ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔

اس بات کے پیش نظر کہ اس حدیث کا اشارہ نقص شہادت کی طرف ہے، یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی شہادت کے سلسلہ میں فقہاء کے اقوال نقل کر دئے جائیں۔ فتح الباری میں مذکور ہے: ابن منذر نے کہا کہ اس آیت کے ظاہر پر تمام علماء کا اتفاق ہے:

واستشهدوا شهيدين من رجالكم فإن لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشهداء.

(اور اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ کر لیا کرو پھر اگر دونوں مرد نہ ہو تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں، ان

گواہوں میں سے جنھیں تم پسند کرتے ہو۔)

چنانچہ انھوں نے مردوں کے ساتھ عورتوں کی شہادت کو جائز قرار دیا اور جمہور نے اسے قرض اور اموال کے ساتھ مخصوص کر دیا اور کہا کہ عورتوں کی شہادت حدود و قصاص میں جائز نہیں۔ نکاح، طلاق، نسب اور ولاء میں علماء کا اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک ممنوع اور کوفیوں کے نزدیک جائز ہے اور جن مسائل سے مرد واقف نہیں ہوتے جیسے حیض، ولادت اور بچہ کے پیدا ہونے کے بعد اس کی پہلی آواز اور عورتوں کے عیوب وغیرہ۔ ان میں فرداً فرداً عورتوں کی شہادت قبول کرنے پر علماء کا اتفاق ہے۔ رضاعت کے مسئلہ میں ان کے درمیان اختلاف ہے۔

ابن رشد نے اپنی کتاب بدایۃ المجتہد میں بیان کیا ہے: (جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ حدود کے سلسلہ میں عورتوں کی شہادت قابل قبول نہیں...... اہل ظواہر کا کہنا ہے کہ اگر عورتیں ایک سے زائد ہوں اور ان کے ساتھ ایک مرد بھی ہو تو ظاہر آیت کے مطابق ہر چیز میں ان کی گواہی قبول کی جاسکتی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں: اموال کے اندر اور حدود کے علاوہ بدنی احکام جیسے طلاق، رجعت، نکاح اور غلام کی آزادی کے سلسلہ میں ان کی گواہی قبول کی جائے گی۔ امام مالکؒ کے نزدیک بدنی احکام میں ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی...... مردوں کے بغیر صرف عورتوں کی شہادت جمہور کے نزدیک ان بدنی حقوق میں قابل قبول ہو گی جن سے عام طور پر مردوں کو واقفیت نہیں ہوتی جیسے ولادت، بچے کی پیدائش کے بعد پہلی آواز اور عورتوں کے عیوب کے مسائل، رضاعت کے علاوہ ان میں سے کسی میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ابن حزم اپنی کتاب المحلی میں ذکر کرتے ہیں:

زنا کے سلسلہ میں چار مسلمان عادل مردوں کی گواہی ضروری ہے۔ ہر ایک مرد کی جگہ دو مسلمان عادل عورتیں ہو سکتی ہیں۔ اس طرح تین مرد اور دو عورتوں یا دو مرد چار عورتوں یا ایک مرد چھ عورتوں یا صرف آٹھ عورتوں کا ہونا ضروری ہے اور بقیہ دوسرے تمام حقوق یعنی حدود، قتل، قصاص، نکاح، طلاق، رجعت اور اموال میں صرف دو مسلمان عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں یا اسی طرح صرف چار عورتوں کی گواہی قابل قبول ہو گی۔ حدود کے علاوہ ان تمام مسائل میں ایک عادل مرد یا اسی طرح دو عورتوں کی گواہی قسم کے ساتھ قبول کی جائے گی (۷)...... مسلم کی سند سے ایک

روایت ہے...... عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ایک حدیث میں فرمایا! "دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے"۔ بخاری کی سند سے......ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ایک حدیث میں فرمایا: "کیا عورت کی گواہی مرد کی آدھی گواہی کی طرح نہیں ہے"؟ ہم لوگوں نے کہا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسولؐ! رسول اللہؐ نے اس بات کو حتمی بنادیا کہ عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے لہذا لازماً یہ واجب ہو جاتا ہے کہ جہاں ایک مرد کی گواہی قبول کی جائے گی وہاں دو عورتوں کی گواہی قابل قبول ہو گی۔

ابن قیم کی کتاب الطرق الحکمیۃ میں ہے:

ہمارے شیخ امام ابن تیمیہؒ نے اس آیت "فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان فمن ترضون من الشهداء ان تضل احداهما فتذكر احداهما الأخرى" کے بارے میں فرمایا کہ اس آیت کے اندر ایک مرد کی جگہ دو عورتوں سے گواہی لینے کی وجہ صرف یہ ہے کہ جب ان میں سے کوئی کچھ بھول جائے تو دوسری اسے یاد دہانی کرائے اور یہ صرف اس میں ہوتا ہے جس میں عام طور سے غلطی کا امکان ہوتا ہے اور وہ ہے نسیان اور عدم ضبط اور اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپؐ نے یہ بات کہی: "رہا مسئلہ ان کے نقصان عقل کا تو دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر ہونے سے یہ ظاہر ہے کہ عورتوں کی شہادت کا آدھا ہونا ضعف عقل کی وجہ سے ہے نہ کہ ضعف دین کی وجہ سے۔ چنانچہ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عورتوں کا عدل مردوں کے عدل کے برابر ہے، صرف عورت کی عقل مرد سے کم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن شہادتوں میں عام طور پر غلطی کا اندیشہ نہیں ہے، ان میں ان کی شہادت مرد کے مقابلہ میں آدھی نہیں ہے بلکہ ان میں صرف ان کی ہی شہادتیں قابل قبول مانی ہوں گی اور یہ وہ چیزیں ہیں جن کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتی یا ہاتھ سے چھوتی یا کانوں سے سنتی ہیں اور عقل پر موقوف نہیں ہوتی ہیں۔ جیسے ولادت، بچے کی پہلی آواز، دودھ پلانا، حیض اور کپڑوں کے اندر کے جسمانی عیوب۔ اس طرح کی چیزیں عام طور پر بھلائی نہیں جاتیں اور جن کو جاننے کے لئے عقل پر زور ڈالنے کی ضرورت نہیں پڑتی جیسے اعتراف قرض وغیرہ کے مسائل میں ذہن پر زور ڈالنے کی ضرورت پڑتی ہے اور عام طور پر اس کی مدتیں بھی دراز ہوتی ہیں۔ (۸)

جب یہ ثابت ہو گیا تو ہر اس جگہ جہاں قسم کے ساتھ ایک مرد کی شہادت قابل قبول

ہو گی وہاں ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت بھی قابل قبول ہو گی۔ عطاء اور حماد بن ابو سلیمان کا کہنا ہے کہ حدود اور قصاص میں ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت مانی جائے گی۔ ایک روایت کی بنیاد پر نکاح اور غلام کی آزادی میں بھی اس کے ذریعہ فیصلہ کیا جائے گا اور یہی بات جابر بن زید، ایاس بن معاویہ، شعبی، ثوری اور اصحاب الرائے سے بھی مروی ہے اور اسی طرح ایک روایت کی بنیاد پر ان جنایات میں بھی مانی جائے گی جن میں مال کا وجوب ہوتا ہے۔(۹)

ابن قیم کہتے ہیں:......اور عادل عورت صدق وامانت اور دیانت کے اعتبار سے مرد کی طرح ہے، مگر جب اس کی طرف سے سہو یا نسیان کا اندیشہ ہو تو اس کے ہم مثل سے اس کو قوت پہنچائی جائے گی اور یہی چیز عورت کو ایک مرد سے زیادہ قوی بنادیتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ظن جو ام الدرداء اور ام عطیہ جیسی عورتوں کی شہادت سے حاصل ہو وہ یقیناً اس ظن سے قوی ہو گا جو ایک عام مرد یا دوسری خواتین سے حاصل ہوتا ہے۔

بعض علماء معاصرین عورت کی شہادت کے سلسلہ میں ابن حزم کی رائے کو بہتر سمجھتے ہیں۔(۱۰)

ہمارے لئے جب کہ ہم پندرہویں صدی ہجری (بیسویں صدی عیسوی) میں ہیں، سب سے بہتر یہ ہے کہ ہم تحقیقات سے کام لیتے ہوئے عورتوں کی صلاحیتوں کے بارے میں متعین طور پر واقفیت حاصل کریں کہ نقص کا میدان کیا ہے؟ اس کے ظہور کا وقت کیا ہے؟ عورتوں میں اس کا تناسب کیا ہے؟ اور اس میں اضافہ کس قدر اور کب ہوتا ہے؟ اس طریقے سے ہم سنت رسولؐ کی بہت بڑی خدمت کر سکتے ہیں۔ ہمارے اسلاف نے جس طرح مصطلحات حدیث کا فن ایجاد کر کے سنت رسولؐ کی خدمت کی ہے تاکہ صحیح اور ضعیف احادیث میں فرق کیا جاسکے، ہم بھی سنت رسولؐ کی ایسی خدمت کر سکتے ہیں جو ہمارے زمانے کے موافق ہو یعنی عملی اور علمی تحقیقات کے ذریعہ بعض نصوص کے مفہوم و تحقیق میں مدد حاصل کی جائے۔ اس طرح کسی نص کے متعلق چند احتمالات پیش کر کے ذاتی وناقص تصورات وخیالات کی بنیاد پر نظریاتی ترجیح دکھانے کے بجائے ہم ان نصوص کے مفاہیم ٹھوس تحقیقات کی روشنی میں پیش کر سکیں گے جو بسا اوقات نظریاتی بحث و تحقیق کے دوران ہمارے ذہنوں میں آئے بھی نہ ہوں۔

اس گفتگو کا تیسرا پہلو حضورؐ کے قول "ناقصات دین" سے متعلق ہے۔

رسول اللہؐ سے جب نقص دین کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے ایک محدود امر یعنی ایام حیض و نفاس میں نماز و روزہ میں نقص کا ذکر فرمایا۔ یہ ایک ناحیہ سے، عبادات میں بلکہ صرف بعض شعائر عبادات میں محدود جزئی نقص ہے جیسے حیض و نفاس والی عورتیں خانہ کعبہ کے طواف کے علاوہ حج کے تمام مناسک ادا کرتی ہیں۔ دوسرے ناحیہ سے وہ عارضی اور وقتی نقص ہے یعنی عورت کی پوری زندگی میں ہمیشہ نہیں بلکہ بہت کم وقفے میں ہوتا ہے پھر یہ کہ دوران حمل حیض کا آنا بند ہو جاتا ہے، یہ مسلسل نو مہینے تک ہوتا ہے اور آئسہ یعنی پچاس سال کی عمر کے بعد تو یہ بالکل ختم ہی ہو جاتا ہے اور تیسرے ناحیہ سے یہ نقص عورت کے اپنے اختیار میں نہیں ہے اور مومن عورت تو نماز و روزے سے اپنی محرومی پر کچھ رنجیدہ سی ہو جاتی ہے لیکن وہ اللہ کے فیصلہ پر صبر کرتی ہے اور اسے بخوشی قبول کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس رضا اور صبر پر اسے ثواب عطا کرتا ہے۔ مومن عورت اپنی فوت شدہ نمازوں کی دو طریقے سے تلافی کرتی ہے:

اول: دوسری عبادات کے ذریعہ فوری تلافی، جیسے تلاوت قرآن، ذکر و دعا اور استغفار و تسبیح وغیرہ۔ جس وقت امہات المومنین پر پردہ کرنا ضروری قرار دیا گیا تھا اور انھیں سب سے افضل عمل جہاد سے روک دیا گیا تھا تو انھوں نے فریضۂ جہاد کی تلافی حج کے ذریعہ کرنی چاہی تھی، چنانچہ حضرت عائشہؓ حضورؐ سے پوچھتی ہیں: اے اللہ کے رسولؐ! کیا ہم آپ کے ساتھ غزوہ اور جہاد میں شریک نہیں ہو سکتے؟ (ایک روایت میں ہے: ہم جہاد کو سب سے بہتر اور افضل عمل سمجھتے ہیں) (۱۱) آپؐ نے فرمایا: "تمہارے لئے سب سے بہتر اور اچھا جہاد، حج مبرور ہے"۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں: رسول اللہؐ سے اس بات کو سننے کے بعد میں نے کسی سال بھی حج نہیں چھوڑا۔ (۱۲)

دوم: حیض سے طہارت کے بعد نفل نمازوں کے ذریعہ تلافی۔ اس کی مثال ہمیں حضرت عائشہؓ کی سیرت میں ملتی ہے جو انھوں نے حیض کی وجہ سے فوت شدہ عمرہ کی تلافی کے لئے کی تھی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرمؐ میرے پاس تشریف لائے اور میں رو رہی تھی۔ آپؐ نے پوچھا: تم کیوں رو رہی ہو"؟ میں نے کہا: مجھے عمرہ سے روک دیا گیا ہے (اور ایک روایت میں ہے: انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیا لوگ دو اجر لے کر لوٹیں گے اور میں ایک اجر لے کر لوٹوں گی۔ (۱۳) آپؐ نے کہا: "تمہارا مطلب کیا ہے؟" میں نے کہا: میں نماز نہیں پڑھ سکتی۔ آپؐ

نے فرمایا: "تمھیں کوئی نقصان نہیں، تم بھی آدم کی بیٹی ہو۔ تم پر بھی وہی فرض کیا گیا ہے جو آدم کی دوسری بیٹیوں پر فرض کیا گیا۔ تم حج کرلو، ہو سکتا ہے کہ اللہ تمھیں اس کا بدلہ عطا کرے"۔ وہ کہتی ہیں کہ میں سفر میں تھی یہاں تک کہ ہم لوگ منیٰ سے مکہ کے لئے روانہ ہوئے اور محصّب میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا تو آپؐ نے عبدالرحمٰن کو بلایا اور کہا: "اپنی بہن کو لے کر حرم کے لئے نکلو اور وہ عمرہ کے لئے تلبیہ کہیں"۔ (بخاری و مسلم) (۱۴)

فتح الباری میں تحریر ہے: کیا عورت کو نماز چھوڑنے پر ثواب ملے گا کہ وہ اسی پر مکلف ہے، جس طرح دوران صحت نوافل کی پابندی رکھنے والا مریض اپنے مرض کی وجہ سے نوافل نہ پڑھنے پر بھی ثواب کا مستحق ہوتا ہے یا ان دونوں کے احکام میں فرق ہے کیونکہ مریض دوام کی نیت سے ادا کرتا تھا اور اس کی اہلیت بھی رکھتا ہے، جب کہ حائضہ عورت ایسی نہیں ہے؟ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: میرے نزدیک یہ بات کہ یہ فرق عورت کے مستحق صواب نہ ہونے کو مستلزم ہے، قابل غور ہے (۱۵) یعنی حافظ ابن حجر کے نزدیک ثواب کا احتمال ہے۔ ملاحظہ کیجئے کہ حائضہ عورت کے نماز چھوڑنے کے باوجود مستحق ثواب ہونے کا احتمال ہے۔

لیکن اس کے باوجود کئی وجوہ سے دین کا نقص موجود رہتا ہے:

الف: بسااوقات کمزور ایمان والی عورت کو ترک صلاۃ کا خیال ہونے لگتا ہے گویا اسے ایک بوجھل ذمہ داری سے آسانی حاصل ہو گئی ہو۔ یہ احساس عورت کو ثواب سے محروم کر دیتا ہے۔

ب: ترک صلاۃ سے پیدا ہونے والا نقص صرف ثواب ہی سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ اللہ کے سامنے حاضری سے محرومیت پر قلب مومن کے خشوع کا بھی نقص ہے، خصوصاً جب کہ متبادل موجود نہ ہو۔

ج: منکر کے مقابلہ کی قوت کا نقص ہے کیونکہ نماز فحش اور منکر سے روکا کرتی ہے۔ کسی دوسری عبادت کے ذریعہ اگر متبادل فراہم نہ ہو تو نقص ظاہر ہو جاتا ہے۔

دین و عقل کے نقص کا خلاصہ یہ ہے کہ نقص عقل کے درج ذیل دو مفہوم ہو سکتے ہیں:

اول: عقلی صلاحیت کا نقص

دوم: عقلی سرگرمی کا نقص یعنی عقلی صلاحیت پر اثر انداز ہونے والے حیاتیاتی، سماجی

نفسیاتی عامل تو ہمیشہ موجود رہتا ہے یعنی عورت کے جذبات کی نازکی اور شدت اس کی طبیعت میں موجود رہتی ہے۔ حدیث عقلی سرگرمی سے متعلق نقص پر دلیل فراہم کرتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: "ان تضل احدهما فتذكر احدهما الاخرى" (تاکہ ان دو عورتوں میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے اگر کوئی ایک ان دو میں سے بھول جائے) لیکن عقلی سرگرمی کے نقص کے پس پردہ خود عقل کی پختگی نقص بھی ہو۔ حدیث اس سے خاموش ہے اور اس کے لئے ٹھوس علمی تحقیق کی ضرورت ہے۔

نقص دین کے بھی درج ذیل مفہوم ہو سکتے ہیں:

اول: انسان کی دینداری کا نقص یعنی تقویٰ اور اطاعت خداوندی کا نقص۔

دوم: اللہ کے فرائض میں نقص یعنی عبادات میں نقص، اپنی کسی کوتاہی کی بنیاد پر نہیں بلکہ خود اللہ کے فیصلہ کی بناء پر۔ حدیث اس نقص کو بتاتی ہے جو اللہ نے عورت کے لئے لکھ دیا ہے۔ جیسے مخصوص ایام میں نماز و روزہ سے محرومی، یہ نقص بسا اوقات تقویٰ میں نقص پیدا کر دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے نقص کا وقوع بعض خواتین کے اندر ہو سکتا ہے نہ کہ تمام خواتین کے اندر۔

ان سب کے باوجود ہمیں نقص کی اسی تشریح تک محدود رہنا ہے جو اللہ کے رسولؐ نے بتائی ہے، اگر ان حدود سے ہم تجاوز کریں تو احتمالات کی بھول بھلیوں میں بھٹکتے جائیں گے بلکہ اوہام کے بھی شکار ہو جائیں گے اور متشابہ کی اتباع کا ارتکاب لازم آئے گا۔ تشابہ جس طرح قرآن کریم میں ہوتا ہے، حدیث کے اندر بھی ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے ہماری تنبیہ فرمائی ہے:

فاما الذين فى قلوبهم زيغ فيتبعون ماتشابه منه إبتغاء الفتنة وابتغاء تاويله ومايعلم تاويله الا الله. (آل عمران: ۷)

(وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اس کے (اسی حصہ کے) پیچھے ہو لیتے ہیں جو متشابہ ہے شورش کی تلاش میں اور اس کے (غلط) مطلب کی تلاش میں درآنحالیکہ کوئی اس کا (صحیح) مطلب نہیں جانتا بجز اللہ کے۔)

شوکانی فرماتے ہیں: (آیت بتارہی ہے کہ گمراہ لوگ قرآن کی متشابہات کی پیروی کرتے ہیں......اور متشابہ وہ ہے جس کا معنی واضح نہ ہو، جس کی مراد صاف نہ ہو، خواہ وہ متشابہ حقیقی ہو، جیسے

مجمل الفاظ اور تشبیہ کی چیزیں یا متشابہ اضافی ہو جس کے حقیقی معنی کی وضاحت کے لئے کسی خارجی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے، خواہ بادی الرائے میں اس کا مفہوم واضح محسوس ہوتا ہو۔(۱۶)

عورت کے عقل و دین کے اندر شک سے متعلق زبان زد عام ضعیف اور موضوع حدیثیں وہم کی کرشمہ سازیوں کے علاوہ کیا ہے، یہ وہم قدیم جاہلیت کی یادگار ہے، مسلمانوں کو اس سے بیزار ہونا چاہیے، لیکن افسوس نقص عقل و دین کی نبوی تشریح سے تجاوز کے نتیجہ میں یہ موجود ہے اور نسوانی شخصیت سے متعلق انتہائی غلط قسم کے تصورات نے رواج پالیا ہے، چند موضوع حدیثیں درج ذیل ہیں:

حدیث: "عورتوں کو نہ لکھنا سکھاؤ اور نہ انھیں کمروں میں ٹھہراؤ"۔(۱۷)

حدیث: "عورت کی اطاعت شرمندگی ہے"۔(۱۸)

حدیث: "اگر عورتیں نہ ہوتیں تو اللہ کی پوری پوری پرستش ہوتی"۔(۱۹)

حدیث: "عورتوں سے مشورہ کرو اور ان کے خلاف کرو"۔(۲۰)

اور چند ضعیف احادیث و آثار درج ذیل ہیں:

حدیث: "عورتوں کی اطاعت کر کے مرد ہلاک ہوگئے"۔(۲۱)

حدیث: "تمہارا سب سے سخت ترین دشمن تمہاری بیوی ہے"۔(۲۲)

حضرت عمر بن خطابؓ پر موقوف اثر "عورتوں کی مخالفت کرو، ان کی مخالفت میں برکت ہے"۔(۲۳)

تیسری حدیث

حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہؐ نے فرمایا: عورتوں کے بارے میں وصیت قبول کرو۔ عورت کی تخلیق پسلی سے ہوئی ہے اور پسلی میں سب سے کجرو اس کا اوپری حصہ ہے۔ اگر تم اسے سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے اور اگر چھوڑ دو گے تو ٹیڑھی ہی رہے گی، پس عورتوں کے بارے میں وصیت قبول کرو۔ (بخاری و مسلم)(۲۴)

حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں: رسول اللہؐ نے فرمایا کہ عورت کی تخلیق پسلی سے ہوئی ہے

وہ کسی طور پر مکمل درست نہیں ہو سکتی۔ اسی کجروی کے ساتھ تم اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو، اگر سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ دو گے اور اس کا توڑنا اس کی طلاق ہے۔ (مسلم) (۲۵)

یہ حدیث درج ذیل باتوں پر مشتمل ہے:

الف: عورتوں سے متعلق عمومی وصیت، اس کا مفہوم یہ بتایا گیا ہے کہ عورتوں کے بارے میں باہم اچھی وصیتیں کرو۔

ب: اس وصیت کی علت عورت کی تخلیق سے تعلق رکھتی ہے، کیونکہ آپؐ نے فرمایا: عورت کی تخلیق پسلی سے ہوئی ہے اور پسلی میں سب سے کجرو اس کا اوپری حصہ ہے۔ پس عورت سب سے پہلے مرد کی تخلیق سے ممتاز ہے پھر اس کے اندر کجروی ہے۔ رسول اللہؐ نے اس کجروی کا میدان اور اس کا دائرہ نہیں بیان فرمایا بلکہ اس تخلیقی کجروی کے نتائج کی جانب اشارہ فرمایا کہ عورت کے کسی سلوک سے مرد بددل ہو جاتا ہے تو کیا موجودہ واقعات کی بنیاد پر کجروی کی تشریح جذبات کی شدت و سرعت، زیادتیٔ حساسیت اور تبدیلیٔ مزاج سے کی جا سکتی ہے؟ کجروی دراصل راست روی کی ضد ہے، لہذا جذبات کا توازن اور اس پر کنٹرول راست روی ہے۔ جذبات کی سرعت و شدت کجروی ہے اور اگر جذبات پر انسان کا کنٹرول راست روی کہلائے گا تو جذبات کا غلبہ کجروی کہلائے گا۔ عورت پر تو خاص طور سے جذبات کا غلبہ ہوتا ہے اور اپنے فیصلہ میں وہ حکمت سے دور جا پڑتی ہے یا اس سے کوئی نامناسب قول و فعل صادر ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات جذبات کی سرعت اس کے مزاج میں تبدیلی پیدا کر دیتی ہے۔ رسول اللہؐ نے سچ فرمایا ہے: "وہ کسی طرح راست رو نہیں رہ سکتی" یہ تبدیلی مرد کو بددل اور اس کے غصہ کو برانگیختہ کر دیتی ہے۔

اس تصریح کی تائید حضور ﷺ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جو وعظ کے دوران ان الفاظ میں ہم دیکھتے ہیں: "تم لعنت ملامت زیادہ کرتی ہو اور شوہروں کی ناشکری کیا کرتی ہو" ایسا سلوک عام طور سے غصہ کے وقت یعنی جذبات کی سرعت و شدت کے نتیجہ میں ہوتا ہے، لیکن لوگوں کی جانب سے کجروی کی یہ تشریح کہ عورت کی فطرت میں دوغلاپن ہے اور مکر و فریب اس کا وصف ہے۔ ہمارے خیال میں دور از کار، غلو آمیز اور عام عورتوں کی شخصیت کو مجروح کرنے والی ہے بلکہ یہ ان بہت سارے نصوص سے متعارض ہے جو صحابیات کی زندگی پر روشنی ڈالتی ہیں اور مکر و فریب اور

دھوکہ سے ان کی پاکدامنی پر دلیل ہیں نیز یہ روز مرہ کے اس مشاہدہ کے بھی خلاف ہے جو خود اپنی ماؤں، بہنوں اور بیویوں کے درمیان ہوتا رہتا ہے۔ کیا یہ عقلمندی کی بات ہے کہ ہم اپنے بچوں کی تربیت کی ذمہ داری ایسی ذات پر ڈالیں جو دورخی طبیعت رکھتی ہو؟

ج: حدیث میں اس کجروی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے عورت کے سلوک اور برتاؤ پر مرد کو صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے کہ "اگر تم سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو اسے توڑ دوگے اور اس کا توڑنا طلاق ہے" مرد کے ذہن میں یہ بات رہنی چاہیے کہ وہ اس کو تنگ اور پریشان کرنے کے لئے جان بوجھ کر یہ سلوک نہیں کرتی بلکہ وہ اللہ کی طرف سے مقدر کردہ عورت کی مخصوص طبیعت کا نتیجہ ہے یعنی جذبات کی شدت و سرعت لہذا مرد کو صبر کرنا چاہیے اور نرم و شریفانہ رویہ اختیار کرنا چاہیے اور یہ جاننا چاہیے کہ یہ عورت کی صفت ہے۔ ممکن ہے یہی کمزوری اس کے بنیادی کاموں یعنی حمل وولادت اور رضاعت و پرورش کی ادائیگی میں بہتر اثرات و نتائج پیدا کرتی ہو نیز مرد کو یہ بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کی ہر غلطی پر اس کا مواخذہ اور اس کو ڈانٹنے پھٹکارنے کی کوشش کرے گا تو مزید دوری اور فاصلہ بڑھنے کے علاوہ اور کچھ حاصل نہ ہوگا، جس کے نتیجہ میں علاحدگی اور طلاق کی نوبت آجائے گی، بہر حال مرد کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ بیوی کے اندر بھی کچھ خوبیاں اور فضائل ہوتے ہیں اور جو اس نقص اور کمی کا بدل بنتی ہیں۔ رسول اللہؐ نے سچ فرمایا ہے: "کوئی مومن مرد مومن عورت سے شدید بغض نہ رکھے، اگر اس کی کوئی عادت ناپسند ہو تو اس کی دوسری عادت سے خوشی ہوگی۔ (مسلم)(۳۱)

د: عورتوں کے ساتھ نرمی کی اہمیت دیکھئے، حدیث کے اختتام میں ابتدائی جملہ کو پھر دہراتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عورتوں کے بارے میں اچھی وصیت قبول کرو۔"

اس قول کی تشریح کرتے ہوئے طیبی کہتے ہیں: (حدیث کے لفظ "فاستوصوا" میں حرف "س" طلب یعنی مبالغہ کے لئے ہے، یعنی عورتوں کے حق میں اپنی طرف سے خوب وصیت تلاش کرو یا ان کے متعلق دوسروں سے وصیت کا مطالبہ کرو...... اور ایک معنی یہ بیان کیا گیا ہے: ان کے سلسلہ میں میری وصیت قبول کرو اور اس پر عمل کرو۔ ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا کرو اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو)

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: (یہ (آخری تشریح) میری نظر میں سب سے بہتر ہے اور یہ طیبی کے قول کے مخالف نہیں ہے) (۳۲)

بہر حال، ناقصات عقل ودین والی حدیث کے سلسلہ میں نقص کے میدان اور دائرہ کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے وسیع پیمانے پر علمی کوشش ضروری ہے نیز عورت کی کجروی کے میدان میں اور دائرہ کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے علمی تحقیق درکار ہے۔

حوالہ جات

(۱) بخاری: کتاب ابواب الکسوف۔ باب صلاۃ الکسوف جماعة۔ ج ۳ ص ۱۹۴۔
مسلم: کتاب صلاۃ الاستسقاء۔ باب ما عرض علی النبی...... ج ۳ ص ۳۳۔
(۲) فتح الباری: ج ۳ ص ۱۹۶۔
(۳) بخاری: کتاب الرقاق۔ باب فضل الفقراء۔ ج ۱۴ ص ۵۷۔
مسلم: کتاب الرقاق۔ باب اکثر اهل الجنة فقراء۔ ج ۸ ص ۸۸۔
(۴) بخاری: کتاب الحیض۔ باب ترك الحائض الصوم۔ ج ۱ ص ۴۲۱۔
مسلم: کتاب الایمان۔ باب نقصان الایمان۔ ج ۱ ص ۶۱۔
(۵الف) فتح الباری۔ ج ۱ ص ۴۲۲۔
(۵ب) بخاری: کتاب الاحکام۔ باب قول الله، اطیعوا الله واطیعوا الرسول۔ ج ۱۶ ص ۲۲۹۔
مسلم: کتاب الامارۃ۔ باب فضیلة الامام العادل۔ ج ۶ ص ۸۔
(۶) بخاری: کتاب الحیض۔ باب ترك الحائض الصوم۔ ج ۱ ص ۴۲۱۔
مسلم: کتاب الایمان۔ باب بیان نقصان الایمان۔ ج ۱ ص ۶۱۔
(۷) محلی: ج ۹ ص ۳۹۵، ۳۹۶۔
(۸) کتاب الطرق الحکمیہ: صفحہ ۱۶۱، تحقیق ڈاکٹر محمد اجمل غازی، مطبوعہ دار المدنی، جدہ، سعودی عرب۔
(۹) حوالہ سابق: صفحہ ۱۶۲۔
(۱۰) جیسے شیخ محمد غزالی (مأة سوال عن الاسلام۔ ۱/۱۶۱ اور شیخ یوسف قرضاوی (فتاوی معاصرہ حلقہ دوم)
(۱۱) بخاری: کتاب الحج۔ باب فضل الحج المبرور۔ ج ۴ ص ۱۲۵۔
(۱۲) بخاری: کتاب الحج۔ باب حج النساء۔ ج ۴ ص ۲۴۵۔
(۱۳) مسلم: کتاب الحج۔ باب بیان وجوہ الإحرام۔ ج ۴ ص ۳۰۔
(۱۴) بخاری: کتاب الحج۔ باب المعتمر اذا طاف...... ج ۴ ص ۳۶۱۔

مسلم: کتاب الحج۔ باب بیان وجوہ الاِحرام۔ ج۴ص۳۱۔

(۱۵) فتح الباری۔ ج۱ص۴۲۲۔

(۱۶) کتاب الاعتصام للشاطبی۔ ج۲ص ۲۳۳۔

(۱۷) تبصرہ پر حدیث نمبر ۱۷۸ سلسلۂ احادیث صحیحہ۔

(۱۸) سلسلۂ احادیث ضعیفہ نمبر ۴۳۵۔

(۱۹) سلسلہ احادیث ضعیفہ نمبر ۵۶۔

(۲۰) سلسلہ احادیث ضعیفہ نمبر ۴۳۰۔

(۲۱) سلسلہ احادیث ضعیفہ نمبر ۴۳۶۔

(۲۲) ضعیف الجامع الصغیر نمبر ۱۰۳۳۔

(۲۳) سلسلہ احادیث الضعیفہ نمبر ۴۳۰۔

(۲۴) بخاری: کتاب الاحادیث الانبیاء۔ باب خلق آدم......ج۷ص۱۷۷۔

مسلم: کتاب الرضاع۔ باب الوصیة بالنساء۔ ج۴ص۱۷۸۔

(۲۵) مسلم: کتاب الرضاع۔ باب الوصیة بالنساء۔ ج۴ص۱۷۸۔

(۲۶) مسلم: کتاب الرضاع۔ باب الوصیة بالنساء۔ ج ۴ص۱۷۸۔

(۲۷) دیکھئے: فتح الباری میں طیبی اور ابن حجر کا قول۔ ج۷ص ۱۷۷۔

☆ ☆ ☆

پانچویں فصل

نسوانی شخصیت کے خدوخال پر دوبارہ نظر

عورت کی انفرادی حیثیت

اسلام نے عورت کو انسانی شرف و کرامت کے مقام سے نوازا ہے اور اس کو مستقل بالذات حیثیت دی۔ اپنی ملکیت میں تصرفات کی پوری آزادی دی ہے۔ عہد نبویؐ میں بے شمار ایسی مثالیں ملتی ہیں جو عورت کی مستقل بالذات حیثیت کو نمایاں کرتی ہیں۔ بعض مثالوں میں شوہر یا گھر کے ذمہ دار کے بغیر عورت کے ذاتی تصرفات کے صریح تذکرے ملتے ہیں اور بعض دیگر مثالوں میں شوہر یا گھر کے ذمہ دار کے ساتھ پیشگی مشورہ کا بھی احتمال ملتا ہے۔ ان مثالوں سے بہر حال یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورت کو مستقل بالذات حیثیت اور بھرپور ارادہ و اختیار حاصل رہا ہے۔ انھوں نے اپنے حقوق کے مطالبے اور دفاع بھی کئے ہیں، ہدیے بھی دئے ہیں، صدقے بھی کئے ہیں اور کام کاج کے لئے باہر بھی نکلتی رہی ہیں، یہ سارے کام انجام دیتی رہی ہیں۔ شوہروں اور گھر کے ذمہ داروں کے اوٹ میں ان کی شخصیت پوشیدہ نہیں رہی۔ چند مثالیں ذیل میں مشاہدہ کیجئے:

حضورؐ کے علم میں لائے بغیر حضرت میمونہؓ کی اپنی باندی کی آزادی

حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت خبیبؓ سے مروی ہے کہ حضرت میمونہ بنت حارثؓ نے انھیں بتایا کہ انھوں نے حضورؐ سے اجازت لئے بغیر ایک باندی کو آزاد کر دیا۔ جس دن رسول اللہؐ کی باری ان کے گھر میں آئی انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپؐ کو پتہ ہے میں نے اپنی باندی آزاد کر دی۔ آپؐ نے فرمایا: کیا کر چکی ہو؟ عرض کیا ہاں، آپؐ نے فرمایا: اگر تم نے اسے

اپنے ننھیالی رشتہ داروں کو دے دیا ہوتا تو زیادہ اجر ملتا۔(بخاری)(۱)

حضرت ام سلیم کا اپنی شادی کے دن رسول اللہؐ کو اپنے شوہر کے بجائے خود اپنے نام سے ہدیہ بھیجنا

حضرت ام سلیم بنت ملحان نے کہا: اے انس اسے لے کر حضورؐ کی خدمت میں جاؤ اور کہو کہ میری ماں نے یہ آپؐ کے لئے بھیجا ہے اور آپؐ کو سلام کہا ہے اور عرض کیا ہے: یارسول اللہؐ یہ ہماری طرف سے معمولی سا ہدیہ ہے۔(مسلم)(۲)

حضرت اسماء بنت عمیس کی گفتگو

حضرت عمرؓ نے اسماءؓ سے کہا کہ ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے لہذا رسول اللہؐ پر تم سے زیادہ ہمارا حق ہے۔ وہ ناراض ہو گئیں اور بولیں، ہرگز نہیں، خدا کی قسم تم لوگ تو رسول اللہؐ کے ساتھ تھے، وہ تمہارے بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے اور ان پڑھوں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے اور ہم لوگ صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کی خاطر حبشہ کی دور دراز زمین میں تھے۔ بخدا میں نہ کھاؤں گی اور نہ پانی پیوں گی جب تک کہ تمہاری یہ بات رسول اللہؐ سے نہ بتادوں......رسول اللہؐ نے ان سے فرمایا "مجھ پر اس کا حق تم سے زیادہ نہیں۔ وہ اور ان کے ساتھیوں کی صرف ایک ہجرت ہے اور تم کشتی والوں کی دو ہجرت ہے۔" وہ فرماتی ہیں: حضرت ابو موسیٰ اور دوسرے لوگ اس حدیث کے بارے میں جوق درجوق آکر دریافت کرتے تھے۔(بخاری و مسلم) (۳)

شوہر کے علم میں لائے بغیر حضرت اسماء کا اپنی باندی کی قیمت کا صدقہ کرنا

حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ فرماتی ہیں......میں نے باندی کو فروخت کر دیا۔ حضرت زبیرؓ میرے پاس آئے۔ باندی کی قیمت میری گود میں تھی، انھوں نے کہا: یہ قیمت مجھے ہدیہ کر دو، میں نے کہا، میں تو وہ صدقہ کر چکی ہوں۔(مسلم)(۴)

شوہر کی اجازت کے بغیر مسجد میں نماز با جماعت کے حق پر حضرت عاتکہ بنت زیدؓ کا اصرار

حضرت ابن عمرؓ نے ان سے کہا: آپ کیوں (فجر اور عشاء کی نماز کے لئے) نکلتی ہیں؟ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ اس کو ناپسند کرتے ہیں اور اس پر ناراض ہوتے ہیں؟ وہ بولیں: پھر وہ مجھے منع کیوں نہیں کرتے؟ انھوں نے کہا: حضور کا یہ ارشاد انھیں روکتا ہے "اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے مت روکو"۔ (بخاری) (۵)

عبدالرزاق کی ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے حضرت عمرؓ سے کہا (بخدا میں نہیں رکوں گی جب تک کہ آپ روک نہ دیں)۔ زہری فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ نے انھیں ٹوکا اور وہ مسجد کے اندر تھیں۔ (۶)

شوہر کے واسطہ کے بغیر خوبصورت انداز میں رسول اللہؐ سے اپنی وفاداری کا حضرت ہند بنت عتبہ کا اعلان

حضرت ہند نے کہا: یارسول اللہؐ اس روئے زمین پر کوئی بھی شخص آپ سے زیادہ ناپسندیدہ مجھے نہیں تھا لیکن آج روئے زمین پر آپ سے زیادہ باعزت کوئی بھی شخص میرے نزدیک نہیں ہے۔ (بخاری ومسلم) (۷)

شریعت شوہر اور سرپرست سے مشورہ کے حق کو تسلیم کرتی ہے اور نیک کاموں میں شوہر و سرپرست کی اطاعت عورت پر ضروری قرار دیتی ہے تاکہ سماجی تعلقات زیادہ سے زیادہ استوار رہیں اور خاندان کے اندر اتحاد و ربط مضبوط ہو۔ لیکن مشورہ اور نیک کاموں میں اطاعت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورت ایک ناقص انسان ہے اور اسی لئے شوہر و سرپرست سے مشورہ کو شریعت نے ضروری قرار دیا ہے۔ مشورہ تو امت کے ہر مرد و زن سے مطلوب اور پسندیدہ امر ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، "وأمرهم شورى بينهم" بلکہ مسلمانوں کے سربراہ کو بھی امت سے مشورہ کا پابند بنایا گیا ہے: باری تعالیٰ کا ارشاد ہے "وشاورهم في الامر" اسی طرح امت کے عام افراد اور عورتوں کی اطاعت مطلوب و پسندیدہ ہے۔ ہر ذمہ دار کی اس کے خصوصی میدان میں اطاعت ہونا چاہیے بلکہ

مجموعی طور پر پوری امت سے سربراہ کی اطاعت کا مطالبہ ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے۔"اطیعوا اللہ واطیعوالرسول واولی الامر منکم" اطاعت جب تک نیک کاموں کے دائرے میں رہے گی ہر حاکم اور ہر محکوم راست رو ہوگا، خاندان کا قافلہ پورے اطمینان سے رواں دواں ہوگا، معاشرہ کے سارے ادارے کامیابی سے ہمکنار ہوں گے، امت مسلمہ عروج کے زینے طے کرے گی اور ان کی حکومت کا عَلم لہرا رہا ہوگا لیکن سرپرست اور شوہر جب غلط کاموں کا حکم دیں گے تو غلط نتائج بر آمد ہوں گے اور انجام بھیانک ہوگا، اسی لئے یہ ضروری ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم ہی تمام لوگوں کے لئے مرجع و فیصل ہو۔

سرپرستوں پر اصلاحی نظر......چند نمونے

حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ معقل بن یسار کی بہن کے شوہر نے انھیں طلاق دے دی اور علاحدہ رہے، جب ان کی عدت پوری ہو گئی تو پھر انھیں پیغام دیا۔ حضرت معقل سخت ناراض ہوئے اور کہا: "اپنی بیوی سے دور رہے حالانکہ رجعت کر سکتے تھے؟ پھر پیغام دے رہے ہیں!" انھوں نے روک دیا (اور ایک روایت میں ہے (۸): شوہر کے اندر کوئی خامی نہ تھی اور بیوی بھی واپس جانے کے لئے تیار تھی) اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی:

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن اذا تراضوا بينهم بالمعروف ذلك يوعظ به من كان منكم يومن بالله واليوم الاخر.

(اور جب تم طلاق دے چکو اپنی عورتوں کو اور پھر وہ عدت کو پہنچ چکیں تو تم انھیں اس سے مت روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کرلیں جب کہ وہ آپس میں سب شرافت کے ساتھ راضی ہوں، اس (مضمون) سے نصیحت کی جاتی ہے تم میں سے اس شخص کو جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔)

رسول اللہؐ نے انھیں بلایا اور آیات سنائیں تو وہ اپنے اصرار سے باز آگئے اور حکم خداوندی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ (بخاری) (۹)

حضرت خنساء بنت خدام انصاریہؓ سے روایت ہے کہ ان کے والد نے ان کی شادی کر دی، وہ بیوہ تھیں، انھوں نے شادی کو ناپسند کیا اور رسول اللہؐ کے پاس آئیں تو آپؐ نے ان کا نکاح ختم کرادیا۔ (بخاری) (۱۰)

حضرت جابرؓ بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میری خالہ کو طلاق دے دی گئی تھی۔ انھوں نے اپنے پھلوں کی کٹائی کے لئے باہر نکلنا چاہا تو ایک شخص نے باہر نکلنے پر انھیں ٹوکا۔ انھوں نے رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بتایا تو آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں! اپنے پھلوں کی کٹائی کرو، ہو سکتا ہے کہ تم صدقہ کرو یا اور کوئی نیک کام کرو۔" (مسلم) (۱۱)

حضرت حفصہ بنت سیرین فرماتی ہیں کہ ہم کنواری لڑکیوں کو عید کے دن بھی باہر نکلنے سے روکتے تھے، جب ام عطیہؓ آئیں تو میں نے ان سے دریافت کیا: کیا آپ نے اس سلسلہ میں حضورؐ کا کوئی فرمان سنا ہے، بولی: ہاں، آپؐ کو یہ فرماتے ہوئے میں نے سنا ہے کہ "کنواری اور پردہ نشیں عورتیں باہر نکلیں گی۔ (اور ایک روایت میں ہے (۱۲) کہ ہمیں حکم تھا کہ عید کے دن کنواری لڑکیوں کو بھی باہر نکالیں۔) (بخاری) (۱۳)

شوہروں پر اصلاحی نظر۔ چند نمونے

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ہند بنت عتبہ نے کہا: یا رسول اللہؐ ابو سفیان بخیل آدمی ہیں۔ وہ مجھے اتنا نہیں دیتے جو میرے اور میرے بچوں کے لئے کافی ہو۔ اس لئے میں ان کے بتائے بغیر لے لیتی ہوں، آپؐ نے فرمایا: اپنی اور اپنے بچوں کی ضرورت کے مطابق لے لو۔ (بخاری و مسلم۔ ۱۴)

حضرت عمرؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ...... میں ایک معاملہ میں غور و خوض کر رہا تھا۔ آکر میری اہلیہ نے کہا: کاش آپ ایسا ایسا کرتے، میں نے کہا: میرے اس معاملے سے تمھیں کیا مطلب؟ وہ بولیں: اے ابن خطاب! تم بھی عجیب ہو، تم نہیں چاہتے کہ تم سے بات کی جائے حالانکہ تمہاری بیٹی رسول اللہؐ سے بات کرتی ہے۔ (ایک روایت میں ہے (۱۵) انھوں نے کہا: میرا دخل دینا آپ کو پسند نہیں آتا۔ خدا کی قسم ازواج مطہرات بھی رسول اللہؐ کے معاملہ میں دخل دیتی ہیں)۔
(بخاری و مسلم) (۱۶)

حضرت مسورؓ سے مروی ہے، حضرت علیؓ نے ابو جہل کی بیٹی کو پیغام دیا۔ حضرت فاطمہ کو جب اس کا علم ہوا تو حضورؐ کے پاس آئیں اور بولیں: ...... علی تو ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنے جا رہے ہیں! حضورؐ کھڑے ہوئے اور فرمایا: امابعد، میں نے ابو العاص بن ربیع کا نکاح کرایا۔ انھوں نے مجھ سے گفتگو کی اور سچ کر دکھایا اور فاطمہ میرا ایک ٹکڑا ہے۔ اس کی تکلیف مجھے ناپسند ہے (اور ایک روایت

میں ہے "مجھے اندیشہ ہے کہ وہ اپنے دین کے سلسلہ میں کسی فتنہ کا شکار ہو جائے"۔) (۱۷)

"اللہ کے رسول کی بیٹی اور اس کے دشمن کی بیٹی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی" تو حضرت علیؓ نے پیغام سے گریز کر لیا۔ (بخاری و مسلم) (۱۸)

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں...... رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے مت روکو۔ (بخاری و مسلم)(۱۹)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے کچھ خواتین کو مسجد جانے سے روکا تھا اس لئے رسول اللہؐ نے ان کو اس سے منع فرمایا:

حضرت سالم بن عبداللہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تمہاری عورتیں مسجدوں میں جانے کی اجازت طلب کریں تو انھیں مت روکو۔ حضرت بلالؓ بن عبداللہ نے کہا: بخدا ہم تو انھیں ضرور روکیں گے۔ (اور ایک روایت میں ہے: ہم انھیں نہیں نکلنے دیں گے کہ وہ فتنہ کا شکار ہوں)۔

راوی کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان کو اس قدر برا بھلا کہا کہ کبھی کسی اور کو اس طرح انھیں کہتے ہوئے میں نے نہیں سنا تھا اور فرمایا: میں تمھیں اللہ کے رسول کی حدیث سنا رہا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ہم انھیں روکیں گے۔ (مسلم) (۲۰)

بعض تابعین کی جانب سے عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے روکا گیا تو ایک جلیل القدر صحابی نے اس پر تنبیہ کی۔

نسوانی شخصیت کی امتیازی خصوصیات کی حفاظت

اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کی تخلیق فرمائی اور ہر ایک کو امتیازی خصوصیات سے نوازا۔ ان خصوصیات کی حفاظت اور ان کی رعایت ہر دو اصناف کا فریضہ ہے۔ ہر ایک کی علاحدہ انفرادی شخصیت ہے۔ ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنے یا اپنی بعض خصوصیات سے دستبردار ہونے کی کوشش غلط ہے۔ عورت کی شخصیت پر گفتگو کرتے ہوئے اس بات کی تاکید ضروری ہے کہ ان امتیازی خصوصیات کی حفاظت ضرور کی جائے۔ اسی میں عورت کی مقدس انسانیت اور فطری خصوصیات کا

اعزاز واکرام ہے۔اس کے برعکس مردوں سے مشابہت ایک جانب اپنی تخلیق کی بربادی اور دوسری جانب احساس کمتری کی دلیل ہے۔اپنی خصوصیات کو برقرار رکھ کر ہی عورت اپنی بنیادی ذمہ داریوں یعنی شوہر اور اپنے بچوں کی بہترین خدمت ونگہداشت انجام دے سکتی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہؐ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔(بخاری)(۲۱)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے مردوں کی چال اپنانے والی عورتوں اور عورتوں کی روش اپنانے والے مردوں پر لعنت بھیجی ہے۔(ابوداؤد)(۲۲)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کا لباس پہننے والے مرد اور مردوں کا لباس پہننے والی عورت پر لعنت بھیجی ہے۔(ابوداؤد)(۲۳۔۲۴)

مرد وعورت ہر دو کی فطری خصوصیات اسی وقت جلوہ گر اور نموپذیر ہوتی ہیں جب دونوں سے اپنے اپنے میدانوں میں کام لیا جائے۔اگر یہ تقسیم بندی نہ ہو اور ایک صنف دوسری صنف کے تمامتر بیشتر کاموں کو اپنانے لگے تو نہ صرف یہ کہ دوسری صنف کی خصوصیات اس میں پیدا ہونے لگیں گی بلکہ اپنی خصوصیات بھی ناپید ہونے لگیں گی اور اس طرح فرد خواہ مرد ہو یا عورت، کی زندگی صحیح ڈگر سے ہٹ جائے گی۔ عورت اس روش کو اپنا کر نہ تو مرد بن سکتی ہے اور نہ عورت ہی باقی رہ سکتی ہے۔وہ ایک مسخ شدہ تصویر اور باہم ٹکراتی ہوئی خصوصیات کا ملغوبہ ہو کر رہ جائے گی اور عورت کی اس امتیازی خصوصیت کی کمی اور حمل ورضاعت وپرورش کی اہم ترین ذمہ داریوں سے گریز معاشرہ کے اندر بھی بے اعتدالی پیدا کردے گی۔

مردوں کی مشابہت اختیار کر کے عورت اللہ اور اس کے رسول کی ڈگر سے جس طرح منحرف ہو جاتی ہے، یہی انحراف اس وقت بھی پیدا ہو جاتا ہے جب عورت کی انفرادیت اور امتیازیت میں غلو برتا جائے اور رسول اللہ کی ارشاد فرمودہ یہ حقیقت فراموش کردی جائے کہ عورتیں مردوں کے ہمدوش ہیں(۲۵) نتیجتاً عورت عام انسانی صفات سے بھی محروم ہو کر دوسرے یا تیسرے درجہ کا انسان بن کر رہ جاتی ہے،اس کی بلند مقامی ختم ہو جاتی ہے اور اس کی شخصیت زوال پذیر ہو جاتی ہے۔نہ

اس کے ارادہ کی کوئی حیثیت ہوتی ہے نہ اختیار کی آزادی حاصل ہوتی ہے اور نہ کسی بہتر سماجی سرگرمی یا ضروری سیاسی سرگرمی میں شرکت کا کوئی میدان باقی رہتا ہے، گویا وہ ایک ناقص اور بے بس مخلوق ہو، نہ کہ انسان کامل۔ جس شخصیت کے لئے اسلام نے ٹھوس ہدایات اور اہم حقوق تسلیم کئے ہیں۔ جن کی کچھ تفصیل آئندہ صفحات میں دی جا رہی ہے۔

نسوانی شخصیت کے فروغ کے معاون اسباب

پہلا سبب: قرآن و سنت کی روشنی میں نسوانی شخصیت سے متعلق تصورات کی اصلاح:

یہ اصلاح سب سے پہلے خود عورت کی اپنی ذات کے تصور کی اصلاح سے شروع ہوتی ہے کیونکہ اس کے بعد ہی عورت کو گویا ایک بندھن سے آزاد ہو کر کائنات کی بہترین تعمیر میں حصہ لے سکتی ہے اور اس کے ذاتی تصور کی اصلاح سے پیدا ہونے والا اس کا صحیح کردار دوسروں کے تصورات کی اصلاح میں بہترین ثابت ہو سکتا ہے۔

عورت کی بلند مقامی: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ولقد کرمنا بنی آدم" (اسراء۔۷۰) بنو آدم میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں نیز رسول اللہ کا ارشاد ہے: "دین و عقل میں ناقص ہیں"۔ اور ارشاد ہے: "اس کی تخلیق پسلی سے ہوئی ہے اور پسلی میں سب سے کجرو اس کا اوپری حصہ ہوتا ہے"۔ ان ہدایات سے لوگوں نے غلط مطلب اخذ کر لیا ہے جس کی وضاحت ہم نے پچھلے صفحات میں کی ہے (۲۶) حالانکہ یہ مجمل اقوال ہیں، ان میں سے کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جو عورت کی بلند مقامی کے خلاف ہو، جو قطعی اور تفصیلی دلائل سے ثابت ہے۔

عورت مرد ہی کی مانند دنیا میں اپنے تمام تعزیری و تمدنی اعمال کی ذمہ دار ہے اور قیامت میں اس کا بدلہ پائے گی۔ والد، بھائی اور شوہر عورت کے کچھ کام نہیں آسکتے۔ ارشاد باری ہے:

من عمل صالحاً من ذكر أو انثى وهو مومن فلنحيينه حياة طيبة. (نحل۔۹۷)

(نیک عمل جو کوئی بھی کرے گا مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔)

الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مأة جلدة. (نور۔۲)

(زناکار عورت اور زناکار مرد سو(دونوں کا حکم یہ ہے کہ)ان میں سے ہر ایک کو سو سو درے مارو۔)

السارق والسارقة فاقطعوا أيديهما. (مائدہ۔۳۸)

(چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔)

رسول اللہؐ کا ارشاد ہے: اے عباس بن عبدالمطلب، میں آپ کو اللہ سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکتا اور اے رسول خدا کی پھوپھی صفیہ، میں آپ کو اللہ سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکتا، اور اے محمد کی بیٹی فاطمہ! میں تم کو اللہ سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکتا۔ (بخاری و مسلم)(۲۷)

عورت اپنی مستقل بالذات شخصیت رکھتی ہے اور اپنے اختیار میں آزاد ہے اور وہ پوری آزادی کے ساتھ اپنے رفیقۂ حیات کا انتخاب کر سکتی ہے۔ اللہ کے رسول کا ارشاد ہے: کسی بیوہ کا نکاح بغیر اس کے مشورہ کے اور کنواری کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے نہیں کیا جائے گا۔ (بخاری و مسلم۔۲۸) اسی طرح ناپسندیدگی کی صورت میں شوہر سے جدائیگی کا بھی اسے حق ہے۔ شوہر کی جانب سے کوئی نقصان نہ پہنچنے کی صورت میں شوہر کی دی ہوئی چیزوں کو خود شوہر کے اتفاق یا قاضی کے فیصلہ سے لوٹا کر جدا ہو سکتی ہے۔ ثابت بن قیس کی اہلیہ نے آکر عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! مجھے ثابت کے دین یا اخلاق پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن ناشکری کا اندیشہ ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: کیا تم اسے اس کا باغ واپس کر دو گی، انھوں نے کہا: ہاں، پھر انھوں نے واپس کر دیا اور آپؐ کے حکم سے شوہر نے انھیں جدا کر دیا۔ (بخاری)(۲۹)

عورت ایک مکمل انسان ہے، خاندانی زندگی میں وہ مرد کی رفیقہ ہے، نہ کہ جنسی تسکین کا ایک کھلونا کیونکہ عورت جس طرح مرد کے لئے لباس ہے مرد بھی اس کے لئے لباس ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "هن لباس لكم وانتم لباس لهن" (بقرہ۔۱۸۷) خاندان کی ذمہ داریاں دونوں کے سر آتی ہیں؟ مرد پر اللہ تعالیٰ نے کمائی اور حصول آمدنی اور نگرانی کی ذمہ داری ڈالی ہے: الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما أنفقوا من أموالهم. (نساء۔۳۴)

(مرد عورتوں کے سر دھرے ہیں اس لئے کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر بڑائی دی ہے اور اس لئے کہ مردوں نے اپنا مال خرچ کیا ہے۔)

اور عورت پر بچوں کی نگہداشت اور گھریلو امور کی انجام دہی کی ذمہ داری ڈالی ہے۔ ارشاد

نبوی ہے "...... عورت اپنے شوہر کے گھر اور اپنے بچوں کی نگہبان ہے اور ان کے متعلق وہ جوابدہ ہے"۔ (بخاری و مسلم) (۳۰) یہ حدیث بتا رہی ہے کہ عورت اپنے ارادے سے محروم، محض مرد کی دست نگر نہیں ہے۔ محبت اور رحمت کی بنیاد ہی پر باہمی تعلقات استوار ہوتے ہیں۔ جب محبت اور رحمت ختم ہو جائے تو جائز طریقے سے رشتۂ ازدواج ختم کر دیا جاتا ہے۔

عورت ایک دانشمند انسان اور بہتر سیاسی اور سماجی سرگرمیاں انجام دینے والی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

والمومنون والمومنات بعضهم اولياء لبعض يامرون بالمعروف وينهون عن المنكر.

(توبہ۔ ۷۱)

(ایمان والے اور ایمان والیاں ایک دوسرے کے (دینی) رفیق ہیں، نیک باتوں کا (آپس میں) حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔)

وہ محض شی مستور نہیں ہے، جسے لوگوں سے اس قدر چھپایا جائے کہ اس کی شخصیت، اس کا چہرہ، اس کی آواز بلکہ اس کے نام تک کو بھی پوشیدہ رکھا جائے، اگر عورت کی کچھ چیزیں لوگوں سے پوشیدہ رکھی جانے والی ہوتی ہیں تو مرد کے بھی کچھ حصے قابل ستر ہوتے ہیں۔

عورت متوازن شخصیت رکھتی ہے۔ وہ کچھ لوگوں کے خیال کے مطابق نہ تو سیدھی سادھی، کم عقل اور ایک میٹھے بول کے دام فریب میں آ جانے والی ہے اور نہ ہی خبیث چال باز اور مکر و فریب ہی کی رسیا ہے۔ اگر عورت کی جانب سے کسی کمزوری یا کسی شرارت کا اظہار ہوتا ہے تو مرد اس سے کوئی محفوظ نہیں ہے۔

دوسرا سبب: شرعی ذمہ داریوں کی ادائیگی

ذمہ داریوں کی ادائیگی متعدد پہلو رکھنے والی سرگرمی کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ پہلو عقلی بھی ہے، وجدانی بھی اور جسمانی بھی۔ ان میں سے ہر ایک کی مخصوص مقدار ہے۔ تمام حالات میں یہ سرگرمی نسوانی شخصیت کو فروغ بخشتی ہے اور اس کے اندر توازن اور بلند مقامی پیدا کرتی ہے نیز گرد و پیش کی دنیا سے متعلق وسیع تجربات عطا کرتی ہے اسی لئے کسی بھی ذمہ داری سے گریز نسوانی

شخصیت کے لئے نقصان دہ اور فروغ شخصیت کے قیمتی موقع کا ضیاع ہے۔ بہترین نتائج کی حامل یہ ذمہ داریاں کچھ تو شعائر عبادات سے متعلق ہیں اور کچھ خاندانی و معاشرتی ذمہ داریوں سے۔ ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کا معیار جتنا بلند ہوگا، نسوانی شخصیت بھی اسی قدر بلند مقام حاصل کر سکے گی۔

تیسرا سبب: شرعی حقوق کا حصول

ذمہ داریوں کی ادائیگی ہی کی طرح حقوق کا حصول بھی ہمہ جہتی، عقلی، وجدانی اور جسمانی سرگرمی کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ ذمہ داریوں کی ادائیگی اور حقوق کا حصول دونوں ایک دوسرے سے مربوط اور ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ دونوں مل کر بہترین نتائج برپا کرتے ہیں اور بلند مقامی اور بہترین تجربات سے عورت کی آراستگی کو دوچند کرتے ہیں۔ عورت کی نسوانی شخصیت کو فروغ بخشنے والے حقوق میں مجلس، وعظ و نصیحت میں حاضری، علوم و معارف کے حصول، شادی و افزائش نسل، گھریلو امور سے فراغت کے اوقات میں ملازمت سے وابستگی، بہتر سیاسی اور سماجی سرگرمیوں میں شرکت کے حصول شامل ہیں۔ یہی حقوق بعض حالات میں ذمہ داریوں کا درجہ اختیار کر لیتے ہیں مثلاً ان حقوق کی ادائیگی سے عورت، خاندان یا معاشرہ کی کسی بنیادی ضرورت یا ضروری مفاد کی تکمیل وابستہ ہو جائے۔

مردوزن کے باہمی سلوک کے بعض آداب

اسلام نے مردوزن کے باہمی میل جول کے کچھ آداب مقرر کئے ہیں۔ یہ آداب لوگوں کی عقل اور شعور میں بھی موجود رہنے چاہئیں کہ شریعت کی عطا کردہ انسانی عظمت کو بہتر طریقے سے سمجھنے میں وہ معاون بنتے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں انھیں جاگزیں رہنے چاہئیں کہ شریعت نے ان دلوں کے اندر خواتین کے تئیں ہمدردی و نرمی کے جذبات رکھے ہیں۔ اہل مغرب اگر کبھی ٹھوس بنیادوں اور کبھی ظاہری طور پر عورتوں سے لطف و مدارات بھی برتتے ہیں تو ہم مسلمانوں کے سامنے اس سلسلہ میں انتہائی بلند اور ممتاز آداب موجود ہیں۔ یہ اس لئے بھی بلند ہیں کہ تمام تر ٹھوس بنیادوں پر قائم اور دل کی گہرائیوں سے ابلتے ہیں۔

ازواج مطہرات، صاحبزادیوں بلکہ مسلم خواتین اور غیر مسلم خواتین کے سلسلہ میں بھی رسول

اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار عورتوں کے ساتھ لطف و نرمی کے جذبات کو مزید بڑھاوا دیتے ہیں۔

ازواج مطہرات کے ساتھ آپؐ کا کردار:

گھر کے کاموں میں تعاون

حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہؐ گھر کے اندر کیا کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: اپنے گھر کے کاموں میں شریک رہتے تھے۔ (بخاری) (۳۱)

سفر میں رفاقت

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:......رسول اللہؐ جب سفر کا ارادہ کرتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، جن کے نام قرعہ نکلتا انھیں اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے۔
(بخاری و مسلم)(۳۲)

اعتکاف میں ملاقات

ام المومنین حضرت صفیہؓ سے مروی ہے:......وہ رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف میں رسول اکرمؐ کے پاس آئیں اور دیر تک آپؐ سے گفتگو کی۔ پھر اٹھ کر لوٹنے لگیں تو رسول اکرمؐ ان کے ساتھ اٹھ کر انھیں رخصت کرنے آئے (اور ایک روایت میں ہے)(۳۳) نبی اکرمؐ مسجد میں تھے، ازواج مطہرات آپؐ کے پاس تھیں، جب وہ لوٹنے لگیں تو آپؐ نے صفیہ بنت حیی سے فرمایا: جلدی مت کرو میں بھی تمھیں رخصت کردوں۔ (بخاری و مسلم)(۳۴)

اہلیہ کے بغیر دعوت قبول کرنے سے انکار

حضرت انس سے مروی ہے کہ حضورؐ کا ایک پڑوسی فارسی تھا جو اچھا سالن بنایا کرتا تھا۔ اس نے حضورؐ کے لئے پکایا پھر آکر آپ کو دعوت دی۔ آپؐ نے حضرت عائشہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا: "اور یہ؟" اس نے کہا: نہیں، تو آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ اس نے دوبارہ دعوت دی تو آپؐ نے پوچھا: یہ؟ اس نے کہا! نہیں، تو آپؐ نے کہا: نہیں پھر اس نے تیسری مرتبہ دعوت دی، آپؐ نے

پھر پوچھا: اور یہ؟ اس نے کہا: ہاں، پھر دونوں آگے پیچھے نکل کر اس کے گھر تشریف لے گئے۔
(مسلم) (۳۵)

سواری پر چڑھانے میں تعاون

حضرت انس سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ...... پھر ہم (خیبر سے لوٹتے ہوئے) مدینہ واپس ہوئے۔ میں نے دیکھا، نبی اکرمؐ نے حضرت صفیہؓ کے لئے اپنے پیچھے گدا رکھا، پھر اپنے اونٹ کے پاس بیٹھ گئے اور اپنا گھٹنہ رکھا۔ حضرت صفیہ آپؐ کے گھٹنہ پر پاؤں رکھ کر اونٹ پر سوار ہو گئیں۔
(بخاری)(۳۶)

بیوی سے کھیل دیکھنے کی پیش کش

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں...... عید کے دن سوڈانی لوگ ڈھال اور تلوار سے کھیل دکھاتے تھے۔ میں نے حضورؐ سے کہا یا آپؐ نے فرمایا: دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے کہا: ہاں، آپؐ نے اپنے پیچھے مجھے کھڑا کیا: میرے رخسار آپؐ کے رخسار پر تھے، آپؐ فرما رہے تھے، بنو ارفدہ! کھیل جاری رکھو، جب میرا جی بھر گیا تو: بس؟ میں نے کہا: ہاں، فرمایا: جاؤ۔ (بخاری و مسلم)(۳۷)

صاحبزادیوں کے ساتھ آپؐ کا سلوک:

صاحبزادی کا استقبال

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، حضرت فاطمہ چلتی ہوئی آئیں۔ ان کی چال نبیؐ سے ملتی جلتی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: بیٹی، خوش آمدید، پھر آپؐ نے انھیں اپنے دائیں یا بائیں بٹھایا۔ (بخاری و مسلم) (۳۸)
ابو داؤد، نسائی اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے، جب حضورؐ کے پاس وہ آتی تھیں تو آپؐ کھڑے ہو کر ان کا بوسہ لیتے اور انھیں اپنی مجلس میں بٹھاتے تھے۔ (۳۹)

مسلم خواتین کے ساتھ آپؐ کا طرز عمل

بچے کی آواز سن کر نماز میں تخفیف

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے: نبی اکرمؐ نے فرمایا: میں نماز شروع کرتا ہوں اور

طویل کرنا چاہتا ہوں، پر جب بچے کی آواز سنتا ہوں تو بچے کے رونے پر ماں کی شدت غم کے احساس سے میں نماز مختصر کر دیتا ہوں۔ (بخاری و مسلم) (۴۰)

نماز کے بعد خواتین کی پہلے واپسی

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں: رسول اللہؐ جب سلام پھیرتے تو اٹھنے سے قبل کچھ دیر ٹھہرے رہتے اور سلام کے بعد ہی عورتیں واپس ہو جاتیں۔ ابن شہاب کہتے ہیں۔ میرا خیال ہے، حقیقت تو خدا کو معلوم کہ آپ اس مقصد سے ٹھہر جاتے تھے مردوں سے پہلے عورتیں واپس لوٹ جائیں۔
(بخاری) (۴۱)

عید میں کنواری و حائضہ عورتوں کو نکلنے کا حکم

ام عطیہ فرماتی ہیں: رسول اللہؐ کو میں نے فرماتے ہوئے سنا ہے: کنواری لڑکیوں، پردہ نشیں خواتین اور...... حائضہ عورتوں کو عید گاہ لے جاؤ تا کہ وہ نیکی اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہوں اور حائضہ عورتیں عید گاہ سے دور رہیں۔ (بخاری و مسلم) (۴۲)

عید کے دن خواتین کے لئے مخصوص خطبہ

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں: عید کے دن رسول اللہؐ کھڑے ہوئے، نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا۔ خطبہ سے فارغ ہو کر اتر آئے۔ (اور ایک روایت میں ہے (۴۳): آپؐ نے محسوس کیا کہ خواتین نے خطبہ نہیں سنا ہے) تو خواتین کے پاس آئے اور انھیں نصیحت کی۔ (بخاری و مسلم) (۴۴)

انصاری عورتوں سے محبت کا اظہار

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: نبی کریمؐ نے عورتوں اور بچوں کو کسی تقریب سے لوٹتے ہوئے دیکھا تو کھڑے ہوگئے اور فرمایا: تم لوگ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔ آپؐ نے یہ بات تین بار فرمائی۔ (بخاری و مسلم)۔ (۴۵)

عورتوں کے ساتھ نرمی کا حکم

حضرت انسؓ سے مروی ہے: نبی کریمؐ سفر میں تھے اور انجشہ نامی ایک غلام ان (بعض ازواج

مطہرات اور ام سلیمؓ) کیلئے حدی خوانی کر رہا تھا مسند احمد کی ایک روایت میں ہے (۴۶) انھیں تیز رفتاری سے لے چل رہا تھا) تو نبی اکرمؐ نے فرمایا: اے انجشہ! یہ آبگینے ہیں ،ذرا دھیرے چلو۔
(بخاری و مسلم۔۴۷)

بوجھ اٹھانے میں عورت کا تعاون

حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ فرماتی ہیں:...... حضرت زبیر کی زمین سے ،جو میرے گھر سے تین فرسخ کی دوری پر تھی، میں گٹھلیاں اٹھا کر لاتی تھی۔ایک دن میں اپنے سر پر گٹھلیاں اٹھائے آرہی تھی کہ راہ میں رسول اللہؐ اور آپؐ کے ساتھ کچھ انصاری صحابہ ملے، آپؐ نے مجھے آواز دی اور اپنے پیچھے سوار کرنے کے لئے سواری کو بٹھانا چاہا لیکن مجھے مردوں کے ساتھ چلنے میں شرم محسوس ہوئی...... رسول اللہؐ نے میری شرم کو محسوس کر لیا اور آگے بڑھ گئے۔(بخاری و مسلم)(۴۸)

غزوہ میں شرکت کے بجائے بیمار بیوی کی تیمارداری

حضرت عمرؓ سے روایت ہے:...... غزوۂ بدر میں حضرت عثمان کی شرکت اس لئے نہیں ہو سکی کیونکہ ان کی اہلیہ حضورؐ کی صاحبزادی بیمار تھیں اور آپؐ نے فرمایا تھا کہ تمھیں بدر میں شریک ایک شخص کے برابر اجر اور حصہ ملے گا۔(بخاری)(۴۹)

جہاد میں شرکت کے بجائے سفر حج میں بیوی کی رفاقت

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں...... ایک شخص نے عرض کیا! یا رسول اللہ! میں فلاں فلاں لشکر کے ساتھ نکلنا چاہتا ہوں (مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے: فلاں فلاں غزوہ میں اپنا نام درج کرلیا ہے) میری بیوی حج کا ارادہ رکھتی ہے، آپؐ نے فرمایا: تم اسی کے ساتھ جاؤ۔
(بخاری و مسلم)(۵۰)

عورت کے انتقال سے ناواقفیت پر افسوس اور نماز جنازہ کی ادائیگی

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک سیاہ فام مرد یا عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتے تھے (ایک روایت میں ہے (۵۱) میرے خیال میں وہ عورت ہی تھی) اس کا انتقال ہو گیا۔ نبیؐ نے اس کے

بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے اس کے انتقال کی خبر دی، آپؐ نے فرمایا: تم لوگوں نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی؟ اس کی قبر کدھر ہے؟، پھر آپ اس کی قبر پر تشریف لائے اور نماز جنازہ پڑھی۔

(بخاری و مسلم)(۵۲)

اس باب کے اختتام میں ہم بخاری و مسلم کے علاوہ ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس میں ایک خاتون نے آپؐ کے سامنے دف بجانے کی نذر مانی تھی اور آپؐ نے اجازت دی، اس کا تذکرہ ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ کسی غزوہ میں تشریف لے گئے جب واپس تشریف لائے تو ایک سیاہ فام عورت آئی اور بولی: یارسول اللہؐ میں نے نذر مانی ہے کہ اللہ نے آپؐ کو صحیح سالم لوٹایا تو میں آپؐ کے سامنے دف بجاؤں گی اور گاؤں گی۔ آپؐ نے فرمایا: اگر تم نے نذر مانی ہے تو بجاؤ ورنہ نہیں تو وہ بجانے لگی...... (ترمذی)(۵۳)

غیر مسلم خواتین کے ساتھ آپؐ کا سلوک:

عورت کی بدکلامی پر چشم پوشی

حضرت جندب بن سفیانؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ بیمار ہوگئے اور دو یا تین شب قیام نہ فرما سکے۔ ایک عورت آئی اور بولی اے محمدؐ! میں سمجھتی ہوں کہ تمہارا شیطان تمھیں چھوڑ گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ دو یا تین راتوں سے تمہارے پاس نہیں آیا ہے، اس پر اللہ نے آیت کریمہ نازل فرمائی:

والضحی واللیل إذا سجی ماودعك ربك وما قلی.

(قسم ہے دن کی روشنی کی اور رات کی جب وہ قرار پکڑے کہ آپ کے پروردگار نے آپ کو نہ چھوڑا ہے اور نہ آپ سے بیزار ہوا ہے۔) (بخاری و مسلم)(۵۴)

مسلمانوں کے مفاد میں عورت سے کام لے کر اسے بدلے سے نوازنا

حضرت عمران فرماتے ہیں ہم نبی کریم کے ساتھ سفر میں تھے......لوگوں نے آپؐ سے پیاس کا شکوہ کیا۔ آپؐ اترے، فلاں کو بلایا......اور حضرت علی کو بلایا اور فرمایا: تم دونوں جاؤ اور پانی تلاش کرو۔ وہ دونوں نکلے، ایک خاتون اپنے اونٹ پر دونوں جانب پانی کے مشکیزے لئے ہوئے ملی۔ ان

دونوں نے اس سے پوچھا: پانی کہاں ہے؟ اس نے کہا: گزشتہ کل اسی وقت تک کی مسافت پر ہے۔ ہمارے کچھ ساتھی پیچھے رہ گئے ہیں، انھوں نے اس سے کہا: چلو، عورت نے پوچھا: کہاں؟ انھوں نے کہا: رسول اللہؐ کے پاس عورت نے: وہی جن کو صابی کہا جاتا ہے۔ انھوں نے کہا: ہاں! وہیں جنھیں تم سمجھ رہی ہو، ان ہی کے پاس چلو وہ دونوں اسے لے کر حضورؐ کے پاس آئے۔ آپؐ نے ایک برتن منگایا اور دونوں مشکیزوں کے منہ اس برتن میں کھول دیئے ......اور لوگوں میں اعلان کرادیا پانی پی لو اور پلا لو......وہ عورت کھڑی اپنے پانی کے ساتھ اس منظر کو دیکھ رہی تھی......اور ہمیں ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ پانی کا برتن پہلے سے زیادہ بھرا ہوا ہے۔ نبیؐ نے فرمایا: اس عورت کے لئے اکٹھا کرو۔ لوگوں نے کھجور، آٹا اور ستولانے شروع کئے۔ غلہ کا ایک ڈھیر جمع ہو گیا، اسے ایک کپڑے میں باندھ کر عورت کو اونٹ پر سوار کر کے کپڑا اس کے سامنے رکھ دیا گیا۔ رسول اللہؐ نے اس سے کہا: جانتی ہو ہم نے تمہارے پانی میں کچھ بھی کم نہیں کیا ہے، اللہ نے ہمیں پانی پلایا ہے۔ (مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے: اس عورت نے آپؐ کو بتایا کہ اس کے پاس کچھ یتیم بچے ہیں...... آپؐ نے فرمایا: اسے لے جاؤ اور اپنے بچوں کو کھلاؤ۔ (بخاری و مسلم) (۵۵)

عورت کی سازش پر معافی

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے: ایک یہودی عورت زہر آلود بکری کا گوشت حضورؐ کے پاس لائی۔ آپؐ نے اس میں سے کھالیا، پھر اسے آپؐ کے پاس لایا گیا۔ لوگوں نے آپؐ سے دریافت کیا: کیا ہم اسے قتل کر دیں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے: اسے حضورؐ کے پاس لایا گیا، آپؐ نے اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا: میں آپؐ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی قدرت ہی نہیں دیتا۔ (بخاری و مسلم) (۵۶)

جنگ میں عورتوں کے قتل کی ممانعت

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: کسی غزوہ نبوی میں ایک مقتول عورت پائی گئی تو رسول اللہؐ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمادیا۔ (بخاری و مسلم) (۵۷)

عورت کی بدکلامی سے اعراض اور ہدایت کی دعا

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: میں اپنی مشرک ماں کو اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے دعوت دی تو انھوں نے مجھے رسول اللہؐ کی ذات سے متعلق ناپسندیدہ بات کہی۔ میں روتا ہوا خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہؐ میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا اور وہ انکار کرتی تھیں۔ آج میں نے دعوت دی تو آپؐ سے متعلق انھوں نے ناپسندیدہ بات کہی۔ آپؐ ابوہریرہؓ کی ماں کی ہدایت کے لئے اللہ سے دعا فرما دیجئے۔ رسول اللہؐ نے دعا کی: اے اللہ! ابوہریرہؓ کی ماں کو ہدایت دے، میں حضورؐ کی دعا پر خوش ہو کر نکلا جب (گھر) آیا...... (میری ماں نے) دروازہ کھولا پھر کہا: اے ابوہریرہؓ! میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ (مسلم) (۵۸)

عورت اور کاملیت

حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: مردوں میں بہت سے لوگ کامل ہوئے اور عورتوں میں صرف فرعون کی بیوی آسیہ اور عمران کی بیٹی مریم کامل ہوئیں۔ (بخاری و مسلم) (۵۹)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اس تحدید کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دونوں خاتون ہی نبی ہوئی ہیں۔ اس لئے کہ بنی نوع انسان میں سب سے کامل انبیاء ہوتے ہیں پھر اولیاء، صدیقین، شہداء۔ اگر ان دونوں کو نبی تسلیم نہ کیا جائے تو یہ لازم ہے کہ عورتوں میں نہ کوئی ولیہ ہوئی ہے نہ صدیقہ اور نہ شہیدہ۔ حالانکہ یہ صفات بہت سی عورتوں میں موجود رہی ہیں۔ گویا آپؐ نے یہ فرمایا عورتوں میں فلاں اور فلاں ہی نبی ہوئی ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ صدیقیت، ولایت اور شہادت کی صفات بھی صرف فلاں اور فلاں ہی کے اندر پائی گئی ہیں، تو اس لئے درست نہیں ہے کہ یہ صفات دوسری عورتوں کے اندر بھی موجود ہیں اور اگر حدیث سے مراد غیر انبیاء کا کمال لیا جائے تو بھی مذکورہ وجہ ہی سے دلیل مکمل نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم۔ نیز اس حدیث میں عہد رسالت سے پہلے زمانے کا تذکرہ ہے۔ آپؐ نے اپنے دور کی خواتین سے متعلق نہیں فرمایا ہے...... قرطبی کہتے ہیں: صحیح یہی ہے کہ حضرت مریم نبی تھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کے ذریعہ ان پر وحی نازل کی تھی۔ (عیاض کہتے ہیں! جمہور اس کے خلاف ہیں۔) (۶۰) آسیہ کی نبوت سے متعلق کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ کرمانی کہتے ہیں: کمال کے

لفظ سے نبوت کا اثبات لازم نہیں آتا۔ اس لئے کہ کمال کسی بھی چیز کے مکمل اور اپنے میدان میں پورا اترنے کو کہتے ہیں لہذا مراد خواتین کی تمام خوبیوں کے اندر انتہائی درجہ پر فائز ہونا ہے۔ عورتوں کی عدم نبوت پر اجماع نقل کیا گیا ہے۔ اشعری سے منقول ہے کہ جو عورتیں نبی ہوئیں ہیں وہ چھ ہیں: حوا، سارہ، والدۂ موسیٰ، ہاجرہ، آسیہ اور مریم۔ ان کے نزدیک ضابطہ یہ ہے کہ جس کے پاس بھی کوئی فرشتہ اللہ کی جانب سے کسی حکم یا ممانعت یا پیش آنے والے واقعہ کی اطلاع لے کر آیا ہو، وہ نبی ہے اور ان خواتین کے پاس اللہ کی جانب سے مختلف احکامات لے کر فرشتہ کا آنا ثابت ہے۔ ان میں سے بعض کی جانب وحی کئے جانے کی صراحت بھی قرآن میں آئی ہے۔

ابن حزم نے "الملل والنحل" میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ان ہی کے دور میں قرطبہ میں پیدا ہوا۔ انھوں نے لوگوں کے چند اقوال نقل کئے ہیں، جن میں تیسرا قول توقف اختیار کرنے کا ہے۔ وہ کہتے ہیں: مانعین کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے "وما ارسلناك من قبلك الا رجالا" وہ کہتے ہیں کہ یہ دلیل نہیں بنتی کیونکہ کسی نے بھی عورتوں کے بارے میں رسالت کا دعویٰ نہیں کیا۔ گفتگو فقط نبوت کے سلسلہ میں ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ واضح دلیل حضرت مریم اور والدۂ حضرت موسیٰ کے قصہ میں ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے محض وحی کی بنا پر اپنے بچے کو فوراً سمندر میں ڈال دیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت مریم اور ان کے بعد انبیاء کا تذکرہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ وہ انبیاء ہیں جن پر اللہ نے نعمت نازل فرمائی ہے۔ اس عموم میں وہ بھی داخل ہو گئیں۔ واللہ اعلم۔ فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کے فضائل میں سے یہ ہے کہ انھوں نے بادشاہ کے بجائے قتل کو اور موجودہ راحت کو آرام کے بجائے دنیاوی تکلیف کو اختیار کیا اور حضرت موسیٰ کے سلسلہ میں ان کی فراست کا غماز ان کا یہ جملہ تھا "قرة عين لي"۔(۶۱)

یہ ہے فرمان نبویؐ اور یہ ہیں ہمارے ائمہ اسلاف کی آراء، جنھوں نے ہمارے اس دور...... آزادیٔ نسواں...... کو نہیں دیکھا۔ وہ ائمہ جو اپنے نبی کی راہ کے مسافر تھے، اپنے دور کی جاہلیت سے دور تھے اور صدیوں کی ان خرافات نے انھیں شکست خوردہ نہیں بنایا تھا جنھوں نے عورت کے مرتبہ کو گھٹایا اور اس کی حق تلفی کی۔ ہم محسوس کر سکتے ہیں کہ عورت بلندی کے کس مقام تک پہنچ سکتی ہے۔ عورت کی نبوت کا معاملہ تو علماء کرام کے درمیان اختلافی ہے لیکن اس کے ولیہ، صدیقہ اور

شہیدہ ہونے پر اتفاق ہے۔ یہ حدیث درج ذیل امور کی جانب ہماری توجہ مبذول کرتی ہے:

اول: کمال کی فطری صلاحیت مرد اور عورت دونوں کے اندر موجود ہے۔ کمال نہ تو عورت کے لئے ناممکن ہے اور نہ مرد کے ساتھ مخصوص ہے، جب کمال تک رسائی ممکن ہے تو کمال کی راہ میں مختلف درجات پر فائز ہونا زیادہ ہی امکان رکھتا ہے۔

دوم: اگر کمال تک رسائی فطرت کے ذریعہ ممکن ہے تو تربیت ورہنمائی اور جہد وکاوش کے ذریعہ اس کے احتمالات کا امکان اور زیادہ بڑھ جاتا ہے جیسا کہ مردوں کے ساتھ معاملہ ہے چنانچہ کمال کی حصولیابی کے لئے عورت کی کاوش کی جانب بھی توجہ دی جائے۔ تربیت ورہنمائی کے ساتھ ان تمام میدانوں کے دروازے وا کردیئے جائیں جن سے عورت کی صلاحیتیں پروان چڑھتیں اور ان کی فطری خوبیاں جلاپاتی ہیں۔

سوم: جب کمال کی فطری صلاحیت عورت کے اندر موجود ہے تو کامل ہونے والی عورتوں کی قلت تعداد کے مختلف احتمالات ہوسکتے ہیں: مثلاً فکری استعداد کی کمی، تربیت ورہنمائی کی کمی۔ تربیت ورہنمائی کی اس کمی کی وجہ کبھی تو ذمہ داران تربیت ورہنمائی کی کوتاہی ہوتی ہے اور کبھی عورت کے مخصوص حالات کا دباؤ۔ یعنی حمل وولادت، رضاعت وپرورش اور ان جیسی اندرون خانہ سرگرمیوں ہی میں اس کی تمام تر طاقتیں صرف ہو جاتی ہیں۔ علم وعبادت سے فیضیاب ہونے اور تربیت ورہنمائی کی مواقع سے مستفید ہونے کے لئے کوئی وقت ہی باقی نہیں رہتا ہے۔ بہر حال یہ تو ضروری ہے کہ رہنمائی کے مواقع فراہم کرنے میں بھی مرد کے ساتھ عورت کو برابر کا درجہ دیا جائے اور یہ مواقع وقت، جگہ اور اسلوب میں عورت کے حالات سے ہم آہنگ ہوں۔ کیونکہ بیشتر نظام صرف مردوں کی رعایت کی بنیاد پر بنتے ہیں۔ عورتوں کے حالات کی رعایت ان میں نہیں رکھی جاتی۔

چہارم: ایک سوال شدت سے پیدا ہوتا ہے! کیا حدیث شریف میں مذکور کمال سے مراد معروف ونمایاں اور مشہور کمال ہے، یعنی مردوں میں سے بہت سے تو مشہور ہوئے اور عورتوں میں صرف فلاں فلاں مشہور ہوئیں......؟ قرآن کریم میں مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ کی مثالیں بھی اس سوال کو مزید طاقت پہنچاتی ہیں۔

وضرب الله مثلاً للذين آمنوا امرأت فرعون إذ قالت رب ابن لى عندك بيتا فى الجنة

ونجنی من فرعون وعمله ونجنی من القوم الظالمین. ومریم ابنة عمران التی أحصنت فرجها فنفخنا فیه من روحنا وصدقت بکلمات ربها وکتبه وکانت من القانتین. (تحریم۔۱۱،۱۲)

(اور اللہ ان لوگوں کے لئے جو مومن ہیں مثال بیان کرتا ہے فرعون کی بیوی کی جب کہ انھوں نے دعا کی کہ اے پروردگار میرے واسطے جنت میں اپنے قرب میں مکان بنادے اور مجھ کو فرعون اور اس کے عمل (کے اثر) سے بچادے اور مجھے ظالم لوگوں سے بھی بچادے اور (دوسری مثال بیان کرتا ہے) مریم بنت عمران کی جنھوں نے اپنے ناموس کو محفوظ رکھا تو ہم نے ان (کے چاک گریبان) میں اپنی روح پھونک دی اور انھوں نے اپنے پروردگار کے پیاموں کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت کرنے والوں میں سے تھیں۔

پنجم: اگر عورتوں کا کمال عمومی میدانوں میں کم ہے یعنی جن میدانوں میں مرد شریک ہوتے ہیں جیسے عبادت، تعلیم، دعوت اور جہاد اور اسی لئے بہت سے مرد کمال کے ساتھ مشہور ہوئے ہیں لیکن کم ہی عورتیں مشہور ہوئی ہیں تو مخصوص نسوانی میدانوں جیسے رضاعت، پرورش، شوہر کی دیکھ ریکھ، بچوں کی تربیت وغیرہ متعدد سرگرمیوں میں عورتوں کا کمال بے شمار ہے۔ یہ وہ میدان ہیں جو مخفی اور لوگوں کی نگاہوں اور تذکروں سے دور ہوتے ہیں۔ لہذا عورت کی مثال ایک گمنام فوجی کی ہے جس طرح گمنام فوجیوں میں مختلف قرابت والے، کوئی متوسط، کوئی اچھا اور کوئی ممتاز ہوتے ہیں اسی طرح عورتیں بھی اپنے خاندان میں خوبیوں کے مختلف درجات پر فائز ہوتی ہیں اور بہت ساری خواتین درجۂ کمال تک بھی پہنچتی ہیں، جو قومیں ترقی یافتہ ہوتی ہیں، مشہور سپہ سالار کے مقابلہ گمنام فوجی کی زیادہ قدر وعزت کرتی ہیں۔ گمنام فوجی کی عزت افزائی جہاں ہمیں یہ بتاتی ہے کہ کسی کی تعریف کے انتظار کے بغیر خموشی کے ساتھ اس نے اپنا کام کیا اور قربانی دی۔ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ گمنام فوجی پوری امت کی قربانی، امت کی شخصیت کی قوت، امت کی عظمت اور امت کے شرف کی علامت ہوتا ہے۔ خاتون اکثر حالات میں بلکہ بیشتر حالات میں گمنام فوجی ہوتی ہے اور کمتر اوقات میں معروف ہوتی ہے اور انتہائی نادر حالات میں کسی بلند مقام پر فائز و مشہور ہوتی ہے۔

ششم: یہ حدیث عورت کو طلب کمال کے لئے مہمیز کرتی ہے تاکہ زائد سے زائد عورتیں بھی کامل ہوں۔ ناقصات عقل ودین والی حدیث بھی عورت کو اس بات کی دعوت دیتی ہے

کہ وہ اپنے گھر کی بہترین نگہداشت کے ساتھ گرد وپیش کی دنیا سے دلچسپی کے سلسلہ میں زیادہ سے زیادہ کوشش کر کے اس نقص کی تلافی کرے۔ اللہ تعالی لوگوں کو مختلف طریقے سے آزماتا ہے۔
عورت کو حیض ونفاس کے ذریعہ اس نے آزمایا ہے، ان دونوں کی وجہ سے عبادت کی کمی پر عورت کو صبر اور دوسرے کام کی کوشش کرنی چاہیے۔ حمل وولادت ورضاعت وپرورش کے ذریعہ اللہ نے اسے آزمایا ہے، جن کی وجہ سے بیرون خانہ سے اس کی دلچسپی کم ہو جاتی ہے۔ اسے چاہیے کہ بیرون خانہ سے دلچسپی کے سلسلہ میں زیادہ کوشش صرف کر کے اس نقص کی تلافی کرے، ساتھ ہی گھر کی بہترین نگہداشت بھی رکھے تاکہ عقل وشعور میں پختگی پیدا ہو۔ اللہ نے اسے جذبات کی شدت اور سخت انفعالی کیفیت سے آزمایا ہے۔ اسے چاہیے کہ شوہر کی بہترین رفاقت اور شکرانہ نعمت سے وابستہ رہے تاکہ جہنم سے گلوخلاصی کی مستحق ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بار نہیں ڈالتا۔

ہفتم: اگر سابقہ امتوں میں کم عورتیں کامل ہو سکتی ہیں تو کیا ہمارا حق یا ہماری ذمہ داری نہیں ہے کہ امت محمدیہ میں کامل عورتوں کی کثرت تعداد کے لئے کوشش کریں؟ رسول اللہؐ کے پیروکار قیامت کے دن دوسرے انبیاء کے پیروکاروں سے زیادہ ہوں گے اور آپؐ ہمارے ذریعہ دوسری امتوں پر فخر کریں گے۔ آپؐ کی ذات دونوں عالم کے لئے رحمت تھی اور آپؐ ایک مکمل پیغام لے کر تشریف لائے تھے۔

☆ ☆ ☆

حوالہ جات

(۱) بخاری: کتاب الہبۃ۔ باب هبة المرأة......ج٦ص١٣٦۔

(۲) مسلم: کتاب النکاح۔ باب زواج زينب......ج۴ص۱۵۰۔

(۳) بخاری: کتاب المغازی۔ باب غزوة خيبر......ج۹ص۲۴۔

مسلم: کتاب فضائل الصحابہ۔ باب من فضل جعفر......ج۷ص۱۲۷۔

(۴) مسلم: کتاب السلام۔ باب جواز إرداف......ج۷ص۱۲۔

(۵) بخاری: کتاب الجمعۃ۔ باب هل على من يشهد......ج۳ص۳۴۔

(٦) فتح الباری......ج۳ص۳۴۔

(۷) بخاری: کتاب المناقب۔ باب ذكر هند بنت عتبه......ج۸ص۱۴۱۔

مسلم: کتاب الاقضیۃ۔ باب قضية هند......ج ۵ ص۱۳۰۔

(۸) بخاری: کتاب النکاح۔ باب من قال لا نكاح إلا بولى......ج۱۱ص۹۲۔

(۹) بخاری: کتاب الطلاق۔ باب وبعولتهن احق......ج۱۱ص۴۰۸۔

(۱۰) بخاری: کتاب النکاح۔ باب اذا زوج الرجل......ج۱۱ص۱۰۰۔

(۱۱) مسلم: کتاب الطلاق۔ باب جواز خروج المعتدة البائن......ج۴ص۲۰۰۔

(۱۲) بخاری: کتاب العیدین۔ باب التكبير ايام منى......ج۳ص۱۱۵۔

مسلم: کتاب العیدین۔ باب اباحة خروج النساء......ج۳ص۲۱۔

(۱۳) البخاری: کتاب الحیض۔ باب شهود الحائض العيدين ودعوة المسلمين ويعتزلن المصلى. ج ۱ص۴۳۹۔

(۱۴) البخاری: کتاب النفقات۔ باب اذالم ينفق الرجل فللمرأة ان تاخذ بغير علمه ما يكفيها وولدها بالمعروف......ج۱۱ص۴۳۵۔

مسلم: کتاب الاقضیہ۔ باب قضية هند......ج۵ص۱۲۹۔

(۱۵) البخاری: کتاب النکاح۔ باب موعظة الرجل ابنته لحال زوجها......ج ۱۱ ص ۱۹۱۔

مسلم: کتاب الطلاق۔ باب فی الایلاء واعتزال النساء وتخیمهن......ج ۴ ص ۱۹۴

(۱۶) البخاری: کتاب التفسیر۔ باب تبتغی مرضاة ازواجك......ج ۱۰ ص ۲۸۳۔

مسلم: کتاب الطلاق۔ باب فی الایلاء واعتزال النساء وتخیم هن......ج ۴ ص ۱۹۰۔

(۱۷) البخاری: کتاب فرض الخمس۔ باب ما ذکر من درع النبی ﷺ......ج ۷ ص ۲۲۔

مسلم: کتاب فضائل الصحابہ۔ باب فضائل فاطمه بنت النبی ﷺ......ج ۷ ص ۱۴۱۔

(۱۸) البخاری: کتاب المناقب۔ باب ذکر اصهار النبی ﷺ......ج ۸ ص ۸۷۔

مسلم: کتاب فضائل الصحابہ۔ باب فضائل فاطمه بنت النبی ﷺ......ج ۷ ص ۱۴۲۔

(۱۹) البخاری: کتاب الجمعہ۔ باب هل علی من لم یشهد الجمعه غسل......ج ۳ ص ۳۴۔

مسلم: کتاب الصلاۃ۔ باب خروج النساء الی المساجد اذا لم یترتب علیه فتنہ۔ ج ۲، ص ۳۲۔

(۲۰) مسلم: کتاب الصلاۃ۔ باب خروج النساء الی المساجد اذا لم یترتب علیه فتنہ۔ ج ۲، ص ۳۲۔

(۲۱) البخاری: کتاب اللباس۔ باب المتشبهین بالنساء والمتشبهات بالرجال۔ ج ۱۲ ص ۴۵۲۔

(۲۲) البخاری: کتاب المحاربین من اهل الکفر والردة. باب نفی اهل المعاصی والمخنثین۔ ج ۱۵ ص ۱۷۳۔

(۲۳، ۲۴) سنن ابی داؤد: کتاب اللباس۔ باب فی لباس النساء......ج ۴ ص ۳۵۵۔ وقال عنه الشوکانی فی نیل الاوطار: ورجال اسناده رجال الصحیح۔ وانظر: صحیح سنن ابی داؤد حدیث رقم ۳۴۵۴۔

(۲۵) رواه ابو داؤد وانظر: صحیح الجامع الصغیر. حدیث رقم ۲۳۲۹۔

(۲۶) انظر: الفصل الخامس من هذا الباب۔

(۲۷) البخاری: کتاب التفسیر۔ سورة الشعراء۔ باب وانذر عشیرتك الاقربین......ج ۱۰ ص ۱۲۰

مسلم: کتاب الایمان۔ باب: فی قولہ تعالیٰ "وانذر عشیرتك الاقربین"......ج ۱ ص ۱۳۳۔

(۲۸) البخاری: کتاب النکاح۔ باب استئذان الثیب فی النکاح بالنطق والبکر بالسکوت۔ ج ۴ ص ۱۴۰۔

(۲۹) البخاری: کتاب الطلاق۔ باب الخلع......ج ۱۱ ص ۳۱۹۔

(۳۰) البخاری: کتاب الاحکام۔ باب قولہ تعالیٰ "واطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم"۔

ج۱۶ص۲۲۹۔

مسلم: کتاب الامارۃ۔باب فضیلة الامام العادل......ج۶ص۸۔

(۳۱) البخاری: کتاب ابواب الاذان۔باب من کان فی حاجة اهله فاقیمت الصلاۃ فخرج۔ج۲ص۳۰۳۔

(۳۲) البخاری: کتاب المغازی۔باب حدیث الافك......ج۸ص۳۳۶۔

مسلم: کتاب التوبہ۔باب فی حدیث الافك......ج۸ص۱۱۲۔

(۳۳) البخاری: کتاب ابواب الاعتکاف۔باب زیارۃ المرأۃ زوجها فی اعتکافه......ج۵ص۱۸۶۔

(۳۴) البخاری: کتاب ابواب الاعتکاف۔باب:هل یخرج المعتکف لحوائجه الی باب المسجد ۔ج۵ص۱۸۶۔

مسلم: کتاب السلام۔باب بیان انه یستحب لمن رؤی خالیاً بامرأۃ کانت زوجته او محرما له ان یقول هذه فلانة......ج۷ص۸۔

(۳۵) مسلم: کتاب الاشربہ۔باب ما یفعل الضیف اذا تبعه غم من دعاه صاحب الطعام۔ج۶ص۱۱۶۔

(۳۶) البخاری: کتاب المغازی۔باب غزوہ خیبر......ج۹ص۲۰۔

(۳۷) البخاری: کتاب العیدین۔باب الحراب والدرق یوم العید......ج۳ص۹۵۔

مسلم: کتاب صلوۃ العیدین۔باب الرخصه فی اللعب الذی لا معصیة فیه فی أیام العید۔ج۳ص۲۲۔

(۳۸) البخاری: کتاب المناقب۔باب علامات النبوۃ فی الاسلام......ج۷ص۲۴۰۔

مسلم: کتاب فضائل الصحابہ۔باب فضائل فاطمه بنت النبی ﷺ......ج۷ص۱۴۳۔

(۳۹) انظر فتح الباری......ج۹ص۲۰۰۔

(۴۰) البخاری: کتاب ابواب الآذان۔باب من اخف الصلاۃ عند بکاء الصبی......ج۲ص۲۴۴۔

مسلم: کتاب الصلوۃ۔باب أمر ائمة بتخفیف الصلوۃ فی تمام......ج۲ص۴۴۔

(۴۱) البخاری: کتاب ابواب صفة الصلوۃ۔ باب التسلیم ......ج۲ص۲۶۷۔

(۴۲) البخاری: کتاب الحیض۔باب شهود الحائض العیدین......ج۱ص۲۴۰۔

مسلم: کتاب صلوۃ العیدین۔باب ذکر اباحة خروج النساء فی العیدین الی المصلی۔ج۳ص۲۰۔

(۴۳) ما بین القوسین من روایة لابن عباس.البخاری: کتاب العلم باب:عظة الامام النساء وتعلیمهن۔

ج۱ص۲۰۳۔

مسلم: کتاب صلواۃ العیدین......ج۳ص۱۸۔

(۴۴) البخاری: کتاب العیدین۔باب موعظة الامام النساء یوم العید......ج۳ص۱۱۹۔

مسلم: کتاب صلوۃ العیدین..ج۳ص۱۸۔

(۴۵) البخاری: کتاب المناقب۔باب قول النبی ﷺ للانصار: انتم احب الناس الیّ......ج۸ص۱۱۴۔

مسلم: کتاب فضائل الصحابة۔باب من فضائل الانصارؓ......ج۷ص۱۷۴۔

(۴۶) فتح الباری......ج۱۳ص۱۶۱۔

(۴۷) البخاری: کتاب الادب۔باب المعاریض......ج۱۳ص۲۱۶۔

مسلم: کتاب الفضائل۔باب رحمة النبیؐ للنساء وامرہ لسواق مطایاهن بالرفق۔ج۷ص۷۸۔

(۴۸) البخاری: کتاب النکاح ۔باب الغزوة......ج۱۱ص۲۳۴۔

مسلم: کتاب السلام۔باب جواز ارداف المرأة الاجنبیة......ج۷ص۱۱۔

(۴۹) البخاری: کتاب المناقب۔باب مناقب عثمان بن عفان......ج۸ص۶۰۔

(۵۰) البخاری: کتاب الحج۔باب حج النساء......ج۴ص۴۴۸۔

مسلم: کتاب الحج۔باب سفر المرأة مع محرم الی حج وعمرہ......ج۴ص۱۰۲۔

(۵۱) البخاری: کتاب الصلوۃ۔باب الخدم للمسجد......ج۲ص۱۰۰۔

(۵۲) البخاری: کتاب الصلوۃ۔باب کنس المسجد والتقاط الخرق......ج۲ص۹۹۔

مسلم: کتاب الجنائز۔باب الصلوۃ علی القبر......ج۳ص۵۶۔

(۵۳) رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح غریب من حدیث بریدہ. کتاب المناقب .باب ان الشیطان یخاف منك یا عمر حدیث رقم.۳۶۹۱ وانظر صحیح سنن الترمذی رقم۔۲۹۱۳۔

(۵۴) البخاری: کتاب التفسیر سورۃ الضحی۔باب قولہ "ما ودعك ربك وما قلی"......ج۱۰ص۳۳۹

مسلم: کتاب الجهاد۔باب ما لقی النبی ﷺ من اذی المشرکین والمنافقین......ج۵ص۱۸۲۔

(۵۵) مسلم: کتاب فضائل الصحابہ۔باب من فضائل ابی ذرؓ......ج۷ص۱۵۳۔

(۵۵) البخاری: کتاب التیمم۔باب الصعید الطیب وضوء المسلم یکفیه عن الماء......ج ۱ص۴۶۴۔

مسلم: کتاب الصلوۃ۔ باب قضاء الصلوۃ الفائته......ج ۲ ص ۱۴۰۔

(۵۶) البخاری: کتاب الہبہ۔ باب قبول الهدیه من المشرکین......ج ۶ ص ۱۵۹۔

مسلم: کتاب السلام۔ باب السم......ج ۷ ص ۱۴۔

(۵۷) البخاری: کتاب الجہاد۔ باب قتل النساء فی الحرب......ج ۶ ص ۴۸۹۔

مسلم: کتاب الجہاد والسیر۔ باب تحریم قتل النساء والصبیان فی الحرب......ج ۵ ص ۱۴۴۔

(۵۸) مسلم: کتاب فضائل الصحابہ۔ باب من فضائل ابی هریره الدوسیؓ......ج ۷ ص ۱۶۵۔

(۵۹) البخاری: کتاب احادیث الانبیاء۔ باب قولہ تعالیٰ "وضرب الله مثلاً للذین آمنوا امرأة فرعون"۔ ج ۷ ص ۲۵۸۔

مسلم: کتاب فضائل الصحابہ۔ باب فضل خدیجه ام المومنین رضی الله عنها......ج ۷ ص ۱۳۳۔

(۶۰) ما بین القوسین من فتح الباری۔ ج ۷ ص ۲۸۱۔

(۶۱) فتح الباری......ج ۷ ص ۲۵۸، ۲۵۹۔

☆ ☆ ☆

دوسرا......باب

سماجی زندگی میں مسلم خاتون کی شرکت

پہلی فصل: سماجی زندگی میں عورتوں کی شرکت اور مردوں کے میل جول کے آداب

دوسری فصل: حکم حجاب سے قبل مردوں کے ساتھ ازواج مطہرات کا میل جول

تیسری فصل: سماجی زندگی میں مرد وعورت کے درمیان میل جول کے واقعات دورِ رسالت میں

چوتھی فصل: ملازمت سے مسلم خواتین کی وابستگی......دورِ رسالت میں

پانچویں فصل: سماجی سرگرمیوں میں مسلم خواتین کی شرکت کے واقعات......دورِ رسالت میں

چھٹی فصل: سیاسی سرگرمیوں میں مسلم خواتین کی شرکت......دورِ رسالت میں

پہلی فصل

سماجی زندگی میں عورتوں کی شرکت اور مردوں سے میل جول کے آداب

تمہید

سماجی زندگی میں عورتوں کی شرکت اور مردوں کے ساتھ میل جول کے سلسلہ میں شارح حکیم نے کچھ آداب مقرر کئے ہیں، جو انتہائی اعلیٰ درجہ کے ہیں۔ ان کی پاسداری سے اخلاق اور آبرو کی حفاظت ہوتی ہے، سنجیدہ اور بامقصد زندگی کا قافلہ رواں دواں رہتا ہے، نیکی اور بھلائی کو فروغ ملتا ہے، برائی دور ہوتی ہے، غلط جذبات سرد پڑتے ہیں، نفسیاتی صحت حاصل ہوتی ہے نہ تو دوسری صنف کے تئیں فحش و سطحی خیالات اور ذلیل جذبات پیدا ہوتے ہیں اور نہ ہی مریضانہ حیاو شرم، بے جاحساسیت اور غیر ضروری گریز و فرار کی روش پیدا ہوتی ہے بلکہ ادب اور کمال ادب کا نمونہ سامنے آتا ہے۔ لباس و آرائش، گفتار و رفتار کے اندر اگرچہ مرد کے مقابلہ عورت پر کچھ زائد پابندیاں رکھی گئی ہیں لیکن زندگی کے مصالح اور جائز ضروریات کی تکمیل کے لئے خندہ جبینی کے ساتھ عورت انھیں قبول کرتی ہے۔ یہ مصالح اور ضروریات جس قدر زائد ہوں گی، مردوں سے ربط وملاقات کی ضرورت اسی قدر زیادہ ہوگی اور مصالح وضروریات کی قلت کی صورت میں مردوں کے ساتھ میل جول بھی کم ہوں گے۔ میل جول کے اسلامی آداب بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان چند بنیادی عوامل کا تذکرہ کردیا جائے جو آداب کی تکمیل میں معاون بنتے ہیں۔

آداب ملاقات کی تکمیل میں معاون چند بنیادی عوامل

پہلا عامل: تربیت ور ہنمائی

عقیدہ میں پختگی، عبادات میں خشوع و خضوع اور حسن اخلاق کی صفات سے اگر نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو آراستگی کی تربیت دی جائے تو ایک جانب ان کے اندر عفت وپاکدامنی پیدا ہوتی ہے اور دوسری طرف ذاتی ذمہ داری کا احساس جلاپاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذکرفی الکتاب اسماعیل إنه کان صادق الوعد وکان رسولاً نبیا وکان یامر أهله بالصلاۃ والزکاۃ وکان عند ربه مرضیاً۔ (مریم۔۵۴،۵۵)

(اور آپ (اس) کتاب میں اسماعیل کا (بھی) ذکر کیجئے، بیشک وہ وعدہ کے (بڑے ہی) سچے تھے اور رسول تھے نبی تھے اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیتے تھے اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے۔)

نیز ارشاد ہے:

یاایها الذین آمنوا قوا أنفسکم وأهلیکم نارا وقودها الناس والحجارۃ۔ (تحریم۔۶)

(اے ایمان والو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بچیوں کا سرپرست ہو۔ پھر ان کے ساتھ حسن سلوک کرے تو وہ بچیاں قیامت کے دن اس کے لئے جہنم سے حفاظت کا ذریعہ بنیں گی۔ (بخاری و مسلم) (۱)

اور سب سے بہتر وافضل حسن سلوک بلاشبہ بچیوں کی تربیت ہی ہے۔

دوسرا عامل: شادی میں عجلت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے نوجوانو! جو شخص شادی کرنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ شادی کرلے۔ یہ نگاہ اور شرمگاہ کی حفاظت ہے اور جو شادی کی استطاعت نہیں رکھتا ہو وہ روزہ رکھے۔ روزہ شہوت کو توڑنے والا ہے۔ (بخاری و مسلم ۲)

تیسرا عامل: نوجوانی میں کم سے کم اختلاط اور بھرپور نگرانی

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت فضلؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہمرکاب تھے، قبیلۂ خشعم کی ایک خاتون آئیں، حضرت فضل انھیں دیکھنے لگے، وہ بھی حضرت فضل کو دیکھنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فضل کا چہرہ دوسری جانب پھیر دیا۔ (بخاری و مسلم)(۳)

حضرت علیؓ سے طبری کی روایت میں ہے کہ......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں نے ایک نوجوان لڑکا اور ایک نوجوان لڑکی کو دیکھا تو اندیشہ ہوا کہ شیطان ان دونوں کے درمیان داخل ہو جائے۔" (۴) ایک تیسری روایت میں ہے کہ "میں نے ایک نوجوان لڑکا اور لڑکی کو دیکھا تو ان دونوں پر شیطان کی جانب سے مجھے اطمینان نہیں ہوا۔" (۵)

دور نوجوانی میں میل جول کے مواقع کم کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ سرے سے اس کی ممانعت ہی کر دی جائے، بلکہ ایک جانب اس کے مواقع کم کئے جائیں اور دوسری طرف ان مواقع کی نگرانی کی جائے۔ خاندان کے اندر والدین اور دیگر رشتہ داروں کے ذریعہ یہ نگرانی انجام پائے گی۔ خاندان کے باہر ایسے لوگوں کے ذریعہ نگرانی رکھوائی جائے جن کا احترام اور رعب نوجوانوں کے دلوں میں ہو۔

مرد و عورت کے لئے مشترکہ آداب:

۱۔ میل جول میں سنجیدگی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وقلن قولاً معروفاً. (احزاب۔۳۲) (اور قاعدہ کے موافق بات کہا کرو)

آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ موضوع گفتگو نیکی و خیر کے دائرے میں رکھا جائے اور برائی و منکر سے دور رہا جائے۔ اسی لئے ہم نے سنجیدگی کا لفظ استعمال کیا۔ مرد اور عورت کے درمیان سنجیدگی خیر و معروف ہے اور لہو و لعب شر و منکر ہے۔

۲۔ پست نگاہی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قل للمومنين يغضوا من أبصارهم ويحفظوا فروجهم ذلك أزكى لهم ان الله خبير بما

يصنعون وقل للمومنات يغضضن من أبصارهن ويحفظن فروجهن. (نور ۳۰-۳۱)
(آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے حق میں زیادہ صفائی کی بات ہے۔ بیشک اللہ کو سب کچھ خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں۔ اور آپ کہہ دیجئے ایمان والیوں سے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں۔

پست نگاہی کا مطلب یہ ہے کہ نگاہ جما کر نہ دیکھا جائے کہ اس میں فتنہ کا اندیشہ ہے۔ مرد و عورت کے درمیان ملاقات کے وقت ایک دوسرے پر نگاہ تو پڑتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ اس موقع پر بھی پست نگاہی اپنائی جائے یعنی ایک دوسرے کو گھور کر نہ دیکھیں اور دل میں خیال غلط کو راہ نہ دیں۔

۳۔ عام حالات میں مصافحہ سے گریز

پیچھے یہ آیت گذر چکی ہے کہ مومن مرد اپنی نگاہیں پست رکھیں، جب نگاہ کو پست رکھنے کا حکم دیا گیا ہے کہ نگاہ فتنہ و شہوت کو برانگیختہ کر سکتی ہے تو مصافحہ اور ہاتھ چھونے سے گریز کا حکم بدرجہ اولیٰ ہوگا کہ نگاہ کی بہ نسبت یہاں اندیشۂ شہوت زیادہ ہے۔

حضرت معقل بن یسارؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی کیل چبھوئی جائے، یہ اس سے بہتر ہے کہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لئے حلال نہیں ہے۔ (طبرانی۔۶)

۴۔ مرد و عورت کے درمیان امتیاز

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سلام پھیرتے تو تھوڑی دیر ٹھہر جاتے اور عورتیں اٹھ جاتیں۔ ابن شہاب فرماتے ہیں: میرے خیال میں غالباً آپ اس لئے ٹھہر جاتے ہوں گے کہ مردوں سے پہلے خواتین نکل جائیں۔ (بخاری)(۷)

۵۔ خلوت سے گریز

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ اس کے محرم کے بغیر تنہائی میں نہ رہے۔ (بخاری)(۸)

۶۔ خواتین کے پاس آنے کے لئے شوہروں کی اجازت ضروری

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے اور نہ شوہر کے گھر اس کی اجازت کے بغیر کسی کو آنے کی اجازت دے۔ مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ شوہر اگر موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر کسی کو آنے کی اجازت نہ دے۔ (بخاری و مسلم)(۹)

۷۔ طویل اور مکرر ملاقات سے گریز

مثال کے طور پر رشتہ داروں اور دوستوں کے درمیان جلد جلد اور لمبی لمبی ملاقاتیں ہو جاتیں ہیں۔ اسی طرح ملازمت کے اندر مرد و عورت ایک ہی جگہ طویل وقفہ تک اکٹھے ہوتے ہیں گرچہ ہر ایک کے کام علاحدہ ہوتے ہیں۔

قرآن و حدیث میں اگرچہ اس بابت کوئی صراحت نہیں ہے، لیکن اس کی رعایت یوں ضرور ہو جاتی ہے کہ مکرر اور طویل ملاقاتوں کے اندر پست نگاہی، گفتگو میں سنجیدگی اور نشست میں وقار برقرار رکھنا دشوار ہو جاتا ہے اور بیشتر اوقات وہ وقار و تمکنت باقی نہیں رہتی جو میل جول کے دوران مرد و عورت دونوں کے اندر پائی جانی ضروری ہے۔ اس لئے سد ذریعہ کے طور پر ایسی ملاقات سے گریز کی ہم رائے رکھتے ہیں لیکن اگر کام کی نوعیت ہی مکرر ملاقات کی متقاضی ہو، مثلاً باہمی تعاون اور تبادلۂ خیالات وغیرہ اہم مصالح در پیش ہوں تو جب تک ضرورت موجود ہو، احتیاط کے ساتھ مکرر ملاقات بھی روا ہو سکتی ہے۔ کام کی سنجیدگی و متانت بھی ذہن و دل کو مشغول رکھتی ہے اور وقار و تمکنت کی برقراری میں معاون بنتی ہیں۔

۸۔ مشکوک مقام سے گریز

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں...... میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: آپ کے پاس اچھے و برے ہر طرح کے لوگ آتے ہیں، کیوں نہ آپ امہات المومنین کو پردہ کا حکم فرمادیتے پھر اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب نازل فرمائی...... (بخاری)(۱۰)

مشکوک قسم کے مردوں سے عورتوں کو گفتگو نہیں کرنی چاہیے، اگر قابل اعتماد مہمان

ہوں تو ان سے گفتگو میں کوئی حرج نہیں ہے۔ درج ذیل ہدایت نبویؐ سے بھی اس امر کی تاکید ہوتی ہے کہ "جو چیز شک آمیز ہو اسے چھوڑ کر شک سے محفوظ چیز اپناؤ"۔ (۱۱)

۹۔ کھلی و پوشیدہ معاصیت سے گریز

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولاتقربوا الفواحش ما ظهر منها و مابطن. (انعام۔۱۵۱)

(اور بے حیائیوں کے پاس بھی نہ جاؤ (خواہ) وہ علانیہ ہوں اور (خواہ) پوشیدہ۔)

نیز ارشاد ہے:

وذرواظاهرالاثم وباطنه ان الذين يكسبون الاثم سيجزون بما كانوا يقترفون. (انعام۔۱۲۰)

(اور چھوڑ دو گناہ کے ظاہر کو (بھی) اور اسکے باطن کو (بھی) بیشک جو لوگ گناہ گار ہیں، انھیں عنقریب بدلہ مل جائے گا اس کا جو کچھ وہ کرتے رہتے ہیں۔

کھلی معصیت آداب میل جول کی رعایت میں کوتاہی ہے اور پوشیدہ معصیت حرام کی خواہش و لذت اندوزی اور اس میں پیش روی ہے۔

خواتین کے لئے مخصوص آداب:

ا۔ باوقار لباس

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وليضربن بخمرهن على جيوبهن ولا يبدين زينتهن. (نور۔۳۱)

(اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں۔)

اللہ کا ارشاد ہے:

ياايها النبى قل لأزواجك وبناتك ونساء المومنين يدنين عليهن من جلابيبهن. (احزاب ۵۹)

(اے نبی آپ کہہ دیجئے اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور عام ایمان والوں کی عورتوں سے کہ اپنے اوپر نیچی کرلیا کریں اپنی چادریں تھوڑی سی۔

نیز ارشاد ہے:

ولاتبرجن تبرج الجاھلیة الأولیٰ۔ (احزاب۔۳۳)

(اور جاہلیت قدیم کے مطابق اپنے کو دکھامت پھرو۔)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جہنمیوں میں سے دو قسم کے لوگوں کو میں نے نہیں دیکھا..... اور لباس میں عریاں رہنے والی عورتیں"۔ (مسلم)(۱۲)

۲۔ خوشبو سے گریز

حضرت عبداللہ کی زوجہ حضرت زینب فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی خاتون مسجد آئے تو خوشبو نہ لگائے"۔ (مسلم)(۱۳)

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جو کوئی عورت خوشبو میں بس کر باہر نکلتی ہے اور لوگ اس کی خوشبو پاتے ہیں تو وہ عورت ایسی اور ایسی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپؐ نے نہایت سخت الفاظ ارشاد فرمائے۔ (ابوداؤد)(۱۴)

۳۔ گفتگو میں قیامت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض. (احزاب۔۳۲)

(تم بولی میں نزاکت مت اختیار کرو کہ (اس سے) ایسے شخص کو خیال (فاسد) پیدا ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے۔

۴۔ پُر وقار چال

فرمان الٰہی ہے:

ولا یضربن بأرجلهن لیعلم یخفین من زینتهن. (نور۔۳۱)

(اور عورتیں اپنے پیر زور سے نہ رکھیں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے۔)

حوالہ جات

(۱) بخاری: کتاب الآداب۔ باب رحمة الولد وتقبیله۔ ج ۱۳ ص ۳۴۔
مسلم: کتاب البر والصلہ۔ باب فضل الاحسان الی البنات۔ ج ۸ ص ۳۸۔

(۲) بخاری: کتاب النکاح۔ باب من لم یستطع الباء ة فلیصم۔ ج ۵ ص ۱۰۴۔
مسلم: کتاب النکاح۔ ج ۴ ص ۱۲۸۔

(۳) بخاری: کتاب الحج۔ باب وجوب الحج وفضله۔ ج ۴ ص ۱۲۱۔
مسلم: کتاب الحج۔ باب الحج عن العاجز۔ ج ۴ ص ۱۰۱۔

(۴،۵) منقول از فتح الباری۔ ج ۴ ص ۴۳۹۔

(۶) دیکھئے صحیح الجامع الصغیر۔ نمبر ۴۹۲۱۔

(۷) بخاری: کتاب ابواب صفة الصلوة۔ باب التسلیم۔ ج ۲ ص ۴۶۷۔

(۸) بخاری: کتاب النکاح۔ باب لا یخلون رجل بامرأة...... ج ۱۱ ج ۲۴۶۔

(۹) بخاری: کتاب النکاح۔ باب لا تاذن المرأة فی بیت زوجها...... ج ۱۱ ص ۲۰۶۔
مسلم: کتاب الزکاة۔ باب ما انفق العبدمن مال مولاہ۔ ج ۳ ص ۹۱۔

(۱۰) بخاری: کتاب التفسیر۔ باب قالو اتخذالله ولدا سبحانه۔ ج ۹ ص ۲۳۵۔

(۱۱) صحیح الجامع الصغیر۔ ۳۲۷۲۔

(۱۲) مسلم: کتاب الجنة وصفه نعمها۔ باب النار یدخلها الجبارون۔ ج ۸ ص ۱۵۵۔

(۱۳) مسلم: کتاب الصلاة۔ باب خروج النساء الی المساجد۔ ج ۲ ص ۳۳،۳۴۔

(۱۴) ابوداؤد: کتاب الترجل۔ باب فی المرأة تتطیب للخروج۔ حدیث نمبر ۳۵۱۶۔

☆ ☆ ☆

دوسری فصل

حکم حجاب سے قبل مردوں کے ساتھ ازواج مطہرأت کا میل جول

پردہ فرض ہونے سے پہلے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی عام مسلم خواتین کی طرح زندگی کے عمومی اور خصوصی میدانوں میں مردوں کے ساتھ میل و ملاقات اور سماجی زندگی میں شرکت کرتی تھیں۔ذیل میں اس کی کچھ مثالیں ملاحظہ کیجئے:

حصول علم میں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: رسول اکرم ﷺ پر وحی کا آغاز نیند میں سچے خوابوں سے ہوا...... پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزی بن قصی کے پاس لے کر آئیں۔وہ دور جاہلیت میں نصرانی ہو چکے تھے اور عربی زبان میں انجیل لکھتے تھے، بن رسیدہ اور نابینا تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: اے میرے بھائی! اپنے بھتیجہ کا واقعہ سنئے، ورقہ نے کہا: بھتیجے تم نے کیا دیکھا ہے؟ حضور ﷺ نے واقعہ بتایا، تو ورقہ نے کہا: یہ وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آیا تھا کاش میں اس وقت طاقت ور ہوتا اور زندہ رہتا، جس وقت تمہاری قوم تمہیں نکالے گی، حضور ﷺ نے فرمایا: کیا وہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا ہاں تم سے پہلے جو بھی اس پیغام کو لے کر آیا ہے اس سے عداوت کی گئی ہے، اگر میں اس دن کو پالیتا تو میں تمہاری بھرپور مدد کرتا۔ (بخاری و مسلم)(۱)

محفل زفاف میں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے مجھ سے عقد فرمایا...... میری والدہ ام رومان میرے پاس آئیں...... پھر مجھے گھر میں داخل کیا، وہاں انصاری خواتین موجود تھیں۔ انھوں نے کہا خیر و برکت اور مبارک ہو۔ میری والدہ نے مجھے ان کے سپرد کر دیا۔ انھوں نے مجھے سنوار دیا، میں اس وقت چونکی جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ انھوں نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیا۔ میری عمر اس وقت نو سال تھی۔ (بخاری و مسلم) (۲)

شادی کے ولیمہ میں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت زینب بنت جحش کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کا عقد مبارک ہوا تو ولیمہ میں گوشت اور روٹی تیار کی گئی۔ میں نے کھانے کے لئے اعلان کیا۔ لوگ جماعت کی شکل میں آتے، کھاتے اور واپس چلے جاتے تھے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ مجھے کوئی ایسا شخص نہیں باقی ملا جسے ولیمہ میں بلاتا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اب کوئی باقی نہیں رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: کھانا اٹھاؤ، تین افراد گھر میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے، آپ ﷺ باہر نکلے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں تشریف لے گئے اور کہا: اہل خانہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ، حضرت عائشہؓ نے جواب دیا: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ آپ نے اپنی اہلیہ کو کیسا پایا، اللہ آپ کو برکت دے: آپ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرے میں یکے بعد دیگرے تشریف لے گئے، ہر حجرہ میں آپؐ اسی طرح فرماتے جس طرح حضرت عائشہ سے فرمایا تھا اور ہر ایک کا وہی جواب ہوتا جو حضرت عائشہؓ نے دیا تھا، پھر نبی ﷺ واپس تشریف لائے، تینوں افراد گھر میں محو گفتگو تھے۔ نبی ﷺ بہت زیادہ حیادار تھے، نکل کر حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ مجھے نہیں معلوم کہ انھوں نے آپ ﷺ کو خبر دی یا کسی اور نے خبر دی کہ لوگ چلے گئے ہیں، تب آپ واپس تشریف لائے اور گھر کے دروازہ پر ایک پاؤں اندر اور دوسرا پاؤں باہر ہی تھا کہ آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ گرا دیا، اسی موقع پر آیت حجاب نازل ہوئی۔ (بخاری و مسلم) (۳)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: (راوی کے جملہ: "میں نے کہا: یا رسول اللہ! اب کوئی باقی نہیں

رہا۔ آپؐ نے فرمایا: کھانا اٹھالو") کے بعد جعفر بن مہران عن عبدالوارث کی سند میں اسماعیلی نے یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ: "حضرت زینب گھر کے ایک گوشہ میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ راوی کہتے ہیں: وہ خوبصورت خاتون تھیں اور گھر میں تین افراد تھے۔ (۴۔الف)

سلام وجواب میں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتے ہوئے فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے عائشہ! جبرئیل تمہیں سلام کہہ رہے ہیں، میں نے کہا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ۔ آپ جو دیکھ رہے ہیں، ہم وہ نہیں دیکھ رہے ہیں..... (بخاری و مسلم) (۴۔ب)

مذکورہ بالا حدیث امام بخاریؒ نے جس باب کے تحت نقل کی ہے اس کا عنوان رکھا ہے "عورتوں کو مردوں کا سلام اور مردوں کو عورتوں کا سلام"۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: (راوی کا جملہ: کہ اے عائشہ! جبرئیل تمہیں سلام کہہ رہے ہیں)......ابن التین نے نقل کیا ہے کہ داودی نے اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ ملائکہ کے بارے میں یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ مرد ہیں، لیکن اللہ نے ان کا تذکرہ مذکر کے طور پر کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس مرد کی شکل میں آتے تھے جیسا کہ آغاز وحی کے سلسلہ میں پیچھے گذر چکا ہے۔ (۵)

زیارت میں

حضرت سعید بن عاصؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان سے بیان کیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی، رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کپڑا بدن پر ڈالے بستر پر لیٹے ہوئے تھے، حضرت ابو بکرؓ کو اجازت دی اور اسی طرح تشریف فرما رہے، حضرت ابو بکرؓ اپنی ضرورت پوری کر کے واپس چلے گئے، پھر حضرت عمرؓ نے اجازت طلب کی، آپؐ نے انھیں اجازت دی اور اسی طرح تشریف فرما رہے۔ انھوں نے بھی اپنی ضرورت پوری کی اور واپس چلے گئے۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ پھر میں نے اجازت طلب کی، تو آپؐ اٹھ کر بیٹھ گئے، حضرت عائشہؓ سے فرمایا: اپنے کپڑے

ٹھیک کرلو، میں نے اپنی ضرورت پوری کی اور واپس چلا گیا۔ حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی آمد پر آپ نے وہ اہتمام نہیں کیا جو حضرت عثمانؓ کی آمد پر کیا؟ آپؐ نے فرمایا: عثمان حیادار شخص ہیں۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں اسی حال میں رہتے ہوئے انھیں اجازت دیتا تو کہیں وہ اپنی ضرورت بتائے بغیر واپس نہ چلے جاتے۔ (مسلم)(٦)

حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل خدمت نبوی میں تشریف لائے، حضرت ام سلمہؓ حضور ﷺ کے پاس تھیں۔ حضرت جبرئیلؑ آپؐ سے محو گفتگو رہے، پھر اٹھ کر چلے گئے۔ حضور ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ سے پوچھا: یہ کون تھے؟ بولیں: یہ تو دحیہ تھے۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں: بخدا مجھے اس وقت علم ہو سکا جب خطبہ دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل انھیں خبر دے گئے ہیں۔ (بخاری و مسلم)(٧)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ لوگ جمعہ کے دن اطراف کے دیہاتوں سے اپنے گھروں سے آتے تھے۔ راہ کی گرد و غبار کی وجہ سے وہ دھول میں اٹے ہوتے تھے اور پسینہ بہہ رہا ہوتا تھا۔ ایسا ہی ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپؐ میرے پاس موجود تھے۔ آپؐ نے اس سے فرمایا: آج کے دن تو صاف ستھرے ہو لیا کرو۔ (بخاری و مسلم) (٨)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کچھ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: السام علیک (تم پر موت ہو) میں سمجھ گئی۔ میں نے کہا: تم پر موت اور لعنت ہو۔ حضورؐ نے فرمایا: عائشہ! نرمی سے کام لو، اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ، آپ نے سنا نہیں وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں کہہ چکا ہوں: تم پر بھی ہو۔ (بخاری و مسلم۔۹)

مریضوں کی عیادت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہوئے فرماتی ہیں، جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابو بکرؓ و حضرت بلالؓ کو بخار آگیا۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں ان دونوں کے پاس گئی اور کہا: ابا جان! آپ کیسے ہیں؟ بلال! آپ کیسے ہیں؟ فرماتی ہیں جب حضرت ابو بکرؓ کو بخار آجاتا تو یہ شعر پڑھتے جس کا ترجمہ ہے:

ہر انسان کو اس کے گھر والے عافیت کی دعا دے رہے ہوتے ہیں۔ حالانکہ موت اس کی

جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہے۔

اور حضرت بلال کا بخار جب کم ہوتا تو بلند آواز سے شعر پڑھتے:

کاش کہ مجھے علم ہوتا کہ کیا ایک شب بھی اس وادی میں گذار سکوں گا جہاں اذ خر اور جلیل میرے گرد ہوں اور کیا میں کبھی مجنہ کے چشمہ تک پہنچ سکوں گا اور شامہ و طفیل پہاڑیوں کی دیدار مجھے نصیب ہو گا۔(۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں حضور ﷺ کے پاس آئی اور یہ خبر دی، آپؐ نے دعا فرمائی: اے اللہ ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت مکہ جیسی یا اس سے بھی زیادہ پیدا فرمادے، مدینہ میں عافیت دے، اس کے صاع اور مد میں برکت عطا فرما، اس کے بخار کو وہاں سے جحفہ منتقل فرمادے۔

(بخاری)(۱۰)

استفتاء میں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے پھر سست ہو جاتا ہے کیا ان دونوں پر غسل ہے؟ حضرت عائشہؓ بیٹھی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اور یہ دونوں ایسا کرتے ہیں پھر ہم دونوں غسل کرتے ہیں۔

(مسلم)(۱۱)

ضیافت میں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کا ایک پڑوسی فارسی تھا۔ سالن اچھا پکاتا تھا۔ اس نے حضور ﷺ کے لئے پکایا اور پھر آپؐ کو دعوت دی۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا اور یہ؟ اس نے کہا: نہیں، آپؐ نے فرمایا: پھر مجھے بھی دعوت منظور نہیں ہے پھر وہ دوبارہ آیا اور دعوت دی آپؐ نے پوچھا: اور یہ؟ اس نے کہا: نہیں، آپؐ نے فرمایا: نہیں، پھر وہ تیسری بار آیا اور دعوت دی، آپؐ نے پوچھا: اور یہ؟ اس نے کہا: ہاں وہ بھی، پھر حضور ﷺ اور حضرت عائشہؓ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے اس کے گھر تشریف لے گئے۔ (مسلم۔ ۱۲)

---

(۱) وادی سے مکہ مراد ہے۔ اذ خر اور جلیل وہاں کی گھاس کی دو قسمیں ہیں۔ مجنہ مکہ سے کچھ فاصلہ پر ایک چشمہ ہے اور شامہ و طفیل دو پہاڑیاں ہیں۔ صاع اور مد دو پیمانے ہیں۔ جحفہ مکہ مدینے کے درمیان ایک مقام ہے۔

امر بالمعروف میں

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ازواج مطہرات رات کے وقت کھلی جگہوں کی طرف نکلتی تھیں۔ حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ سے کہتے تھے کہ ازواج مطہرات کو پردہ کرائیے، لیکن رسول اللہ ﷺ ایسا نہیں کر رہے تھے۔ ایک رات عشاء کے وقت حضرت سودہ بنت زمعہ باہر نکلیں، وہ لانبے قد کی تھیں، حضرت عمرؓ نے پکارا: ہم نے آپ کو پہچان لیا اے سودہ! ان کی خواہش تھی کہ پردہ کا حکم نازل ہو جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پردہ کا حکم نازل فرمایا۔ (بخاری و مسلم) (۱۳)

غزوات میں:

الف۔ غزوۂ احد میں

حضرت انس فرماتے ہیں کہ غزوۂ احد میں دشمنوں کو شکست ہوئی۔ اس دن میں نے دیکھا کہ حضرت عائشہ بنت ابو بکر اور حضرت ام سلیم اپنے پائنچے چڑھائے ہوئے تھیں۔ ان کی پنڈلیوں کے پازیب مجھے نظر آ رہے تھے۔ مشکیزہ میں پانی بھر کر اپنی پشت پر اٹھا کر لاتیں اور لوگوں کو پلاتیں، پھر جاتیں اور بھر کر لاتیں اور لوگوں کو پلاتیں تھیں۔ (بخاری و مسلم) (۱۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ غزوۂ احد میں مشرکین کو ہزیمت ہوئی تو ابلیس ملعون نے آواز دی، لوگو! پیچھے کی طرف دیکھو۔ یہ سن کر آگے کے لوگ پیچھے مڑے اور دشمن سمجھ کر اپنے لوگوں پر حملہ آور ہو گئے۔ حضرت حذیفہ نے دیکھا کہ ان کے والد یمان گھرے ہوئے ہیں، انھوں نے پکارا: لوگو! میرے والد ہیں، لیکن تلواریں چل چکی تھیں اور وہ شہید ہو گئے، حضرت حذیفہ کی زبان سے نکلا: اللہ تمہیں معاف کر دے۔ (بخاری) (۱۵)

ب۔ غزوۂ احزاب میں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ غزوۂ خندق میں حضرت سعد زخمی ہو گئے، قریش کے قبیلہ بنو معیص بن عامر لوی کے حبان بن عرقہ نامی ایک شخص نے ان کو تیر مارا جو ان کی شہ رگ پر جا لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں ان کے لئے خیمہ لگوا دیا تاکہ قریب رہ ان کی عیادت کر سکیں۔ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ خندق سے واپس تشریف لائے، ہتھیار اتار دئے اور غسل فرمالیا

تو حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے، وہ اپنے سر سے غبار جھاڑ رہے تھے، فرمایا: آپ نے ہتھیار اتار دیئے، خدا کی قسم میں نے ابھی نہیں اتارے ہیں، آپ تشریف لے جائیے۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: کہاں؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے قبیلۂ بنو قریظہ کی جانب اشارہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے۔ بنو قریظہ نے آپ کے فیصلہ پر مصالحت چاہی، آپؐ نے حضرت سعد کو فیصلہ کا اختیار سونپ دیا۔ حضرت سعد نے فیصلہ کیا کہ بنو قریظہ کے تمام جنگجو قتل کر دئے جائیں، عورتیں اور بچے گرفتار کر لئے جائیں اور ان کے اموال تقسیم کر دئے جائیں۔ راوی ہشام کہتے ہیں: میرے والد نے حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ حضرت سعد نے فرمایا: اے اللہ! تو جانتا ہے میری سب سے بڑی خواہش اس قوم سے جہاد ہے جس نے تیرے رسول ﷺ کی تکذیب کی اور انھیں گھر سے نکالا۔ اے اللہ! میرا خیال ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان اب جنگ ختم ہو چکی ہے، اگر قریش سے پھر کوئی جنگ ہونے والی ہو تو مجھے زندہ رکھ کہ تیری راہ میں ان سے میں جہاد کروں اور اگر تو نے جنگ ختم کر دی ہو تو میرے زخم کو کھول دے کہ اسی میں میری موت آجائے۔ اس کے بعد ان کے سینہ سے زخم پھوٹ پڑا۔ مسجد میں بنو غفار کا خیمہ تھا، جب خون بہہ کر ان تک پہنچا تو وہ گھبرائے اور کہنے لگے: یہ خون کہاں سے آرہا ہے؟ دیکھا تو حضرت سعد کے زخم سے بے تحاشہ خون بہہ رہا تھا اور اسی میں ان کی روح پرواز کر گئی۔ (بخاری) (۱۶)

بخاری اور مسلم کے علاوہ حدیث کی دیگر کتابوں میں اس روایت کی کافی تفصیلات آئی ہیں۔ ان کا تذکرہ ہم یہاں کر رہے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المومنین نے سماجی زندگی میں کیا اہم رول ادا کیا؟ کم عمری کے باوجود ان کی شخصیت کا نمایاں امتیاز اور سخت ترین حالات میں بھی گرد و پیش کے احوال سے باخبری کے شوق کا پتہ چلتا ہے، جو یقیناً ان کی عقل و شعور کی پختگی اور رسول اللہ ﷺ کی سب سے چہیتی ہونے کی اہلیت کی دلیل ہے۔

حضرت علقمہ بن وقاص راوی ہیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ غزوۂ خندق کے لوگوں کو دیکھنے باہر نکلی۔ مجھے اپنے پیچھے آہٹ محسوس ہوئی۔ مڑ کر دیکھا تو حضرت سعد بن معاذؓ آتے ہوئے نظر آئے۔ ان کے ساتھ ان کے بھتیجے حارث بن اوس ڈھال لئے ہوئے تھے۔ میں زمین پر بیٹھ گئی۔ حضرت سعد گذرے تو دیکھا کہ ان کے بدن پر لوہے کی زرہ اتنی چھوٹی تھی کہ ہاتھ وغیرہ باہر نکلے

ہوئے تھے۔ حضرت سعد کے ان کھلے ہوئے حصوں پر مجھے اندیشہ ہوا، وہ رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے گذرے:

کاش کہ طاقتور شخص کو جلد ہی جنگ کا سامنا ہو

جب وقت آجاتا ہے تو موت کتنی پیاری لگتی ہے

میں اٹھی اور تیزی سے باغ کی جانب بڑھ گئی، وہاں میں نے دیکھا کہ چند مسلمان بیٹھے ہیں، جن میں حضرت عمر بن خطابؓ بھی تھے، ایک اور شخص تھا جس کی زرہ بھرپور تھی۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے: آپ کیوں آئی ہیں؟ بخدا آپ بہت جری ہو رہی ہیں! آپ کو اطمینان ہے کہ یہاں پر کوئی خدشہ اور خطرہ نہیں ہے؟ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: حضرت عمر مجھے اس قدر ملامت کرنے لگے میں نے سوچا کہ کاش زمین پھٹ جاتی اور میں اس میں سما جاتی، جس شخص کے بدن پر بھرپور زرہ تھی، اب اس نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ وہ طلحہ بن عبداللہ ہیں، انھوں نے کہا: اے عمر! تم بہت کچھ کہہ گئے، اللہ کے علاوہ بھاگ کر اور کدھر جانا ہے؟ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت سعد کو قریش کے ایک شخص نے جس کا نام ابن العرقہ تھا، یہ کہتے ہوئے تیر مارا کہ لو! میں ابن العرقہ ہوں۔ تیر حضرت سعد کے بازو کی شہ رگ میں لگا اور رگ کٹ گئی۔ انھوں نے اللہ سے دعا کی اے اللہ! مجھے اس وقت تک موت نہ دے جب تک قریظہ سے انتقام لے کر میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔ زمانہ جاہلیت میں بنو قریظہ حضرت سعد کے حلیف تھے۔ حضرت سعد کا زخم تھم گیا، مشرکین پر اللہ تعالیٰ نے سخت ہوا چلائی اور مومنوں کو جنگ کی ضرورت نہ رہی۔ ابو سفیان اپنے ساتھیوں کے ساتھ تہامہ چلا گیا۔ عیینہ بن بدر اور اس کے ساتھی نجد کی طرف روانہ ہو گئے اور بنو قریظہ واپس ہو کر اپنے قلعوں میں بند ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ مدینہ واپس تشریف لائے، ہتھیار رکھ دیے اور کھال کا خیمہ بنانے کا حکم دیا۔ مسجد میں حضرت سعد کے لئے خیمہ تیار ہو گیا، حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے، ان کے چہرہ پر غبار اٹا ہوا تھا، فرمایا کیا آپ نے ہتھیار رکھ دیا ہے؟ خدا کی قسم فرشتوں نے ابھی ہتھیار نہیں رکھے ہیں، چل کر بنو قریظہ سے جہاد کیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے زرہ پہنی اور لوگوں کو چلنے کا حکم دیا، اعلان کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نکلے اور بنو غنم کے پاس سے گذرے جو مسجد کے پڑوسی تھے۔ آپ نے پوچھا: کون یہاں سے گذرا ہے: انھوں نے بتایا کہ دحیہ کلبی گذرے ہیں۔ حضرت دحیہ کلبی کی داڑھی، دانت اور چہرہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ملتا تھا۔ رسول

اللہ علیہ وسلم نے پچیس دنوں تک بنو قریظہ کا محاصرہ جاری رکھا۔ محاصرہ اور پریشانی کی شدت بڑھ گئی تو ان سے کہا گیا کہ رسول اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر سپر انداز ہو جاؤ۔ انھوں نے ابو لبانہ بن منذر سے مشورہ کیا۔ ابو لبانہ نے اشارہ کیا تو انھوں نے کہا کہ سعد بن معاذؓ کے فیصلہ پر ہم سپر انداز ہوں گے۔ رسول اللہ علیہ وسلم نے اتفاق فرمایا: وہ قلعہ سے باہر آگئے۔ آپؐ نے حضرت سعد بن معاذؓ کو بلوایا، انھیں ایک گدھے پر بٹھا کر لایا گیا، وہ آئے تو لوگ ان کے گرد اکٹھا ہو گئے اور کہا: اے ابو عمرو! یہ لوگ تمہارے حلیف و موالی اور طاقتور ہیں۔ ان سے تم اچھی طرح واقف ہو۔ حضرت سعد نے انھیں کوئی جواب نہیں دیا اور نہ ہی ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب ان کے مکانات کے قریب آئے تو فرمایا: خدا کی راہ میں مجھے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرنی ہے۔ جب رسول اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپؐ نے فرمایا: "اپنے سردار کا استقبال کرو اور انھیں بٹھاؤ۔ حضرت عمرؓ نے کہا: ہمارا سردار تو اللہ عز و جل ہے، آپ نے فرمایا: انھیں اتارو اور بٹھاؤ"۔ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے سلسلہ میں فیصلہ کرو۔ حضرت سعد نے کہا: میں فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے تمام لڑنے والوں کو قتل کر دیا جائے، ان کے بچوں کو گرفتار کر لیا جائے اور ان کے اموال تقسیم کر دئے جائیں۔ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اللہ اور اس کے رسول کے مطابق فیصلہ کیا ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پھر حضرت سعد نے دعا فرمائی: اے اللہ، اگر تو نے قریش اور اپنے رسول علیہ وسلم کے درمیان کوئی جنگ باقی رکھی ہو تو مجھے زندہ رکھ اور اگر جنگ ختم ہو گئی ہو تو مجھے اٹھا لے۔ ان کا زخم ہرا ہو گیا اور خون بہنے لگا، حالانکہ زخم تقریباً ٹھیک ہو چکا تھا، صرف دانہ کے برابر باقی تھا، انھیں مسجد کے خیمہ میں لایا گیا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پاس آئے، میں اپنے حجرے میں تھی، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے رونے کی علاحدہ علاحدہ آواز میں پہنچان رہی تھی۔ یہ لوگ آپس میں کتنے رحم دل تھے۔ علقمہ کہتے ہیں: میں نے پوچھا: اماں جان! حضور علیہ وسلم کی کیا حالت تھی؟ فرمایا: آپ کی آنکھ کسی پر نہیں روتی تھی، لیکن جب آپ کو غم ہوتا تو اپنی داڑھی پکڑے ہوتے تھے۔ (مسند احمد) (۱۷)

پردہ فرض ہونے کے بعد بھی معاشرہ میں ازواج مطہرات کی سرگرمی اور مردوں کے ساتھ بات چیت

یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ازواج مطہرات کے لئے پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد بھی وہ گردوپیش کی زندگی سے کنارہ کش نہیں ہوئی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے کاموں میں ان کی اچھی خاصی شمولیت وشرکت رہتی تھی اور آپ علیہ السلام کی وفات کے بعد تو گردوپیش کی زندگی کے مسائل سے دلچسپی اور مختلف مصالح کی خاطر مردوں کے ساتھ بات چیت کے علاوہ مردوں کی تعلیم کے میدان میں انھوں نے عظیم رول ادا کیا ہے۔ یہ تمام امور پردہ کے ساتھ انجام پاتے تھے، یعنی پردہ کی فرضیت نے زندگی میں شرکت کی راہ بند نہیں کی بلکہ اس کا دائرہ محدود کردیا، مردوں کے ساتھ ملاقات پر پابندی نہیں لگائی بلکہ عورتوں خصوصاً ازواج مطہرات کے ساتھ ملاقات کے آداب سکھائے۔ (۱۸) اس طرح سماجی زندگی میں مسلم خاتون کی شرکت ایک سنت رہی، جس پر معاشرۂ نبوی میں اور مخصوص ترین حالات میں بھی عمل ہوتا رہا۔ شریعت نے صرف اس کی دائرہ بندی کردی اور کچھ شرائط کا اضافہ کردیا۔ ذیل میں کچھ دلائل ذکر کئے جاتے ہیں:

اول: مجلس نبوی میں اور بسا اوقات گفتگو میں شرکت

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس دریافت کرنے کے لئے آیا۔ حضرت عائشہؓ دروازہ کے پیچھے سے سن رہی تھیں، اس نے پوچھا: یا رسول اللہ! میں حالت جنابت میں ہوں اور نماز کا وقت ہو جاتا ہے، تو کیا میں روزہ رکھ سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ ﷺ نے فرمایا: میں حالت جنابت میں ہوتا ہوں اور نماز کا وقت ہو جاتا ہے پھر میں روزہ رکھتا ہوں۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ ہماری طرح نہیں ہیں۔ آپؐ کے اگلے اور پچھلے گناہوں کو اللہ نے معاف کردیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: خدا کی قسم میں امید کرتا ہوں کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور خوف کی چیزوں کا علم رکھنے والا ہوں"۔ (مسلم) (۱۹)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ اور مدینہ کے درمیان بمقام جعرانہ پر قیام پذیر تھے۔ میں آپؐ کے پاس تھا اور حضرت بلالؓ بھی ساتھ تھے۔

ایک اعرابی آپؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا: آپ نے جو وعدہ مجھ سے کیا ہے وہ پورا نہیں کریں گے؟ آپؐ نے اس سے فرمایا: خوش خبری قبول کرو۔ اس نے کہا: آپؐ نے بہت خوشخبریاں دیں، آپؐ غصہ کی حالت میں حضرت ابو موسیٰ اور حضرت بلالؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اس نے خوشخبری لوٹا دی، تم دونوں قبول کرلو۔ ان دونوں نے کہا: ہم نے قبول کرلیا پھر آپؐ نے پانی کا ایک پیالہ طلب فرمایا، اس میں اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ مبارک کو دھویا اور اس میں اپنے منہ کا پانی ڈال دیا پھر فرمایا: تم دونوں اسے پی لو اور اپنے چہرہ اور گلے پر انڈیل لو اور خوشخبری لے لو۔ ان دونوں نے پیالہ لے کر ویسا ہی کیا۔ حضرت ام سلمہؓ نے پردہ کے پیچھے سے آواز دی: اپنی ماں کے لئے بھی کچھ بچالو، ان دونوں نے ان کے لئے بھی کچھ بچالیا۔ (بخاری و مسلم) (۲۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابن حارثہ، حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپؐ بیٹھ گئے۔ رنج و غم آپؐ کے چہرہ سے عیاں تھا۔ میں دروازہ کے شگاف سے دیکھ رہی تھی، ایک شخص آپ کے پاس آیا اور بتایا کہ حضرت جعفر کے گھر کی خواتین ماتم کررہی ہیں۔ آپؐ نے منع کرا بھیجا، وہ چلے گئے پھر دوبارہ آکر بتایا کہ وہ نہیں مان رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا انھیں روکو، پھر تیسری بار آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ہم لوگوں کی نہیں چلتی، مجھے ایسا لگا کہ آپ نے فرمایا: ان کے منہ میں مٹی بھر دو، میں نے کہا: اللہ تم سے سمجھے، حضور ﷺ نے جو کہا ہے، تم وہ نہ کروگے اور آنحضرت ﷺ کو تکلیف سے نجات نہیں ملے گی۔ (بخاری و مسلم) (۲۱)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ چند صحابہ کرامؓ جن میں حضرت سعد بھی تھے، گوشت کھانے لگے تو ازواج مطہرات میں سے کسی نے ٹوکا: یہ تو گوہ کا گوشت ہے، انھوں نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: کھاؤ کھاؤ، وہ حلال ہے یا آپؐ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے...... البتہ وہ میری غذا نہیں ہے۔ (بخاری و مسلم) (۲۲)

دوم: سفر میں رسول کریم ﷺ کی معیت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ...... رسول اللہ ﷺ جب کسی سفر کا ارادہ

فرماتے توازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، جن کے نام قرعہ نکلتا، ان کو سفر میں ساتھ لے جاتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ایک غزوہ کے موقع پر آپؐ نے قرعہ اندازی کی۔ میرے نام سے قرعہ نکلا، میں آپؐ کے ساتھ سفر کے لئے روانہ ہوئی۔ اس وقت پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ میں ہودج میں ہوتی اور لوگ اٹھاتے اور اتارتے تھے۔ غزوہ سے فارغ ہو کر واپسی میں جب مدینہ سے قریب ہم پہنچے تو رات آپؐ نے پڑاؤ ڈالنے کا اعلان فرمایا۔ پڑاؤ ڈالنے کے بعد میں نکل کر قافلہ سے دور چلی گئی۔ ضرورت سے فارغ ہو کر جب لوٹی تو دیکھا کہ گلے کا ہار نہیں ہے۔ واپس گئی اور ہار تلاش کرنے لگی، اس تلاش میں تاخیر ہو گئی، جو لوگ میرا ہودج اٹھایا کرتے تھے وہ روانگی کے وقت آئے اور یہ سمجھ کر کہ میں ہودج کے اندر ہوں اٹھا کر اسے اونٹ پر رکھا اور روانہ ہو گئے...... (بخاری و مسلم) (۲۳)

حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت مروان روایت کرتے ہیں، دونوں ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نکلے...... جب کوئی بھی نہیں اٹھا تو آپؐ حضرت ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور لوگوں کے اس رویہ کا ذکر کیا۔ (بخاری) (۲۴)

سوم: ام المومنین کو حبشیوں کا کھیل دکھانا

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں...... عید کا دن تھا، اہل حبش تلواروں اور ڈھالوں سے کھیل رہے تھے۔ میں نے حضورؐ سے عرض کیا یا آپ نے خود ہی پوچھا: کیا دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے کہا: ہاں، آپؐ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا، میرے رخسار آپ کے رخسار پر تھے اور آپ فرما رہے تھے: اے بنو ارفدہ، کھیل جاری رکھو، جب میں اکتا گئی تو پوچھا: کیا بس؟ میں نے کہا: ہاں، فرمایا تو جاؤ۔ (ایک روایت میں ہے، (۲۵۔الف) حضرت عائشہؓ نے فرمایا: نو عمر کی کھیل کی شوقین لڑکیوں کی رعایت کیا کرو)۔
(بخاری و مسلم) (۲۵۔ب)

چہارم: معاشرہ کے مسائل سے دلچسپی

امام کے خطبہ سے حضرت ام سلمہؓ کی دلچسپی

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں لوگوں کو حوض کوثر کا تذکرہ کرتے ہوئے سنتی تھی۔ حضورؐ سے میں نے نہیں سنا تھا، ایک دن باندی میرے سر میں کنگھا کر رہی تھی کہ میں نے حضورؐ کی

آواز سنی: اے لوگو! میں نے باندی سے کہا: چھوڑ دو، وہ بولی: حضورؐ نے مردوں کو آواز دی ہے عورتوں کو نہیں۔ میں نے کہا: لوگوں میں میں بھی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حوض پر تم لوگوں سے پہلے میں موجود رہوں گا، تو تم میں سے کوئی اس طرح میرے پاس نہ آئے کہ اس کو مجھ سے دور کردیا جائے، جس طرح بھٹکے ہوئے اونٹ کو دور کردیا جاتا ہے۔ میں پوچھوں گا: کیوں دور کیا جارہا ہے؟ کہا جائے گا کہ آپ کو نہیں معلوم ہے آپ کے بعد انھوں نے کیا نئی چیزیں دین میں پیدا کردی تھیں، تو میں کہوں گا: دور ہو۔ (مسلم) (۲۶)

نیک کاموں میں صدقہ کرنے کیلئے حضرت زینب بنت جحشؓ کی محنت وکام

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: میں نے زینب بنت جحش سے زیادہ کسی خاتون کو خیر کے کاموں میں پیش پیش، اللہ سے خائف، راست گو، صلہ رحم، خوب صدقہ کرنے والی اور اللہ سے تقرب والے کاموں میں خود کو مٹا دینے والی نہیں دیکھا۔ (مسلم) (۲۷)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: حاکم نے اپنی مستدرک کے مناقب میں نقل کیا ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: "...... حضرت زینب گھریلو صنعت والی خاتون تھیں، دباغت اور سلائی کا کام کرتی تھیں اور اللہ کی راہ میں صدقہ کرتی تھیں، حاکم کہتے ہیں، یہ روایت مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔ (۲۸)

عمومی نافرمانی کے مسئلہ کو حل کرنے میں حضرت ام سلمہ سے مشورہ

حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان دونوں ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نکلے...... سہیل بن عمرو آئے اور کہا: اپنے اور ہمارے درمیان ایک معاہدہ لکھ دیجئے۔ آپؐ نے کاتب کو بلایا اور فرمایا: لکھو...... جب وہ لکھ کر فارغ ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے کہا: اٹھو، اب قربانی کرو اور حلق کراؤ۔ راوی کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ایک شخص بھی نہیں اٹھا، آپؐ نے تین بار فرمایا، جب پھر بھی کوئی نہیں اٹھا تو آپؐ حضرت ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور لوگوں کی صورت حال بتائی۔ حضرت ام سلمہ نے کہا: اے اللہ کے نبی: کیا آپؐ ایسا کرنا چاہ رہے ہیں تو اٹھئے اور کسی سے کچھ مت کہیے بلکہ خود آپؐ قربانی کیجئے اور نائی کو بلا کر حلق کرائیے۔ آپؐ باہر تشریف لائے، کسی سے کچھ نہیں فرمایا۔ اپنے جانور کی قربانی فرمائی اور نائی کو بلا کر

حلق کرلیا، جب لوگوں نے دیکھا تو اٹھ کر قربانی کی اور ایک دوسرے کے حلق کرنے لگے۔ (بخاری۔ ۲۹)

حضرت عائشہؓ کی دور دراز کے مسلمانوں کی بھی خبر گیری

حضرت عبدالرحمٰن بن شماسہ راوی ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس ایک چیز دریافت کرنے آیا۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا: تم کن لوگوں میں سے ہو؟ میں نے کہا: مصر کا رہنے والا ہوں، وہ بولیں: ان لڑائیوں میں تمہارے سردار کا معاملہ تمہارے ساتھ کیسا رہا، میں نے کہا: ہم نے ان کی کوئی چیز غلط نہیں دیکھی۔ ہم میں سے کسی کا اونٹ اگر مر جاتا تو وہ اپنا اونٹ اسے دے دیتے، غلام مر جاتا تو غلام دے دیتے، خرچ کی ضرورت ہوتی تو خرچ دے دیتے، انھوں نے فرمایا: میرے بھائی محمد بن ابو بکر کے ساتھ جو کچھ کیا گیا ہے اس کی وجہ سے میں حضور ﷺ کی بات نہیں چھپاؤں گی۔ آپؐ نے میرے اس گھر میں فرمایا: اے اللہ! جو شخص میری امت میں کسی بھی چیز کا سربراہ بنے اور لوگوں پر سختی کرے تو تو اس پر سختی کر اور جو سربراہ بنے اور میری امت پر نرمی کرے تو تو بھی اس کے ساتھ نرمی کر۔ (مسلم۔ ۳۰)

پنجم: مختلف مقاصد سے ازواج مطہرات کے پاس مردوں کی آمد بغرض تعریف و تکریم

ایک سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھیں۔ حضرت عائشہؓ کا ہار کھو گیا۔ تلاش کے لئے حضور ٹھہر گئے۔ اس مقام پر پانی نہیں تھا۔ لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا: دیکھئے عائشہ نے کیا کیا، حضور اور لوگوں کو ایسی جگہ ٹھہرا دیا جہاں پانی نہیں ہے۔ حضرت ابو بکرؓ آئے اور حضرت عائشہ کو ڈانٹنے لگے، اسی موقع پر آیت تیمم نازل ہوئی۔ حضرت اسید بن حضیر نے کہا: اے آل ابو بکر! یہ کوئی آپ کی پہلی برکت نہیں ہے۔ (۳۱۔ الف) ایک روایت میں ہے انھوں نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: اللہ آپ کو جزائے خیر دے، جب بھی کسی معاملہ میں کوئی چیز آپ کو ناپسند ہوئی ہے اللہ نے آپ اور تمام مسلمانوں کے لئے اس میں آسانی فرما دی ہے۔

(بخاری و مسلم۔ ۳۱۔ ب)

بغرض امر بالمعروف

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد حضرت سودہ کسی ضرورت سے نکلیں۔ وہ بھاری بھر کم خاتون تھیں۔ متعارف لوگوں سے چھپ نہیں سکتی تھیں۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے انھیں دیکھ لیا اور آواز دی: اے سودہ! خدا کی قسم، آپ ہم سے چھپی ہوئی نہیں ہیں۔ آپ کس طرح نکل رہی ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں الٹے پاؤں لوٹ گئی۔ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں رات کا کھانا تناول فرما رہے تھے۔ آپ کے ہاتھوں میں ہڈی والا گوشت تھا، میں داخل ہوئی اور کہا: یا رسول اللہ! میں کسی ضرورت سے نکلی تھی، عمر نے مجھے یوں یوں کہا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ پر وحی آئی، جب وحی ختم ہوئی، گوشت کا ٹکڑا آپ کے ہاتھ ہی میں تھا آپ نے فرمایا: تم لوگوں کو اپنی ضروریات کیلئے نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ (بخاری و مسلم۔ ۳۲)

بغرض زیارت

حضرت اسود راوی ہیں کہ قریش کے کچھ نوجوان حضرت عائشہؓ کے پاس آئے، حضرت عائشہؓ منیٰ کے مقام پر تھیں۔ وہ نوجوان ہنس رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا: کیوں ہنس رہے ہو؟ انھوں نے کہا فلاں شخص خیمہ کے طناب پر گر گیا۔ اس کی گردن یا اس کی آنکھ ختم ہوتے ہوتے بچی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: مت ہنسو، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ کسی مسلمان کو کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے یا اس جیسی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے لئے نیکی کا ایک درجہ لکھا جاتا ہے اور ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔
(مسلم۔ ۳۳)

بغرض عیادت

حضرت ابو ملیکہ راوی ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے انتقال سے قبل حضرت ابن عباسؓ ان کے گھر آئے اور اجازت چاہی۔ ان پر موت کی شدت طاری تھی، فرمایا: مجھے اندیشہ ہے کہ وہ میری تعریف کریں گے۔ ان سے کہا گیا کہ وہ تو رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی ہیں اور اہم مسلمانوں میں ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: اچھا اجازت دے دو: انھوں نے آکر دریافت کیا: کیا حال ہے؟ بولیں: ٹھیک ہے، اگر میرے دل میں خدا کا خوف رہا۔ انھوں نے کہا آپ خیریت سے رہیں گی ان شاء اللہ، آپ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ ہیں، آپ کے علاوہ کسی بھی کنواری سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح نہیں فرمایا۔

آپ کا عذر آسمان سے نازل ہوا۔ ایک روایت میں ہے انھوں نے فرمایا: اے ام المومنین! آپ اپنے سچے پیش رو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جا رہی ہیں۔

(بخاری و مسلم۔ ۳۴)

ششم: مسلمانوں کو سنت رسول کی تعلیم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ تین اشخاص ازواج مطہرات کے مکان پر آئے۔ رسول اللہ ﷺ کی عبادت کے متعلق دریافت کیا، جب انھیں بتایا گیا تو انھوں نے اسے کم تصور کیا اور کہنے لگے، رسول اللہ ﷺ سے ہمارا کیا جوڑ۔ آپؐ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا: میں تو ہمیشہ نماز ہی پڑھتا رہوں گا۔ دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی افطار نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے علاحدہ رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تم لوگوں نے یہ یہ باتیں کہی ہیں۔ بخدا میں تم لوگوں سے زیادہ اللہ کا خوف رکھنے والا اور اللہ سے ڈرنے والا ہوں، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، جو میری سنت سے گریز کرے گا وہ میری راہ پر نہیں ہے۔ (بخاری و مسلم۔ ۳۵)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ.... اتباع کی غرض سے اکابر کے حالات جاننے کی کوشش کرنی چاہیے، اگر مردوں سے ان باتوں کی واقفیت حاصل کرنا دشوار ہو تو خواتین سے بھی حاصل کرنا درست ہے۔ (۳۶)

حضرت علقمہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا: اے ام المومنین! رسول اللہ ﷺ کس طرح عمل کرتے تھے، کیا آپ ﷺ نے کچھ ایام مخصوص فرمائے تھے؟ وہ بولیں: نہیں، آپؐ کے کاموں میں دوام ہوتا تھا اور رسول اللہ علیہ وسلم کی مانند تم میں سے کون کر سکتا ہے۔ (مسلم) (۳۷)

☆ ☆ ☆

حوالہ جات

(۱) بخاری شریف: کتاب التعبیر۔ باب اول ما بدٔ به رسول الله ﷺ من الوحی۔ ج۱۶ص۵۔
مسلم شریف: کتاب الایمان۔ باب بدء الوحی۔ ج۱ص۹۷۔

(۲) بخاری شریف: کتاب المناقب۔ باب تزویج النبی ﷺ عائشه۔ ج۸ص۲۲۴۔
مسلم شریف: کتاب النکاح۔ باب تزویج الاب البکر الصغیرة۔ ج۴ص۱۴۱۔

(۳) بخاری: شریف: کتاب التفسیر۔ باب قولہ "لا تدخلوا بیوت النبی ﷺ الاان یوذن لکم الی الطعام"۔ ج۱۰ص۱۴۸۔
مسلم شریف: کتاب النکاح۔ باب زواج زینب بنت جحش ونزول الحجاب واثبات ولیمة العرس، ج۴ص۱۴۹۔

(۴۔الف) فتح الباری......ج۱۰ص۱۴۷۔

(۴۔ب) بخاری: شریف: کتاب الاستئذان۔ باب تسلیم الرجال علی النساء وتسلیم النساء علی الرجال، ج۱۳ص۲۷۱۔
مسلم شریف: کتاب فضائل الصحابہ۔ باب فی فضائل عائشہؓ۔ ج۷ص۱۳۹۔

(۵) فتح الباری: ج۱۳ص۲۷۱۔

(۶) مسلم شریف: کتاب فضائل الصحابہ۔ باب فی فضائل عثمان بن عفانؓ۔ ج۷ص۱۱۷۔

(۷) بخاری شریف: کتاب المناقب۔ باب علامات النبوة۔ ج۷ص۴۴۲۔
مسلم شریف: کتاب فضائل الصحابہ۔ باب من فضائل ام سلمہؓ۔ ج۷ص۱۴۴۔

(۸) بخاری شریف: کتاب الجمعہ۔ باب من این توتی الجمعه۔ ج۳ص۳۶۔
مسلم شریف: کتاب الجمعہ۔ باب وجوب الغسل الجمعه۔ ج۳ص۳۔

(۹) بخاری شریف: کتاب الاستئذان۔ باب کیف یرد علی اهل الذمه السلام۔ ج۱۳ص۲۷۹۔
مسلم شریف: کتاب السلام۔ باب النهی عن ابتداء اهل الکتاب بالسلام۔ ج۷ص۴۔

(۱۰) بخاری شریف: کتاب المناقب۔ باب هجرة النبیؐ واصحابه الی المدینه۔ ج۸ص۲۶۴۔

(۱۱) مسلم شریف: کتاب الحیض۔ باب نسخ الماء من الماء ووجوب الغسل بالتقاء الختانین۔ ج۱ص۱۸۷۔

(۱۲) مسلم شریف: کتاب الاشربہ۔باب ما یفعل الضیف اذا تبعه غیر من دعاه صاحب الطعام واستجاب باذن صاحب الطعام للتابع۔ج۶ص۱۱۶۔

(۱۳) بخاری شریف: کتاب الوضوء۔باب خروج النساء للبراز۔ج۱ص۲۵۹۔

مسلم شریف: کتاب السلام۔باب اباحة الخروج للنساء لقضاء حاجة الانسان۔ج۷ص۷۔

(۱۴) بخاری شریف: کتاب الجہاد۔باب غزو النساء وقتالهن مع الرجال ۔ج۶ص۴۱۸۔

مسلم شریف: کتاب الجہاد۔باب غزو النساء مع الرجال۔ج۵ص۱۹۷۔

(۱۵) بخاری شریف: کتاب المغازی۔باب "اذا همت طائفتان منكم ان تفشلا والله وليهما"۔ ج۸ص۳۶۵۔

(۱۶) بخاری شریف: کتاب المغازی۔باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب ومخرجه الى بنى قريظه ومحاصرته ایّاهم۔ج۸ص۴۱۶۔

(۱۷) یہ حدیث سلسلۃ الحادیث الصحیحہ میں نمبر ۶۷ کے ذیل میں آئی ہے اور ناصر الدین البانی اس کے بارے میں کہتے ہیں! "امام احمد نے اس کی تخریج کی......اور یہ سند حسن ہے" اور الہیثمی مجمع الزوائد میں کہتے ہیں!" امام احمد نے اس کی روایت کی، اس میں محمد بن عمرو بن علقمہ ہیں، وہ حسن ہیں اور بقیہ رجال ثقہ ہیں" (ج۶ص۱۳۶) حافظ ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں! "اس کی سند حسن ہے"۔(ج۱۳ص۲۹۰)

(۱۸) دیکھئے: فصل ازواج مطہرات کے ساتھ پردہ کی خصوصیت) باب رابع کی دوسری فصل)

(۱۹) مسلم شریف: کتاب الصیام۔باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنت ۔ج۳ص۱۳۷۔

(۲۰) بخاری شریف: کتاب المغازی۔باب غزوة الطائف من شوال سنة ثمان۔ج۹ص۱۰۸۔

مسلم شریف: کتاب فضائل الصحابہ۔باب من فضائل ابی موسی وابی عامر الاشعريين۔ج۷ص۱۶۹۔

(۲۱) بخاری شریف: کتاب الجنائز۔باب من جلس عند المصيبة يعرف فيه الحزن۔ج۳ ص۴۱۰۔

مسلم شریف: کتاب الجنائز۔باب التشديد في النياحة۔ج۳ص۴۵۔

(۲۲) بخاری شریف: کتاب التمنی۔باب الخبر المرأة الواحدة۔ج۱۶ص۲۴۷۔

مسلم شریف: کتاب الصید والذبائح۔باب اباحة الضب۔ج۶ص۶۷۔

(۲۳) بخاری شریف: کتاب المغازی۔باب حدیث الافك۔ج۸ص۴۳۶۔

مسلم شریف: کتاب التوبہ۔باب فى حديث الافك۔ج۸ص۱۲۲۔

(۲۴) بخاری شریف: کتاب الشروط۔باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب وكتابة الشروط۔ج۶ص۲۷۴۔

(۲۵۔الف) بخاری شریف: کتاب النکاح۔باب نظر المرأة الى الحبش وغيرهم فى غير ريبة۔ج۱۱ص ۲۵۰۔

(۲۵ب) بخاری شریف: کتاب العیدین۔ باب الحراب والدرق یوم العید۔ ج ۳ ص ۹۵۔

مسلم شریف: کتاب صلاۃ العیدین۔ باب الرخصة فی اللعب......ج ۳ ص ۲۲۔

(۲۶) مسلم شریف: کتاب الفضائل۔ باب اثبات حوض نبیناؐ وصفاته۔ ج ۷ ص ۶۷۔

(۲۷) مسلم شریف: کتاب فضائل الصحابہ ۔باب من فضائل عائشةؓ ۔ج ۷ ص ۱۳۶۔

(۲۸) فتح الباری: ج ۴ ص ۲۹۔

(۲۹) بخاری شریف: کتاب الشروط۔ باب الشروط فی الجهاد والمصالحه مع اهل الحرب وکتابة الشروط۔ ج ۶ ص ۲۷۴۔

(۳۰) مسلم شریف: کتاب الامارۃ۔ باب فضیلة الإمام العادل وعقوبة الجائر والحث علی الرفق بالرعیة عن ادخال المشقة علیهم۔ ج ۶ ص ۷۔

(۳۱۔الف) بخاری: کتاب التیمم۔ باب اذا لم یجد ماء ولا ترابا۔ ج ۱ ص ۴۵۶۔

مسلم: کتاب الطہارۃ۔ باب التیمم۔ ج ۱ ص ۱۹۱، ۱۹۲۔

(۳۱۔ب) بخاری شریف: کتاب التیمم۔ ج ۱ ص ۴۵۱۔

مسلم شریف: کتاب الطہارۃ۔ باب التیمم۔ ج ۱ ص ۱۹۱، ۱۹۲۔

(۳۲) بخاری شریف: کتاب التفسیر۔ باب قولہ "لاتدخلوا بیوت النبی"۔ ج ۱۰، ص ۱۵۰۔

مسلم شریف: کتاب السلام۔ باب اباحة الخروج للنساء لقضاء حاجة الانسان۔ ج ۷ ص ۷۔

(۳۳) مسلم شریف: کتاب البر والصلہ والآداب۔ باب ثواب المومن فیما یصیبه من مرض اوحزن او نحو ذلك حتی الشوکة یشاکها ۔ج ۸ ص ۱۴۔

(۳۴) بخاری شریف: کتاب التفسیر۔ باب لولا اذا سمعتموہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلمبھذا"۔ ج ۱۰ ،ص ۱۰۰۔

(۳۵) بخاری شریف: کتاب النکاح۔ باب الترغیب فی النکاح ۔ج ۱۱، ص ۴۔

مسلم شریف: کتاب النکاح۔ ج ۴ ص ۱۲۹۔

(۳۶) فتح الباری۔ ج ۱۱، ص ۵۔

(۳۷) مسلم شریف: کتاب الصلاۃ المسافرین۔ باب فضیلة العمل الدائم من قیام اللیل وغیرہ۔ ج ۲ ص ۱۸۹۔

☆☆☆

تیسری فصل

سماجی زندگی میں مرد و عورت کے درمیان میل جول کے واقعات دور رسالت میں

تمہید آئندہ سطروں میں بیان ہونے والی احادیث سے درج ذیل امور ہمارے سامنے آتے ہیں:

۱۔ زندگی کے عمومی اور خصوصی میدانوں میں سے ہر میدان میں مرد و عورت کے درمیان میل جول اور باہمی شرکت پائی جاتی ہے۔

۲۔ بیشتر احادیث وروایات میں جن خواتین کا تذکرہ ہے وہ نوجوان یا ادھیڑ عمر کی تھیں، بلکہ بعض خواتین تو عنفوان شباب میں تھیں۔ انتہائی ضعیف اور بوڑھی خواتین کا تذکرہ نہیں ہے، جن کے بارے میں قرآن کی اجازت ہے کہ:

والقواعد من النساء اللاتی لا یرجون نکاحاً فلیس علیھن جناح ان یضعن ثیابھن غیر متبرجات بزینة.
(نور۔٦٠)

(اور بڑی بوڑھیاں جنھیں نکاح کی امید نہ رہی ہو ان کو کوئی گناہ نہیں (اس بات میں) کہ وہ اپنے زائد کپڑے اتار رکھیں (بشرطیکہ) زینت کو دکھلانے والیاں نہ ہوں۔)

۳۔ بعض احادیث وروایات کا تذکرہ متعدد بار آیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ہی حدیث متعدد باتوں پر مشتمل ہے اور ہر بات کا تذکرہ اس کے مخصوص مقام پر کرنے کے لئے دوبارہ سہ بارہ اسے بیان کیا گیا ہے۔ ایک شکل تو یہ تھی کہ ایک ہی مقام پر حدیث درج کی جاتی اور دیگر مقامات پر اس کے حوالے دیے جاتے، لیکن میرے نزدیک قارئین کے لئے آسان یہی تھا کہ دوبارہ بیان کردیا جائے۔

البتہ حدیث کے صرف اسی حصہ پر اکتفاء کیا گیا ہے جو موضع استدلال ہے۔

۴۔ یہاں مذکور ہونے والی آیات قرآنی اور بخاری و مسلم کی احادیث، ہماری کوشش کے مطابق مرد و عورت کے باہمی میل جول سے متعلق تمام روایات و آیات ہیں (۱) اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سنجیدہ اور بامقصد میل جول اس دور کا عام طرز اور عمل پذیر سنت رہی ہے۔ کوئی ایک بھی دلیل بلکہ اشارہ تک ایسا موجود نہیں ہے جو میل جول سے گریز اور کنارہ کشی کو ثابت کرتا ہو، بشرطیکہ یہ میل جول شرعی آداب کے دائرے میں ہو۔ قرآن وحدیث کے علاوہ بسااوقات علماء کے اقوال و آراء بھی درج کیے گئے ہیں۔ ان میں ہم نے انتخاب واختیار سے کام لیا ہے اور صرف انہی اقوال و آراء کا تذکرہ کیا ہے جو بتاتے ہیں کہ زندگی کے مختلف میدانوں میں مرد و عورت کے میل جول کے جواز والی بات کوئی نئی بات نہیں ہے۔

۵۔ عام روایات واحادیث بتاتی ہیں کہ میل جول اور باہمی شرکت مسلم مرد و مسلم عورت کے باہمی ارادہ اور اختیار سے پائی گئی ہے۔ چند روایات میں بغیر ارادہ واختیار اضطراری حالات میں میل جول کا ذکر ہے، اسی طرح بہت ہی قلیل روایات میں مسلم مرد اور غیر مسلم عورت کے درمیان میل جول کے واقعات مذکور ہیں۔ ان روایات کے تذکرہ کا مقصود یہ ہے کہ اس دور کے مسلم معاشرہ کی صورت حال اور مرد عورت کے درمیان ہر طرح کے میل جول کے واقعات سامنے آجائیں۔

۶۔ یہ روایات انتہائی جامع ہونے کے ساتھ کافی متنوع بھی ہیں:

☆ کچھ روایات کی دلالت قطعی یا راجح ہے، جبکہ کچھ روایات کی دلالت ظنی یا احتمالی ہے، لیکن ہم نے صرف قطعی یا راجح دلالت والی روایات سے حکم ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

☆ کچھ روایات پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی ہیں اور کچھ بعد کی ہیں لیکن چونکہ پردہ کا حکم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ مخصوص ہے، اس لئے دونوں قسم کی روایات سے یکساں حکم ثابت ہوتا ہے۔

☆ بعض واقعات کا تعلق ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے ہے، جب کہ کچھ واقعات دیگر مسلم خواتین سے متعلق ہیں۔

---

(۱) ترجمہ میں صرف چند آیات واحادیث کے تذکرہ پر اکتفاء کیا گیا ہے، تفصیل کے لئے اصل عربی کتاب دیکھی جاسکتی ہے، مترجم

☆ بعض روایات میں تنہا رسول اکرم ﷺ سے یا چند صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ملاقات کا تذکرہ ہے اور بعض میں کسی ایک یا چند صحابہ کرامؓ سے ملاقات کا ذکر ہے۔

☆ بعض روایات میں مختصر اور ضمنی ملاقات کا ذکر ہے، بعض میں طویل اور متعدد بار ملاقات کا تذکرہ ہے۔

ملاقات و میل جول کی مدت اور جگہ کی اہمیت کے پیش نظر ہم نے اس کے چار درجے کئے ہیں:

پہلا درجہ: گھر کے اندر محدود اور سرسری ملاقات، کسی ضرورت کی تکمیل مثلاً کسی سامان کے بارے میں سوال، استفتاء، دعا کی درخواست، ہدیہ پیش کرنے، مریض کی عیادت اور غم خواری و تعزیت وغیرہ کے لئے۔

دوسرا درجہ: گھر کے باہر محدود اور سرسری ملاقات و میل جول مثلاً مسجد کی سرگرمیوں میں شرکت، استفتاء، امر بالمعروف اور ذمہ داریوں سے تحقیق وغیرہ کے لئے۔

تیسرا درجہ: گھر کے اندر طویل اور مکرر میل جول مثلاً زیارت و ملاقات، ضیافت، رہائش اور گھریلو خدمت کے لئے۔

چوتھا درجہ: گھر کے باہر طویل اور مکرر ملاقات و میل جول، جیسے جہاد میں شرکت، دوران سفر میل جول، تقریبوں میں شرکت اور ملازمت کے کاموں میں شرکت کے لئے۔

مرد و عورت کا ایک دوسرے کو سلام کرنا

حضرت ابو حازم حضرت سہیل سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ہمیں خوشی ہوتی تھی۔ میں نے سہیل سے پوچھا: کیوں؟ انھوں نے فرمایا: ایک بوڑھی خاتون تھیں جو بضاعہ نامی مقام کے نخلستان سے چقندر منگاتی تھیں۔ ایک برتن میں ڈال کر جو کے دانے اس میں گوندھ دیتی تھیں۔ جب نماز سے فارغ ہو کر آتے تو انھیں سلام کرتے اور وہ ہمیں وہی غذا پیش کرتی تھیں۔ اسی لئے ہم خوش ہوتے تھے، کھانا اور قیلولہ ہم لوگ نماز جمعہ کے بعد ہی کرتے تھے۔ (بخاری)(۱)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہؓ! یہ جبریل تمہیں سلام کہہ رہے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ جو دیکھ رہے ہیں ہم نہیں دیکھ رہے ہیں۔ (بخاری و مسلم)(۲)

امام بخاریؒ نے "مردوں کا عورتوں کو سلام اور عورتوں کا مردوں کو سلام" کا عنوان قائم کر کے ان دونوں احادیث کو درج کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: امام بخاریؒ نے یہ عنوان قائم کر کے اس روایت کی تردید کی جانب اشارہ کیا ہے، جسے عبدالرزاق نے معمر سے اور انھوں نے یحیی بن ابی کثیر سے نقل کیا ہے کہ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ مردوں کا عورتوں کو سلام کرنا اور عورتوں کا مردوں کو سلام کرنا مکروہ ہے"۔ یہ روایت مقطوع یا مفصل ہے اور سلام کا جواز اس شرط کے ساتھ ہے کہ اس سے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ اس بات میں جو دو حدیثیں ذکر ہوئی ہیں، ان سے جواز معلوم ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اور حدیث آئی ہے جو امام بخاری کی شرط پر نہیں ہے۔ وہ اسماء بنت یزید کی حدیث ہے کہ "رسول اللہ ﷺ کا گذر چند خواتین کے پاس سے ہوا تو آپؐ نے ہم لوگوں کو سلام کیا۔" مسند احمد میں مذکور حضرت جابر کی حدیث سے اس حدیث کی تائید ہوتی ہے۔ ابو نعیم نے عمل یوم ولیلۃ میں حضرت واثلہ کی مرفوع حدیث نقل کی ہے "مرد عورتوں کو سلام کریں اور عورتیں مردوں کو سلام کریں" لیکن اس کی سند کمزور ہے۔ مسلم شریف میں حضرت ام ہانی کی حدیث ہے کہ "میں نبی کریم ﷺ کے پاس آئی، آپؐ غسل فرما رہے تھے، میں نے آپؐ کو سلام کیا"۔ (۳) ابن البطال نے مہلب کا قول نقل کیا ہے کہ مردوں کا عورتوں کو سلام اور عورتوں کا مردوں کو سلام اسی وقت جائز ہے جب فتنہ کا خدشہ نہ ہو۔ مالکیہ نے سد ذریعہ کے طور پر نوجوان اور بوڑھی عورتوں کے درمیان فرق کیا ہے...... مہلب کہتے ہیں: امام مالک کی دلیل حضرت صہیب کی مذکورہ حدیث ہے۔ مرد ان کے پاس آتے تھے وہ انھیں کھلاتی تھیں حالانکہ وہ لوگ ان کے محرم نہیں تھے...... اگر کسی مجلس میں مرد اور عورتیں جمع ہوں تو فتنہ کا اندیشہ نہ ہونے کی صورت میں دونوں طرف سے ایک دوسرے کو سلام کرنا جائز ہے"۔ (۴)

مردوں کے لئے عورتوں کو سلام کرنے کی مشروعیت اس حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ "رسول اللہ ﷺ خواتین کے پاس سے گذرتے تھے تو انھیں سلام کرتے تھے۔ (مسند احمد۔ ۵)

مسجد میں میل جول اور شرکت

اسلامی معاشرہ کے اندر مسجد سب سے پہلا ادارہ ہے۔ وہ عبادت کا مقام ہے۔ علم کا مرکز ہے اور سیاسی و سماجی سرگرمیوں کا سنٹر ہے نیز عمومی پروگراموں اور اجتماعات کے لئے ایک ہال اور

ضرورت کے وقت ورزش کا میدان بھی ہے۔ انہی تمام وجوہات کی بنا پر عہد نبوی میں مسجد کے دروازے خواتین کے لئے کھلے ہوتے تھے، جب انھیں سہولت ہوتی مسجد چلی آتیں۔ مسجد کی طرف آمدورفت کی وجہ سے مسلمانوں کی عمومی زندگی سے ان کا ربط بڑا مضبوط ہوتا تھا۔ عبادات میں شرکت اور نماز کی تلاوتوں کی سماعت کے علاوہ علمی محفلوں اور عام اصلاحی پروگراموں میں بھی وہ شرکت کرتی تھیں اور مسلمانوں کی سیاسی وسماجی خبروں سے وہ واقفیت رکھتی تھیں۔ ان کے علاوہ دیگر خواتین سے بھی ان کے تعلقات اور دوستی ومحبت کے رشتے مضبوط ہوتے تھے۔ اس کا واضح مطلب یہ تھا کہ عہد نبوی کے اندر مسجد، مرد و عورت دونوں کے لئے یکساں طور پر عبادت کا مقام اور ثقافتی وسماجی مرکز تھی۔ عورتوں کے مسجد آنے کے اس حق کو سلب کرنے کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے۔ عورتوں کو گھر میں نماز پڑھنے پر اس دعوئی کے ساتھ اصرار کہ گھر ہی اس کے لئے افضل ہے، ارتکاب گناہ بھی ہے کہ اس سے عورتوں کو مسجد سے روکنے کی رسول اللہ ﷺ کی ممانعت کے خلاف ورزی لازم آتی ہے۔ عورتیں اگر قرآن، تقریر و وعظ کی سماعت، عمومی اجتماع میں شرکت یا دیگر مسلم خواتین کے ساتھ محبت اور نیک تعاون کے جذبے سے ملاقات کے لئے مسجد جانا چاہتی ہیں تو ان کے یہ ارادے نیک ہیں اور یہ کبھی مستحب اور کبھی واجب ہو سکتے ہیں۔

مسجد میں عورتوں کی آمد صرف مسجد نبوی کے ساتھ مخصوص نہیں تھی بلکہ مدینہ کے اطراف اور مدینہ کے باہر کی دیگر مساجد میں بھی وہ آتی تھیں۔ ذیل میں مثالیں ملاحظہ کیجئے:

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ "لوگ مسجد قبا میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے آکر اعلان کیا: رات رسول اللہؐ پر قرآن نازل ہوا اور کعبہ کی جانب رخ کرنے کا حکم دیا گیا تو کعبہ کی طرف رخ کر لیجئے۔ لوگوں کا رخ شام کی طرف تھا، کعبہ کی طرف گھوم گئے۔ (بخاری، ۶)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: رخ پھیرنے کی کیفیت ابن ابی حاتم کے نزدیک حضرت ثویلہ بنت اسلم کی حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ "عورتیں مردوں کی جگہ آگئیں اور مرد عورتوں کی جگہ آگئے اور ہم نے بقیہ دو رکعتیں خانۂ کعبہ کی طرف رخ کر کے پڑھیں۔ (۷)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ "اپنی خواتین کو مسجد آنے سے مت روکو، اگر وہ تم سے اس کی اجازت طلب کریں"۔ (اور ایک

روایت میں ہے کہ عورتوں کو مسجدوں سے اپنا حق حاصل کرنے سے مت روکو)۔(۸)

بلال بن عبداللہ نے کہا: خدا کی قسم، ہم تو انھیں ضرور روکیں گے۔ راوی کہتے ہیں حضرت عبداللہ ان کی جانب مڑے اور انھیں اتنا ڈانٹا کہ انھیں کبھی کسی اور کو اس طرح ڈانٹتے نہیں دیکھا تھا اور فرمایا: میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بتا رہا ہوں اور تم کہتے ہو! خدا کی قسم ہم انھیں ضرور روکیں گے۔(مسلم)(۹)

مسجد جانے کا حق عورتوں کے لئے اس وقت بھی محفوظ رہا جب فجر کی نماز کے لئے مسجد جاتے ہوئے ایک خاتون کے ساتھ عصمت دری کا واقعہ پیش آ گیا تھا۔

وائل کندی سے مروی ہے کہ صبح کی نماز کے لئے ایک خاتون جا رہی تھیں کہ تاریکی میں ایک مرد نے ان کی عصمت دری کر دی۔ گذرتے ہوئے ایک دوسرے شخص کو انھوں نے مدد کے لئے پکارا تو مجرم فرار ہو گیا، پھر کچھ طاقتور لوگ گذرے تو خاتون نے انھیں آواز دی اور ان سے مدد چاہی۔ ان لوگوں نے اس دوسرے شخص کو پکڑ لیا جس سے خاتون نے پہلے فریاد کی تھی اور پہلا شخص بھاگ نکلا وہ اسے لے کر خاتون کے پاس آئے تو اس شخص نے کہا: میں نے ہی تو تمہاری مدد کی تھی، مجرم تو فرار ہو گیا ہے لیکن لوگ اسے لے کر حضور ﷺ کے پاس آئے اور بتایا کہ اسے بھاگتے ہوئے ہم نے پکڑا ہے اس نے کہا: میں تو مجرم کو پکڑنے کے لئے بھاگ رہا تھا کہ لوگوں نے مجھے پکڑ لیا خاتون نے کہا: یہ جھوٹ بولتا ہے، اسی نے جرم کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لے جاؤ اور اسے سنگسار کر دو۔ اتنے میں ایک شخص اٹھا اور بولا: اسے مت سنگسار کرو، مجھے سنگسار کرو، میں نے جرم کیا ہے۔ مجرم نے اعتراف کر لیا، اب تینوں اشخاص ایک مجرم، دوسرا عورت کی مدد کرنے والا اور تیسری خاتون حضور ﷺ کے پاس جمع ہوئے، آپؐ نے فرمایا: جہاں تک تمہارا تعلق ہے تو اللہ نے تمہیں معاف کر دیا، مدد کرنے والے شخص کی آپؐ نے کچھ تعریف فرمائی، حضرت عمرؓ نے کہا: زنا کا اعتراف کرنے والے کو سنگسار کرنے کا حکم دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں اس نے اللہ سے توبہ کر لی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپؐ نے شاید یوں فرمایا کہ: ایسی توبہ کر لی ہے کہ اگر مدینہ کے سارے لوگ ویسی توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول کر لی جائے۔(مسند احمد)(۱۰)

مسجد چونکہ عبادت کا مقام، ثقافتی، سیاسی اور سماجی سرگرمیوں کا مرکز تھی، اس لئے خواتین

مسجد میں آیا کرتی تھیں۔ ان کی آمد میں درج ذیل بارہ مشروع اسباب میں سے کوئی بھی سبب ہو سکتا تھا اور یہ اسباب مباح، مستحب یا واجب کچھ بھی ہو سکتے تھے:

اول: ادائیگیٔ نماز

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ مومن خواتین رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز میں شریک ہوتیں اور اپنے کپڑوں میں لپٹی لپٹائی ہوتی تھیں۔ پھر نماز کے بعد اپنے گھروں کو لوٹتی تھیں ، تاریکی کی وجہ سے کوئی انھیں پہنچان نہیں پاتا تھا۔

مغرب، عشاء، جمعہ، نوافل، نذر، جنازہ اور کسوف کی نمازوں کے لئے مسجد میں خواتین کی آمد کے تذکرے بھی بخاری و مسلم کی حدیثوں میں مذکور ہیں۔(۱)

دوم: اعتکاف

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ: میں ضرورت سے گھر میں داخل ہوتی تھی (یعنی دوران اعتکاف) گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو میں اس سے گذرتے ہوئے خیریت پوچھ لیتی...... اور رسول اللہ ﷺ اعتکاف کی حالت میں کسی ضرورت ہی سے گھر میں داخل ہوتے تھے۔ (مسلم)(۱۱)

سوم: سماعت علم

حضرت عبداللہ کی اہلیہ زینب فرماتی ہیں کہ: "میں مسجد میں تھی، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ فرمارہے ہیں: "صدقہ کرو خواہ اپنے زیورات ہی میں سے کیوں نہ ہو......"۔ (بخاری و مسلم۔ ۱۲)

چہارم: مسجد میں معتکف کی زیارت

ام المومنین حضرت صفیہؓ سے روایت ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں رسول اللہ ﷺ مسجد میں معتکف تھے ، وہ آپؐ سے ملاقات کے لئے آئیں اور کچھ دیر بیٹھ کر گفتگو کی پھر اٹھ کر واپس ہونے لگیں تو رسول اللہ ﷺ بھی اٹھ کر انھیں رخصت کرتے کے لئے ساتھ چلے، جب

---

(۱) مصنف نے یہ تمام احادیث بالتفصیل ذکر کی ہیں۔ (مترجم)

حضرت ام سلمہ کے دروازے کے پاس مسجد کے دروازہ تک وہ پہنچی تو دو انصاری صحابہ ادھر سے گذرے اور حضور ﷺ کو سلام کیا۔ آپؐ نے ان دونوں سے فرمایا: ٹھہر جاؤ یہ صفیہ بنت حیی ہیں۔ ان دونوں صحابہ نے گراں خاطر محسوس کیا اور کہا: یارسول اللہ! سبحان اللہ، آپ ﷺ نے فرمایا: "انسان کے اندر شیطان اس طرح دوڑتا ہے جیسے خون، مجھے اندیشہ ہوا کہ شیطان تم دونوں کے دلوں میں کوئی غلط خیال نہ ڈال دے"۔ (بخاری و مسلم) (۱۴)

پنجم: مومن خواتین کے ساتھ فراغت کے اوقات گذارنا

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراءؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ عاشورہ کی دوسری صبح رسول اللہ ﷺ نے انصاریوں کے محلوں میں اعلان کرایا کہ جس نے کھاپی لیا ہو وہ بقیہ دن نہ کھائے اور جو روزہ سے ہو وہ روزہ پورا کرے۔ وہ کہتی ہیں کہ ہم (یوم عاشورہ کے بعد) روزہ رکھتے تھے اور اپنے بچوں کو روزہ رکھواتے تھے، ان کے لئے اون کے کھلونے بناتے تھے۔ (مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے: اور ہم مسجد چلے جاتے...... جب بچے کھانا مانگتے تو ہم انھیں بہلانے کے لئے کھلونا دے دیتے یہاں تک کہ وہ روزے پورے کر لیتے۔ (بخاری و مسلم) (۱۵)

ششم: جلسۂ عام میں حاضری

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ سے مروی ہے...... جب میری عدت پوری ہوگئی تو میں نے منادی رسولؐ کو اعلان کرتے ہوئے سنا کہ لوگوں مسجد میں جمع ہو جاؤ...... ایک روایت میں ہے کہ لوگوں میں اعلان کیا گیا کہ مسجد میں جمع ہو جائیں، لوگوں کے ساتھ ساتھ میں بھی نکلی اور میں عورتوں کی سب سے اگلی مردوں سے متصل والی صف میں تھی۔ (مسلم) (۱۶)

ہفتم: تقریبوں میں حاضری

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے حجرہ کے دروازہ پر تھے، اہل حبش مسجد میں کھیل رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ اپنی چادر سے مجھے پردہ کئے ہوئے تھے اور میں ان کا کھیل دیکھ رہی تھی۔ (بخاری و مسلم) (۱۷)

ہشتم: نیک مرد کے سامنے عورت کی اپنی پیشکش

حضرت سہیل بن سعد سے مروی ہے کہ ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں اپنی ذات کو آپ کے لئے پیش کرنے آئی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف نگاہ اٹھائی۔ اوپر سے نیچے تک دیکھا، پھر سر جھکالیا۔ عورت نے جب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا تو بیٹھ گئیں۔ (بخاری و مسلم)(۱۸)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں...... اسماعیلی کے نزدیک سفیان ثوری کی روایت میں ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی۔ آپؐ مسجد میں تھے...... اس روایت سے معلوم ہوا کہ مذکورہ واقعہ مسجد میں پیش آیا۔ (۱۹)

نہم: مجلس قضاء میں حاضری

حضرت سہیل بن سعد سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا: ایک آدمی اگر اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے مرد کو پاتا ہے تو وہ کیا کرے، کیا اسے قتل کردے؟ تو (مرد عورت) دونوں نے مسجد میں لعان کیا، میں موجود تھا۔ (بخاری و مسلم)(۲۰)

دہم: زخمیوں کی تیمار داری

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ غزوۂ خندق میں حضرت سعد کے ہاتھوں کی شہ رگ کٹ گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے قریب رہ کر عیادت کرنے کے لئے مسجد میں خیمہ نصب کرایا۔ مسجد میں بنو غفار کا خیمہ تھا، جب انھوں نے خون بہتے ہوئے دیکھا تو گھبرائے اور کہا: یہ خون کہاں سے آرہا ہے؟ دیکھا تو حضرت سعد کے زخم سے خون جاری تھا اور اس میں ان کا انتقال ہوگیا۔ (بخاری۔۲۱)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ وہ خیمہ ایک خاتون صحابی رفیدہ اسلمیہ کا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے شوہر بنو غفار کے ہوں (۲۲)...... ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی مسجد کے نزدیک رفیدہ کے خیمہ میں حضرت سعد کو ٹھہرایا۔ حضرت رفیدہ زخموں کا علاج کرتی تھیں آپؐ نے فرمایا انھیں اس کے خیمہ میں رکھو تا کہ میں قریب سے عیادت کروں۔ (۲۳)

یازدہم: مسجد کی خدمت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سیاہ شخص یا ایک سیاہ خاتون مسجد میں جھاڑوں لگاتی تھی۔ (بخاری کی روایت میں ہے: وہ عورت ہی تھی) (۲۴) ان کا انتقال ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے کہا کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے، آپؐ نے فرمایا: کیا مجھے بتایا نہیں؟ مجھے اس کی قبر دکھاؤ، آپؐ اس کی قبر پر آئے اور نماز پڑھی۔

دوازدہم: مسجد میں سونا

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ عرب کے کسی قبیلہ کی ولیدہ نامی سیاہ باندی تھی، لوگوں نے اسے آزاد کر دیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں: مسجد میں ان کا ایک خیمہ یا ایک چھوٹا سا کمرہ تھا، وہ میرے پاس آکر باتیں کرتی تھیں۔ (بخاری) (۲۵)

امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے "مسجد میں عورت کا سونا" اس کے بعد والے باب کا عنوان ہے "مسجد میں مردوں کا سونا" اس کے تحت متعدد احادیث بیان کی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر غیر شادی شدہ نوجوان تھے اور مسجد نبوی میں سوتے تھے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: حدیث (حدیث عائشہ) سے ایسے لوگوں کے لئے مسجد میں رات گذارنے اور قیلولہ کرنے کی اجازت ثابت ہوتی ہے جن کے پاس گھر نہ ہو، خواہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ (۲۶)

مسجد میں خواتین کی آمد کے آداب

مسجد میں خواتین کی آمد کے کچھ آداب ہیں۔ بخاری و مسلم کی احادیث میں ان کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ مسجد میں جاتے وقت خوشبو کا استعمال نہ کرنے، مردوں کے پیچھے خواتین کی صف بنانے، کسی غلطی کے وقت صرف ہاتھ کی تھپتھپاہٹ پر اکتفا کرنے اور نماز کے بعد مسجد سے باہر نکلنے کا موقع پہلے خواتین کو دیئے جانے وغیرہ آداب کا تذکرہ احادیث میں مذکور ہے۔

حصول تعلیم میں میل جول وملاقات

اول۔ مردوں سے عورتوں کے طلب علم کے واقعات

حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت قیس نے انھیں بتایا کہ وہ حضرت عمرو بن حفص بن مغیرہ کی زوجہ تھیں۔ انھوں نے انھیں تین طلاقیں دے دیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گھر سے نکلنے کے سلسلہ میں دریافت کرنے آئیں۔ آپؐ نے ابن ام مکتوم کے گھر منتقل ہو جانے کا انھیں حکم دیا۔ (مسلم) (۲۷)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا: میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے، ان پر روزے باقی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اگر تمہاری ماں کے ذمہ قرض ہوتا تو تم ادا کرتیں؟ انھوں نے کہا: ہاں فرمایا اللہ کا قرض ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔ (مسلم۔ ۲۸)

دوم: عورتوں سے مردوں کے حصول تعلیم کے واقعات

مسلم القری راوی ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے حج وعمرہ کے درمیان احرام سے حلال ہونے کا مسئلہ دریافت کیا تو انھوں نے اس کی رخصت بتائی۔ حضرت ابن زبیرؓ اس سے منع فرماتے تھے۔ تو انھوں نے کہا: ابن زبیر کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی رخصت عطا فرمائی ہے۔ ان سے پوچھ لیجیے۔ راوی کہتے ہیں: ہم لوگ ان کے پاس گئے۔ ایک نابینا اور بھاری بھرکم خاتون تھیں، بولیں: رسول اللہ ﷺ نے اس کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ (مسلم)(۲۹)

دوران حج میل جول وشرکت

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہؐ کے ساتھ ہم لوگ نکلے، ہم نے عمرہ کا احرام باندھا پھر نبی ﷺ نے فرمایا: جن کے ساتھ قربانی کے جانور ہوں وہ عمرہ کے ساتھ حج کا بھی احرام باندھیں، پھر دونوں سے حلال ہوں۔ (بخاری و مسلم۔ ۳۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہم لوگ نکلے...... میں مکہ آئی میرے ایام حیض تھے۔ میں نے نہ خانہ کعبہ کا طواف کیا اور نہ صفا مروہ کے

درمیان سعی کی۔ جب میں نے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کو بتایا، تو آپؐ نے فرمایا: اپنا سر کھول لو، کنگھا کرو اور حج کی نیت کر لو، عمرہ چھوڑ دو" چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ (بخاری مسلم)(۳۱)

جہاد میں میل جول و شرکت

حضرت ربیع بنت معوذ روایت کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم لوگ غزوہ میں نکلتے تھے، پانی پلاتے اور زخمیوں کا علاج کرتے تھے۔ (بخاری)(۳۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا غزوۂ حنین کے موقع پر ایک خنجر بنا کر اپنے ساتھ رکھے ہوئے تھیں، حضرت ابو طلحہ نے دیکھا تو آ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! ام سلیم اپنے ساتھ خنجر رکھے ہوئی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: خنجر کیوں ہے؟ وہ بولیں: میرے پاس خنجر اس لئے ہے کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو اس سے اس کا پیٹ پھاڑ دوں گی۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر ہنسنے لگے۔ (مسلم)(۳۳)

امر بالمعروف نہی عن المنکر کے دوران میل جول

حضرت عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ حضرت ابو سلمہ کا جب انتقال ہو گیا تو حضرت ام سلمہ نے کہا: دیار غربت میں اجنبی بن کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ میں ان پر اس قدر روؤں گی کہ وہ مثال بن جائے گی۔ میں نے رونے کی تیاری کر لی تھی کہ اطراف مدینہ سے ایک خاتون آہ و بکا میں میری مدد کرنے آئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا: کیا تم ایسے گھر میں شیطان کو داخل کرنا چاہتی ہو جہاں سے اللہ نے شیطان کو نکال دیا ہے۔ دو بار آپؐ نے فرمایا، میں رونے سے باز آ گئی پھر نہیں روئی۔ (مسلم)(۳۴)

حضرت زبیر کے آزاد کردہ غلام حضرت یحنس راوی ہیں کہ...... فتنہ کے زمانہ میں حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس وہ بیٹھے تھے کہ ان کی ایک آزاد کردہ خاتون نے آ کر سلام کیا اور کہا: اے ابو عبدالرحمٰن، بہت سخت فتنہ آ گیا ہے میں نے نکلنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ حضرت عبداللہ نے کہا: چلو جا کر بیٹھو، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص فتنہ کی شدت پر صبر کرے گا قیامت کے دن اس کا سفارشی یا گواہ رہوں گا۔ (مسلم)(۳۵)

شوہر کے انتخاب، پیغام اور عقد کے دوران میل جول

ثابت بنانی روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت انس کے پاس تھا، ان کے پاس ان کی ایک لڑکی بھی تھی۔ انس کہتے ہیں: ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور اپنے آپ کو پیش کرتے ہوئے کہا: یارسول اللہ، کیا آپ کو میری ضرورت ہے؟ حضرت انس کی صاحبزادی بولیں: کتنی بے شرم ہے، چھی چھی۔ انھوں نے کہا: یہ تو تم سے بہتر ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے وابستگی کی خواہش محسوس کی تو پیشکش کر دی۔ (بخاری) (۳۶)

حضرت سکینہ بنت حنظلہ فرماتی ہیں کہ میری عدت کے دوران ابو جعفر محمد بن علی میرے پاس آئے اور کہا: اے بنت حنظلہ، آپ تو جانتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے میری کیسی قرابت داری، میرے دادا کا مجھ پر حق اور اسلام میں میری اولیت ہے۔ میں نے کہا: ابو جعفر اللہ تمہیں معاف کرے۔ عدت کے دوران تم مجھے پیغام دے رہے ہو، یہ تو قابل مواخذہ ہے انھوں نے کہا: کیا میں نے کوئی پیغام دیا ہے؟ میں تو رسول اللہ ﷺ سے اپنی قرابت داری اور اپنا مرتبہ بتا رہا تھا۔

ابن ماجہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور ایک خاتون کا تذکرہ کیا جس کو میں پیغام دینا چاہ رہا تھا، آپؐ نے فرمایا: جاؤ اور اسے دیکھ لو۔ اس طرح تم دونوں کے تعلقات پائیدار ہوں گے۔ میں انصاری خاتون کے پاس آیا اور اس کے والدین کو پیغام دیا نیز رسول اللہ ﷺ کی بات بھی بتائی۔ انھوں نے اس کو ناپسند کیا۔ راوی کہتے ہیں: وہ خاتون پردہ کے اندر سے بولی: اگر رسول اللہ ﷺ نے تمہیں دیکھنے کا حکم دیا ہے تو دیکھ لو، ورنہ میں اللہ کا حوالہ دیتی ہوں گویا خاتون نے (قصداً دیکھنے اور حسن جمال پر نگاہ ڈالنے کو) ناپسند کیا۔ وہ کہتے ہیں: میں نے خاتون کو دیکھ لیا اور اس سے شادی کر لی۔ (۳۷)

امام بخاری نے "تنگدست کی شادی" کے باب میں درج ذیل حدیث نقل کی ہے:

حضرت سہیل بن سعد الساعدی سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں اپنے آپ کو آپ کے لئے ہبہ کرنے آئی ہوں۔ ایک صحابی کھڑے ہوئے اور کہا: یارسول اللہ! اگر آپ کو اس خاتون کی ضرورت نہ ہو تو مجھ سے اس کی شادی کر دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ کہا نہیں: یارسول اللہ آپؐ نے فرمایا گھر جاؤ

اور دیکھ کچھ ہے؟ وہ گئے اور لوٹ کر آئے اور کہا: یارسول اللہ! کچھ بھی نہیں ملا، آپؐ نے فرمایا دیکھو لوہے کی ایک انگوٹھی ہی سہی، وہ پھر گئے اور لوٹ کر آئے اور کہا: یارسول اللہ! لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہے۔ ہاں یہ میری ازار ہے (حضرت سہیل کہتے ہیں کہ ان کے پاس چادر بھی نہیں تھی) اس کا نصف اسے دے دیتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے ازار سے کیا ہوگا، اگر تم پہنو گے تو اس کے لئے کچھ نہیں بچے گا اور وہ پہنے گی تو تمہارے لئے کچھ نہیں بچے گا وہ شخص بیٹھ گیا جب کافی دیر ہوگئی تو اٹھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے واپس جاتے ہوئے دیکھا تو بلوایا۔ آپؐ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کچھ قرآن ہے؟ کہا: ہاں فلاں فلاں سورتیں ہیں۔ آپؐ نے پوچھا: زبانی یاد ہیں؟ کہا: ہاں، آپؐ نے فرمایا: جاؤ تمہارے پاس موجود قرآن کی وجہ سے میں نے تمہیں اس عورت کا مالک بنادیا۔

(بخاری و مسلم)(۳۸)

تقاریب اور ولیموں کے دوران میل جول

ترمذی نے حضرت بریدہ کی حدیث روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کسی غزوہ میں تشریف لے گئے، جب واپس آئے تو ایک سیاہ رنگ کی لڑکی آئی اور کہا: یارسول اللہ! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر آپ صحیح سالم واپس تشریف لائے تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی اور گاؤں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم نے نذر مانی تھی تو بجاؤ ورنہ نہیں۔ (۳۹)

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ آیت حجاب کے بارے میں سب سے زیادہ میں جانتا ہوں، جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا رسول کریم ﷺ کی زوجیت میں آئیں اور گھر میں آپ کے ساتھ تھیں تو آپؐ نے کھانا پکوایا اور لوگوں کو بلایا، لوگ بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے۔ (مسلم کی روایت ہے کہ حضرت ام المومنین اپنا چہرہ دیوار کی جانب پھیرے ہوئی تھیں) رسول اللہ ﷺ باہر نکلتے پھر اندر تشریف لاتے، لوگ بیٹھ کر گفتگو ہی کر رہے تھے، اس موقع سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

یاایھا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا أن یوذن لکم الی طعام غیر ناظرین اناہ......من وراء حجاب.

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں مت جایا کرو بجز اس وقت کے جب تمہیں کھانے کے لئے (آنے

کی) اجازت دی جائے (اور جب بھی) ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو...... پردہ کے باہر سے۔) تو آپ نے پردہ گرادیا اور لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ (بخاری و مسلم)(۴۰)

حضرت ام عطیہ سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم تھا کہ عید کے دن نکلیں، کنواری اور پردہ نشیں خواتین کو بھی نکالیں اور حائضہ عورتوں کو بھی لے جائیں، عورتیں مردوں کے پیچھے رہیں، مردوں کے ساتھ تکبیر کہیں اور دعا کریں اور اس دن کی برکت اور مغفرت کی امید رکھیں۔ (بخاری و مسلم)(۴۱)

خیریت دریافت کرنے کے دوران ملاقات

عون بن ابو جحیفہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمان اور حضرت ابو الدرداء کے درمیان مواخات قائم فرمائی تھی۔ حضرت سلمان حضرت ابو الدرداء سے ملاقات کے لئے گئے تو وہاں حضرت ام درداء کو معمولی کپڑوں میں دیکھا، پوچھا: کیا حال ہے؟ بولیں: تمہارے بھائی ابو الدرداء کو دنیا سے کوئی مطلب ہی نہیں ہے...... (بخاری)(۴۲)

ملاقات و زیارت کے اندر میل جول

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، فرماتے ہیں...... اسماء بنت عمیسؓ جو ہمارے ساتھ آنے والوں میں تھیں، ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس ملاقات کے لئے آئیں، وہ اس سے قبل حبشہ بھی ہجرت کر چکی تھیں۔ حضرت اسماءؓ کو دیکھ کر حضرت عمرؓ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ وہ بولیں: اسماء بنت عمیسؓ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: حبشہ والی؟ سمندر والی؟ حضرت اسماء نے کہا: ہاں...... (بخاری و مسلم)(۴۳)

☆ ☆ ☆

حوالہ جات

(۱) بخاری شریف: کتاب الاستئذان۔باب تسلیم الرجال علی النساء وتسلیم النساء علی الرجال۔ ج ۱۳ص ۲۷۱۔

(۲) بخاری شریف: کتاب الاستئذان۔باب تسلیم الرجال علی النساء وتسلیم النساء علی الرجال۔ ج ۱۳ص ۲۷۱۔

مسلم شریف: کتاب فضائل الصحابہ۔باب فی فضائل عائشہؓ.....ج ۷ ص ۱۳۹۔

(۳، ۴) فتح الباری.....ج ۳، ص ۲۷۰، ۲۷۱۔

(۵) دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر (حدیث نمبر ۴۸۹۱)

(۶) بخاری شریف: کتاب الصلوۃ۔باب ماجاء فی القبلة.....ج ۲، ص ۵۲۔

(۷) فتح الباری: ج ۲ ص ۵۲۔

(۸،۹) مسلم شریف: کتاب الصلوۃ۔باب خروج النساء الی المساجد اذا لم یترتب علیه فتنة ۔ج ۲، ص ۳۲، ۳۳۔

(۱۰) دیکھئے: سلسلۃ احادیث الصحیحۃ (نمبر ۹۰۰).....ج ۲، ص ۶۰۱۔

(۱۱) مسلم شریف: کتاب الحیض۔باب جواز غسل الحائض راس زوجها وترجیله.....ج ۱ ص ۱۶۷۔

(۱۲) بخاری شریف: کتاب الزکاۃ۔باب الزکاۃ علی الزوج والایتام فی الحج۔ ج ۴ ص ۱۷۔

مسلم شریف: کتاب الزکاۃ۔باب فضل النفقة والصدقه علی الاقربین والزوج والاولاد۔ج ۳ ص ۸۰۔

(۱۳) بخاری شریف: کتاب الاعتکاف۔باب هل یخرج المعتکف لحوائجه الی باب المسجد۔ ج ۵ ص ۱۸۲۔

مسلم شریف: کتاب السلام۔باب بیان انه یستحب لمن روی خالیاً بامراۃ وکانت زوجته او محرما له ان یقول: هذه فلانة لیدفع ظن السوء.....ج ۷، ص ۸۔

(۱۴) فتح الباری.....ج ۵، ص ۱۸۵۔

(۱۵) بخاری شریف: کتاب الصوم۔باب صوم الصبیان.....ج ۵، ص ۱۰۴۔

مسلم شریف: کتاب الصیام۔باب من اکل فی عاشوراء فلیکف بقیة یومه۔ج ۳ ص ۱۵۲۔

(۱۶) مسلم شریف: کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب فی خروج الدجال ومکثہ فی الارض......ج۸، ص ۲۰۳۔

(۱۷) بخاری شریف: کتاب الصلوۃ۔باب اصحاب الحراب فی المسجد......ج۲، ص۹۵۔

مسلم شریف: کتاب صلاۃ العیدین۔باب الرخصہ فی اللعب الذی لا معصیۃ فیہ......ج۳ص۲۲۔

(۱۸) بخاری شریف: کتاب النکاح۔باب النظر الی المرأۃ قبل التزویج......ج۱۱ص۸۶۔

مسلم شریف: کتاب النکاح۔باب الصداق وجواز کونہ تعلیم القراء ۃ۔ج۴ص۱۴۳۔

(۱۹) فتح الباری......ج۱۱ص۱۱۱۔

(۲۰) بخاری شریف: کتاب الصلوۃ۔باب القضاء واللعان فی المسجد بین الرجال والنساء۔ج۲ص۶۴۔

مسلم شریف: کتاب اللعان......ج۴ص۲۰۶۔

(۲۱) بخاری شریف: کتاب الصلوۃ۔باب الخیمہ فی المسجد للمرضی وغیرھم۔ج۲ص۱۰۳۔

(۲۲) فتح الباری......ج۸ص۴۱۹۔

(۲۳) فتح الباری......ج۸ص۴۱۵۔

(۲۴) بخاری شریف: کتاب الصلوۃ۔باب الخدم للمسجد......ج۲، ص۱۰۰۔

(۲۵) بخاری شریف: کتاب الصلوۃ۔باب نوم المرأۃ فی المسجد ......ج۲ص۷۹۔

(۲۶) فتح الباری......ج۲ص۸۱۔

(۲۷) مسلم شریف: کتاب الطلاق۔باب المطلقۃ ثلاثۃ لانفقۃ لھا......ج۴ص۱۹۶۔

(۲۸) مسلم شریف: کتاب الصیام۔باب قضاء الصیام عن المیت......ج۳ص۱۵۵۔

(۲۹) مسلم شریف: کتاب الحج۔باب فی متعۃ الحج......ج۴ص۵۵۔

(۳۰) بخاری شریف: کتاب الحج۔باب کیف تھل الحائض والنفساء......ج۴ص۱۵۹۔

مسلم شریف: کتاب الحج۔باب بیان وجوہ الاحرام......ج۴ص۲۷۔

(۳۱) حوالہ سابق۔

(۳۲) بخاری شریف: کتاب الجہاد۔باب رد النساء الجرحی والقتلی......ج۶ص۴۲۰۔

(۳۳) مسلم شریف: کتاب الجہاد والسیر۔باب غزو النساء مع الرجال......ج۵ص۱۹۶۔

(۳۴) مسلم شریف: کتاب الجنائز۔باب البکاء علی المیت......ج۳ص۳۹۔

(۳۵) مسلم شریف: کتاب الحج۔باب الترغیب فی سکنی المدینہ والصبر علی لاوائھا۔ج۴ص۱۱۹۔

(۳۶) بخاری شریف: کتاب النکاح۔باب عرض المرأۃ نفسھا علی الرجل الصالح۔ج۱۱ص۷۹۔

(۳۷) ابن ماجہ کتاب النکاح۔باب النظر الی المرأة اذا اراد ان یتزوجها ، محقق فواد عبدالباقی کہتے ہیں:اس کی سند صحیح ......ج ۱ص ۶۰۰۔اور صحیح سنن ابن ماجہ میں حدیث نمبر ۱۵۱۲ کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

(۳۸) بخاری شریف: کتاب النکاح۔باب تزویج المعسر ......ج ۱۱ص ۳۲۔

مسلم شریف: کتاب النکاح۔باب الصداق وجواز کونه تعلیم القرآنو خاتم حدید۔ج ۴ص ۱۴۳۔

(۳۹) ترمذی: کتاب المناقب۔باب ان الشیطان لیخاف منك یا عمر اور کہتے ہیں:یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ج ۹ص ۲۸۴۔ناصرالدین البانی کہتے ہیں، صحیح ہے(دیکھئے: صحیح سنن ترمذی،حدیث نمبر ۲۹۱۳)

(۴۰) بخاری شریف: کتاب التفسیر،باب قولہ:"لاتدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم الی الطعام"۔ ج ۱۰ص ۱۴۸۔

مسلم شریف: کتاب النکاح۔باب زواج زینب بنت جحش......ج ۴ص ۱۵۱۔

(۴۱) بخاری شریف: کتاب العیدین۔باب التکبیر ایام منی واذا غدا الی عرفة۔ج ۳ص ۱۱۵۔

مسلم شریف: کتاب العیدین۔بابـذکرا باحة خروج النساءفی العیدین الی المصلی۔ج ۱۳ص ۱۵۱۔

(۴۲) بخاری شریف: کتاب الادب۔باب صنع الطعام والتکلیف للضیف۔ج ۱۳ص ۱۵۱۔

(۴۳) بخاری شریف: کتاب المغازی۔باب غزوة خیبر......ج ۹ص ۲۴۔

مسلم شریف: کتاب فضائل الصحابہ۔باب من فضائل جعفر بن ابی طالب واسماء بنت عمیس واهل سفینتهم......ج ۷ص ۱۷۲۔

☆☆☆

چوتھی فصل

مسلم خواتین کی ملازمت دور رسالت میں

ذیل میں خواتین کے کاموں اور ملازمت سے متعلق جو واقعات ہم درج کر رہے ہیں کچھ تو ایسے ہیں جنھیں رضاکارانہ طور پر خواتین نے انجام دیا، ہمارے پیش نظر صرف یہ امر ہے کہ کام کوئی سا بھی ہو، معاوضہ کے ساتھ ہو یا رضاکارانہ، شریعت نے اجازت دی ہے اور اس سے بقدر ضرورت مرد وعورت کے مابین میل جول ثابت ہوتا ہے۔

اجرت کے ساتھ رضاعت اور پرورش

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم ولاتضاروهن لتضيقوا عليهن وان كن اولات حمل فانفقوا عليهن حتى يضعن حملهن فان ارضعن لكم فآتوهن أجورهن واتمروا بينكم بمعروف وان تعاسرتم فسترضع له اخرى. (طلاق۔٦)

(ان (مطلقات) کو اپنی حیثیت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو اور انھیں تنگ کرنے کے لئے انھیں تکلیف مت پہنچاؤ، اور اگر وہ حمل والیاں ہوں تو انھیں خرچ دیتے رہو ان کے حمل کے پیدا ہونے تک پھر وہ لوگ تمہارے لئے رضاعت کریں تو تم انھیں ان کی اجرت دو اور باہم مناسب طور پر طے کر لیا کرو اور اگر تم باہم کشمکش کرو گے تو رضاعت کوئی دوسری کرے گی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”رات مجھے ایک لڑکا تولد ہوا۔ میں نے اپنے باپ ابراہیم کے نام پر اس کا نام ابراہیم رکھا“ راوی کہتے ہیں پھر

آپ نے اسے ابو سیف نامی ایک لوہار کی بیوی اِم سیف کے حوالہ کر دیا۔ حضرت انس بن مالکؓ ایک دوسری روایت میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اپنے اہل و عیال پر رحمدل میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت ابراہیم عوالی مدینہ میں دودھ پلانے والی خواتین کے پاس رہتے تھے رسول اللہ ﷺ تشریف لے جاتے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ ہوتے۔ گھر کے اندر داخل ہوتے، گھر دھویں سے بھرا ہوتا، ان کے شوہر لوہار تھے، آپ بچہ کو لے کر چومتے، پھر واپس چلے جاتے۔ (مسلم۔۱)

گلہ بانی

حضرت معاویہ بن حکم سلمی راویؓ ہیں کہ میرے پاس ایک لونڈی تھی۔ احد اور جوانیہ کے علاقوں میں میری بکریاں چراتی تھی۔ ایک دن وہ گئی تو اس کی ایک بکری بھیڑیا کھا گیا۔ میں بہر حال انسان تھا، بہت افسوس ہوا اور لونڈی کے چہرہ پر طمانچہ مار دیا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپؐ نے میرے عمل کو اچھا نہیں سمجھا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں اسے آزاد کر دوں؟ آپؐ نے فرمایا: اسے لے کر آؤ، میں لے کر آیا تو آپؐ نے اس سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ بولی! آسمان میں۔ آپؐ نے پوچھا: میں کون ہوں؟ بولی! آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: آزاد کر دو، یہ ایمان والی ہے۔

(مسلم)(۲)

کھیتی و شجر کاری

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ام مبشر انصاریہ کے پاس ان کے کھجور کے باغ میں آپ ﷺ تشریف لے گئے اور ان سے دریافت کیا: یہ کھجور کس نے لگائے ہیں؟ مسلمان نے یا کافر نے؟ وہ بولیں: مسلمان نے آپؐ نے فرمایا: ”جو بھی مسلمان کوئی درخت لگائے یا کھیتی کرے، پھر اس میں سے کوئی انسان یا جانور یا کوئی اور کچھ کھالے تو وہ اس کے لئے صدقہ ہے۔“

(مسلم۔۳)

گھریلو دستکاری

حضرت سعد بن سہلؓ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک عورت ایک چادر لے کر آئی، آپؐ نے فرمایا: تم لوگ جانتے ہو، بردہ (مخصوص چادر) کیسی ہوتی ہے؟ عرض کیا گیا: جس

چادر کے کناروں میں بناوٹ ہوتی ہے۔ عورت نے کہا: یارسول اللہ! میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے بنا ہے......(بخاری)(۴)

ملازموں سے کام کرانا

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاری خاتون نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا...... میرا ایک غلام بڑھئی ہے...... ایک دوسری روایت میں ہے...... انھوں نے غلام کو حکم دیا اور غلام نے لکڑی کاٹ کر ایک منبر تیار کیا...... (بخاری)(۵)

مریضوں کا علاج

غزوۂ خندق میں حضرت سعد بن معاذؓ کے زخمی ہونے اور مسجد کے اندر خیمہ میں ان کی عیادت والی بخاری شریف کی حدیث کا پچھلے صفحات میں کئی بار ذکر ہو چکا ہے۔ اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں: ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ وہ خیمہ حضرت رفیدہ اسلمیہ کا تھا...... (۶) اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی مسجد کے قریب حضرت رفیدہؓ کے خیمہ میں حضرت سعد کو ٹھہرلیا۔ وہ خاتون زخمیوں کا علاج کرتی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا: انھیں اس کے خیمے میں رکھو تاکہ قریب سے میں عیادت کروں۔(۷)

حضرت ام عطیہ کی حدیث کہ "ہم سب زخمیوں کا علاج اور مریضوں کی تیمارداری کرتے تھے" کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں: اس حدیث سے دیگر فوائد کے ساتھ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عورتیں اجنبی مردوں کا علاج مثلاً دوائیں پیش کرنے کا کام اور بدن سے دور رہ کر علاج، لیکن اگر ضرورت ہو اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو اس شرط کے بغیر بھی علاج کر سکتی ہیں۔(۸)

مسلح افواج کی خدمت

حضرت ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ میں نکلتے تھے۔ لوگوں کو پانی پلاتے، ان کی خدمت کرتے اور زخمیوں و مقتولین کو اٹھا کر مدینہ لاتے تھے۔ (بخاری۔)(۹)

گھریلو کام کاج

حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ میری شادی ہوئی۔ان کے پاس پانی پلانے والے اونٹ اور گھوڑے کے علاوہ نہ کوئی مال و دولت تھی نہ غلام اور نہ کچھ اور شئی۔ میں ان کے گھوڑے کو چارہ دیتی پانی پلاتی، آٹا گوندھتی......اور رسول اللہ ﷺ کی عطا کردہ جاگیر والی حضرت زبیر کی زمین سے گٹھلیاں اپنے سر پر اٹھا کر لاتی تھی۔ وہ زمین میرے گھر سے تین فرسخ کی دوری پر تھی......یہاں تک کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک خادم بھیج دیا جو گھوڑے کی دیکھ ریکھ کرنے لگا اور اس طرح انھوں نے مجھے آزاد کر دیا۔(بخاری)(۱۰)

ملازمت خواتین کے متقاضی بعض جدید سماجی اسباب

اول: لڑکوں اور لڑکیوں کے اندر تعلیمی ترقی کے نتیجہ میں مختلف پیشوں کو انجام دینے کی صلاحیت عورتوں کے اندر پیدا ہو گئی ہے۔

دوم: طبّی خدمات کی ترقی اور مرد و عورت دونوں سے متعلق اس کی نوع بہ نوع قسموں کے نتیجہ میں معاشرہ کے اندر بعض مخصوص میدانوں مثلاً تعلیم، طبابت اور تیمارداری میں عورتوں کی ضرورت پیش آنے لگی ہے۔

سوم: ذرائع آمد و رفت خصوصاً ہوائی سفر میں ہونے والی ترقیوں نے ایر ہوسٹس کی ضرورت پیدا کر دی ہے، جو بوقت ضرورت عورتوں کے لئے مخصوص خدمات پیش کر سکیں۔

چہارم: خواتین کے لباس اور استعمالی اشیاء کے اندر تنوع و ترقی کی وجہ سے بعض مخصوص اشیاء کی خرید و فروخت کے لئے عورتوں کی ضرورت پیدا ہو گئی ہے۔

پنجم: سن بلوغ تک پہنچنے کے باوجود عام طور پر لوگوں کے اندر شادی کے اخراجات پورے کرنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہو پاتی۔ جس کے نتیجہ میں نوجوانوں کے اندر سخت کشمکش اور شدید نفسیاتی احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ایسے نوجوانوں کو ضرورت ہوتی ہے کہ ان کی بیویاں بھی کسی پیشہ سے وابستہ ہو کر گھریلو ضروریات اور خاندان کی پائیداری میں معاون بن سکیں۔

ششم: پہلے جوائنٹ فیملی کے رواج کی وجہ سے بیٹے اور بیٹیاں شادی کے بعد بھی ایک ہی گھر میں

اکٹھے رہا کرتے تھے، لیکن اب علاحدہ علاحدہ چھوٹی فیملی کا تصور عام ہو گیا ہے اور نتیجہ چھوٹی نئی فیملی کو مضبوط بنانے کے لئے مرد کو زائد آمدنی کی ضرورت ہوتی ہے، جس کے لئے دوسری جانب سے تعاون ضروری ہے۔ دوسری جانب اس تصور کی وجہ سے عورت کے ذمہ دار باپ یا بھائی وغیرہ مالی طور پر اس قدر مضبوط نہیں ہوتے کہ لڑکی کو طلاق ہو جانے یا بیوی کی صورت میں اس کے اخراجات کا بار اٹھا سکیں، نتیجہ وہ اپنی زندگی کے لئے کمانے پر مجبور ہوتی ہے۔

ہفتم: مسلم معاشرے میں آمدنی کا معیار اس قدر پست ہو گیا ہے کہ ضروریات زندگی کی تکمیل دشوار ہو جاتی ہے۔ گذشتہ دو اسباب نے اس سبب سے مل کر خاندان کی پائیداری کے لئے مردوں کے ساتھ عورتوں کے تعاون کی ضرورت پیدا کر دی ہے۔

ہشتم: آج زندگی کے تمام میدانوں پر، صنعت و تجارت ہو یا تعلیم و طبابت، بڑے بڑے اداروں اور کمپنیوں کی حکمرانی ہے۔ دیگر خدمات کے میدانوں کا بھی یہی حال ہے، جب کہ پہلے بہت سے پیشے انفرادی کاوشوں پر منحصر ہوتے تھے، کچھ پیشے ایسے بھی تھے جنھیں گھر کے اندر رہ کر انجام دینا ممکن تھا جیسے بنائی، کڑھائی، سلائی، بعض کھانا پکانے کے ہنر، چمڑے کی دباغت، تعلیم و طبابت وغیرہ۔ اس تبدیلی کے نتیجہ میں کسی پیشہ سے وابستگی کے لئے عورتیں گھروں سے باہر نکلنے پر مجبور ہیں، جب کہ یہی کام پہلے گھر کے اندر رہ کر بچوں کی تربیت اور گھر کی دیکھ ریکھ کے ساتھ انجام دینا ممکن تھا۔

نہم: عورتوں کے حالات اور گھروں میں ان کی اولین ذمہ داری کے پیش نظر موجودہ معاشرہ کو پیشہ کے میدان میں کام کرنے کی صلاحیت رکھنے والی زائد از زائد خواتین کی ضرورت پیش آگئی ہے، اس کے درج ذیل اسباب ہیں:

(الف) بعض خواتین مقررہ اوقات کے نصف وقت تک ہی کام کرتی ہیں۔

(ب) بعض خواتین کو مخصوص مواقع مثلاً ولادت و پرورش کے لئے طویل چھٹیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

(ج) بعض خواتین گھریلو حالات کے دباؤ کی وجہ سے کام چھوڑنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔

موجودہ دور میں ملازمت خواتین سے متعلق شرعی ہدایات

ضروری تمہید

شرعی ہدایات کی تفصیل میں جانے سے پہلے دو اہم باتوں کی جانب توجہ مبذول کرانا ضروری سمجھتا ہوں۔ ایک موجودہ دور میں رائج بعض غلط خیالات اور دوسری پیشہ ٔ خواتین کی ترقی کے لئے مطلوبہ علمی تحقیقات۔

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے پیشہ ٔ خواتین سے متعلق ان غلط خیالات کی تردید ضرور کردینی چاہئے جو مغرب زدہ لوگوں نے پھیلا رکھی ہیں، مثلاً یہ خیال کہ شادی شدہ خاتون کے لئے اقتصادی خود کفیلی ضروری ہے تاکہ وہ اپنے ارداہ میں آزاد ہو۔ یہ خیال خاندان کے اس بنیاد ہی کو ڈھادیتا ہے جس پر کسی بھی صالح ڈھانچہ کی تعمیر، اس کے افراد کے باہمی تعاون اور ذمہ داریوں کی باہمی تقسیم سے ہوتی ہے اور جو ہر ایک کی خود کفیلی اور کشمکش کی صورت میں قائم ہی نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح یہ خیال کہ عورتوں کے لئے ملازمت سے وابستگی ضروری ہے تاکہ وہ اپنی انفرادی شخصیت کی تعمیر وافزائش کرسکیں، یہ خیال بھی غلط ہے۔ عورت اپنے کام میں گھر کی ملکہ رہ کر سیاسی و سماجی سرگرمیوں میں اپنے تعاون کے ساتھ اپنی شخصیت کی بھرپور تکمیل کرسکتی ہے۔ اس سے اس بات کی نفی نہیں ہوتی کہ ملازمت سے وابستگی کی وجہ سے زندگی کے بہت سے مفید تجربات بھی حاصل ہوجاتے ہیں۔

اسی طرح شدت پسندوں کے اس خیال کی تردید بھی کی جانی چاہیے کہ عورتوں کے لئے ملازمت سے وابستگی بالکل ممنوع اور صرف بوقت ضرورت ہی جائز ہے کیونکہ ضرورت کے وقت تو ممنوعات کی اجازت ہوجاتی ہے، لیکن ضرورت کے وقت بقدر ضرورت ہی پر اکتفاء کرنا ضروری ہے۔ اس خیال کے نتیجہ میں عورتوں کی ملازمت سے وابستگی ہلاکت کے وقت مردار کھانے کی اجازت کی مانند بن کر رہ جاتی ہے۔ نہیں معلوم یہ ممانعت کہاں سے آئی؟ گھر سے عورت کی وابستگی ایک سماجی مسئلہ ہے جو عورت اور گھر کے حالات کے فرق سے بدلتا رہے گا، یہ کوئی اللہ کی جانب سے طے شدہ حکم قطعی نہیں ہے۔

جہاں تک دوسری بات یعنی پیشہ خواتین کی ترقی کے لئے مطلوبہ علمی تحقیقات کا تعلق ہے تو عرض ہے:

شرعی دائرے میں رہتے ہوئے ملازمت سے خواتین کی وابستگی کو موجودہ دور میں ایک اہم اور نازک ترقی شمار کیا جاتا ہے، جس کے آثار اقتصادی اور سماجی زندگی کے بیشتر گوشوں خصوصاً خاندان جو سماج کی بنیادی اینٹ ہے، کے اندر مرتب ہوتے ہیں۔ اس ترقی کی صحیح حد بندی، نقصانات سے حفاظت اور اچھے نتائج سے استفادہ کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ ہی ساتھ تربیتی، سماجی، اقتصادی اور تنظیمی میدانوں میں بھی یکساں ترقی انجام پائے، کیونکہ زندگی کے یہ میدان باہم مربوط، ہم آہنگ اور ایک دوسرے سے متاثر ہوتے ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ رب العزت مخلص اسکالروں کو وسیع علمی تحقیقات کی توفیق عطا فرمائے، جو مرد وزن کے بنیادی فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے تمام گوشوں اور ہر مرحلہ عمر کے لئے تعلیم اور اس کے مناہج سے لے کر ہر دو صنف کے مناسب ملازمتوں تک کے لئے تحقیقی کام انجام دیں، یہی تحقیقات زندگی کے ہر میدان کے لئے راہ عمل طے کرنے کی ضروری تمہید ہوں گی اور ان کے بعد ہی ہم اپنے معاشرہ کی صحیح وبامقصد ترقی کی توقع کر سکیں گے۔

اہم شرعی ہدایات:

پہلی ہدایت

عورت کی مناسب تعلیم کا انتظام ضروری ہے تاکہ اسلامی تربیت کے عمومی مقاصد کے علاوہ دو بنیادی مقاصد کی وہ تکمیل کر سکے۔ ایک شادی کے بعد اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح اٹھانے اور گھر بچوں کی بہترین نگہداشت کی صلاحیت وقدرت سے وہ آراستہ ہو۔ ارشاد نبویؐ ہے: "عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگہبان ہے۔ ان سب کے متعلق ان سے باز پرس ہوگی" دوسرے کسی مناسب پیشہ کی بوقت ضرورت خواہ یہ ضرورت انفرادی ہو یا خاندانی یا سماجی، کی انجام دہی کی وہ صلاحیت رکھتی ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا کہ رسول

اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جس شخص کے پاس کوئی باندی ہو، وہ اسے اچھی تعلیم و تربیت سے آراستہ کرے پھر آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اسے دوہرا اجر ملے گا۔" (بخاری)(۱۱)

باندی و لونڈی کی تعلیم و تربیت کا یہ مقام ہے تو بچیوں کی تعلیم کتنی اہم ہو گی۔

خواتین کی تعلیم کے منہاج میں تین چیزیں ہونی چاہیئے

اول: کسی پیشہ کی نظریاتی تعلیم

دوم: عملی مشق

طالبہ کو اس قدر عملی مشق ضرور کرادی جائے کہ اگر کم عمری میں اور کسی ملازمت سے وابستہ ہونے سے قبل اس کی شادی ہو جائے تو اتنی مشق تو ہو ہی چکی ہو کہ بوقت ضرورت وہ قابل اطمینان طریقہ پر کوئی ملازمت انجام دے سکے۔

سوم: پیشہ خواتین سے متعلق شرعی تعلیم۔ بنیادی تعلیم کے ساتھ مذکورہ امور کی تعلیم ضروری ہے۔

دوسری ہدایات

عورت اپنے تمام اوقات کو کار آمد اور مفید بنائے تا کہ وہ معاشرہ کا ایک بار آور اور نفع بخش عنصر بن سکے۔ زندگی کے کسی بھی مرحلہ جوانی، پیری اور بڑھاپے میں اور کسی بھی حیثیت و حالت، بیٹی، بیوی، مطلقہ اور بیوہ ہونے میں وہ اپنے لئے بے کاری پسند نہ کرتی ہو، گھریلو کام کاج سے جو بھی وقت بچے اسے پیشہ ورانہ یا غیر پیشہ ورانہ کسی بھی مفید کام میں صرف کرتی ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

من عمل صالحاً من ذكر أو انثى وهو مومن فلنحيينه حياة طيبة ولنجزينهم أجرهم بأحسن ماكانوا يعملون . (نحل۔۹۷)

(نیک عمل جو کوئی بھی کرے گا مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اسے ضرور ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ہم انھیں ان کے اچھے کاموں کے میں ضرور اجر دیں گے۔)

تیسری ہدایت

شوہر اپنی بیوی کے لئے شرعی فریضہ کے مطابق اخراجات کا ذمہ دار ہے۔ بیٹی کے اخراجات کی ذمہ داری باپ پر ہے اور دونوں کی تنگدستی یا بغیر کچھ چھوڑے ہوئے انتقال کی صورت میں حکومت کی ذمہ داری ہے۔

چوتھی ہدایت

مرد خاندان کا ذمہ دار ہوتا ہے، اس لئے کسی پیشہ سے وابستگی کے لئے بیٹی یا بیوی کو مرد سے اجازت لینی ضروری ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"...... مرد اپنے گھر والوں پر ذمہ دار اور ان کے بارے میں جواب دہ ہے"...... (بخاری و مسلم۔ ۱۲)

بیوی یا بیٹی کو ملازمت سے وابستگی کی اجازت دینے میں مرد کے پیش نظر شرع اور عرف رہنا چاہیے۔ شرعی جواز ہونے کے باوجود کسی مفید کام سے نہ تو زبردستی روکنا چاہیے اور نہ ہی بلاضرورت کسی کام سے وابستہ ہونے پر مجبور کرنا چاہیے۔

پانچویں ہدایت

مسلم خاتون کی شادی جلد انجام دینی چاہیے تاکہ اسے اور معاشرہ کو عفت و پاکیزگی میسر ہو اور مرد و عورت دونوں اچھی نفسیاتی صحت اور بہترین اخلاق سے لطف اندوز ہوں۔ کسی ضرورت و حاجت کے بغیر صرف ملازمت سے وابستگی شادی میں رکاوٹ یا تاخیر کا سبب بن رہی ہو تو یہ کبھی مکروہ کبھی حرام ہے۔ اگر شادی کی تکمیل میں پیشہ معاون بن رہا ہو تو اس سے وابستگی پسندیدہ ہے۔

چھٹی ہدایت

مسلم عورت کو خاندان کی استطاعت اور معاشرہ کی ضرورت کے دائرے میں بچوں کی خواہش رکھنی چاہیئے۔ پیشہ اور کام کا اس سے رکاوٹ بننا درست نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واللہ جعل لکم من أنفسکم أزواجاً وجعل لکم من أزواجکم بنین وحفدة۔ (نحل۔۷۲)

(اور اللہ نے تم ہی میں سے تمہارے لئے بیویاں بنائیں اور تمہاری بیویوں میں سے بیٹے اور پوتے پیدا کئے۔)

اور رسول اللہ ﷺ نے اولاد کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: "خوب محبت کرنے والی اور بکثرت بچے جننے والی عورت سے شادی کرو، تمہاری وجہ سے میری امت کی تعداد زیادہ ہوگی۔"

(نسائی۔۱۳)

ساتویں ہدایت

عورت اپنے گھر اور بچوں کی صالح نگہداشت کی ذمہ دار ہے۔ ملازمت کی وجہ سے اس ذمہ داری سے گریز بالکل جائز نہیں ہے۔ شادی شدہ عورت کی یہ اولین ذمہ داری ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن آیاتہ ان خلق لکم من أنفسکم ازواجاً لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودة ورحمة.

(روم۔۲۱)

(اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی بیویاں بنائیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت وہمدردی پیدا کردی۔)

آٹھویں ہدایت

دو حالتوں میں عورت کو ملازمت سے وابستہ ہونے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ایک گھر چلانے والے (والد، شوہر، حکومت) کے نہ ہونے یا اس کے تنگدست ہونے کی صورت میں اپنی اور اپنے خاندان کی کفالت کے لئے اور دوسری معاشرہ کی حفاظت کے لئے عورتوں پر فرض کفایہ کی ادائیگی کے لئے۔ عورت کو اس ذمہ داری اور گھر و بچوں کی تئیں اپنی ذمہ داری دونوں کے مابین حتی الامکان ہم آہنگی برقرار رکھنی چاہیئے۔

نویں ہدایت

عورت کے لئے ملازمت سے وابستگی خاندانی ذمہ داریوں سے ہم آہنگ ہونے کی شرط

کے ساتھ ہی درج ذیل مقاصد کے لئے مستحب ہے: (الف) تنگدست شوہر، والد یا بھائی کی معاونت (ب) مسلم معاشرہ کے بڑے مفاد کی تکمیل (ج) نیک کاموں میں خرچ۔

(الف) تنگدست شوہر، والد یا بھائی کی معاونت

حضرت عبداللہ کی زوجہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ...... بلال ہمارے پاس سے گذرے تو ہم نے کہا: حضور ﷺ سے دریافت کیجئے کہ کیا میں اپنے شوہر اور اپنے زیر پرورش یتیم بچوں پر خرچ کر سکتی ہوں؟ ہم نے ان سے یہ بھی کہا کہ: ہمارا نام مت بتایئے گا۔ انھوں نے جاکر دریافت کیا۔ آپؐ نے پوچھا: یہ دونوں کون ہیں؟ انھوں نے کہا: زینب ہیں۔ دریافت فرمایا: کون سی زینب؟ انھوں نے بتایا: عبداللہ کی زوجہ۔ آپؐ نے فرمایا: "ہاں اسے دوہرا اجر ملے گا، رشتہ دار کا اجر اور صدقہ کا اجر" ایک روایت میں ہے (۱۴) تمہارے شوہر اور تمہارے بچے اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ تم ان پر صدقہ کرو۔" (بخاری و مسلم) (۱۵)

(ب) مسلم معاشرہ کے بڑے مفاد کی تکمیل

کچھ خواتین کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی صلاحیتوں اور خوبیوں سے نوازا ہے مثلاً قوت گفتار، حسن تکلم، زبردست تحریری و شعری صلاحیت یا غیر معمولی ذہانت و عقل جن سے وہ بڑے کام انجام دے سکتی ہیں اور اچھی تعلیم حاصل کر کے اچھے نتائج برپا کر سکتی ہیں، ایسی خواتین کی تربیت اور ان کے جوہر قابل کو جلا بخشنے کا عمل بہت ضروری ہے۔ یہ اپنے میدان عمل میں بہت سے مردوں پر فائق ثابت ہوتی ہیں۔

(ج) نیک کاموں میں خرچ

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، فرماتی ہیں: ہم میں سب سے زیادہ دراز ہاتھ حضرت زینب (بنت جحش) کا تھا، وہ اپنے ہاتھوں سے کام کر کے صدقہ کرتی تھیں۔ (مسلم) (۱۶)

دسویں ہدایت

کسی اہم و مناسب ملازمت میں عورت کی مصروفیت زیادہ ہو تو گھریلو کاموں میں مرد کو اس کی معاونت کرنی چاہیئے اور اگر عورت کا کام ضروری حیثیت رکھتا ہو تو مرد کے لئے اس کی معاونت بھی ضروری ہوگی۔

حضرت اسود بن یزیدؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا: آنحضرت ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے؟ فرمایا: گھر کے کام میں مصروف رہتے، جب آذان کی آواز سنتے، باہر نکل جاتے۔ (بخاری) (۱۷)

"رسول اللہ ﷺ اپنی بکری دوہتے اور اپنا کام خود کرتے تھے۔" (مسند احمد) (۱۸)

"آپ ﷺ اپنے کپڑے سلتے، جوتے گانٹھ لیتے اور وہ سارے کام کرتے جو دوسرے مرد اپنے گھروں میں کرتے ہیں۔" (مسند احمد) (۱۹)

گیارہویں ہدایت

عورت کسی ملازمت سے وابستہ ہو اور اپنے کام کی اجرت حاصل کرتی ہو تو شوہر و بیوی باہمی رضامندی سے اس آمدنی کے مصرف طے کریں۔

بارہویں ہدایت

مسلم معاشرہ کو ایسا ماحول و اسباب فراہم کرنے چاہیے کہ کام کرنے والی خواتین اپنی ملازمت اور خاندان دونوں کی ذمہ داریاں بحسن و خوبی انجام دے سکیں۔ ارشاد قرآنی ہے:

والمومنون والمومنات بعضهم اولياء بعض. (توبہ۔۷۱)

(اور ایمان والے اور ایمان والیاں ایک دوسرے کے (دینی) رفیق ہیں۔)

تیرھویں ہدایت

عورت کے پیشہ ورانہ کام کے تئیں مسلم حکومت کی دو بنیادی ذمہ داریاں ہیں: اول، نوکری پیشہ شادی شدہ مردوں کے لئے مناسب اجرت کی فراہمی تاکہ بیوی کی معاونت کے بغیر تن

تنہا وہ گھریلوں اخراجات کا بار اٹھا سکے۔ دوم: حکومت کی نوکری سے وابستہ خواتین کے لئے مناسب ماحول کی فراہمی۔

چودھویں ہدایت

عورت کو ایسے پیشوں سے وابستہ نہیں کیا جائے جو اس کی طبیعت و مزاج اور اس کے جسمانی و نفسیاتی خصائص سے جوڑ نہ کھاتے ہوں۔ اس طرح کے کاموں کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جسے شریعت اسلامیہ نے بالکلیہ ممنوع قرار دیا ہے، دوسری وہ جسے علمائے امت اپنے اجتہاد سے طے کریں گے۔

شریعت کے ممنوع کردہ اعمال

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ قوم فلاح یاب نہیں ہو سکتی جس نے عورت کو اپنا امیر بنالیا ہو"۔ (بخاری)(۲۰)

اجتہاد سے طے کردہ ممنوع اعمال

اس قسم میں وہ سخت جسمانی کام آتے ہیں جو عورت کے لئے براہ راست سخت گراں بار ہوتے ہوں نیز وہ اعمال جو تکلیف و نفسیاتی مشقت اور احساسات کو چور کر دینے والی سختی و شدت سے تعلق رکھتے ہوں۔

پندرھویں ہدایت

اگر پیشہ ورانہ کام مردوں کے ساتھ عورتوں کے میل جول کے متقاضی ہوں تو مرد و زن دونوں کے لئے میل جول کے آداب کی رعایت ضروری ہے مثلاً لباس بھرپور ہوں، نگاہیں نیچی رکھی جائیں، تنہائی اور اختلاط سے گریز کیا جائے، اسی طرح طویل اور بار بار میل جول سے گریز کیا جائے، یعنی مرد و عورت دونوں کے علاحدہ علاحدہ کاموں کے باوجود کام کے پورے اوقات میں ایک ہی جگہ اکٹھے بیٹھنے سے احتیاط برتی جائے۔ البتہ کام کی نوعیت، تعاون، تبادلۂ خیالات یا دیگر مصالح کے لئے بار بار ملاقات کی متقاضی ہو تو شدید ضرورت کی موجودگی تک کوئی حرج نہیں ہے۔

حوالہ جات

(۱) مسلم شریف: کتاب الفضائل۔باب رحمة ﷺ الصبیان والعیال وتواضعه وفضل ذلك۔ ج ۷ ص ۷۶۔

(۲) مسلم شریف: کتاب المساجد ومواضع الصلوة۔باب تحریم الکلام فی الصلوة ونسخ ماکان من اباحته۔ج ۲ ص ۱۷۔

(۳) مسلم شریف: کتاب المساقاة۔ باب فضل الفرس والزرع......ج ۵ ص ۲۷۔

(۴) بخاری شریف: کتاب البیوع۔باب النساء......ج ۵ ص ۲۲۲۔

(۵) بخاری شریف: کتاب البیوع۔باب النجار......ج ۵ ص ۲۲۲۔

(۶) فتح الباری: ج ۸ ص ۴۱۹۔

(۷) فتح الباری: ج ۸ ص ۴۱۵۔

(۸) فتح الباری: ج ۳ ص ۱۲۳۔

(۹) بخاری شریف: کتاب الجهاد۔باب رد النساء الجرحی والقتلی......ج ۶ ص ۴۲۰۔

(۱۰) بخاری شریف: کتاب النکاح۔باب الغیرة......ج ۱۱ ص ۲۳۴۔

مسلم شریف: کتاب السلام۔باب جواز ارداف المرأة الاجنبیة......ج ۷ ص ۱۱۔

(۱۱) بخاری شریف: کتاب النکاح۔باب اتخاذ السراری ومن اعتق جاریته ثم تزوجها......ج ۱۱ ص ۲۸۔

(۱۲) بخاری شریف: کتاب العتق۔باب کراهیة التطاول علی الرقیق......ج ۶ ص ۱۰۶۔

مسلم شریف: کتاب الامارة۔باب فضیلة الامام العادل وعقوبة الجائر......ج ۶ ص ۸۔

(۱۳) دیکھئے: صحیح سنن نسائی: کتاب النکاح۔باب کراهیة تزویج العقیم،(حدیث نمبر ۳۰۲۶۔ ۳۲۔ص ۳۸۰۔

(۱۴) بخاری شریف: کتاب الزکاة۔باب الزکاة علی الاقارب......ج ۴ ص ۶۸۔

(۱۵) بخاری شریف: کتاب الزکاة۔باب الزکاة علی الزوج والایتام فی الحجر۔ج ۴ ص ۱۷۔

مسلم شریف: کتاب الزکاة۔باب فضل النفقه والصدقه علی الاقربین والزوج۔ج ۳ ص ۸۰۔

(۱۶) مسلم شریف: کتاب فضائل الصحابہ۔باب من فضائل زینب ام المومنین......ج۷ص۱۴۴۔

(۱۷) بخاری شریف: کتاب النفقات۔باب خدمة الرجل فی أهله......ج۱۱ص۴۳۵۔

(۱۸) دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (حدیث نمبر ۶۷۱)

(۱۹) دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر (حدیث نمبر۔ ۴۸۱۳)

(۲۰) بخاری شریف: کتاب المغازی۔باب کتاب النبی ﷺ الی کسری وقیصر۔ج۹ص۱۹۲۔

☆ ☆ ☆

پانچویں فصل

سماجی سرگرمیوں میں مسلم خواتین کی شرکت کے واقعات دور رسالت میں

سماجی سرگرمیوں سے ہماری مراد دو قسم کی سرگرمیاں ہیں:

اول: اجتماعی شکل میں انجام پانے والی سرگرمیاں، یعنی کچھ افراد اکٹھے ہو کر عبادت، ثقافت یا تفریح کسی میدان میں اپنے اور معاشرے کے لئے کوئی مفید کام انجام دیں۔

دوم: کوئی فرد یا افراد رضاکارانہ طور پر تعلیم یا امر بالمعروف یا موجودہ اصطلاح کے مطابق رفاہ عام یا سماجی خدمات کے میدانوں میں کوئی سرگرمی انجام دیں۔

ذیل میں اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

اول: مسجد کی سرگرمیوں میں شرکت

الف۔ عبادت کی سرگرمی

حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ راوی ہیں، فرماتی ہیں...... عہد نبوی میں سورج گہن ہوا...... میں نے اپنی ضرورت پوری کی اور مسجد چلی آئی۔ رسول اللہ ﷺ نماز میں کھڑے تھے، میں بھی شامل ہو گئی۔ کافی طویل قیام فرمایا یہاں تک کہ مجھے بیٹھ جانے کا خیال ہونے لگا۔ اپنے بغل میں ایک کمزور خاتون کو کھڑا دیکھ کر میں نے سوچا: یہ تو مجھ سے کمزور ہے، مجھے بھی کھڑا رہنا چاہیے، پھر آپ نے رکوع کیا اور دیر تک رکوع میں رہے پھر سر مبارک اٹھایا اور اتنی دیر تک کھڑے رہے کہ اسی دوران کوئی شخص آتا تو محسوس کرتا کہ ابھی آپ نے رکوع کیا ہی نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب فارغ ہوئے تو

سورج صاف ہو چکا تھا۔ آپؐ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا، اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: امابعد......
(بخاری و مسلم، یہ روایت مسلم کی ہے) (ا۔الف)

ب۔ ثقافتی سرگرمی

حضرت فاطمہ بنت قیس راوی ہیں...... میں مسجد آئی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی...... نماز سے فارغ ہو کر رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور مسکراتے ہوئے فرمایا: "ہر شخص اپنی جگہ پر ہے" پھر فرمایا: جانتے ہو میں نے تم لوگوں کو کیوں روکا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: بخدا میں نے کسی ترغیب یا ترہیب کے لئے تم لوگوں کو نہیں روکا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ تمیم داری نصرانی تھے، انھوں نے بیعت کی، اسلام قبول کیا اور مسیح دجال کے بارے میں مجھے وہی باتیں بتائیں جو میں تمہیں بتایا کرتا تھا"۔ (مسلم) (ا۔ب)

ج۔ تفریحی سرگرمی

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراءؓ فرماتی ہیں کہ عاشورہ کی دوسری صبح کو انصار کے محلوں میں رسول اللہ ﷺ نے اعلان کر دیا کہ جو شخص کھا پی چکا ہو وہ دن کے بقیہ حصوں میں نہ کھائے اور جو روزہ سے ہو وہ روزہ پورا کرے۔ (عاشورہ کے بعد) ہم لوگ روزہ رکھتے تھے اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے، ان کے لئے اون کے کھلونے بناتے۔ مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے: ہم مسجد چلے جاتے، بچے جب کھانا مانگتے تو انھیں کھلونے دے کر بہلاتے تھے یہاں تک کہ وہ روزہ مکمل کر لیتے۔
(بخاری و مسلم) (ا۔ج)

دوم: عمومی تقاریب میں شرکت

الف۔ تقریب استقبالیہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رات کے وقت ہم لوگ مدینہ پہنچے۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ رسول اللہ ﷺ اس کے گھر قیام فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے عبدالمطلب کے ننیہالی رشتہ دار بنو نجار کے یہاں قیام فرمایا: مدینہ کے مرد و عورت چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے و خدام راستوں پر پھیل گئے اور آواز لگانے لگے "یا محمد یا رسول اللہ"۔ (مسلم) (۲۔الف)

ب۔ تقریب عید

حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں: ہمیں حکم تھا کہ عید کے دن ہم خود بھی نکلیں اور پردہ نشیں عورتوں اور حیض میں مبتلا خواتین کو بھی لے جائیں۔ وہ مردوں کے پیچھے رہیں اور تکبیر ودعا میں شریک ہوں اور اس دن کی برکت وپاکیزگی حاصل کریں۔ (بخاری و مسلم) (۲۔ب)

ج۔ تقریب شادی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں...... میری والدہ ام اومان میرے پاس آئیں...... مجھے گھر کے اندر لے گئیں۔ وہاں انصاری خواتین بیٹھی تھیں، انھوں نے خیر و برکت کی دعا دی۔ والدہ نے مجھے ان کے سپرد کر دیا۔ انھوں نے مجھے سنوارا، مجھے اس وقت احساس ہوا جب چاشت کے وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور والدہ نے مجھے سپرد کیا....." (بخاری و مسلم) (۳)

سوم: مسجد کے باہر ثقافتی سرگرمیوں میں شرکت

الف۔ عورتوں کے لئے مخصوص ثقافتی مجلسوں کا انعقاد

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! مردوں کو آپ کی بات سننے کا موقع ملتا رہتا ہے، ہمارے لئے ایک دن متعین فرما دیجئے، اس دن آپؐ ہمیں تعلیم دیا کریں۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا فلاں دن فلاں مقام پر جمع ہو جایا کرو، وہ جمع ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور انھیں تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: "تم میں سے جس عورت کے تین بچے فوت ہو جائیں تو وہ آگ سے حفاظت کا ذریعہ بنیں گے۔ ایک خاتون نے پوچھا: یارسول اللہ! دو کا کیا حکم ہے؟ اس خاتون نے دوبارہ دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا: "اور دو بھی، دو بھی، دو بھی"۔ (بخاری و مسلم) (۴)

ب۔ امہات المومنین کے مکانات، تعلیم گاہیں

حضرت ابو بکر بن عبدالرحمٰنؒ سے روایت ہے کہ مروان نے انھیں حضرت سلمہؓ کے پاس دریافت کرنے بھیجا اگر کوئی شخص صبح کے وقت حالت جنابت میں ہو تو روزہ رکھ سکتا ہے؟ حضرت

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم صبح کو خواب نہیں بلکہ جماع کی وجہ سے حالت جنابت میں ہوتے اور نہ روزہ توڑتے اور نہ قضا فرماتے تھے۔ (مسلم)(۵)

چہارم: امر بالمعروف و نہی عن المنکر

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

والمومنون والمومنات بعضهم اولياء بعض يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر. (توبہ۔۷۱)

(اور ایمان والے اور ایمان والیاں ایک دوسرے کے (دینی) رفیق ہیں، نیک باتوں کا (آپس میں) حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔)

علامہ رشید رضا فرماتے ہیں: (آیت کریمہ کے اندر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ مرد و عورت دونوں پر ڈالا گیا ہے۔ خواتین اس بات سے واقف تھیں اور اس پر عمل بھی کرتی تھیں)(۶)

پنجم: سماجی خدمت اور نیکی کے میدانوں میں رضاکارانہ کام

الف۔ مہاجرین کا تعاون

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ جب مہاجرین مکہ سے مدینہ آئے تو ان کے پاس کچھ نہیں تھا۔ انصار زمین جائداد والے تھے۔ انصار نے ان سے اس طرح معاملہ کیا کہ وہ ہر سال اپنے مال کے پھل انھیں دیا کریں گے اور وہ ان کو کام سے فارغ کردیں گے...... حضرت ام انسؓ نے رسول اللہ ﷺ کو انگور کے خوشے دئے۔ آپؐ نے اپنی آزاد کردہ باندی حضرت اسامہ بن زیدؓ کی والدہ حضرت ام ایمنؓ کو عطا فرمادیا۔

ب۔ اہل فضل کی ضیافت

حضرت فاطمہ بنت قیس سے روایت ہے:...... رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ام شریک کے گھر منتقل ہو جاؤ۔ ام شریک دولت مند انصاری خاتون میں سے تھیں، خوب خرچ کرتی تھیں، کثرت سے مہمان ان کے گھر آتے تھے...... میں نے کہا: میں ایسا کروں گی۔ آپؐ نے فرمایا: مت کرو۔ ام شریک کے پاس کثرت سے مہمان آتے ہیں...... ایک روایت میں ہے(۷): ام شریک

کے پاس مہاجرین اولین آتے ہیں۔(مسلم)(۸)

ج۔ مسجد کے لئے منبر کا ہدیہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری خاتون نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں کوئی ایسی چیز بنوادوں جس پر آپ تشریف رکھیں...... انھوں نے ایک منبر بنوادیا، جب جمعہ کا دن آیا تو رسول اللہ ﷺ منبر پر بیٹھے۔(بخاری)(۹)

د۔ مسجد کی صفائی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سیاہ مرد یا عورت مسجد میں جھاڑو لگاتی تھی۔(بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ (۱۰) وہ عورت ہی تھی) اس کا انتقال ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے اس کے انتقال کی خبر دی۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے اطلاع کیوں نہیں دی۔ اس کی قبر کہاں ہے؟ پھر اس کی قبر پر تشریف لا کر نماز پڑھی۔(بخاری و مسلم۔۱۱)

رضاکارانہ تیمارداری

حضرت خارجہ بن زید سے روایت ہے کہ ام العلاء نے انھیں بتایا کہ جب انصار نے مہاجرین کے مکانات کے لئے قرعہ اندازی کی تو عثمان بن مطعون کا قرعہ ان کے نام نکلا۔ ام العلاء فرماتی ہیں: حضرت عثمان بیمار ہو گئے تو میں نے ان کی تیمارداری کی یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا اور ہم نے انہی کے کپڑوں میں انھیں دفن کیا......(بخاری)(۱۲)

و۔ معرکۂ جنگ کے بعد زخمیوں کی دیکھ ریکھ

حضرت ابو حازم سے روایت ہے کہ حضرت سہیل بن سعدؓ سے حضور ﷺ کے زخموں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: بخدا میں اچھی طرح جانتا ہوں، کس نے رسول اللہ ﷺ کے زخم دھوئے، کون پانی ڈال رہا تھا اور کس چیز سے علاج کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زخم دھو رہی تھیں۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب ڈھال سے پانی ڈال رہے

تھے، حضرت فاطمہ نے دیکھا کہ پانی سے مزید خون نکل رہا ہے تو چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا اور راکھ کو زخم پر لگادیا۔ اس سے خون تھم گیا۔ اس دن آپؐ کے سامنے دندان مبارک شہید ہوئے اور سر کا خود ٹوٹ گیا ۔(بخاری و مسلم)(۱۳)

ششم: عورت کی سماجی سرگرمیوں کے واقعات

الف۔ نیک کاموں میں تعاون

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے بعض ازواج مطہرات نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا: ہم میں سے کون سب سے پہلے آپؐ سے ملے گی؟ آپؐ نے فرمایا: جس کے ہاتھ سب سے زیادہ لانبے ہوں گے، سبھوں نے لکڑی لے کر ہاتھ ناپے، حضرت سودہ کے ہاتھ سب سے زیادہ لانبے تھے۔ (حضرت زینب بنت جحش کے انتقال کے بعد) ہم کو معلوم ہوا کہ ہاتھ کی لمبائی سے مراد صدقہ تھا۔ وہ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے مل گئیں، وہ صدقہ کی دلدادہ تھیں۔ ایک روایت میں ہے (۱۴): صدقہ اور تقرب الی اللہ کے کاموں میں وہ ہم میں سب سے زیادہ اپنی ذات کو مٹادینے والی تھیں۔
(بخاری و مسلم)(۱۵)

ب۔ پڑوسیوں کی خدمت

حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے میری شادی ہوئی۔ ان کے پاس نہ زمین تھی، نہ مال و غلام، نہ کچھ اور، صرف اونٹ اور گھوڑا تھا۔ میں ان کے گھوڑے کو چارہ دیتی، پانی لاتی، ڈول تیار کرتی اور آٹا گوندھتی، روٹی اچھی نہیں بناپاتی تھی۔ میری انصاری پڑوسیاں میری روٹی بنادیا کرتی تھیں، وہ اچھی عورتیں تھیں...... (بخاری و مسلم)(۱۶)

ج۔ تقریبات کے لئے لباس عاریتاً دینا

عبدالواحد بن ایمن سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا، دیکھا وہ سوتی کی ایک قمیص پہنے ہوئی تھیں، جس کی قیمت پانچ درہم تھی۔ انھوں نے فرمایا:...... رسول اللہ ﷺ کے دور میں میرے پاس ایک قمیص تھی۔ مدینہ کی جو خاتون بھی سجائی و سنواری جاتی مجھ سے وہ قمیص منگواکر پہنتی تھی۔ (بخاری)(۱۷)

د۔ تعلیم میں حصہ

حضرت شفاء بنت عبداللہ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، میں حضرت حفصہ کے پاس تھی۔ مجھ سے فرمایا: کیا تم انھیں زخموں کا جھاڑ پھونک نہیں سکھا رہی ہو جس طرح لکھنا سکھاتی ہو؟ (احمد وابو داؤد) (۱۸)

عورت کی سماجی سرگرمی کے متقاضی بعض جدید سماجی اسباب

۱۔ متعدد مراحل میں لڑکوں اور لڑکیوں کے اندر متنوع تعلیمی ترقی کے نتیجہ میں متعدد سماجی سرگرمیاں انجام دینے کی صلاحیت عورت کے اندر پیدا ہو گئی ہے۔

۲۔ اجتماعی روح اور عمومی اداروں کے قیام کا تصور پیدا ہو گیا ہے، جو تعلیم کی اشاعت کے ساتھ ساتھ مواصلات وذرائع ابلاغ کی ترقی کا نتیجہ ہے۔ زندگی کے مختلف میدانوں میں اجتماعی روح پیدا ہو گئی ہے۔ فکری میدان میں تحقیقی اداروں اور علمی مجالس کا قیام عمل میں آگیا ہے۔ اقتصادی میدان میں شیرز اور کوآپریٹو کمپنیاں اور وسیع تر دائرہ کی کمپنیاں قائم ہو رہی ہیں۔ پیشوں کے میدانوں میں پروفیشنل بورڈس قائم ہو رہے ہیں، سیاست کے میدان میں سیاسی پارٹیاں وجود میں آ رہی ہیں۔ لہذا فطری بات تھی کہ سماجی سرگرمی کے میدان میں متنوع اداروں کا قیام عمل میں آتا۔ اس کے لئے بہتر کارکن مردوں کے ساتھ فعال خواتین کی محنتوں کی ضرورت ہے۔

۳۔ عمومی پسماندگی کی صورت حال پائی جا رہی ہے، خصوصاً مسلم معاشرے میں غربت وجہالت، بیماری، بے راہ روی، انارکی اور بے کاری عام ہو رہی ہے۔ اس صورت حال نے یہ ضرورت پیدا کر دی ہے کہ سماجی سرگرمیاں مختلف طریقوں سے انجام دی جائیں، ان کا دائرہ گاؤں اور شہروں تک وسیع کیا جائے اور مرد وعورت دونوں مل کر پسماندگی کو دور کر کے معاشرہ کو ترقی کی راہوں پر گامزن کر سکیں۔

۴۔ ایک نیا ماحول بھی پیدا ہو رہا ہے جو اگرچہ ابھی ابتدائی منزل میں ہے۔ وہ یہ کہ مسلم مرد وعورت کے اندر اپنے معاشرہ کے تئیں انفرادی ذمہ داری کا دینی شعور پروان چڑھ رہا ہے اور اس ذمہ داری کی انجام دہی کے لئے اجتماعی تعاون کی اہمیت کا شعور بھی پیدا ہو رہا ہے۔

جدید سماجی سرگرمی کا مفہوم اور خواتین کا رول

☆ سماجی سرگرمی مسلمان کی ہر وہ سرگرمی ہے جو اجتماعی تنظیم کے ساتھ اور سماجی زندگی کے میدانوں میں کسی بہتر مقصد کی تکمیل کے لئے انجام دی جائے، خواہ وہ ثقافتی و تعلیمی ہو، صحت و ورزش، تفریح یا جمالیات سے متعلق ہو یا غریبوں کی مالی امداد سے متعلق ہو۔

☆ سماجی سرگرمی بلکہ مسلمان کی ہر انسانی سرگرمی، حتیٰ کہ تفریحی پہلو سے تعلق رکھنے والی بھی وسیع مفہوم کے مطابق عبادت کے اندر داخل ہے بشرطیکہ وہ اللہ کی بنائی ہوئی راہ پر اور نیک نیتی کے ساتھ گامزن ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وماخلقت الجن والانس الا ليعبدون. (ذاریات۔۵۶)

(اور میں نے جنات وانسان کو پیدا ہی اسی غرض سے کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں۔)

☆ نیکی اور سماجی خدمت کے میدان میں سماجی سرگرمی کی خوبی یہ ہے کہ اس میں افراد کی جانب سے صدقہ و خیرات کے بجائے عمومی اداروں کی جانب سے متنوع خدمات کی صورت میں تعاون پیش کر کے غریبوں کی خودداری و عزت نفس کو محفوظ رکھا جاتا ہے۔

☆ سماجی سرگرمی میں دو قسم کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ ایک سرگرمی انجام دینے والے اور کسی بھی درجہ میں اپنے جان ومال اور وقت خرچ کرنے والے۔ دوسرے سرگرمی میں شامل ہونے اور اس سے مستفید ہونے والے۔ ہمارے لئے قابل غور یہ ہے کہ ان دونوں قسموں کے لوگوں کے درمیان لین دین کا مثبت عمل ہوتا ہے، جو شخص لینے کا عمل نہ کر کے حصول، افزائش اور صلاحیت سے دور رہتا ہے وہ دینے کا عمل بھی ہرگز نہیں کر سکتا۔ بھلا جو خود جاہل، بے بس اور کمزور ہو وہ دوسرے کو کہاں سے دے سکتا ہے! اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص آج لینے والے کا رول ادا کر رہا ہے، کل وہ اپنے والے کا رول بھی ادا کر سکتا ہے۔

☆ سماجی سرگرمی کے مقاصد یہ ہیں کہ عمل خیر کے دروازے پوری طرح کھول دیئے جائیں تا کہ ہر مسلم مرد و عورت خواہ اس کی جیسی بھی قدرت و صلاحیت ہو، اخذ و عطا انجام دے سکے۔ دور رسالت میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کو جب صدقہ کا حکم ملا تو بازار جا کر بار برداری کا کام کرنے

لگے (بخاری)(۱۹) اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھ سے کام کرکے صدقہ کرتی تھیں۔

☆ ملازمت اگر مرد کی خصوصیت ہے، تو عورت گھریلو کام کی خصوصیت رکھتی ہے لیکن سماجی سرگرمی مرد و عورت کا مشترکہ عمل ہے بلکہ مندرجہ ذیل اعتبار سے عورت کا حصہ کچھ زیادہ ہی ہے:

الف۔ عورت کے اندر احساس کی قوت، دل کی رقت اور شفقت زیادہ ہوتی ہے۔

ب۔ اپنے مخصوص حالات اور کام کی مناسبت کی وجہ سے سماجی سرگرمی کے میدان میں عورت پیشہ ورانہ کام سے وابستہ ہو جاتی ہے۔

ج۔ سماجی سرگرمی ایک کھلا ہوا اور وسیع میدان ہے جس کے ذریعہ لوگوں کے ساتھ ربط اور اپنی صلاحیتوں کی افزائش کے ساتھ معاشرہ کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو بھی گھر کی عورتیں بخوبی انجام دے سکتی ہیں اور دوسری جانب گھریلو کاموں سے فارغ اوقات کو مفید و دلچسپ کاموں میں صرف کر سکتی ہیں۔

د۔ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے لئے زیادہ بہتر خدمات عورتیں انجام دے سکتی ہیں۔

سماجی سرگرمیوں کے کچھ ایسے امتیازات ہیں جن کی وجہ سے عورتوں کی شرکت آسان ہو جاتی ہے۔ جگہ، وقت اور کام کے تنوع تینوں اعتبار سے آسانی ہوتی ہے۔ جگہ کی آسانی یہ ہے کہ سماجی ادارہ خود محلّہ کے اندر قائم ہو سکتا ہے۔ وقت کی آسانی یہ ہے کہ عورت اپنے فارغ اوقات میں کام کر سکتی ہے اور تنوع کے اعتبار سے آسانی یہ ہے کہ علمی، مالی یا خدمت جو سرگرمی اسے پسند آئے انجام دے سکتی ہے۔

حوالہ جات

(ا۔الف) بخاری شریف: کتاب الجمعہ۔باب من قال فی الخطبه بعد الثناء: امابعد۔ج ۳ص ۵۴۔

مسلم شریف: کتاب الاستسقاء۔باب ما عرض علی النبی ﷺ فی صلاة الکسوف۔ج ۳ص ۳۳۲۔

(ا۔ب) مسلم شریف: کتاب الفتن واشراط الساعۃ۔باب فی خروج الدجال ومکثه فی الارض۔ ج ۸ص ۲۰۳۔

(ا۔ج) بخاری شریف: کتاب الصیام۔باب صوم الصبیان......ج ۵ص ۱۰۴۔

مسلم شریف: کتاب الصیام۔باب من اکل فی عاشوراء فلیکف بقیة یومه۔ج ۳ص ۱۵۲۔

(۲۔الف) مسلم شریف: کتاب الزہد والرقائق۔باب فی الحدیث الهجرة ویقال له حدیث الرحل بالحاء۔ ج ۸ص ۲۳۷۔

(۲۔ب) بخاری شریف: کتاب العیدین۔باب التکبیر ایام منی......ج ۳ص ۱۱۵۔

مسلم شریف: کتاب صلاۃ العیدین۔باب اباحة خروج النساء فی العیدین۔ج ۳ص ۲۱۔

(۳) بخاری شریف: کتاب المناقب۔باب تزویج النبی ﷺ عائشہؓ......ج ۸ص ۲۲۴۔

مسلم شریف: کتاب النکاح۔باب تزویج الاب البکر الصغیرة......ج ۴ص ۱۴۱۔

(۴) بخاری شریف: کتاب الاعتصام۔باب تعلیم النبی ﷺ أمته من الرجال والنساء۔ج ۷ص ۵۵۔

مسلم شریف: کتاب البر والصلہ والاداب۔باب فضل من یموت له ولد فیحتسبه۔ج ۸ص ۳۹۔

(۵) مسلم شریف: کتاب الصیام۔باب صحة صوم من طلع علیه الفجر وهو جنب......ج ۳ص ۱۳۸۔

(۶) کتاب "نداء الی الجنس اللطیف، ص ۱۱۳ (مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت)

(۷) مسلم شریف: کتاب الطلاق۔باب المطلقه ثلاثا لا نفقة لها......ج ۴ص ۱۹۵۔

(۸) مسلم شریف: کتاب الفتن واشراط الساعۃ۔باب فی خروج الدجال ومکثه فی الارض۔ ج ۸ص ۲۰۳۔

(۹) بخاری شریف: کتاب البیوع۔باب النجار......ج ۵ص ۲۲۲۔

(۱۰) بخاری شریف: کتاب الصلوۃ۔ باب الخدم للمسجد......ج۲ص۱۰۰۔

(۱۱) بخاری شریف: کتاب الصلوۃ۔ باب کنس المسجد و التقاط الخرق والقذی والعیدان۔ ج۲ص۹۹۔ مسلم شریف: کتاب الجنائز۔ باب الصلوۃ علی القبر......ج۳ص۵۴۔

(۱۲) بخاری شریف: کتاب المناقب۔ باب مقدم النبیؐ واصحابه الی المدینه۔ ج۸ص۳۶۶۔

(۱۳) بخاری شریف: کتاب المغازی۔ باب ما اصاب النبیؐ من الجراح یوم احد۔ ج۸ص۳۷۵۔ مسلم شریف: کتاب الجهاد۔ باب غزوه احد......ج۵ص۱۷۸۔

(۱۴) مسلم شریف: کتاب فضائل الصحابہ۔ باب فیؓ فضل عائشه......ج۷ص۱۳۶۔

(۱۵) بخاری شریف: کتاب الزکاۃ۔ باب حدثنا موسی بن اسماعیل......ج۴ص۲۸۔ مسلم شریف: کتاب فضائل الصحابہ۔ باب فی فضل زینب ام المومنین۔ ج۷ص۱۴۴۔

(۱۶) بخاری شریف: کتاب النکاح۔ باب الغیرۃ۔ ج۱۱ص۲۳۴۔ مسلم شریف: کتاب السلام۔ باب جواز ارداف المرأۃ الاجنبیة اذا اعیت فی الطریق ......ج۷ص۱۱۔

(۱۷) بخاری شریف: کتاب الهبۃ وفضلها والتحریض علیها۔ باب الاستعارہ للعروس عند البناء۔ ج۶ص۱۶۹۔

(۱۸) سلسلہ احادیث صحیحہ میں نمبر ۱۷۸ کے تحت مذکور ہے۔

(۱۹) بخاری شریف: کتاب الاجارۃ۔ باب من آجر بنفسه لیحمل علی ظهره ثم تصدق به واُجرۃ الحمال۔ ج۵ص۳۵۷۔

☆ ☆ ☆

چھٹی فصل

سیاسی سرگرمیوں میں مسلم خواتین کی شرکت دورِ رسالت میں

اسلام ایک ایسا منہاج ہے جو عقیدہ واخلاق، معاشرہ کے بیشتر حالات اور اس کے حاکمانہ اقتدار میں تبدیلی چاہتا ہے۔ اسی لئے مکہ کے جاہلی معاشرہ کے اندر اللہ اور رسول پر ایمان رکھنے والوں کی جماعت کی مثال کسی نئے ملک میں قائم حکومت کی سخت ترین مخالف پارٹی کی مثال تھی۔ دینی سرگرمی کو عام طور پر سماجی سرگرمی کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی تحریک معاشرہ کے افراد کے اندر ہی محدود رہتی ہے لیکن یہی سرگرمی کسی صورت میں بر سر اقتدار حکومت سے متعلق ہو اور حکومت مخالف پوزیشن اپنا رہی ہو چہ جائیکہ وہ سرگرمی حکومت کے خلاف آمادۂ بغاوت ہو تو موجودہ اصطلاح میں اسے سیاسی سرگرمی کہا جائے گا۔ اسی لئے سیاسی سرگرمی کے ضمن میں جو مثالیں ذیل میں ہم نے نقل کی ہیں، وہ نئے دین میں داخل ہونے، اس سلسلہ میں غور وفکر کرنے، مسلم جماعت سے منسلک ہونے، نئے دین اور اس کی دعوت کی خبریں معلوم کرنے، قبول دین کی وجہ سے ظلم وجبر اور تعذیت سے دوچار ہونے، دین کی خاطر ہجرت کرنے اور دین کے دفاع کے لئے جہاد میں شریک ہونے وغیرہ سے متعلق ہیں۔

اول: سرزمین کفر میں

☆ عورت نئے دین کے نبی کی دلبستگی کرتی ہے۔

☆ عورت نئے دین سے واقفیت کے لئے کوشاں رہتی ہے۔

☆ عورت سب سے پہلے نئے دین کو قبول کرتی ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کے اوپر وحی کا آغاز نیند میں سچے خوابوں سے ہوا......فرشتہ آپؐ کے پاس آیا......اور فرمایا:

اقرأ باسم ربك الذی خلق. خلق الانسان من علق اقرأ وربك الأكرم.

(آپ پڑھئے اپنے پروردگار کے نام سے جس نے (سب کو) پیدا کیا ہے جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا ہے۔ آپ (قرآن) پڑھا کیجئے اور آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے۔)

رسول اللہ ﷺ کا دل لرز رہا تھا۔ آپؐ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: مجھے چادر اڑھادو، مجھے چادر اڑھادو۔ آپؐ پر چادر ڈال دی گئی، گھبراہٹ دور ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ کو سارے واقعات بتائے اور فرمایا: مجھے اپنے آپ پر خوف محسوس ہورہا ہے۔ حضرت خدیجہ نے کہا: بخدا! اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور مصائب کے وقت مدد کرتے ہیں۔ حضرت خدیجہ انھیں لے کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کے پاس گئیں۔ زمانۂ جاہلیت میں انھوں نے نصرانی مذہب قبول کرلیا تھا۔ عبرانی زبان میں کتاب (انجیل) لکھتے تھے، بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے۔ حضرت خدیجہ نے ان سے کہا: اپنے بھتیجہ کی بات سنئے، ورقہ نے کہا: بھتیجہ، تم نے کیا دیکھا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ پیش آیا تھا، بتایا۔ ورقہ نے کہا: یہ وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا، کاش میں اس وقت نوجوان ہوتا، کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب تمہاری قوم تمہیں نکالے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا: ہاں، آپؐ سے پہلے جو شخص بھی آپؐ کے اس پیغام کو لے کر آیا ہے، اس کے ساتھ دشمنی کی گئی۔ اگر میں اس دن تک زندہ رہا تو آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔ پھر کچھ ہی مدت بعد ورقہ کا انتقال ہو گیا اور وحی کا سلسلہ رکا رہا۔ (بخاری و مسلم)(۱)

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی ذہانت و دانش مندی کے ساتھ انتہائی شیریں اور تعریف و تکریم کے اسلوب میں حضور ﷺ کی دلبستگی کرتی رہی ہیں پھر ایک مستند ذریعہ سے نئے دین کے متعلق معلومات حاصل کرتی رہی ہیں اور آگے بڑھ کر سب سے پہلے ایمان بھی لے آتی ہیں۔ حضرت خدیجہؓ کا یہ دانشمندانہ قدم ایک دوسری خاتون کی یاد دلا رہا ہے جو اول اول ایمان قبول

کرنے والوں میں ہیں اور دین بیزار معاشرہ میں انتہائی پھونک پھونک کر قدم رکھتی ہیں، کمزور مسلمانوں کی حمایت کے لئے بھرپور ذہانت و عقلمندی سے کام لیتی ہیں۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے کعبہ کے گرد قریش کے سامنے تقریر کی، اس وقت تک مسلمانوں کی تعداد ۳۸ ہو چکی تھی، تو قریش نے آپ کو پکڑ کر مارنا شروع کیا اور بے تحاشہ مارا۔ انھیں اٹھا کر گھر لایا گیا، جب ہوش آیا تو پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ ان کی والدہ نے کہا: تمہارے رفیق کے متعلق مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا: ام جمیل بنت خطاب کے پاس جایئے اور حضور ﷺ کی خیریت معلوم کیجئے۔ وہ ام جمیل کے پاس آئیں اور کہا: ابو بکر تم سے محمد بن عبد اللہ کی خیریت پوچھ رہے ہیں۔ ام جمیل نے کہا: میں نہ تو ابو بکر کو جانتی ہوں اور نہ محمد بن عبد اللہ کو، اگر تم چاہو تو میں تمہارے ساتھ چل سکتی ہوں؟ انھوں نے کہا ٹھیک ہے۔ ام جمیل ان کے ساتھ آئیں اور حضرت ابو بکر کو دیکھا کہ نڈھال پڑے ہیں۔ ام جمیل نے قریب ہو کر کہا: جن لوگوں نے آپ کو یہ تکلیف پہنچائی ہے وہ فاسق و کافر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے آپ کا بدلہ لے گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا: حضور ﷺ کیسے ہیں؟ وہ بولیں: آپ کی والدہ سن رہی ہیں، انھوں نے کہا: ان سے چھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تو وہ بولیں: صحیح و سالم ہیں۔ دریافت کیا: کہاں ہیں؟ بتائیں: ارقم بن ارقم کے مکان میں ہیں۔ حضرت ابو بکر نے کہا: میں نہ کچھ چکھوں گا نہ پیوں گا جب تک رسول اللہ ﷺ سے ملاقات نہ کرلوں۔ دونوں نے مل کر انھیں اٹھایا جب سناٹا چھا گیا اور آمد و رفت ختم ہو گئی تو دونوں کے سہارے حضرت ابو بکر حضور ﷺ کے پاس آئے۔ حضور ﷺ نے آگے بڑھ کر ان کا بوسہ لیا اور مسلمانوں نے بھی ان کی دیکھ بھال کی۔ (۲)

دین جدید کی قبولیت میں عورت کی سبقت

والد سے سبقت

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ام حبیبہ (بنت ابو سفیان) اور ام سلمہ نے ایک کلیسہ کا تذکرہ کیا جسے انھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا۔ (بخاری) (۳)

اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اسلام لانے کے بعد حبشہ ہجرت کرنے والوں میں حضرت ام حبیبہ بھی شامل تھیں جب کہ ان کے والد ابو سفیان فتح مکہ تک شرک پر قائم تھے۔

بھائی سے سبقت

حضرت سعید بن زید فرماتے ہیں: "خدا کی قسم عمر نے اسلام لانے سے قبل مجھے (اور ایک روایت میں ہے (۴) مجھے اور اپنی بہن کو) اسلام کی وجہ سے باندھ رکھا تھا"۔ (بخاری)(۵)

شوہر سے سبقت

حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: میں اور میری والدہ کمزور لوگوں میں سے تھے، میں بچوں اور میری ماں عورتوں میں تھیں۔ (بخاری)(۶)

اس حدیث کے عنوان میں امام بخاری فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے ساتھ کمزوروں کی جماعت میں تھے۔ اپنے والد کے ساتھ ان کی قوم کے مذہب پر نہیں تھے۔

اپنے آقا سے سبقت

حضرت عمار بن یاسر فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپؐ کے ساتھ صرف پانچ غلام، دو عورتیں اور ابو بکرؓ تھے...... (بخاری)(۷)

گھر والوں سے سبقت

حضرت مروان اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے...... ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط ان لوگوں میں تھیں جو (صلح حدیبیہ کے بعد) رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے گئے تھے، وہ کنواری تھیں۔ ان کے گھر والوں نے آکر رسول اللہ ﷺ سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا لیکن آپؐ نے انھیں واپس نہیں کیا۔ (بخاری)(۸)

معاشرہ کے ظلم وجبر کا مقابلہ

حضرت سعید بن زید فرماتے ہیں: خدا کی قسم، میں نے دیکھا ہے کہ عمر نے اسلام لانے سے قبل مجھے (اور ایک روایت (۹) کے مطابق مجھے اور اپنی بہن کو) اسلام کی وجہ سے باندھ رکھا ہے۔ (بخاری)(۱۰)

نئے دین کی حفاظت کے لئے وطن سے ہجرت

سر زمین کفر سے ہجرت مرد وزن دونوں پر واجب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان الذین توفاهم الملائكة ظالمی أنفسهم قالوا فيما كنتم قالوا كنا مستضعفين فی الارض قالوا الم تكن ارض الله واسعة فتهاجروا فيها فاولئك مأواهم جهنم وساء ت مصيرا ،الا المستضعفين من الرجال والنساء والولدان لا يستطيعون حيلة ولا يهتدون سبيلا فاولئك عسى الله ان يعفو عنهم وكان الله عفوا غفورا. ومن يهاجر فی سبيل الله يجد فی الارض مراغما كثيراً وسعة ومن يخرج من بيته مهاجرا الى الله ورسوله ثم يدركه الموت فقد وقع اجره على الله وكان الله غفورا رحيما. (نساء ۹۷۔۱۰۰)

(بیشک ان لوگوں کی جان جنھوں نے اپنے اوپر ظلم کر رکھا ہے (جب) فرشتے قبض کرتے ہیں تو ان سے کہیں گے کہ تم کس کام میں تھے، وہ بولیں گے ہم اس ملک میں بے بس تھے، فرشتے کہیں گے اللہ کی سرزمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ تو یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بُری جگہ ہے بجز ان لوگوں کے جو مردوں، عورتوں اور بچوں میں سے کمزور ہوں (کہ) نہ کوئی تدبیر ہی کر سکتے ہوں اور نہ کوئی راہ پاتے ہوں، تو یہ لوگ ایسے ہیں کہ اللہ انھیں معاف کر دے گا اور اللہ تو ہے ہی بڑا معاف کرنے والا اور بڑا بخشنے والا اور جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین پر جانے کی بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہجرت کرتا ہوا نکلے اور اسے پھر موت آئے تو اس کا اجر یقیناً اللہ کے ذمہ ثابت رہا اور اللہ تو ہے ہی بڑا بخشنے والا، بڑا مہربان۔

ہجرت پر مدد کے لئے اللہ سے دعا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ومالكم لاتقاتلون فی سبيل الله والمستضعفين من الرجال والنساء والولدان الذين يقولون ربنا أخرجنا من هذه القرية الظالم أهلها واجعل لنا من لدنك وليا واجعل لنا من لدنك نصيراً. (نساء۔۷۵)

(اور تمھیں کیا (عذر) ہے کہ تم جنگ نہیں کرتے ہو اللہ کی راہ میں اور ان لوگوں کے لئے جو کمزور ہیں

مردوں میں سے اور عورتوں اور لڑکوں (میں سے) جو یہ کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی سے باہر نکال جس کے باشندے (سخت) ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنی قدرت سے کوئی دوست پیدا کر دے اور ہمارے لئے اپنی قدرت سے کوئی حمایتی کھڑا کر دے۔

حبشہ کی ہجرت

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں:......اسماء بنت عمیس حضرت حفصہؓ کے پاس ملاقات کے لئے گئیں، وہ بھی حبشہ ہجرت کرنے والوں میں تھیں۔
(بخاری و مسلم۔۱۱)

مدینہ کی ہجرت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا ایھا النبی انا احللنا لك أزواجك اللاتی آتیت أجورھن و ماملکت یمینك مما آفاء الله علیك وبنات عمك وبنات عماتك وبنات خالك وبنات خالاتك اللاتی ھاجرن معك.
(احزاب۔۵۰)

(اے نبی ہم نے آپؐ کے لئے آپ کی (یہ) بیویاں حلال کی ہیں جن کو آپ ان کے مہر دے چکے ہیں اور وہ عورتیں بھی جو آپ کے ملک میں ہیں جنھیں اللہ نے آپ کو غنیمت میں دلوایا ہے اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کے پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنھوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی۔)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ عبداللہ بن زبیر ان کے حمل میں تھے، فرماتی ہیں: میں نکلی، حمل کی مدت پوری ہو چکی تھی، میں مدینہ آئی اور قباء کے مقام پر ٹھہری وہیں ولادت ہوئی۔ (بخاری و مسلم) (۱۲)

پورے خاندان کو نئے دین کی دعوت

حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے...... ہمیں سخت پیاس لگی، ہم چل رہے تھے کہ ایک عورت اپنے دونوں پاؤں دو مشکیزوں کے

درمیان لٹکائے ہوئے آتی نظر آئی۔ ہم نے اس سے پوچھا: پانی کہاں ہے؟ بولی: پانی نہیں ہے۔ ہم نے پوچھا: پانی کتنی دوری پر ہے؟ بولی: ایک دن ورات۔ ہم نے کہا: چلو رسول کریم علیہ کے پاس..... آپ نے حکم دیا..... اور ہم نے تمام چھوٹے بڑے برتن بھر لئے، لیکن اونٹ کو نہیں پلایا۔ وہ اس قدر سیراب تھے کہ پانی ٹپک رہا تھا، پھر فرمایا: تم لوگوں کے پاس جو کچھ ہے وہ لاؤ۔ اس عورت کے لئے ٹکڑے اور کھجور جمع کئے گئے۔ وہ اپنے گھر والوں کے پاس آئی اور بولی: میں ایسے شخص کے پاس سے آئی ہوں جو یا تو بہت بڑا جادوگر یا لوگوں کے بقول نبی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے ذریعہ اس قوم کی ہدایت عطا فرمائی۔ وہ عورت بھی اسلام لے آئی اور اس کی قوم نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ ایک روایت میں ہے (۱۳) اس واقعہ کے بعد مسلمان اغل بغل کے مشرکین پر حملہ کرتے تھے لیکن اس کی قوم پر حملہ آور نہیں ہوتے تھے۔ ایک دن وہ اپنی قوم سے بولی: میں سمجھتی ہوں کہ یہ لوگ جان بوجھ کر تم پر حملہ نہیں کر رہے ہیں، تو کیا تم لوگ اسلام قبول کرو گے؟ لوگوں نے اس کی بات مان لی اور اسلام میں داخل ہو گئے۔ (بخاری و مسلم) (۱۴)

دوم: مملکت اسلام میں

بحیثیت امام المسلمین خواتین سے بیعت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یاایھا النبی اذا جاء ك المومنات یبایعنك علی ان لا یشرکن باللہ شئیا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتان یفترینه بین أیدیھن وأرجلھن ولا یعصینك فی معروف فبایعھن واستغفر لھن اللہ. ان اللہ غفورا رحیما. (ممتحنہ۔۱۲)

(اے پیمبر جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس آئیں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ نہ کسی کو شریک کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان کی اولاد لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان گڑھ لیں اور مشروع باتوں میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی تو آپ ان سے بیعت کر لیا کیجئے اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کر لیا کیجئے، بیشک اللہ بڑا مغفرت کرنے والا ہے بڑا رحمت والا ہے۔)

نبی کریم علیہ سے خواتین کی بیعت سے کئی امور ثابت ہوتے ہیں:

اول: عورت کی حیثیت مستقل بالذات ہے۔ وہ مرد کی تابع نہیں ہے، جس طرح مرد بیعت کرتا ہے وہ بھی بیعت کرتی ہے۔ دوم: خواتین کی بیعت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اسلام کی بیعت تھی۔ اس بیعت میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں۔ بسااوقات رسول اللہ ﷺ سے مردوں کی بیعت خواتین کی بیعت کے مطابق ہوا کرتی تھی۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گرد صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت بیٹھی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: آؤ، مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے، چوری نہیں کرو گے، زنا نہیں کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے، بہتان نہیں لگاؤ گے اور کسی نیک کام میں میری نافرمانی نہیں کرو گے...... راوی کہتے ہیں: میں نے اس پر آں سے بیعت کرلی۔ (بخاری)(۱۵)

کچھ بیعت مردوں کے لئے خاص ہوتی تھی، جیسے جہاد اور حفاظت کی بیعت۔ اس کی مثال حدیبیہ کے موقع پر بیعت رضوان ہے۔

سوم: نبی کریم ﷺ سے خواتین کی بیعت دو بنیادوں پر تھی: ایک اللہ کی جانب سے تبلیغ رسالت اور رسول کی حیثیت سے۔ دوسرے امام المسلمین کی حیثیت سے۔ قرآن کے الفاظ (ولا یعصینك فی معروف) اور اطاعت امیر سے متعلق فرمان نبوی "اطاعت صرف نیک کاموں میں ہے" سے دوسری حیثیت کی تاکید ہوتی ہے۔ (بخاری و مسلم)(۱۶)

مہاجرین خواتین کا امتحان

حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے موقع پر تشریف لے گئے...... سہیل بن عمرو آئے اور کہا: ہمارے اور اپنے درمیان ایک معاہدہ نامہ لکھئے۔ رسول اللہ ﷺ نے کاتب کو بلوایا اور فرمایا: لکھو...... سہیل نے کہا: اور یہ شرط کہ ہمارا کوئی فرد اگر آپ کے پاس چلا جائے خواہ وہ آپ کے دین پر ہو تو آپ اس کو ہمارے پاس واپس کردیں گے...... پھر چند مومن خواتین آئیں، تو اللہ نے آیت نازل فرمائی:

یاایها الذین آمنوا اذا جاء ك المومنات مهاجرات فامتحنوهن. الله اعلم بایمانهن فإن علمتموهن مومنات فلاترجعوهن الی الکفار. لاهن حل لهم ولاهم یحلون لهن. (ممتحنہ۔۱۰)

(اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان لیا کرو۔ اللہ ان کے ایمان سے خوب واقف ہے، پس اگر انھیں مسلمان سمجھ لو تو انھیں کافروں کی طرف مت واپس کرو، وہ عورتیں ان (کافروں) کے لئے نہ حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) ان کے لئے حلال ہیں۔)

منگیتر کو اسلام کی دعوت

حضرت جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے جنت دکھائی گئی تو میں نے ابو طلحہ کی بیوی کو دیکھا...... (مسلم) (۱۸)

ابو طلحہ کی بیوی کا نام ام سلیم ہے۔ ابو طلحہ سے ان کی شادی کا واقعہ بھی دلچسپ ہے۔ ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے کہ ابو طلحہ نے آکر ام سلیم کو پیغام دیا۔ ام سلیم نے کہا: اے ابو طلحہ! کیا تم نہیں جانتے کہ تم اپنے جس معبود کی پرستش کرتے ہو وہ زمین سے اگنے والا ایک درخت ہے، جس کو فلاں حبشی نے کاٹا ہے؟...... ابو طلحہ کیا تمھیں نہیں معلوم کہ جن خداؤں کی تم لوگ پوجا کرتے ہو اگر تم ان میں آگ لگادو تو وہ جل جائیں گے؟...... جس پتھر کی تم عبادت کرتے ہو وہ تمہارا نہ نقصان کر سکتا ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے...... (۱۹)

نسائی کی روایت میں ہے کہ ابو طلحہ نے اسلام قبول کر لیا اور ان کا اسلام ہی حضرت ام سلیم سے شادی کے لئے مہر قرار پایا۔ (نسائی کتاب النکاح، حدیث نمبر ۳۱۳۳، ۳۰۰۷)

دفاع اسلام کے لئے جہاد میں شرکت

حضرت ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہم غزوہ میں شریک ہوتے تھے۔ ہم فوجیوں کو پانی پلاتے، ان کی خدمت کرتے، زخمیوں کا علاج کرتے اور مقتولوں و زخمیوں کو مدینہ منتقل کرتے تھے۔ (بخاری) (۲۰)

ذات نبوی سے اظہار وفاداری

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہند بنت عتبہ نے آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! روئے زمین پر کوئی بھی شخص آپ سے زیادہ ناپسندیدہ مجھے نہیں تھا، لیکن اب روئے زمین پر کوئی بھی شخص آپ سے

زیادہ مجھے محبوب نہیں ہے۔(بخاری و مسلم)(۲۱)

مردوں کو عورت کی پناہ

حضرت ام ہانی بنت ابو طالب فرماتی ہیں: فتح مکہ کے سال میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی دیکھا آپؐ غسل فرما رہے ہیں اور آپؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ پردہ کیے ہوئی ہیں۔ میں نے سلام کیا تو آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں بولی: میں ام ہانی بنت ابو طالب ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: خوش آمدید ام ہانی، غسل سے فارغ ہو کر آپ کھڑے ہوئے اور ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے آٹھ رکعات نماز پڑھی۔ میں نے کہا: یارسول اللہ، میں نے فلاں شخص، فلاں بن ھبیرہ کو پناہ دی ہے۔ علی کہتے ہیں کہ وہ اس کو قتل کردیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ام ہانی نے جسے پناہ دی، اسے ہم نے بھی پناہ دی۔
(بخاری و مسلم)(۲۲)

سیاسی امور سے دلچسپی

امام المسلمین کے جلسہ میں فاطمہ بنت قیس کی شرکت

حضرت فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں...... جب میری عدت پوری ہو گئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کے ایک منادی کو یہ اعلان کرتے ہوئے سنا: نماز کے لئے جمع ہو جاؤ، میں مسجد آئی، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ مردوں کے پیچھے عورتوں کی صف میں تھی۔ (ایک روایت میں ہے (۲۳) لوگوں کے ساتھ میں بھی گئی۔ میں مردوں کے پیچھے عورتوں کی پہلی صف میں تھی۔ رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر منبر پر بیٹھے۔ آپ مسکرا رہے تھے، فرمایا: ہر شخص اپنی جگہ پر رہے پھر فرمایا: جانتے ہو میں نے کیوں تم لوگوں کو جمع کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، فرمایا: بخدا میں نے تمہیں کسی ترغیب یا ترہیب کے لئے جمع نہیں کیا ہے۔ (مسلم)(۲۴)

زینب بنت مہاجر کو امت مسلمہ کے مستقبل کی فکر

حضرت قیس بن ابو حازم فرماتے ہیں: قبیلۂ احمس کی زینب بنت مہاجر نامی ایک عورت کے پاس حضرت ابو بکرؓ آئے۔ دیکھا کہ وہ بات نہیں کرتی ہے۔ دریافت کیا کہ وہ کیوں بات نہیں کرتی

ہے؟ لوگوں نے بتایا: اس نے خاموش رہ کر حج کرنے کی نذر مانی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: بات کرو ایسی نذر جائز نہیں ہے۔ یہ تو جاہلیت کا طریقہ ہے، تب اس نے بات کی اور دریافت کیا: آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: مہاجرین کا ایک فرد، وہ بولی: کون مہاجرین؟ آپ نے کہا مہاجرین قریش، وہ بولی: قریش کی کس شاخ سے آپ ہیں؟ آپ نے کہا تم تو بہت سوال کرتی ہو۔ میں ابو بکرؓ ہوں۔ اس نے کہا: جاہلیت کے بعد اللہ نے جو دین بھیجا ہے، اس پر ہم لوگ کب تک رہیں گے؟ آپ نے کہا: جب تک تمہارے ائمہ راست رو رہیں گے، تم اس پر باقی رہو گے؟ بولی: ائمہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا تمہاری قوم میں سربر آوردہ اور سربراہ لوگ نہیں ہیں جو حکم دیتے ہوں اور لوگ ان کی بات مانتے ہو؟ بولی: ہاں، ہیں فرمایا: بس وہی لوگوں پر ائمہ ہیں۔ (بخاری)(۲۵)

حضرت عائشہؓ سربراہ کی خبر گیری کرتی ہیں

عبدالرحمٰن بن شماس سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضرت عائشہؓ کے پاس کسی چیز سے متعلق معلوم کرنے آیا تو انھوں نے دریافت کیا: کہاں سے تعلق ہے؟ میں نے کہا: اہل مصر کا ایک فرد ہوں، فرمایا: تمہارے ان غزوات میں تمہارے سربراہ کا کیسا سلوک رہا؟ انھوں نے کہا: ان سے ہمیں کوئی شکایت نہیں ہوئی، جب ہم میں سے کسی شخص کا اونٹ مر جاتا تو وہ اسے اونٹ دیتے، غلام مر جاتا تو غلام دیتے، اخراجات کی ضرورت ہوتی تو اسے پوری کرتے...... (مسلم)(۲۶)

امور سیاست میں مردوں کو خواتین کا مشورہ

حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کو حضرت ام سلمہؓ کا مشورہ:

حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہوئے نقل کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے زمانہ میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے۔ سہیل بن عمرو نے کہا: ایک معاہدہ نامہ لکھئے...... جب معاہدہ لکھا جا چکا تب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے کہا: اٹھو قربانی کرو اور حلق کراؤ۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ بات فرمائی لیکن ایک شخص بھی کھڑا نہیں ہوا، تب آپ حضرت ام سلمہؓ کے پاس آئے اور صورت حال بتائی۔ حضرت ام سلمہؓ نے کہا: اے اللہ کے نبی: آپ ایسا کرنا چاہتے ہیں؟ آپ جائیے کسی سے ایک لفظ نہیں فرمائیے، خود اپنی قربانی کیجئے اور نائی کو

بلا کر اپنا حلق کرا لیجئے۔ آپ تشریف لائے، کسی سے کچھ نہیں کہا: قربانی کی، نائی کو بلا کر حلق کرایا، جب لوگوں نے دیکھا تو اٹھ کر قربانی اور ایک دوسرے کا حلق کرنے لگے...... (بخاری)(۲۷)

غزوۂ حنین میں رسول اللہ ﷺ کو حضرت ام سلیم کا مشورہ

حضرت انس سے مروی ہے کہ حضرت ام سلیم نے...... غزوۂ حنین کے دن...... کہا: یا رسول اللہ! ہمارے علاوہ جو لوگ فتح مکہ کے موقع پر آزاد چھوڑ دیئے گئے انھیں قتل کا آپ حکم دے دیجئے۔ یہ سب شکست کھا جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ام سلیم: اللہ تعالیٰ کافی ہے اور احسان کرنے والا ہے۔ (مسلم)(۲۸)

سیاست سے متعلق نبوی ہدایات کی اشاعت

حضرت ضبہ بن محصن غزی ام المومنین حضرت ام سلمہ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تم پر کچھ ایسے امیر بنائے گئے جن کی کچھ چیزیں تم پسند کروگے اور کچھ چیزیں ناپسند تو جس نے ناپسند کیا تو وہ بری ہو گیا، جس نے انکار کیا وہ محفوظ ہو گیا سوائے اس شخص کے جس نے رضامندی ظاہر کی اور اتباع کی۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم ان سے جہاد کریں، فرمایا: نہیں، جب تک وہ نماز پر قائم ہوں۔ (مسلم)(۲۹)

حضرت یحیٰی بن حصین اپنی دادی ام الحصین سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بہت ساری باتیں کیں اور یہ بھی فرمایا: اگر ایک ناک کٹا۔ غالباً یہ بھی فرمایا: سیاہ فام غلام بھی تمہارا امیر بنادیا جائے جو کتاب اللہ کے ذریعہ تمہاری رہنمائی کرے تو تم اس کی اطاعت کرو۔ (مسلم)(۳۰)

حاکم وقت کی مخالفت

حجاج بن ثقفی کے دور میں حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ کا رول:

ابو نوفل سے مروی ہے کہ مدینہ کے دروازہ پر حضرت عبداللہ بن زبیر کی نعش تختۂ دار پر لٹکی ہوئی تھی، قریش ادھر سے گذرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر گذرے تو ٹھہر گئے اور کہا: ابو خبیب! تم پر سلامتی ہو، ابو خبیب! تم پر سلامتی ہو، ابو خبیب! تم پر سلامتی ہو! خدا کی قسم میں آپ کو

اس سے روک رہا تھا، خدا کی قسم آپ میری نگاہ میں بڑے روزہ دار و نمازی اور صلہ رحمی کرنے والے تھے، جس امت کے سب سے بڑے آپ ہوں وہ کتنی بہتر ہے۔ پھر حضرت عبداللہ چلے گئے۔ جب حجاج کو حضرت عبداللہ کی ان باتوں کی خبر پہنچی تو نعش کو پھندے سے اتار کر یہود کی قبروں میں ڈلوا دیا، پھر ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ کو بلوایا، انھوں نے آنے سے انکار کر دیا۔ دوبارہ اس نے قاصد بھیج کر کہلوایا کہ اگر نہیں آئیں گی تو چوٹی پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے بلواؤں گا۔ انھوں نے آنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ چوٹی پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے بلواؤ۔ حجاج نے کہا: میرے جوتے لاؤ پھر وہ متکبرانہ چال سے پہنچا اور کہا: دیکھا اللہ کے دشمن کے ساتھ میں نے کیسا سلوک کیا۔ حضرت اسماء نے کہا: تم نے اس کی دنیا تباہ کی، اس نے تمہاری عاقبت تباہ کر دی۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اسے "ذات النطاقین کے بیٹے" کہہ رہے تھے، ہاں میں ذات النطاقین ہوں، (کمر بند کے دو ٹکڑوں والی) ایک ٹکڑے سے میں رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ کے لئے کھانا باندھ کر لے جاتی تھی اور دوسرا ٹکڑا جسے عورت استعمال کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک کذاب اور ایک ہلاک کرنے والا ہوگا، کذاب کو تو دیکھ چکی ہوں، ہلاک کرنے والا میرے خیال میں تم ہی ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ حجاج نے کچھ نہیں کہا اور اٹھ کر چلا گیا۔ (مسلم) (۳۱)

عورت کی سیاسی سرگرمی کے بعض سماجی اسباب

۱۔ استعمار نے پورے عالم اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ سرزمین فلسطین پر یہودیوں کا غاصبانہ قبضہ ہو چکا ہے۔ ان حالات نے عورت کے لئے بھی جہاد میں شرکت اور تحریکات آزادی میں حصہ لینا ضروری بنا دیا ہے۔

۲۔ ذرائع ابلاغ و آمد و رفت کی ترقی و آسانی نے معاشرہ میں پیچیدگیاں بھی پیدا کر دی ہیں، جس کے نتیجہ میں مرد و عورت کے سیاسی شعور میں اضافہ ہوا ہے اور سیاسی مسائل پر نظر اور ان میں شرکت کی صلاحیت عورت کے اندر بھی پیدا ہو گئی ہے۔

۳۔ مختلف مراحل میں تعلیمی ترقی کے نتیجہ میں بہت سی خواتین بھی سماجی سرگرمی اور پیشہ ورانہ کاموں سے وابستہ ہو گئی ہیں۔ اس صورت حال نے بہت سی خواتین کے اندر یہ صلاحیت پیدا کر دی

ہے کہ مختلف النوع سیاسی سرگرمیوں، بائیکاٹ، مظاہرے، انتخابات میں ووٹنگ، نمائندگی اور سیاسی پارٹیوں و ملکی طاقتوں سے وابستگی میں وہ شریک ہوں۔

۴۔ معاشرتی پیچیدگی نے عورتوں کی زندگیوں میں بھی پیچیدگی پیدا کردی ہے، جس کے نتیجہ میں خواتین سے متعلق نئے نئے مسائل و مشکلات پیدا ہوگئے ہیں۔ اس لئے بھی بلدیاتی و قانون سازی مجالس میں عورتوں کی شرکت کے تقاضے شدید ہوگئے ہیں تاکہ عورتیں اپنے مسائل سے اچھی طرح واقف و باشعور اور ان کے حل کے لئے کوشاں ہوسکیں۔

۵۔ عالمی پیمانہ پر شورائی نظام کی جانب رجحان اب زیادہ ہوگیا ہے اگرچہ ان کی عملی شکلوں میں باہم بہت فرق ہے۔ اس صورت حال میں عرب مسلم حکومتوں کی جانب سے کبھی ظاہری طور پر اور کبھی سنجیدہ اقدامات و شورائی کاوشیں انجام دی جارہی ہیں اور ساتھ ہی مرد و عورت کے اندر شورائی نظام اختیار کرنے کا عزم و حوصلہ بڑھتا جارہا ہے۔ ہر معاشرہ میں وطنی پارٹیوں و طاقتوں کی جانب سے شورائی نظام کے نفاذ کا مطالبہ بڑھ رہا ہے۔

جدید سیاسی سرگرمی کا مفہوم

۱۔ سیاسی سرگرمی سے مقصود وہ سرگرمی ہے جو مجلس قانون ساز اور مجلس نفاذ کی تشکیل پھر ان دونوں مجالس کے مقررہ کاموں اور طریقۂ کار کی تعیین سے متعلق ہو۔ اس سرگرمی کی وجہ سے فرد کو سیاسی امور سے دلچسپی اور ان کے مطالعہ و تجزیہ کا موقع ملتا ہے۔ موجودہ اور پیش آمدہ حالات کے ادراک کا شعور پیدا ہوتا ہے اور فرد و معاشرہ کی سیاسی سرگرمی میں راست روی پیدا ہوتی ہے۔

۲۔ سماجی سرگرمی فطری طور پر سیاسی سرگرمی کے لئے تمہید بنتی ہے کیونکہ سماجی سرگرمی فرد کو معاشرتی مسائل سے ایک گونہ واقفیت کا شعور پیدا کرتی ہے۔ سماجی سرگرمی اگر ان مسائل کے اندر فرد کے رول سے تعلق رکھتی ہے تو سیاسی سرگرمی اقتدار وقت سے تعلق رکھتی ہے اور دونوں کے درمیان دائمی ہم آہنگی ہوتی ہے۔

۳۔ سیاسی سرگرمی کے اہم مظاہر درج ذیل ہیں:

(الف) سربراہ کے انتخاب میں عملی شرکت

(ب) مجالس قانون کے لئے نمائندوں کا انتخاب، یہ مجالس دو کام انجام دیتی ہیں۔ ایک قوانین سازی اور دوسرے مجالس نفاد کے کاموں کی نگرانی۔

(ج) مجالس قانون ونفاذ کے کاموں پر تائید یا اعتراض کے لئے اپنی آراء کا اظہار اور اس کے لئے تقریر، تحریر، مظاہرے، بائیکاٹ اور میمورنڈم کے طریقے اپنانا۔

(د) قومی پارٹیوں وطاقتوں کی سرگرمی میں شرکت

(ہ) بلدیاتی وقانون سازی مجالس کی ممبری کے لئے نامزدگی

۴۔ سیاسی سرگرمی کے لئے شعور وثقافت کی بڑی مقدار اور زائد دلچسپی نیز وسیع افق کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ صلاحیتیں ابتدا وطن کے مخصوص ومحدود مرد وخواتین کے اندر ہوتی ہیں لیکن عمومی آزادی اور سیاسی سرگرمی کی افزائش کے لئے اس دائرہ کو بڑھایا جاسکتا ہے۔ ان دونوں کاموں کے ذریعہ عوام کی بڑی تعداد کے اندر سیاسی شعور واقتدار کی دیکھ ریکھ کی صلاحیت پیدا کی جاسکتی ہے، جس طرح مردوں کے اندر سیاسی سرگرمی سے دلچسپی میں باہم فرق ہوتا ہے۔ یہی حال خواتین کا بھی ہے۔ جاہل کے ساتھ تعلیم یافتہ، گھر کی چہار دیواری میں محدود کے ساتھ اندرون وبیرون خانہ متعدد سرگرمیوں سے وابستہ اور محدود ومعمولی ذمہ داریوں والی کے ساتھ تعلیم وعلاج، ذرائع ابلاغ وغیرہ اہم میدانوں کی عظیم الشان ذمہ دار خواتین بھی موجود ہیں۔ ان تمام خواتین کے اندر سیاسی سرگرمی سے وابستگی کی علاحدہ صلاحیت ہوتی ہے۔

☆ ☆ ☆

حوالہ جات

(۱) بخاری شریف: کتاب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہؐ......ج۱ص۲۵۔

مسلم شریف: کتاب الایمان۔باب بدء الوحی......ج۱ص۹۷۔

(۲) دیکھئے: ابن کثیر کی کتاب البدایہ والنہایہ......ج۳ص۳۰۔

(۳) بخاری شریف: کتاب المناقب۔باب ھجرۃ الحبشہ......ج۸ص۱۸۹۔

(۴) بخاری شریف: کتاب المناقب۔باب اسلام عمر بن الخطابؓ......ج۸ص۱۸۱۔

(۵) بخاری شریف: کتاب المناقب۔باب اسلام سعید ابن زید......ج۸ص۱۷۶۔

(۶) بخاری شریف: کتاب الجنائز۔باب اذا اسلم الصبی فمات ھل یصلی علیہ۔ج۳ص۳۶۴۔

(۷) بخاری شریف: کتاب المناقب۔باب اسلام ابی بکر الصدیقؓ......ج۸ص۱۷۰۔

(۸) بخاری شریف: کتاب الشروط۔باب ما یجوز من الشروط فی الاسلام۔ج۶ص۲۴۰۔

(۹) بخاری شریف: کتاب المناقب۔باب اسلام عمر بن الخطابؓ......ج۸ص۱۸۱۔

(۱۰) بخاری شریف: کتاب المناقب۔باب اسلام سعید ابن زیدؓ......ج۸ص۱۷۶۔

(۱۱) بخاری شریف: کتاب المغازی۔باب غزوۃ خیبر......ج۸ص۲۶۔

مسلم شریف: کتاب فضائل الصحابہ۔باب من فضائل جعفر بن ابی طالب واسماء بنت عمیس۔
ج۷ص۲۷۲۔

(۱۲) بخاری شریف: کتاب المناقب۔باب ھجرۃ النبیؐ واصحابہ الی المدینہ۔ج۸ص۲۹۴۔

مسلم شریف: کتاب الادب۔باب استحباب تحنیک المولود عند ولادتہ۔ج۶ص۱۷۵۔

(۱۳) بخاری شریف: کتاب التیمم۔باب الصعید الطیب وضوء المسلم......ج۱ص۲۷۰۔

(۱۴) بخاری شریف: کتاب المناقب۔باب علامات النبوۃ فی الاسلام......ج۱ص۳۹۲۔

مسلم شریف: کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ۔باب قضاء الصلاۃ الفائتہ واستحباب تعجیل قضائہا۔
ج۲ص۱۴۰۔

(۱۵) بخاری شریف: کتاب المناقب۔باب وفود الانصار الی النبیؐ وبیعة العقبه۔ج۸ص۲۲۲۔

(۱۶) بخاری شریف: کتاب الاحکام۔باب السمع والطاعة للامام مالم تکن معصیة۔ج۱۶ص۲۴۱۔
مسلم شریف: کتاب الامارۃ۔باب وجوب طاعةالامراء فی غیر معصیة وتحریمها فی المعصیة۔ ج۶ص۱۵۔

(۱۷) بخاری شریف: کتاب الشروط۔باب الشروط فی الجهاد والمصالحة۔ج۶ص۲۵۷۔

(۱۸) مسلم شریف: کتاب فضائل الصحابہ۔باب من فضائل ام سلیم ام انس بن مالك وبلالؓ۔ج۷ص۱۴۵۔

(۱۹) الطبقات الکبریٰ......ج۸ص۴۲۶،۴۲۷۔

(۲۰) بخاری شریف: کتاب الجہاد۔باب مداواۃ النساء الجرحی فی الغزو۔ج۶ص۴۲۰۔

(۲۱) بخاری شریف: کتاب المناقب۔باب ذکر هند بنت عتبه......ج۸ص۱۴۱۔
مسلم شریف: کتاب الاقضیۃ۔باب قضیة هند......ج۵ص۱۳۰۔

(۲۲) بخاری شریف: کتاب فرض الخمس۔باب امان النساء وجوارهن......ج۷ص۸۳۔
مسلم شریف: کتاب صلاۃ المسافرین۔باب استحباب صلوۃ الضحیٰ۔ج۲ص۱۵۸۔

(۲۳) مسلم شریف: کتاب الفتن واشراط الساعۃ۔باب فی خروج الدجال ومکثه فی الارض۔ج۸ص۲۰۵۔

(۲۴) مسلم شریف: کتاب الفتن واشراط الساعۃ۔باب فی خروج الدجال ومکثه فی الارض۔ج۸ص۲۰۳۔

(۲۵) بخاری شریف: کتاب المناقب۔باب ایام الجاهلیة......ج۸ص۱۴۹۔

(۲۶) مسلم شریف: کتاب الامارۃ۔باب فضیلة الامام العادل وعقوبة الجائر۔ج۶ص۷۔

(۲۷) بخاری شریف: کتاب الشروط۔باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب وکتابة الشروط......ج۶ص۲۵۷،۲۶۹تا۲۷۶۔

(۲۸) مسلم شریف: کتاب الجہاد والسیر۔باب غزوۃ النساء مع الرجال......ج۵ص۱۹۶۔

(۲۹) مسلم شریف: کتاب الامارۃ۔باب وجوب الانکار علی الامراء فیما یخالف الشر۔ج۶ص۲۳۔

(۳۰) مسلم شریف: کتاب الامارۃ۔باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معاصیة وتحریمهافی المعصیة۔ ج۶ص۱۵۔

(۳۱) مسلم شریف: کتاب فضائل الصحابہ۔باب ذکر کذاب ثقیف ومبیرها۔ج۷ص۱۹۰۔

تیسرا..... باب

سماجی زندگی میں عورتوں کی شرکت پر اعتراضات کا جائزہ

پہلی فصل: معترضین کے اقوال، دلائل اور اعتراضات کا جائزہ

دوسری فصل: قرآنی حکم حجاب اور ازواج مطہرات کے ساتھ اس کے اختصاص کا جائزہ

تیسری فصل: اسلامی قانون سازی کا منہاج اور سد ذریعہ کے اندر اعتدال

پہلی فصل

معترضین کے اقوال، دلائل اور اعتراضات کا جائزہ

اول: شرکت کے دلائل جواز پر اعتراضات کا جائزہ:

پہلا اعتراض

رسول اللہؐ کے عمل سے متعلق وارد شدہ روایات آپؐ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں اور انھیں عمومی حیثیت نہیں دی جا سکتی۔

اس اعتراض کے درج ذیل جوابات ہیں:

الف: بیشتر روایات کے اندر رسول اللہؐ کی زندگی کے واقعات کا تذکرہ فطری امر ہے۔ اس لئے سنت آپؐ کے اقوال، افعال اور تقریر سے عبارت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اور بعد کے علماء نے سنت نبویؐ سے متعلق ہر روایت کو محفوظ رکھا کہ اس کی حیثیت قانونی تھی۔ آپؐ کے علاوہ صحابہ کرامؓ کا ذکر ضمناً آتا ہے یعنی سنت کوئی سماجی تاریخی تذکرہ نہیں ہے جس میں مختلف میدانوں میں صحابہ کرامؓ کی زندگی کا احاطہ کیا گیا ہو۔

ب: علماء اصول کے نزدیک یہ طے شدہ امر ہے کہ خصوصیت کسی دلیل ہی سے ثابت ہو سکتی ہے محض احتمال کی بنیاد پر نہیں۔ اس سلسلہ میں ابن تیمیہؒ کا قول ہے (......اللہ نے اپنے نبیؐ کے لئے جو کچھ حلال فرمایا ہے جب تک کوئی دلیل تخصیص نہ ہو وہ پوری امت کے لئے حلال ہے)۔(۱) پھر ان روایات میں ہر چیز کے دلائل کہاں موجود ہیں؟

ج: علماء حدیث وفقہ جیسے امام بخاری اور ابن حجر نے ان روایات کی تشریح کرتے ہوئے انھیں مخصوص نہیں قرار دیا بلکہ ان سے جو نتائج نکالے وہ عمومیت ہی کی دلیل ہیں۔

د: اگر ہم بالفرض یہ تسلیم کرلیں کہ بعض واقعات (جن کی تعداد تقریباً پچاس ہے) رسول اللہؐ کے ساتھ مخصوص ہیں اور آپؐ کی ذات معصوم تھی تو ان خواتین کے بارے میں کیا جواب ہے جو ملاقات کے لئے آتی تھیں اور غیر معصوم تھیں؟ نیز ان مردوں کے بارے میں کیا جواب ہے جو بیشتر واقعات میں رسول اللہؐ کے ساتھ ہوا کرتے تھے؟ (ایسے واقعات تقریباً ۷۰ کی تعداد میں ہیں) اور ان واقعات کا کیا جواب ہوگا جو صحابہ کرامؓ کے عمل سے تعلق رکھتے ہیں، ذات نبوی سے نہیں؟ (ایسے واقعات تقریباً ۱۵۰ ہیں)۔

دوسرا اعتراض

خواتین کے ساتھ صحابہ کرامؓ کے میل جول کے واقعات بھی مخصوص ہیں، ان کی عمومی حیثیت نہیں ہے۔

اس کے جوابات درج ذیل ہیں:

الف: واقعات اتنے متنوع اور بے شمار ہیں کہ ان سب کو مخصوص قرار دینا ممکن نہیں ہے صرف بخاری اور مسلم شریف کے واقعات کا شمار کیا جائے تو رسول اللہؐ کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی موجودگی کے واقعات ستّر کی تعداد میں اور تنہا صحابہ کرام کے واقعات ۱۵۰ کی تعداد میں ہیں۔

ب: علمائے اصول کا کہنا ہے کہ دور رسالت میں کسی شخص کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ جب تک تخصیص کی دلیل نہ ہو، دوسرے کے لئے بھی ثابت ہوگا اور معترضین نے تخصیص کی کوئی دلیل نقل نہیں کی ہے۔

ج: ائمہ حدیث وفقہ بخاری اور ابن حجر وغیرہ نے ان واقعات کو مخصوص نہیں شمار کیا ہے جو بخاری شریف کے ابواب اور ابن حجر کی تشریحات سے واضح ہے۔

تیسرا اعتراض

حدیث کے اندر مذکور میل جول کے واقعات شرعی ضرورتوں کی بنیاد پر تھے اور ضرورتیں ممنوعات کو مباح کردیتی ہیں۔

اس کے جوابات درج ذیل ہیں:

الف: اگر میل جول حرام تھا تو حرمت کی دلیل کیا ہے؟

ب: معترضین میل جول کی روایات پر غور کر کے ان روایات کی تعداد بتائیں جن میں کوئی ضرورت موجود رہی ہو۔ واضح رہے کہ اس سے وہ شرعی ضرورت مراد ہے جو ممنوعات کو مباح کر دیتی ہے۔

ج: اگر یہ واقعات شرعی ضرورتوں کی بنیاد پر تھے تو ائمہ حدیث وفقہ جیسے بخاری وابن حجر وغیرہ کی نگاہوں سے یہ چیز کیسے پوشیدہ رہی؟ انھوں نے تو ان سے عمومی احکام مستنبط کیے ہیں۔

چوتھا اعتراض

عہد رسالت کا معاشرہ انتہائی پاکیزہ اور فتنہ سے محفوظ تھا جب کہ ہمارا معاشرہ اخلاقی انارکی اور فتنوں کی آماجگاہ ہے۔

اس کے جوابات یوں ہیں:

الف: ہمیں تسلیم ہے کہ صحابہ کرامؓ کا معاشرہ پاکیزہ تھا کہ وہ خیر القرون کا زمانہ تھا جیسا ارشاد رسالت مآبؐ ہے لیکن ہر معاشرہ میں اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں اور کمزور بھی۔ مدنی معاشرہ میں بھی انسانوں کے مختلف نمونے موجود تھے۔ ان میں ابو بکر و عمر جیسے بھی تھے اور مولفۃ القلوب جیسے کمزور بھی۔ اور دیہات کے وہ بدوی بھی تھے جنھوں نے بظاہر تو اسلام قبول کیا تھا لیکن ان کے دلوں میں ایمان جاگزیں نہیں ہوا تھا۔ مغرور نوجوان بھی تھے اور پکے منافق بھی۔ ایسے بھی تھے جن میں تھوڑا بہت نفاق بھی تھا۔ یہ سارے نمونے مسجد میں حاضر ہوتے اور حج میں شریک ہوتے تھے۔

ب: ہماری گفتگو اس سنجیدہ، باوقار اور بامقصد میل جول سے ہے جہاں شرعی آداب کی بھرپور رعایت بھی ہو۔ ہمارا روئے سخن ان مسلمانوں کی جانب ہے جو اپنے رسولؐ کی اتباع کے انتہائی شوقین ہیں۔ جو ہر دن پانچ مرتبہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں جب کہ ان میں کمزور بھی ہیں اور طاقتور بھی۔ رہے مسلمانوں کی آبروؤں کی گھات میں بیٹھے منافقین، تو ہمارے دور میں بھی ہر حال میں وہ فحش اور اخلاق سوز میل جول رکھتے ہیں اور انھیں ہماری گفتگو سے کوئی مطلب بھی نہیں۔

ج: معاشرہ کے بگاڑ اور انارکی کے پیش نظر اگر میل جول کے میدانوں میں تنگی کرنی ضروری ہی

ہو تو مسلم مرد و عورت کو بگاڑ کے نتائج سے محفوظ رکھنے کے حدود میں تنگی ہونی چاہیے نہ کہ تمام میدان میں میل جول کو بالکلیہ حرام قرار دینے کا فیصلہ صادر کر دینا چاہیے۔

دوم: میل جول کی ممانعت میں پیش کیے جانے والے دلائل کا جائزہ

پہلی دلیل

آیت کریمہ ہے "وقرن فی بیوتکن"۔

اس کے جوابات درج ذیل ہیں:

الف: یہ آیت اپنی ماقبل اور مابعد آیات کے ساتھ ازواج مطہرات کو مخاطب کرتی ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: (......ارشاد ربانی ہے "وقرن فی بیوتکن" حقیقی حکم ہے جس کے مخاطب ازواج مطہراتؓ ہیں۔)(۲)

ب: ازواج مطہرات کے ساتھ اس حکم کے مخصوص ہونے کی دلیل یہ بات بھی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ازواج مطہراتؓ کو حج کرنے سے برابر روکا اور صرف اپنے آخری حج میں انھیں حج کی اجازت دی۔(۳)

ج: اگر بالفرض ہم تسلیم بھی کرلیں کہ آیت کریمہ کا حکم مسلم خواتین کے لئے عام ہے تو کیا سنت نبویؐ قرآن کریم کی تشریح نہیں کرتی؟ مرد و عورت کے میل جول سے متعلق وارد شدہ روایات واضح طور پر بتاتی ہیں کہ گھر کے اندر رہنے کے حکم پر دور رسالت میں مسلم خواتین نے کس طرح عمل کیا اور سماجی زندگی میں میل جول سے یہ حکم کسی طرح مانع نہیں تھا۔

دوسری دلیل

آیت کریمہ ہے!

"واذا سألتموهن متاعا فاسئلوهن من وراء حجاب. ذلك اطهر لقلوبكم وقلوبهن".

اس کے جوابات درج ذیل ہیں:

الف: اس آیت میں مذکور حجاب سے مراد وہ پردہ ہے جس کے پیچھے پردہ نشیں عورت بیٹھتی ہے اور پردہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ ازواج مطہرات کی اجنبی مردوں سے گفتگو اس طرح پردے کے پیچھے

ہو کہ وہ ازواج مطہرات کی شخصیت کو نہ دیکھ سکیں۔ لفظ حجاب کا استعمال ہماری گفتگو میں اسی مفہوم میں ہے۔ قرآن و سنت میں یہی مفہوم وارد ہے! ڈھیلے ڈھالے کپڑے سے عورت کے جسم کو پوشیدہ رکھنا اس کا مفہوم نہیں ہے اور دونوں کے حکم میں بہت فرق ہے۔ پہلا مفہوم جو صحیح مفہوم ہے ازواج مطہراتؓ کی خصوصیات ہیں اور دوسرا مفہوم جو رائج و مشہور ہے عام مومن خواتین کی ذمہ داری ہے اور دونوں مفہوم نیز دونوں حکموں کے درمیان خلط ملط نہیں ہونا چاہیے۔

ب: یہ آیت پوری وضاحت سے بتاتی ہے کہ یہاں خطاب ازواج مطہرات سے ہے۔ خود آیت کے آخیر میں جو بات بتائی گئی ہے، ہمارے نزدیک فرضیت حجاب کی علت راجح طور پر وہی بنتی ہے۔ ارشاد ہے۔ "وماکان لکم ان توذوا رسول الله ولا ان تنکحوا أزواجه من بعده ابدا ان ذٰلکم کان عندا لله عظیما"۔ (اور تمھیں جائز نہیں کے تم رسولؐ اللہ کو کسی طرح بھی تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ کہ آپ کے بعد آپ کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔ بے شک یہ اللہ کے نزدیک بہت بُری بات ہے۔

اور خصوصیت یہاں مردوں سے ہمہ وقت پردہ کرنے کی ہے۔ موقع موقع سے پردہ تو عام مومن خواتین کے لئے مشروع ہے جس طرح مردوں سے ان کا میل جول مشروع ہے۔

ج: روایاتِ حدیث واضح طور پر بتاتی ہیں کہ دورِ رسالت میں زندگی کے مختلف میدانوں میں بغیر کسی پردہ یعنی مرد و عورت کو علاحدہ علاحدہ کرنے والے ستر کے بغیر مومن خواتین مردوں سے ملتی تھیں۔

تیسری دلیل

حدیث شریف میں ہے: عورتوں کے پاس جانے سے گریز کرو، ایک انصاری صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! دیور کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: دیور تو موت ہے۔ (۴)

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں عورت کے ساتھ تنہائی سے روکا گیا ہے دوسروں کی موجودگی میں عورتوں کے پاس جانے کی ممانعت نہیں ہے۔ اس کی تائید درج ذیل امور سے ہوتی ہے۔

الف: بخاری، ترمذی جیسے ائمہ حفاظ حدیث اور ابن حجر اور نووی جیسے ائمہ شراح حدیث نے یہی مفہوم مراد لیا ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان یہ قائم فرمایا ہے "کسی عورت کے ساتھ سوائے محرم کے کوئی مرد تنہائی نہ اختیار کرے اور شوہر کی موجودگی کے بغیر عورت کے پاس جانا" اس

عنوان کے تحت مذکورہ حدیث نقل کی گئی ہے اور اس کے بعد دوسری حدیث نقل فرمائی ہے کہ کوئی مرد محرم کے بغیر کسی عورت کے ساتھ تنہائی نہ اختیار کرے۔(۵)

ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے: (دیور موت ہے) کہا گیا ہے کہ اس سے مراد دیور کے ساتھ خلوت ہے جو وقوع معصیت کی صورت میں ہلاکت دین اور وقوع معصیت کے ساتھ وقوع رجم کی صورت میں حقیقتاً موت کا سبب بنتی ہے۔(۶)

صحیح مسلم شرح میں علامہ نووی لکھتے ہیں: (...... فرمان رسولؐ کسی اجنبی کا مقابلہ اس پر نکیر نہ ہونے کی وجہ سے "دیور موت ہے" کا مفہوم یہ ہے کہ بمقابلہ دوسرے اس سے خطرہ زیادہ ہے اور عورت تک رسائی اور خلوت کے پورے امکان کی بنا پر کسی فتنہ کے وقوع کا اندیشہ بھی اس سے زیادہ ہے۔(۷)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد شوہر کا بھائی ہے۔ گویا اس کے ساتھ خلوت ناپسند کی گئی ہے۔(۸)

ب: حدیث سے خلوت کی ممانعت کا مفہوم مراد لینا اس لئے بھی ضروری ہے تاکہ اس حدیث اور دیگر ان احادیث کے درمیان جمع و تطبیق ممکن ہو سکے جن سے خلوت کے بغیر عورت کے پاس جانے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

چوتھی دلیل

حضرت انسؓ کی حدیث ہے: کہ نبی کریمؐ مدینہ میں ازواج مطہراتؓ اور ام سلیمؓ کے گھر کے علاوہ کسی اور کے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ آپؐ سے دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اس کے بھائی میرے ساتھ قتل کر دئے گئے۔ میں اس کی غمخواری و دلجوئی کرتا ہوں۔(بخاری و مسلم۔۹)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا مفہوم میل جول و ملاقات سے متعلق ان بے شمار احادیث کی روشنی میں سمجھنا چاہیے جو بتاتی ہیں کہ رسول اللہؐ مدینہ میں بیشتر گھروں میں تشریف لے جاتے تھے چونکہ ام سلیمؓ کے گھر میں کثرت سے اور بار بار تشریف لے جایا کرتے تھے اس لئے صحابہ کرامؓ کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی اور اس سلسلہ میں انھوں نے دریافت کیا۔

پانچویں دلیل

حضرت ام سلمہؓ کی حدیث ہے: میں رسول اللہؐ کے پاس تھی، حضرت میمونہ بھی ان کے پاس تھیں کہ ابن ام مکتومؓ آئے، اس سے قبل پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا: تم دونوں ان سے پردہ کرو۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا وہ نابینا نہیں ہیں۔ وہ ہمیں نہ دیکھتے ہیں نہ پہچانتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ تم دونوں اسے نہیں دیکھ رہی ہو۔ (۱۰) الف)

اس کے درج ذیل جوابات ہیں:

الف: اس حدیث میں مذکورہ دونوں خواتین ازواج مطہراتؓ میں سے تھیں اور آیت کریمہ، "فاسئلوهن من وراء حجاب ذلکم اطهر لقلوبکم وقلوبهن" کا مفہوم یہ ہے کہ مردوں کے دلوں کے لئے پاکیزگی یہی ہے کہ ازواج مطہراتؓ پر ان کی نگاہ نہ پڑے اور ازواج مطہراتؓ کے دلوں کے لئے پاکیزگی یہی ہے کہ مردوں پر ان کی نگاہ نہ پڑے۔ اسی لئے رسول اللہؐ نے ان دونوں سے یہ بات فرمائی۔ لہٰذا اس معاملہ کا تعلق ازواج مطہرات کے پردہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

ب: اگر رسول اللہؐ نے فرضیت حجاب کی وجہ سے بعض ازواج مطہرات کو ابن مکتومؓ کی جانب دیکھنے سے منع فرمایا تو فاطمہ بنت قیس سے آپؐ ہی نے یہ بھی فرمایا: "اپنے چچازاد بھائی ابن ام مکتوم کے گھر میں عدت گزارو وہ نابینا ہیں (۱۰۔ب) یعنی ایک گھر میں اور ایک چھت کے نیچے عدت کی پوری مدت گزاری جائے۔ یہاں ابن ام مکتوم سے فاطمہ بنت قیس کا میل ملاپ کسی ایک لمحہ یا چند لمحات تک نہیں پوری عدت کے دوران تھا اور بلاشبہ ان کی نگاہ ابن ام مکتوم پر پڑتی ہو گی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث میں ممانعت کا حکم امہات المومنین کے ساتھ مخصوص ہے۔

چھٹی دلیل

ابو حمید الساعدی کی زوجہ ام حمید کی حدیث ہے کہ وہ رسول اللہؐ کے پاس آئیں اور بولیں: یا رسول اللہ میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ اپنے مخصوص کمرہ میں تمہاری نماز حجرہ میں نماز سے بہتر ہے اور اپنے گھر میں تمہاری نماز اپنی قوم کی مسجد سے بہتر ہے اور اپنی قوم کی مسجد میں تمہاری نماز جامع مسجد کی نماز سے بہتر ہے۔ (۱۱)

اس کے درج ذیل جوابات ہیں:

اس سے مقصود چھپ کر نماز کی ادائیگی ہے۔ مردوں کی نگاہوں سے عورت کی پوشدگی نہیں ہے۔

اس کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ کسی عورت کو تمام نمازوں میں مسجد جانے کا شوق ہو حالانکہ سری نمازوں میں خاموش قرأت اور جہری نمازوں میں امام سے عورت کی دوری صف کی وجہ سے امام کی قرأت کی سماعت اس کے لئے ممکن نہ ہو ایسی صورت میں یہ شوق عورت کے لئے باعث مشقت بھی ہے۔

اس سے مقصود یہ ہے کہ نماز کی حرکات رکوع وسجدہ وغیرہ کو مردوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھا جائے۔ عبادت کو عام حالات میں پوشیدہ رکھنا چاہیے تاکہ وہ خالص اللہ کے لئے ہو ریا وشہرت سے حفاظت ہو اور گھر کی زینت عبادت سے بڑھائی جا سکے۔ اللہ کے رسول کا فرمان ہے کہ "اپنے گھروں میں بھی نمازیں پڑھو اور انھیں قبرستان نہ بناؤ" یہ مفہوم اپنی تینوں وجوہات کے ساتھ میرے نزدیک زیادہ راجح ہے اور اس طور پر قرآن کی سماعت اور حصول علم کو حرکات نماز کی پوشیدگی، عبادت کے اخفاء اور نیکی کے کاموں سے گھروں کی آراستگی پر ترجیح ہوگی۔

اگر اس کا مفہوم یہی ہوتا ہے کہ مردوں سے عورتوں کو دور رکھا جائے تو پھر اعتکاف کے لئے مسجد میں حاضری، حج میں شرکت، نماز جنازہ میں شرکت، مسجد آکر نماز کسوف اور علمی مجلسوں میں شرکت نیز مسجد کی خدمت وغیرہ کی اجازت عورت کو حاصل نہ ہوتی۔

اگر مسجد کے مقابلہ گھر کے اندر نماز عورت کے لئے زیادہ افضل ہوتی تو کبار صحابیات کا عمل اس پر بدرجہ اولیٰ ہوتا اور بچہ کے رونے کی آواز سن کر نماز میں تخفیف اسی طرح عشاء میں تاخیر کو افضل سمجھتے ہوئے بھی حضرت عمرؓ کے ارشاد "عورتیں اور بچے سو گئے" پر ایک غیر افضل کام کی وجہ سے افضل کو چھوڑتے ہوئے نماز میں جلدی کے بجائے آپ ﷺ ان خواتین کی توجہ اس افضل عمل کی طرف مبذول فرماتے۔

ساتویں دلیل

حدیث شریف میں ہے: رات میں عورتوں کو مسجد جانے کی اجازت دو (بخاری) (۱۲)

رات میں اجازت دینے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس وقت عورتوں کے لئے زیادہ پردہ ہوتا ہے، مرد انھیں نہیں دیکھ پاتے ہیں۔

اس کے جوابات ملاحظہ ہوں:

الف: اس حدیث کی تشریح میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: لفظ "رات کے وقت" سے اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ لوگ انھیں دن کے وقت نہیں روکا کرتے تھے کیونکہ رات ہی کے وقت اندیشے ہوتے تھے۔ اسی لئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا تھا کہ ہم انھیں اجازت نہیں دیں گے کہ وہ ہمیں دھوکا دیں...... اور کرمانی فرماتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ رات کی قید لگانے کا مفہوم یہ ہے کہ دن میں ممانعت ہے۔ جمعہ بھی دن والی نماز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مفہوم موافق کا اعتبار ہوگا کیونکہ جب انھیں رات میں جبکہ اندیشہ کا گمان ہوتا ہے، اجازت دی گئی تو بطریق اولیٰ دن کی اجازت معلوم ہوئی۔ بعض احناف نے اس کے برعکس مفہوم مراد لیا ہے۔ ظاہر حدیث کا لحاظ کرتے ہوئے انھوں نے کہا ہے کہ رات کی قید اس لئے ہے کہ غلط لوگ رات کے وقت اپنے فسق وفجور میں مشغول ہوتے ہیں، دن میں وہ ہر جگہ پھیلے ہوتے ہیں۔ یہ بات اگرچہ ممکن ہے لیکن اندیشہ کا گمان رات کے وقت زیادہ شدید ہوا کرتا ہے اور پھر رات کے وقت سارے غلط لوگ تو مشغول نہیں ہوتے دن کے وقت انھیں اپنی رسوائی اور لوگوں کی جانب سے رکاوٹ ودفاع کا بھی خطرہ رہتا ہے اور بہت سے لوگ اسے دیکھ بھی رہے ہوتے ہیں۔ (۱۳)

ب: یہ بھی راجح ہے کہ رات کی نمازوں کے لئے عورتیں کثرت سے اجازت طلب کرتی ہیں تاکہ جہری نمازوں میں رسول اللہؐ کی تلاوت سننے کا انھیں موقع ملے متعدد احادیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ مومن خواتین فجر کی نماز میں رسول اللہؐ کے ساتھ شریک ہوتی تھیں......"۔ (بخاری ومسلم) (۱۴)

آٹھویں دلیل

حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث ہے ”...... مردوں کے لئے سب سے بہترین پہلی صف ہے اور کمترین آخری صف ہے اور عورت کے لئے سب سے بہتر آخری صف ہے اور سب سے کمتر پہلی صف ہے۔(مسلم)(۱۵)

معترضین کا خیال ہے کہ عورتوں کو مردوں کی صفوں سے دور رہنے کی ترغیب دی گئی۔ مسجد جس کا انتہائی عظیم مقام ہے اور جہاں مرد و خواتین عبادت میں مشغول ہوتے ہیں وہاں کے لئے جب یہ حکم ہے تو مسجد سے باہر زندگی کے دیگر میدانوں میں مردوں کے مقامات سے عورتوں کی دوری بدرجہ اولیٰ ہونی چاہیے۔

اس کے جوابات یوں ہیں:

الف: حدیث میں نماز و جماعت کے مخصوص آداب بتائے گئے ہیں۔ نماز کے لئے جمع ہونے کی جو خصوصیات ہیں وہ دیگر اجتماعات سے ممتاز ہیں لہذا وہاں موجود لوگوں کے درمیان ایسی مشترک گفتگو کی ضرورت نہیں ہوتی جو اختلاط و قربت کی متقاضی ہو۔

ب: عبادت کے مخصوص لمحات میں انسان کا دل ہر مشغلہ سے فارغ ہونا چاہیے۔ یہ مشغلہ دل میں آنے والے ہر خیال کے دور کرنے کی کوشش کی شکل میں ہو یا معمولی و اہم کسی خیال کی پرورش ہو۔ عورتوں سے مردوں کی دوری عبادت و ذکر کے لئے دل کی فراغت میں معاون بنتی ہے۔

ج: اس قسم کی دوری کے نماز جماعت کے ساتھ مخصوص ہونے کی دلیل یہ ہے کہ عورت جب اپنے والد، اپنے بھائی یا اپنے محرم کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھتی ہے تو مردوں سے پیچھے علاحدہ صف میں وہ کھڑی ہوتی ہے۔

نویں دلیل

حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث ہے: مردوں کے لئے تسبیح ہے اور عورتوں کے لئے تالی بجانا۔
(بخاری و مسلم)(۱۶)

اس حدیث سے معترضین کا استدلال یہ ہے کہ عورت کے لئے اس طرح آواز بلند کرنا کہ

مرد سن لیں، حرام یا مکروہ ہے۔

اس کے جوابات یہ ہیں:

الف: اس حدیث میں بھی نماز کے کچھ آداب بتائے گئے ہیں، ان کا تعلق صرف نماز سے ہے کیونکہ دوران نماز ہر مشغلہ اور ہر خیال سے دل کو خالی ہونا چاہیے۔ امام سرخسی فرماتے ہیں: (نماز میں مناجات ہوتی ہے لہذا شہوت کی کسی بھی چیز سے دل کو خالی رکھنا چاہیے) (۱۷) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: (عورت کو تسبیح کہنے سے روکا گیا کیونکہ نماز میں آواز نیچی رکھنے کا اسے حکم دیا گیا ہے تاکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو) (۱۸)

قرآن کریم نے تو مرد و عورت کے درمیان گفتگو کے آداب کی بھی ہمیں یہی تعلیم دی ہے "فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض" (تو تم بولی میں نزاکت مت اختیار کرو کہ (اس سے) ایسے شخص کو خیال (فاسد) پیدا ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے۔

ب: احادیث سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کے تمام امور میں اچھے ڈھنگ سے عورتیں مردوں سے گفتگو کرتی تھیں، اس کی تفصیل کتاب کے مختلف مقامات پر دیکھا جاسکتی ہے۔

دسویں دلیل

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: "اگر نبی اکرمؐ یہ دیکھتے کہ عورتوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے تو ضرور انھیں روک دیتے) جیسا کہ خواتین بنی اسرائیل کو روک دیا گیا تھا۔ (بخاری و مسلم) (۱۹)

اس حدیث سے معترضین عورتوں کو مسجد جانے کی ممانعت پر استدلال کرتے ہیں:

اس کے جوابات درج ذیل ہیں:

الف: عورتوں کو زیبائش و آرائش کرتے ہوئے دیکھ کر حضرت عائشہؓ نے یہ بات فرمائی جو تنبیہ کے طور پر تھی نہ کہ ارشاد رسولؐ "عورتوں کو مسجدوں کے حق سے نہ روکو" کے لئے نسخ کی حیثیت رکھتی ہے۔ (مسلم) (۲۰)

شریعت کا یہ اصول ہے کہ شرعی احکام کسی شخص خواہ اس کا مقام علم و دین اور شرف صحابیات میں کتنا ہی بلند ہو، کی بات سے منسوخ نہیں ہوتے۔ مدونہ کبریٰ میں ہے (میں نے کہا کہ عورتوں کے مسجد جانے کو امام مالکؒ ناپسند کرتے تھے؟ انھوں نے کہا: مسجد نکلنے کے سلسلہ میں امام مالک فرمایا

کرتے تھے: انھیں مسجد جانے سے نہیں روکا جائے گا۔(۲۱)

حضرت عائشہؓ کے ارشاد بالا کے تقریباً ایک صدی بعد امام مالکؒ کی رائے سامنے آئی جن کے مسلک کے دلائل میں ایک مشہور دلیل اہل مدینہ کا عمل بھی ہے۔

ب: حضرت عائشہؓ کی اس حدیث کی تاویل چند علماء نے بہترین انداز سے کی ہے جو ہم درج ذیل کرتے ہیں:

ابن حزم فرماتے ہیں (نبی اکرمؐ نے عورتوں کی نئی پیدا کردہ چیزوں کو نہیں دیکھا اور انھیں منع نہیں فرمایا۔ جب آپؐ نے منع نہیں فرمایا تو انھیں روکنا بدعت اور غلطی ہے...... یہ نئی پیدا کردہ چیز بھی بعض خواتین ہی کی طرف سے تھی لہذا جن عورتوں نے ایسا نہیں کیا انھیں ایسا کرنے والیوں کے باعث خیر سے روک دینا درست نہیں ہے......(۲۲)

ابن قدامہ فرماتے ہیں (......رسول اللہؐ کی سنت زیادہ لائق اتباع ہے اور حضرت عائشہؓ کا قول "نئی چیز پیدا کردینے والی عورتوں ہی کے ساتھ مخصوص ہے" بلا شبہ ایسی عورتوں کے لئے باہر نکلنا مکروہ ہے۔(۲۳)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: (...... بعض لوگوں نے عورت کو مطلق روکنے کے سلسلہ میں حضرت عائشہ کے قول کو دلیل بنایا ہے جو محل نظر ہے کیونکہ اس کی بنیاد پر حکم میں تبدیلی نہیں آتی کیونکہ انھوں نے اس حکم کو ایک ایسی شرط سے وابستہ کیا ہے جو ان کے خیال کے مطابق نہیں پائی گئی تھی۔ انھوں نے فرمایا: "اگر آپؐ دیکھتے تو منع فرماتے" اس کا مفہوم یہ ہوا کہ نہ آپؐ نے دیکھا اور نہ منع فرمایا۔ لہذا پہلا حکم ہی باقی رہا۔ حتی کہ خود حضرت عائشہؓ نے بھی ممانعت کی تصریح نہیں فرمائی اگرچہ ان کی بات سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ ان کی رائے ممانعت کی تھی اور اللہ تعالیٰ کو تو یہ معلوم تھا کہ آئندہ کیا پیش آنے والا ہے لیکن اس نے اپنے نبی کو عورتوں کے سلسلہ میں ممانعت کا حکم نہیں دیا۔ اگر عورتوں کی نئی پیدا کردہ چیزیں مسجد سے انھیں روکنے کا تقاضہ کرتی ہیں تو دوسری جگہوں مثلاً بازار وغیرہ سے ان کے لئے ممانعت تو بدرجہ اولیٰ ہونی چاہیئے۔ نیز یہ نئی پیدا کردہ چیز بعض عورتوں کی ہی طرف سے پیش آئی تھی۔ اگر ممانعت کا حکم متعین بھی ہو جائے تو ایسی ہی عورتوں کے لئے ہونا چاہیے۔ بہتر تو یہ ہے کہ بگاڑ و انارکی کے خدشہ کو پیش نظر رکھا جائے اور اس سے بچنے کی کوشش کی

جائے کہ زینت و آرائش کی ممانعت سے رسول اللہ گا اشارہ بھی اسی جانب ہے......)(۲۴)

ج: آج کے دور میں کھیل و تفریح کے مقامات پر جس بے پردگی کے ساتھ عورتیں جاتی ہیں، فحش میڈیائی یلغار کا جس طرح وہ نشانہ بن رہی ہیں، ذرائع ابلاغ گھروں کے اندر داخل ہو چکے ہیں اور عورتوں کے دل و دماغ میں نقب زنی کر رہے ہیں اور صرف مسجد باقی رہ گئی ہے جہاں عورتیں نہیں پہنچتیں۔ اگر حضرت عائشہؓ کی نگاہوں میں یہ منظر آتا تو کیا وہی بات وہ فرماتیں؟ یا یہ فرماتیں (اگر رسول اللہؐ نے عورتوں کی موجودہ حالات کو دیکھا ہوتا تو ضرور انھیں مسجد جانا ضروری قرار دیا ہوتا؟) اور یہ بات ترغیب کے طور پر ہوتی جس طرح پچھلی بات تنبیہ کے طور پر تھی تاکہ عورتیں کچھ وقت فتنہ کے ماحول سے دور وقار و پاکیزگی کے اندر گزاریں، ان کے دل اللہ کی یاد سے لرزاں ہوں، انھیں دین کا فہم و شعور حاصل ہو اور فحش و ہیجان انگیز چیزوں سے انھیں تحفظ حاصل ہو سکے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نئی بگاڑ کی ممانعت ضروری ہے اور بس۔ اللہ کا اصل حکم ہمیشہ برقرار رہے گا۔

گیارھویں دلیل

حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے کہ میں نے دریافت کیا: یا رسول اللہؐ! کیا عورتوں پر بھی جہاد ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں ان پر ایسا جہاد ہے جس میں قتال نہیں ہے۔ یعنی حج ہے اور عمرہ۔ (ابن ماجہ۔ ۲۵)

اس حدیث سے معترضین کا استدلال یہ ہے کہ شریعت کا رجحان مردوں سے عورتوں کے میل جول کو روکنے کی جانب ہے۔ جہاد کی عظمت و فضیلت کے باوجود عورتوں کو اس سے روکا گیا ہے کیونکہ وہ عورتوں سے مطلوبہ پردہ اور مردوں سے گریز کے خلاف ہے۔ معترضین کا یہ بھی کہنا ہے کہ ابتدائی غزوات میں بعض صحابیات کا نکلنا ضرورتاً اور مردوں کی قلت تعداد کی وجہ سے تھا۔

اس کے جواب میں ہم عرض کریں گے:

الف: خود حدیث عورتوں پر جہاد کے عدم فرضیت کی اشارہ کر رہی ہے کہ وہ (قتال) عورت کی نازک ساخت سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ اسی لئے آپؐ نے فرمایا کہ ایسا جہاد جس میں قتال نہیں ہے" آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ ایسا جہاد جس میں اختلاط نہیں ہے۔ پھر حج و عمرہ عورت کو تنہائی تو فراہم نہیں کرتے تو جو یہ معترضین پیش کرنا چاہ رہے ہیں۔ وہاں بھی ادائیگی مناسک کے دوران مرد و عورت کا

میل جول رہتا ہے بلکہ وہاں تو ایسی شدید بھیڑ بھاڑ بھی ہوتی ہے جس کی مثال زندگی کے کسی دوسرے میدان میں دیکھنے کو نہیں ملتی۔

ب: نبویؐ غزوات میں بعض خواتین کے نکلنے کی کون سی ضرورت تھی؟ان کی جگہ پر وہ بوڑھے اور بچے بھی تو جاسکتے تھے جو اچھی طرح قتال نہیں کرسکتے؟اگر ہم تسلیم کر بھی لیں کہ ابتدائی غزوات میں مردوں کی قلت تعداد کی وجہ سے ضرورت تھی؟ تو بعد کے غزوات مثلاً خیبر وحنین میں جہاں مردوں کی تعداد بے شمار تھی، کون سی ضرورت تھی۔

ج: جہاد میں عورتوں کی شرکت سے متعلق وارد روایات میں بار بار لفظ (تھے) اور (تھی) کا استعمال ہوا ہے جو اس بات کی طاقتور دلیل ہے کہ عورتوں کی شرکت کا عام معمول تھا۔اس سے استمراری حیثیت حاصل تھی اور نبیؐ کے آخری دور میں بھی وہ حکم منسوخ نہیں ہوا۔

د: ابن بطال اور ابن حجر دونوں بخاری کی شرح میں کہتے ہیں کہ جہاد عورتوں پر اس طرح واجب نہیں تھا جس طرح مردوں پر واجب تھا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ عورتوں پر حرام تھا بلکہ انھیں رضاکارانہ شرکت کا اختیار تھا۔(۲۶)

بارہویں دلیل

حدیث شریف میں ہے: عورت پوشیدہ شے ہے جب وہ نکلتی ہے تو شیطان نگاہ اٹھا اٹھا کر اسے دیکھتا ہے۔(ترمذی)(۲۷)

اس کے جوابات ملاحظہ ہوں:

الف: اگر معترضین کا یہ خیال ہے کہ عورت کا بلاضرورت نکلنا حرام یا مکروہ ہے تو سوال یہ ہے کہ حرمت وکراہیت کیونکر ہو سکتی ہے جب کہ رسول اللہؐ عورتوں کو نماز کے لئے مسجد جانے سے روکنے سے مردوں کو منع فرماتے تھے حالانکہ یہ معلوم ہے کہ مسجد میں عورتوں کی نماز نہ تو ضرورت ہے اور نہ حاجت؟اور اگر معترضین یہ کہتے ہیں کہ بلاضرورت عورت کا نکلنا خلاف اولیٰ ہے تو سوال یہ ہے کہ خلاف اولویت کیسے ہو سکتی ہے؟رسول اللہؐ توام حرام کے حق میں غازیان سمندر کے ساتھ راہ خدا میں جہاد کے لئے دعا فرما رہے ہیں۔(۲۸)

ب: جب یہ بات ثابت ہوئی کہ کسی ضرورت یا حاجت اور تحسین کی بنا پر اپنے گھر سے عورت کا نکلنا حرام یا مکروہ یا خلاف اولی نہیں ہے تو پھر حدیث کا کیا مفہوم ہے؟ حدیث عورت کے قابل ستر ہونے کو شیطان کی نگاہیں اٹھا کر دیکھنے کو مربوط کر رہی ہے لہذا یہاں ستر عورت میں کوتاہی پر عورت کے لئے تنبیہ ہے (پس وہ شریعت کی حلال کردہ مقدار کے علاوہ نہ زینت آرائی کرے نہ خوشبوئیں اڑائے نہ ناز وانداز سے چلے نہ شیریں کلامی اپنائے) اور میل جول کے آداب کی رعایت میں کوتاہی پر مردوں کی تنبیہ ہے۔ جن سے عورت کو تحفظ حاصل ہوتا ہے فتنوں کا اندیشہ ختم ہوتا ہے اور شیطان ذلیل ورسوا ہو کر بھاگتا ہے۔

ج: رسول اللہؐ نے ایک دوسری حدیث میں بھی عورت کے نکلنے کو شیطان سے مربوط کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: "عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے"۔(۲۹) یہ عورت کی آمد ورفت کے جلو میں چلنے والے فتنوں کی جانب اشارہ ہے اور اس فتنہ کا علاج بھی اسی حدیث میں رسول اللہؐ نے بیان فرمایا ہے "تو جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو دیکھے تو اپنی زوجہ کے پاس آکر تسکین خواہش کرلے اس طرح اس کے دل میں در آنے والا خیال دور ہو جائے گا" یعنی علاج یہ ہے نفس پر کنٹرول اور نگاہ نیچی رکھ کر اپنی بیوی کے پاس چلا آئے جہاں اپنی ضرورت کی تکمیل کرلے اور شیطان کا وسوسہ ختم کر ڈالے۔ علاج یہ نہیں ہے کہ عورت کو گھر میں بند کر دیا جائے اور نکلنے پر پابندی لگادی جائے۔

اس مفہوم کی تائید دور رسالت کی سماجی زندگی میں عورتوں کی شرکت کے سینکڑوں دلائل سے ہوتی ہے۔

د: حدیث میں فتنۂ خواتین سے چوکنا رہنے کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ دیگر احادیث میں مال واولاد کے فتنہ سے متنبہ کیا گیا ہے۔ یہ فتنہ ایک عام فتنہ ہے جس کے ذریعہ اللہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔ مومن مرد وعورت کی ذمہ داری ہے کہ سنجیدگی اور سرگرمی کے ساتھ زندگی کی راہ پر چلیں، مال اور اولاد بھی ان کے پاس ہوں سنجیدہ اور بہتر زندگی کے تقاضوں کے مطابق مرد وعورت کے درمیان میل جول بھی ہو اور ساتھ ہی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ فتنہ سے وہ چوکنا رہیں تا کہ اللہ کی آزمائش میں وہ کامیاب اتریں۔

تیرہویں دلیل

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے پوچھا: عورت کے لئے سب سے بہتر کیا چیز ہے؟ وہ بولیں: "نہ وہ کسی مرد کو دیکھے اور نہ کوئی مرد اسے دیکھے۔ آپؐ نے انھیں اپنے جسم سے چمٹالیا اور فرمایا: خاندان کا بعض بعض سے تعلق رہتا ہے۔ (۳۰)

اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ عورت کے لئے اپنے گھر میں رہنا سب سے بہتر ہے۔ وہ صرف دو ہی بار گھر سے نکل سکتی ہے۔ ایک بار اپنے والد کے گھر سے شوہر کے گھر کے لئے اور دوسری بار شوہر کے گھر سے قبر کے لئے۔

اس کا جواب یہ ہے:

الف: حدیث کی سند ضعیف ہے! اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ احیاء علوم الدین کی تخریج احادیث میں حافظ عراقی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں: (بزار اور دار قطنی نے "افراد" میں حضرت علی کی روایت سے ضعیف سند سے اسے روایت کیا ہے۔ (۳۱)

ب: یہ حدیث بخاری و مسلم کی دسیوں احادیث سے متعارض ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبویؐ میں مرد و عورت ایک دوسرے سے ملتے تھے اور دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے تھے۔

چودہویں دلیل

حضرت فاطمہ بنت قیس سے روایت ہے کہ عمرو بن ابو حفص نے انھیں طلاق بائن دے دی..... جب وہ رسول اللہؐ کے پاس آئیں اور یہ بات بتائی تو آپؐ نے فرمایا: تمہارا نفقہ ان کے اوپر نہیں ہے۔ پھر انھیں ام شریک کے گھر میں عدت گزارنے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا: ان کے پاس میرے بہت سے اصحاب آتے جاتے ہیں۔ ابن ام مکتوم کے پاس تم عدت گزارو وہ نابینا شخص ہیں۔ تم ان کے نزدیک اپنے کپڑے رکھ سکتی ہو (اور ایک روایت میں ہے (۳۲) مجھے ناپسند ہے کہ تمہارا دوپٹہ ڈھلک جائے یا پنڈلی سے ازار کھل جائے اور لوگ تمہارے بعض حصے کو دیکھ لیں جو تمھیں ناپسند ہو۔) (مسلم۔ ۳۲،ب)

مخالفین کا خیال ہے کہ ام شریک کے گھر سے آپؐ نے اس لئے روکا کہ وہاں مردوں سے اختلاط پایا جاتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے:

ام شریک کے گھر میں حضرت فاطمہؓ کو عدت گزارنے سے روکنے کی وجہ میل جول سے گریز نہیں ہے کیونکہ اختلاط تو ام شریک کے گھر میں بھی ان کے گھر والوں اور مہمانوں کے ساتھ پایا جاتا تھا۔ پھر یہ اختلاط حضرت فاطمہؓ اور حضرت ام ابن مکتومؓ کے درمیان بھی پایا گیا۔ رسول اللہؐ حضرت فاطمہ بنت قیس کے ساتھ نرمی چاہ رہے تھے تاکہ بھاری بھرکم کپڑوں کے ساتھ دوپٹہ ڈالے ہوئے دن بھر وہ بوجھل نہ بنی رہیں۔ ام شریک کے گھر میں لوگوں کی آمد ورفت ہمیشہ رہتی تھی اس لئے ابن ام مکتوم کے گھر میں بھیجا جہاں کسی مرد کی نگاہ سے بچ کر وہ اپنے کپڑوں میں کمی کر سکتی تھیں لہذا اس معاملہ کا تعلق کپڑوں میں کمی اور آسانی سے ہے، مردوں کے ساتھ میل جول کی ممانعت سے نہیں ہے۔

پندرہویں دلیل

حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ہے کہ یوم النحر کو رسول اللہؐ نے سواری پر اپنے پیچھے حضرت فضل بن عباس کو بٹھایا۔ فضل خوبرو نوجوان تھے، نبی کریمؐ لوگوں کو مسائل بتارہے تھے۔ قبیلہ خثعم کی ایک خوبصورت عورت آئی۔ رسول اللہؐ سے مسئلہ دریافت کرنے لگی، حضرت فضل اسے دیکھنے لگے اور اس کا حسن انھیں پسند آنے لگا۔ رسول اللہؐ متوجہ ہوئے، فضل اسے دیکھ رہے تھے۔ آپؐ نے فضل کی ٹھوڑی پکڑ کر چہرہ دوسری طرف پھیر دیا۔ (بخاری و مسلم) (۴۳)

اس حدیث کا جواب یہ ہے:

الف: نگاہ نیچی رکھنا تمام مومن مردوں کے لئے ادب ہے۔ ادب سے آراستہ ہونے کی کوشش کرنی چاہیے کبھی نفس کا غلبہ ہو جاتا ہے پھر خود ہی خیال آتا ہے اور وہ استغفار کر لیتا ہے اور کبھی غفلت طاری ہو جاتی ہے تو دوسرے احباب اسے یاد دلا دیتے ہیں۔

ب: رسول اللہؐ نے حضرت فضل کا چہرہ تو دوسری جانب پھیر دیا لیکن ان بہت سارے لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے جن سے اسی بات کا امکان تھا جو حضرت فضلؓ سے ہوئی یا کیا حج کے اس موقع پر رسول اللہؐ کے رفیق سفر حضرت فضل بن عباس ہی تنہا شخص تھے جن کو شیطان نے وسوسہ ڈالا اور عورت کی جانب ان کی نگاہ اٹھی۔؟

سوم

مخالفین کے اقوال کا جائزہ

پہلا قول

عورت کی عفت کو اسلام نے اونچا مقام عطا کیا ہے۔ زندگی کے مختلف میدانوں میں مردوں کے دوش بدوش عورتوں کی شرکت سے یہ عفت مجروح ہوتی ہے۔

اس کے جوابات مندرجہ ذیل ہیں:

الف: گھر سے باہر عورت کے لباس اور مردوں کے دوش بدوش عورتوں کی شرکت سے متعلق شریعت نے جو ضوابط مقرر کیے ہیں وہ دراصل عفت ہی کی حفاظت کے لئے ہیں۔ ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیے کہ تنہا یہ ضوابط عفت کی تکمیل کے لئے کافی نہیں ہیں۔ عفت یعنی جسم، حسن و جمال اور خواہشات کی حفاظت کپڑوں یا گھر کی دیواروں سے پوشیدہ رہ کر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کی اہمیت سے انکار نہیں لیکن ساتھ ساتھ دیگر وہ عناصر بھی ضروری ہیں جن سے اخلاق کی تعمیر ہوتی ہے یعنی اللہ اور آخرت کے اوپر ایمان۔ یہ ایمان بدن ہی میں نہیں بلکہ عقل اور دل میں جاگزیں ہوتا ہے۔ باشعور عقل اور پُر خشیت دل اور پوشیدہ و پاکیزہ جسم یہ سب مل کر عفت کی حفاظت کرتے ہیں۔ لہذا قلب خاشع اور دل بیدار پیدا کرنے پر توجہ ہونی چاہیے۔

ب: عفت یقیناً ایک بڑی خوبی ہے اور اعلیٰ صفت ہے لیکن اس کی حفاظت کے لئے صرف گھر کے اندر رہنا ضروری نہیں ہے بلکہ اپنے اور گرد و پیش کے حالات اور ماحول میں رہ کر بھی اس کی حفاظت ہوتی ہے۔ اپنے گھر میں مہمانوں کی خدمت بجالا کر پورے وقار و سنجیدگی کے ساتھ گھریلو ضرورت کے لئے باہر نکل کر اور جہاد کے اندر اپنی فطرت سے ہم آہنگ کاموں میں شرکت کر کے بھی

صحابیات کرام نے عفت کی حفاظت کے اعلیٰ نمونے پیش کئے جو ہمارے لئے قابل تقلید ہے۔

دوسرا قول

مخالفین کا خیال ہے کہ مرد و عورت کے درمیان میل جول اگر جائز ہے تو صرف ضرورت یا حاجت کے وقت۔

اس کا جواب یہ ہے:

الف: ہمارا یہ کہنا کہ ضرورت یا حاجت ہی کے وقت میل جول جائز ہے دراصل یہ دعویٰ ہے کہ میل جول بالکلیہ حرام ہے جن کی اجازت صرف بنیادی ضرورت پر ہو سکتی ہے یا ان کے قائم مقام بننے والی حاجت کی بنیاد پر لیکن قرآن و سنت کے اندر اس دعویٰ کی کوئی دلیل نہیں بلکہ احادیث سے اس دعویٰ کی بھرپور تردید ہوتی ہے۔

ب: کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ضرورت، حاجت یا تحسین کے درجہ کی کسی مصلحت کی تکمیل کے لئے ہی میل جول درست ہے لیکن یہ خیال شریعت کی وسعت میں تنگی پیدا کرتا ہے۔ مباحات لوگوں کی آسانی کے لئے ہوتی ہے کسی مصلحت کی تکمیل وہاں مدنظر نہیں ہوتی، پھر دیہی علاقوں میں اس طرح کے میل جول روزمرہ کی زندگی کے معمولات ہوتے ہیں کیونکہ وہاں مختلف و متنوع کاموں سے عورتیں وابستہ ہوتی ہیں اور گھروں میں تنہائی بہت محدود اوقات میں ہوتی ہے۔ دیہات کے اس رواج کو مخالف شریعت کوئی نہیں کہتا۔ دیہات کی ان عورتوں کی طرح شہر میں بھی بعض عورتوں مثلاً اسکول کی منتظمہ، ڈاکٹر اور نرسوں کو بہت سے کاموں میں شریک ہونا پڑتا ہے جہاں مردوں سے میل جول کثرت سے پیش آتا ہے۔

ج: میل جول اور علاحدگی دونوں کے لئے اسلام نے آداب رکھے ہیں۔ میل جول کے وقت اس کے آداب کی رعایت ضروری ہے۔ گریز کی صورت میں شریعت نے جو آداب بتائے ہیں ان کی پابندی بھی لازمی ہے جو درج ذیل ہیں:

☆ نگاہ نیچی رکھی جائے، کھڑکی کے پیچھے کھڑے ہو کر آنے جانے والیوں پر نگاہ نہ ڈالی جائے اور اخبارات و رسائل میں چھپی تصویریں گھور گھور کر نہ دیکھی جائیں۔

☆ فحش اور اخلاق باختہ خبریں، قصہ اور واقعات سننے سے گریز کیا جائے۔

☆ پس پردہ گفتگو کی آواز میں لچک نہ پیدا کی جائے۔

☆ جنسی خیالات میں مگن نہ رہا جائے۔

☆ جنسی آوارگی کی ہر صورت و شکل خواہ اپنی ذات کے ساتھ گندی حرکت ہو یا اپنی جنس کے کسی شخص کے ساتھ، جنسی تسکین سے گریز کیا جائے۔

☆ غیر ضروری ملاقات و میل جول اور بلاوجہ گریز و علاحدگی دونوں سے بچا جائے کیونکہ غیر ضروری ملاقات جہاں نفسانی شہوت کی ذلت آمیز تسکین کا ذریعہ ہے وہاں بلاوجہ اور بے تکلف گریز جنسی شہوت کو ایک گونہ برانگیختہ کرنے اور ہر دو جانب ناپسندیدہ غیر شعوری حساسیت و تجسس پیدا کرنے کا سبب ہے جس کے نتیجہ میں پیچیدہ نفسیاتی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ اللہ کی علیم و حکیم ذات نے جو آسان شریعت ہمیں عطا فرمائی ہے وہ مرد و عورت دونوں کو معتدل نفسیاتی صحت بخشتی ہے۔

تیسرا قول

معترضین سوال کرتے ہیں: کیا واقعتاً مرد و عورت کے درمیان سنجیدہ اور بامقصد میل جول ہو سکتا ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ:

الف: اس سوال کے پیش کرنے میں معترضین کو ہم معذور سمجھتے ہیں ان کے سامنے دو ہی شکلیں ہیں ،ایک مرد و عورت کی بالکلیہ علاحدگی اور زندگی کے تمام میدانوں سے عورت کی دوری کی موروثی شکل اور دوسری مغرب کے اخلاق باختہ حیوانی و شرمناک اختلاط مرد و زن کی شکل۔ ان کے سامنے ان ہی دو شکلوں میں سے کوئی شکل اپنانے کی صورت رہ گئی ہے اور ان دونوں انتہاؤں کے درمیان اسلام کی راہ اعتدال ہے۔ اس تک ان کی رسائی نہیں ہے۔ چنانچہ وہ افراط سے نکل کر تفریط میں اور تفریط سے نکل کر افراط میں چلے جاتے ہیں۔

ب: افراط و تفریط کو چھوڑ کر معتدل اسلامی راہ اور اسی کی مثالیں خود قرآن کریم کے اندر موجود ہیں۔ صبح و شام ہم ان کی تلاوت کرتے ہیں۔ دو عورتوں کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعاون کا

قصہ (قصص آیت ۲۳ تا ۲۵) اور ملکہ سبا کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کی گفتگو (نمل ۴۴) نیز دور رسالت کے واقعات جو صرف بخاری و مسلم کے اندر تقریباً تین سو کی تعداد میں موجود ہیں، ہمارے لئے قابل تقلید نمونے ہیں۔

چوتھا قول

مرد اور عورت جب ایک دوسرے سے ملیں گے تو ایک دوسرے سے انسیت و تعلق اور گفتگو میں دلچسپی پیدا ہوگی اور اس طرح معاملہ قدم بقدم آگے بڑھتا جائے گا۔ فتنہ کا دروازہ بند رکھنا زیادہ ضروری ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:

الف: معترضین کی ابتدائی بات تو درست ہے کہ ایک دوسرے سے میل جول کے وقت باہمی انسیت پیدا ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ باہمی انسیت کا پیدا ہونا فطری چیز ہے تو سوال یہ ہے کہ پھر شریعت نے سماجی زندگی میں عورتوں کی شرکت کو کیوں مشروع قرار دیا ہے؟ اس کے پیچھے ضرور خدا کی عظیم حکمت کارفرما ہے۔

ب: انسیت اور دلچسپی غیر ارادی طور پر پیدا ہونا فطری چیز ہے لیکن جس سنجیدہ مقصد کے پیش نظر ان کی ملاقات ہو رہی ہے اس کی فکرمندی ان کی انسیت کی جانب سے توجہ پھیر دے گی لہٰذا مقصد کی تکمیل کے لئے میل جول اور ملاقات کے وقت اپنے جذبات پر کنٹرول اور مقصد کی جانب توجہ ضروری ہے۔

ج: غیر ارادی طور پر جو ابتدائی انسیت اور دلچسپی پیدا ہوتی ہے اور مقصد کی تکمیل کے لئے اپنے جذبات پر ضبط اور مقصد کی جانب توجہ مرکوز کرلی جاتی ہے اس کی مثال، کسی عورت پر جانے والی پہلی نگاہ اور اس سے پیدا ہونے والے احساسات کی ہے۔ اچانک اٹھ جانے والی نگاہ کے سوال پر ایک صحابی کو رسول کریم ﷺ نے حکم دیا کہ "اپنی نگاہ پھیر لو" (۳۴) اور آپؐ نے فرمایا: پہلی نگاہ معاف ہے لیکن دوسری نگاہ کی اجازت نہیں ہے۔ (۳۵)

د: ایک الزامی جواب یہ بھی ہے کہ جس طرح طلاق اور تعدد ازدواج میں لوگ بے جا طریقوں کو

اپنانے لگے ہیں اور بعض حلقوں سے طلاق یا تعدد ازدواج پر پابندی لگانے یا ان کے لئے شرائط متعین کرنے کی آواز اٹھتی ہے تو ان ہی معترضین کا جواب ہوتا ہے کہ شریعت کی دی ہوئی آسانی پر بندش عائد کر کے اس خرابی کا علاج کرنا غلط ہے۔ اس کے لئے لوگوں کی تربیت کی ضرورت ہے۔ ٹھیک یہی جواب اس مسئلہ میں بھی ہونا چاہیے کہ شریعت کی دی ہوئی آسانی کو ختم کرنا مسئلہ کا حل نہیں ہے بلکہ لوگوں کی اصلاح و تربیت کے ذریعہ زمانہ کے فتنہ پر قابو پایا جائے۔

پانچواں قول

معترضین کہتے ہیں: ہمارے بڑے بڑے علماء مرد و عورت کے میل جول کے دلائل جواز سے ناواقف نہیں تھے۔ زمانہ کے بگاڑ کو دیکھ کر انھوں نے یہ تنگی پیدا کی۔ معترضین یہ بھی کہتے ہیں کہ اس موضوع کے چھیڑنے کے پیچھے مغربی معاشرے میں مرد و زن کے میل جول اور کارزار حیات میں مغربی عورتوں کی شرکت سے مرعوبیت کارفرما ہے۔ اس کے جواب میں ہم عرض کریں گے کہ:

الف: وہ علماء ہماری نظر میں بھی انتہائی قابل قدر و احترام ہیں اور خود ان کا یہ نقطۂ نظر ہے کہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں خود ان کی رائے سے ہم اختلاف کر سکتے ہیں۔ امام مالک کا قول ہے: رسول اللہ ﷺ کے علاوہ ہر انسان کی بات قبول بھی کی جا سکتی ہے اور ترک کی جا سکتی ہے۔

ب: مغربی تہذیب سے مرعوبیت کے سلسلہ میں صرف اتنا ہی عرض کروں گا کہ دلوں کا حال اللہ بہتر جانتا ہے۔ یہ احساس مرعوبیت مغرب کا نتیجہ ہے یا رسول کریم ﷺ کی تعلیمات و ہدایات کے جھنجھوڑنے کا نتیجہ۔ مغربی تہذیب کے تعلق سے امام ابن تیمیہ کا یہ اقتباس انتہائی عمدہ ہے:

"اہل کتاب سے مشابہت اختیار کرنے کی ممانعت کا تعلق ان امور سے ہے جو ہمارے اسلاف کے یہاں رائج نہیں تھے۔ جو امور ہمارے اسلاف کے یہاں موجود تھے انھیں اختیار کیا جائے گا خواہ اہل کتاب بھی وہ اپناتے ہوں یا نہیں اپناتے ہوں۔ اللہ کی حلال کردہ چیزوں سے اس لئے گریز کہ کفار بھی وہ کام کرتے ہیں درست نہیں ہے پھر اللہ نے جن چیزوں کا ہمیں حکم دیا ہے سابقہ منسوخ شدہ مذاہب سے ہماری وہ چیزیں کچھ نہ کچھ ممتاز بھی ہیں"۔ (۳٦)

حوالہ جات

(۱) مجموع الفتاوی۔ ج۱۸ص۹،ج ۱۵ص ۴۴۴۔

(۲) فتح الباری۔ ج۸ص۱۰۸۔

(۳) فتح الباری۔ ج۴ص۴۴۶۔

(۴) بخاری: کتاب النکاح۔ باب "لا یخلون رجل بامرأة الا ذو محرم والدخول علی المغیبة"۔
ج۱۱ص۲۴۶۔
مسلم: کتاب السلام۔ باب تحریم الخلوة بالاجبیة والدخول علیها۔ ج ۷ص۷۔

(۵) حوالہ سابق۔

(۶) فتح الباری۔ ج۱۱ص۲۴۵۔

(۷) شرح صحیح مسلم۔ ج۱۴ص۱۵۴۔

(۸) سنن ترمذی۔ ج۴ص۱۵۲کتاب الرضاع۔ باب ماجاء فی کراهیة الدخول علی المغیبات۔

(۹) بخاری: کتاب الجہاد والسیر۔ باب فضل من جهز غازیا أو خلفه بخیر۔ ج۶ص۳۹۰۔
مسلم: کتاب فضائل الصحابہ۔ باب من فضائل ام سلیم ام انس۔ ج۷ص۱۴۵۔

(۱۰۔الف) ابوداؤد نے اپنی سنن میں تخریج کی ہے (دیکھئے ج۱۱۲،۴، ۴ص۳۶۱، کتاب اللباس۔
باب فی قولہ تعالی "وقل للمومنات یغضن من ابصارهن"

(۱۰۔ب) مسلم: کتاب الطلاق۔ باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها۔ ج۴ص۱۹۹۔

(۱۱) فتح الباری میں مذکور ہے، حافظ ابن حجر کہتے ہیں: احمد و طبرانی نے اس کی تخریج کی ہے، احمد کی سند حسن ہے۔ ج۲ص۴۹۵۔

(۱۲) بخاری: کتاب الجمعہ۔ باب هل من یشهد الجمعه غسل من النساء والصبیان وغیرهم۔ ج۳ص۳۳۔
مسلم: کتاب الصلاۃ۔ باب خروج النساء والی المساجد۔ ج۲ص۳۳

(۱۳) فتح الباری۔ ج ۳ص ۳۴،۳۳۔

(۱۴) بخاری: کتاب الصلاۃ۔باب وقت الفجر۔ج۲ص۱۹۵۔

مسلم: کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ۔باب استحباب التکبیر بالصبح۔ج۲ص۱۱۸۔

(۱۵) مسلم: کتاب الصلاۃ۔باب تصویة الصنوف و اقامتها۔ج۲ص۳۲۔

(۱۶) بخاری: کتاب ابواب العمل فی الصلاۃ۔باب التصفیق للنساء۔ج۳ص۳۱۹۔

مسلم: کتاب الصلاۃ۔باب تسبیح الرجل و تصفیق المرأة اذا نابها شی فی الصلاۃ۔ج۲ص۲۷۔

(۱۷) کتاب المبسوط۔ج۱ص۱۸۴۔

(۱۸) فتح الباری۔ج۳ص۳۱۹۔

(۱۹) بخاری: کتاب ابواب صفۃ الصلاۃ۔باب انتظار الناس قیام الامام العالم۔ج۲ص۴۹۵۔

مسلم: کتاب الصلاۃ۔ باب خروج النساء الی المساجد۔ج۲ص۳۴۔

(۲۰) مسلم: کتاب الصلاۃ۔باب خروج النساء الی المساجد اذا لم یترتب علیه فتنه و انها لا تخرج مطیة۔ج۲ص۳۳۔

(۲۱) المدونۃ الکبری۔ج۱ص۱۰۶۔

(۲۲) المحلی۔ج۳ص۱۳۶۔

(۲۳) المغنی۔ج۲ص۳۷۶،۳۷۵مطبوعہ منار ۱۳۶۷ھ۔

(۲۴) فتح الباری۔ج۲ص۴۹۵۔

(۲۵) صحیح سنن ابن ماجہ: کتاب المناسک۔باب الحج و جهاد النساء۔ج۲ص۱۵۱۔حدیث نمبر۲۳۴۵۔

(۲۶) فتح الباری۔ج۴ص۴۴۵،۴۴۶،۶/۴۱۶۔

(۲۷) ترمذی کتاب الرضاع۔باب ۱۸(۳/۱۵۳) صحیح جامع صغیر میں ۶۵۶۶ نمبر کے تحت وارد ہے۔دیکھئے ترمذی حدیث نمبر۹۳۶۔

(۲۸) بخاری: کتاب الجہاد۔ باب:الدعا بالجهاد و الشهادة للرجال و النساء۔ج۶ص۳۵۰۔

مسلم: کتاب الامارۃ۔باب فضل الغزوه فی السحر۔ج۶ص۴۹۔

(۲۹) مسلم: کتاب النکاح۔ باب ندب من رای امرأة فوقعت فی نفسه۔ج۴ص۱۲۹،۱۳۰۔

(۳۰) دیکھئے احیاء علوم الدین کتاب النکاح الباب الثالث۔ آداب المعاشرہ، کیف تنتفی الجرل الغیرۃ۔

(۳۱) حوالہ سابق۔

(۳۲-الف) مسلم: کتاب الفتن۔ باب فی خروج الدجال۔ ج۸ ص ۲۰۳۔

(۳۲-ب) مسلم: کتاب الطلاق۔ باب المطلقه ثلاث لا نفقه لها۔ ج۴ ص ۱۹۵۔

(۳۳) بخاری کتاب الاستئذان۔ باب قولہ تعالیٰ (یاایها الذین آمنوا لاتدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم۔
ج ۱۳ ص ۲۴۵۔
مسلم: کتاب الحج۔ باب الحج عن العاجز۔ ج۴ ص ۱۰۱۔

(۳۴) مسلم: کتاب الادب۔ باب نظرۃ الفجاء ۃ۔ ج۶ ص ۱۸۲۔

(۳۵) ترمذی: حدیث نمبر ۲۲۲۹۔

(۳۶) اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیہ ص ۱۷۷ مطبوعہ مکتبہ انس بن مالک ۱۴۰۰ھ تحقیق شیخ محمد فقی۔

☆ ☆ ☆

دوسری فصل

تمہید

قرآنی حکم حجاب اور ازواج مطہرات کے ساتھ اس کی مخصوصیت

اول: حجاب کے مفہوم کی تعیین

ارشاد خداوندی ہے:

وإذا سألتموهن متاعا فاسئلوهن من وراء حجاب. (احزاب۔ ۵۳)

(اور جب تم ان (رسولؐ کی ازواج) سے کوئی چیز مانگو توان سے پردہ کے باہر سے مانگا کرو۔)

مذکورہ آیت میں لفظ "حجاب" سے مراد وہ پردہ ہے جس کے پیچھے نقاب پوش خاتون بیٹھتی ہے اور حجاب کرنے سے مراد یہ ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن سے اجنبی مردوں کی گفتگو پس پردہ ہو تاکہ ازواج مطہرات پر ان کی نظر نہ پڑے۔ سخت ضرورت کے موقع پر ازواج مطہرات کے لئے باہر نکلنے کی اجازت رکھی گئی اور باہر نکلتے وقت ساتھ ساتھ چہروں کو بھی پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا گیا، حجاب کرنے کا اصل مفہوم یہی ہے کہ ازواج مطہرات سے اجنبی مردوں کی ملاقات پردہ کے پیچھے اور مردوں کی نگاہوں سے مکمل طور پر پوشیدہ و دور رہ کر ہو اور ضرورتاً باہر نکلتے وقت چہرہ کے ساتھ ساتھ پورے جسم کے پردہ کا حکم حجاب کرنے کی مذکورہ صورت کی متبادل ہے۔ اس طرح حجاب اختیار کرنے کی دو صورتیں ہوتی ہیں: اصلی صورت اندرون خانہ کی ہے کہ پس پردہ اجنبی مردوں سے بات چیت ہو اور فروعی صورت میں بیرون خانہ کی ہے کہ پورے جسم کے ساتھ چہرہ کا بھی پردہ کیا جائے یہاں ہم حجاب کی اصلی صورت ہی پر گفتگو کریں گے کہ مرد و عورت کے میل جول کے موضوع کے ساتھ صرف اسی صورت کا گہرا ربط ہے۔ ذیل میں ہم وہ دلائل نقل کرتے ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ

حجاب کا اصل مفہوم ازواج مطہرات کا مکمل پردہ ہے۔

قرآنی دلیل

قرآن کریم کی آیت ہے:

وإذا سألتموهن متاعاً فاسئلوهن من وراء حجاب ذلكم أطهر لقلوبكم وقلوبهن.

(اور جب تم ان (رسول کی ازواج) سے کوئی چیز مانگو تو ان سے پردہ کے باہر سے مانگا کرو۔ یہ تمہارے اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔)

یہ آیت صراحت کے ساتھ بتا رہی ہے کہ سوال و جواب پس پردہ ہونے چاہیئے، خود حجاب کا مطلب بھی شخصیت کا پردہ ہے۔ پھر آیت کا ٹکڑا "ذٰلکم اطھر لقلوبکم وقلوبھن" بتا رہا ہے کہ پس پردہ سوال تمہارے دلوں کے لئے زیادہ پاکیزگی کا ذریعہ ہے کہ تمہاری نگاہ ان پر نہ پڑے اور ان کے دلوں کے لئے زیادہ ذریعۂ پاکیزگی ہے کہ ان کی نگاہ تم پر نہ پڑنے پائے۔ یہ بات اسی وقت پائی جائے گی جب شخصیت کا پردہ کیا جائے، اگر صرف جسم کا پردہ مراد لیا جائے تو مردوں کو عورتوں کو دیکھنے کی ممانعت لازم نہیں آتی، اسی مفہوم سے متعلق امام طبری فرماتے ہیں:

تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی نگاہوں کے ان عوارض سے پاکیزگی ہے جو مردوں کے دلوں میں عورتوں کے متعلق اور عورتوں کے دلوں میں مردوں کے متعلق پیدا ہوتے ہیں اور شیطان کی رسائی سے تمہاری اور ان کی حفاظت کے لئے زیادہ مناسب ہے۔

حدیث شریف کے دلائل

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت حجاب کے سلسلہ میں سب سے زیادہ میں جانتا ہوں۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا رسول کریم ﷺ کی زوجیت میں آئیں حضور علیہ السلام کے ساتھ زوجہ مطہرہ گھر میں تھیں، کھانا بنایا گیا اور لوگوں کو دعوت دی گئی، لوگ بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے (مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے: اور زوجہ مطہرہ دیوار کی جانب رخ پھیرے ہوئے بیٹھی تھیں) رسول کریم ﷺ باہر تشریف لے جاتے پھر واپس آتے، لوگ بیٹھے گفتگو میں مصروف ہی تھے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب نازل فرمائی تو پردہ گرادیا گیا اور

لوگ اٹھ گئے۔ (بخاری و مسلم) (۱)

اگر حجاب کا مطلب پوشیدگیٔ جسم ہوتا تو حضرت زینبؓ دیوار کی جانب رخ پھیرے بیٹھی ہی تھیں۔ اگر ان کا چہرہ کھلا ہوتا تو آپ ﷺ انھیں چہرہ ڈھانپ لینے کا حکم دیتے۔ پردہ گرانے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کو داخل ہونے سے روکنے کی ضرورت نہیں تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے خیبر اور مدینہ منورہ کے درمیان تین دنوں قیام فرمایا۔ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا زوجیت نبوی میں آئی تھیں...... کچھ مسلمانوں نے کہا: یہ ام المومنین ہیں یا باندی؟ بعض نے جواب دیا؟ اگر آپ ﷺ ان کا حجاب کرتے ہیں تو وہ ام المومنین ہیں اگر حجاب نہیں فرماتے ہیں تو باندی...... جب کوچ کا وقت ہوا تو آپ ﷺ نے اپنے پیچھے ان کے لئے بستر لگایا اور لوگوں سے ان کا حجاب کر دیا۔ (بخاری و مسلم) (۲)

حضرت صفیہؓ جب گھر سے نکل کر صحابہ کرام کی موجودگی میں سوار ہوئیں تو ان کا جسم یقیناً پردہ میں تھا پھر صحابہ کرام کے اس جملہ کی کیا ضرورت تھی کہ "اگر آپؐ ان کا حجاب کرتے تو وہ ام المومنین ہیں"؟ اور رسول اللہ ﷺ کے اس عمل کی کیا ضرورت تھی کہ "لوگوں سے ان کا حجاب کر دیا" لہذا یہ ضرور ہے کہ حجاب پوشیدگی جسم سے زائد مفہوم رکھتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن زمعہ کے درمیان ایک بچہ کے سلسلہ میں اختلاف ہو گیا۔ سعد کا کہنا تھا: اے اللہ کے رسول! یہ میرے بھائی عتبہ بن وقاص کا لڑکا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ اس کا لڑکا ہے۔ دیکھئے مشابہت بھی پائی جا رہی ہے۔ عبد بن زمعہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ میرا بھائی ہے، میرے والد کے بستر پر ان کی باندی سے پیدا ہوا ہے، رسول اللہ ﷺ نے مشابہت دیکھی تو عتبہ کے ساتھ واضح مشابہت نظر آئی لیکن آپ نے فرمایا: اے عبد اس لڑکے پر تمہارا حق ہے۔ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو۔ زانی کے لئے پتھر ہے اور اے سودہ بنت زمعہ تم اس سے حجاب کرو پھر حضرت سودہ نے انھیں کبھی نہیں دیکھا۔ (بخاری و مسلم) (۳)

اگر حجاب کا مفہوم صرف جسم کی پوشیدگی ہوتی، شخصیت اور وجود کا پردہ نہ ہوتا تو حضرت سودہ تو انھیں دیکھ سکتی تھیں وہ حضرت سودہ کو نہیں دیکھتے اور حدیث کا جملہ ہوتا "پھر انھوں نے

حضرت سودہ کو کبھی نہیں دیکھا"۔

حدیث کی بیشتر اہم کتابوں کی ایک ایک حدیث کا جائزہ و مطالعہ کرتے وقت مجھے ایک بھی ایسی حدیث نہیں ملی جس میں امہات المومنینؓ سے سماعت حدیث کے وقت ان کی شخصیت کے بجائے صرف ان کے جسم کے پردہ کی جانب اشارہ ہو بلکہ تمام احادیث میں شخصیت کے پردہ ہی کا مفہوم ہے۔

دوم: آیت حجاب کے نزول کی تاریخ

راجح قول کے مطابق آیت حجاب کا نزول ذی قعدہ ۵ھ میں ہوا جبکہ صاحب الطبقات الکبری نے صراحت کی ہے (۴) آئندہ بیان ہونے والی نصوص کے سلسلہ میں ہم نے یہ قید لگائی ہے کہ مذکورہ سن کے بعد سے ان کا تعلق رہے۔ کیونکہ ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو ازواج مطہرات کے علاوہ دیگر خواتین پر حجاب اپنے اصل معنی کے مطابق فرض کیا گیا اور نہ ہی عام صحابیات رضی اللہ عنہن نے اس معاملہ میں ازواج مطہرات کی اقتداء ہی کی کیونکہ وہ محسوس کر رہی تھیں کہ حجاب کا حکم ازواج مطہرات کے ساتھ مخصوص ہے اور ان کے مخصوص امر میں اقتداء مطلوب نہیں ہے۔

حجاب کا حکم ازواج مطہرات کے ساتھ مخصوص ہونے کے دلائل

پہلی دلیل

آیت کریمہ ہے:

یاأیها الذین آمنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم إلی طعام غیر ناظرین إنٰہ ولکن اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستا نسین لحدیث إن ذلکم کان یوذی النبی فیستحی منکم والله لا یستحی من الحق وإذا سالتموهن متاعاً فاسئلوهن من وراء حجاب ذلکم أطهرلقلوبکم وقلوبهن وماکان لکم أن توذوا رسول الله ولا أن تنکحوا أزواجه من بعده أبداً إن ذلکم کان عندا لله عظیماً. (احزاب۔ ۵۳)

(اے ایمان والو، نبی کے گھروں میں مت جایا کرو بجز اس وقت کے جب تمہیں کھانے پینے کے لئے (آنے کی) اجازت دی جائے (اور جب بھی) ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو البتہ

جب تم کو بلایا جائے تب جایا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو اس بات سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ صاف بات کہنے سے (کسی کا) لحاظ نہیں کرتا۔ اور جب تم ان (رسول کی ازواج) سے کوئی چیز مانگو تو ان سے پردہ سے باہر سے مانگا کرو یہ تمہارے اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے اور تمہیں جائز نہیں کہ تم رسول اللہ کو (کسی طرح بھی) تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ کہ آپؐ کے بعد آپ کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔ بیشک یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے۔)

پوری صراحت کے ساتھ اس آیت میں خطاب نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات اور گھروں سے ہے۔ عام مسلمانوں کے گھروں اور ان کی ازواج سے نہیں ہے۔

آیت کریمہ کے ٹکڑے "وان سالتموھن......من وراء حجاب" کی تشریح تفسیر بغوی میں یوں ہے کہ "پردہ کے پیچھے سے کیونکہ آیت حجاب نازل ہونے کے بعد کسی بھی شخص کے لئے رسول اللہ ﷺ کی زوجہ کو نقاب یا بغیر نقاب پوش دیکھنے کا جواز نہیں تھا"۔

دوسری دلیل: فرضیت حجاب کا پس منظر
حضرت عمرؓ کا مشورہ

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں...... میں نے عرض کیا: اے رسول خدا! آپؐ کے پاس نیک و بد ہر طرح کے لوگ آتے ہیں، آپؐ ازواج مطہرات کو حجاب کا حکم فرمایئے پھر آیت حجاب نازل فرمائی۔ (بخاری)(۵)

حدیث شریف میں صراحت ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول کریم ﷺ سے "اپنی ازواج کو پردہ کرانے" کی درخواست کی، "عام مسلمانوں کی ازواج کو پردہ کرانے" کی نہیں۔ حضرت عمرؓ کو ناپسند ہوا کہ حرم نبوی پر لوگوں کی نگاہ پڑے لوگوں میں نیک اور بد دونوں ہوتے ہیں، رسول اللہ ﷺ اللہ کی جانب سے پیغام رساں تھے۔ آپؐ کا دروازہ ہر شخص کے لئے کھلا ہی رہنا چاہیئے تھا جبکہ دیگر لوگوں کے گھروں میں عموماً اعزہ و اقارب، دوست و احباب اور قابل اعتماد لوگ ہی آتے ہیں۔

تیسری دلیل: فرضیت حجاب کے بعد
ام المومنین حضرت سودہؓ کے نکلنے پر حضرت عمرؓ کی نکیر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فرضیت حجاب کے بعد حضرت سودہؓ ضرورت سے باہر نکلیں۔ ان کا جسم بھاری بھر کم تھا، جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں رہپاتی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے انھیں دیکھ لیا، آواز دی: سودہ آپ مجھ سے پوشیدہ نہیں ہیں، آپ کیسے باہر نکل رہی ہیں؟ وہ کہتی ہیں: میں فوراً پلٹ گئی، رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں رات کا کھانا تناول فرمارہے تھے۔ ہاتھ میں ایک ہڈی والا گوشت تھا۔ میں اندر داخل ہوئی اور بتایا کہ یارسول اللہ میں ضرورت سے باہر نکلی تھی، عمر نے مجھ سے یوں یوں کہا۔ وہ کہتی ہیں کہ اسی وقت آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔ گوشت آپ کے ہاتھ میں تھا۔ جب وحی نازل ہوگئی تو آپؐ نے فرمایا: "تمہیں اپنی ضرورت سے باہر نکلنے کی اجازت دے دی گئی"۔ (بخاری و مسلم۔ ۶)

فرضیت حجاب کے بعد تمام عورتیں قضاء حاجت کے لئے باہر نکلتی تھیں۔ اس وقت گھروں میں بیت الخلاء نہیں ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ دیگر متعدد مصالح کے تحت عام خواتین باہر نکلتی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے تمام خواتین کے نکلنے پر اعتراض نہیں کیا بلکہ صرف حضرت سودہؓ کے نکلنے پر نکیر کی کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ حجاب کا حکم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ مخصوص ہے۔

ازواج مطہرات کے ساتھ حکم حجاب کے مخصوص ہونے کے ثبوت کے بعد چند نتائج سامنے آتے ہیں، جنھیں ضرور پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

آیت حجاب "فاسئلوھن من وراء حجاب" سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عورتوں کے ساتھ مردوں کی گفتگو پس پردہ ہونی ضروری ہے یا مستحب۔

عورتوں کے لئے اپنا چہرہ مردوں سے پوشیدہ رکھنے کا وجوب یا استحباب بھی اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا ہے۔

جن روایات سے عورتوں کے لئے چہرہ کھولنے اور مردوں سے ان کے میل جول کا جواز معلوم ہوتا ہے اور ان روایات کی تاریخ کا علم نہیں ہے اس امکان کی بنیاد پر ان کی تردید درست نہیں کہ فرضیت حجاب سے قبل وہ پیش آئی ہوں۔

حوالہ جات

(۱) بخاری: کتاب التفسیر۔ باب قولہ "لاتدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن" ج۱۰ ص۱۴۸

مسلم: کتاب النکاح۔ باب زواج زینب بنت جحش۔ ج۴ ص۱۵۱۔

(۲) بخاری: کتاب النکاح۔ باب اتخاذ السراری......ج۱۱ ص۳۰۔

مسلم: کتاب النکاح۔ باب اعتاقہ امتہ۔ ج۴ ص۱۴۷۔

(۳) بخاری: کتاب البیوع۔ باب شراء المملوك من الحربی۔ ج۵ ص۳۱۷۔

مسلم: کتاب الرضاع۔ باب الولد للفراش۔ ج۴ ص۱۷۱۔

(۴) الطبقات الکبری لابن سعد۔ ج۸ ص۱۴۴۔

(۵) بخاری: کتاب التفسیر۔ باب وقالوا اتخذ الله ولدا۔ ج۹ ص۲۳۵۔

(۶) بخاری: کتاب التفسیر۔ باب قولہ تعالی لا تذخلوا بیوت النبی......ج۱۰ ص۱۵۰۔

مسلم: کتاب النکاح۔ باب زواج زینب بنت جحش۔ ج۴ ص۱۴۸۔

☆ ☆ ☆

تیسری فصل

اسلامی قانون سازی کا منہاج اور سدذریعہ کے اندر اعتدال

اسلامی قانون سازی کے مقاصد اور قواعد کے اندر اعتدال پایا جاتا ہے۔ اس کے مقاصد میں اللہ کی عبادت میں اخلاص، دینی امور کی تعلیم، گندگیوں سے دلوں کی تطہیر، خیر کے کاموں میں باہمی تعاون کے ذریعہ کائنات کی بہترین تعمیر شامل ہیں۔ ان جیسے مقاصد کی تکمیل کے لئے سماجی زندگی کے اندر خواتین کی شرکت اور مردوں کے ساتھ میل جول کو شریعت نے جہاں مشروع قرار دیا وہیں ساتھ ہی دو ضابطوں کی تکمیل پر بھی بھرپور توجہ دی۔ ایک فساد کی راہوں پر بندش اور دوسرے آسانی وکشایش کی فراہمی۔

آسانی اور کشایش کی فراہمی کے لئے مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کو دیکھنے، ایک دوسرے سے ملاقات، گفتگو، راستوں سے عورتوں کے گذرنے، مسجدوں میں آنے اور آزاد عورتوں کے برعکس باندیوں کے لئے ستر کے حصوں میں تخفیف کی اجازت دی گئی۔ سدِ ذریعہ کی بنیاد پر ان امور کی ممانعت نہیں کی گئی بلکہ فتنہ سے حفاظت کے لئے آداب کی رعایت لازم قرار دی گئی۔

عہد نبویؐ کے اندر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ فتنہ کے احتمال و امکان کے باوجود زندگی کے مختلف میدانوں میں ان امور پر عمل ہوتا رہا ہے۔ پچھلے صفحات میں اس نوع کی متعدد احادیث مذکور ہو چکی ہیں۔

رسول کریم ﷺ کے ساتھ چند انصار ہیں، حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ گذرتی ہیں اور رسول اللہ ﷺ انھیں اپنے پیچھے سواری پر بیٹھنے کے لئے آواز دیتے ہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ

مواخات میں بننے والے اپنے بھائی ابو درداء کی اہلیہ حضرت ام درداء کے پاس جاکر خیریت و حال دریافت کرتے ہیں۔ ایک خاتون مجلس نبوی میں حاضر ہو کر رسول کریم ﷺ کے لئے اپنی پیشکش کرتی ہیں۔ حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء عاشورا کے بعد خود اور اپنے بچوں کے روزہ رکھنے اور مسجد میں آکر بچوں کو کھلونوں سے بہلانے کا تذکرہ کرتی ہیں۔ اس طرح کے متعدد واقعات بخاری و مسلم کی احادیث میں ملتے ہیں۔

فتنوں کے امکانات اور احتمالات کے باوجود نبی کریم ﷺ سماجی زندگی کے اندر خواتین کی شرکت کی ان تمام صورتوں کو باقی رکھتے ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ احتمالاتِ فتنہ جب تک غالب حیثیت نہ اختیار کرلیں، ان کی بنیاد پر حکم ممانعت نہیں ہوگا۔

اندیشۂ فتنہ کے پیش نظر سد ذریعہ کے سلسلہ میں رسول کریم ﷺ کی محکم تدبیریں

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"راستوں پر مت بیٹھو۔ لوگوں نے عرض کیا: وہ تو ہماری ضرورت ہے وہاں ہماری مجلسیں ہوتی ہیں۔ ہم باہم گفتگو کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اچھا تو پھر جب تم راستوں پر بیٹھو تو راستوں کا حق ادا کرو۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ راستہ کا حق کیا ہے؟ فرمایا نگاہ نیچی رکھو، ایذا سے باز رہو، سلام کا جواب دو، نیکی کا حکم اور برائی کی ممانعت کرو"۔ (بخاری و مسلم)(۱)

گویا رسول اللہ ﷺ نے محسوس کیا کہ راستوں پر مردوں کا بیٹھنا بعض مفاسد کا سبب بن سکتا ہے۔ مثلاً عورتوں کے لئے حرج و دشواری اور بسا اوقات فتنہ کا امکان ہے۔ لہذا بطور سد ذریعہ پر آپؐ نے ایسی تدبیر اپنانی چاہی جس سے مفاسد پر بندش اور فتنہ سے حفاظت ہو سکے۔ چنانچہ فرمایا: "راستوں پر مت بیٹھو" لیکن جب آپؐ کو اندازہ ہوا کہ اس تدبیر سے مردوں کو دشواری اور تنگی پیش آئے گی اور انھوں نے عرض بھی کیا کہ "یہ مجلسیں تو ضروری ہیں جہاں ہم بیٹھ کر گفتگو کرتے ہیں" تو آپ ﷺ نے اس تدبیر کو چھوڑ کر دوسری تدبیر اختیار کرتے ہوئے مردوں کو بیٹھنے کی رخصت دے دی اور ایسے آداب کی ترغیب دی جن مفاسد کی روک تھام اور فتنہ سے حفاظت میں معاون ثابت ہوں اور دوسری جانب مسلمانوں کی باہمی محبت و ہمدردی اور اتفاق بھی برقرار رہے۔ چنانچہ پست

نگاہی، ایذاء سے گریز، سلام کا جواب، نیکی کی اشاعت اور برائی کی ممانعت کے آداب بتائے گئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یوم النحر کے موقع پر حضرت فضل بن عباسؓ کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا۔ حضرت فضل حسین وخوبرو تھے۔ نبی کریم ﷺ ٹھہر کر لوگوں کو مسائل بتارہے تھے۔ قبیلۂ خشعم کی ایک خوبصورت خاتون آکر رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ دریافت کرنے لگیں۔ حضرت فضل انھیں دیکھنے لگے، ان کے حسن نے حضرت فضل کو متوجہ کرلیا۔ نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ حضرت فضل ادھر دیکھے جارہے ہیں تو آپؐ نے ہاتھ سے ان کی ٹھوڑی پکڑ کر دوسری طرف پھیر دی"۔ (مسلم وبخاری)(۲)

یہاں پر اپنائی گئی تدبیر کے دو پہلو ہیں۔ ایک قریبی اور منصوص یعنی اپنے ہاتھ سے منکر کا ازالہ۔ دوسرا غیر قریبی مفہوم۔ وہ یہ کہ چہرۂ عورت کے فتنہ کا علاج مردوں کی پست نگاہی ہے۔ عورتوں کو اپنے چہرے پوشیدہ رکھنے کا حکم نہیں ہے۔ پست نگاہی کو عام کرنے کے لئے اولاً تربیت واصلاح...... پھر سماجی نگرانی، نصیحت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذرائع استعمال کئے جائیں گے۔

حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام نماز پڑھتے تھے۔ بدن پر کپڑے چھوٹے ہونے کی وجہ سے اپنے ازار کو وہ اپنی گردنوں سے باندھ لیتے تھے اس لئے عورتوں سے کہا گیا کہ مرد جب تک اٹھ کر سیدھے بیٹھ نہ جائیں تم اپنے سروں کو سجدے سے نہ اٹھاؤ۔ (بخاری ومسلم)(۳)

رسول اللہ ﷺ نے محسوس کیا کہ غربت کی وجہ سے بعض صحابہ کرامؓ کے کپڑے اس قدر چھوٹے ہیں کہ سجدوں میں جاتے ہوئے ان کی شرمگاہ کے کچھ حصے ظاہر ہوسکتے ہیں جو عورتوں کے لئے باعث فتنہ ہے۔ چنانچہ فتنہ سے حفاظت کے لئے آپؐ نے یہ آسان تدبیر اپنائی لیکن سد ذریعہ کے نام پر خواتین کو مسجدوں میں آنے سے نہیں روکا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ سلام پھیرتے تو کچھ دیر ٹھہر جاتے اور خواتین سلام پھیرتے ہی اٹھ جاتیں۔ ابن شہاب کہتے ہیں میرے خیال میں آپؐ اس لئے ٹھہر جاتے تھے کہ مردوں سے پہلے عورتیں باہر نکل جائیں۔ (بخاری۔۴)

اور اسی مفہوم کی تاکید اس ارشاد نبویؐ سے بھی ہوتی ہے کہ "ہم نے یہ دروازہ عورتوں

کے لئے چھوڑ دیا ہوتا"۔(۵)

گویا رسول اللہ ﷺ نے محسوس فرمایا کہ نماز ختم ہوتے ہی جو مرد حضرات تیزی سے لوٹتے ہیں، مسجد سے نکلتے ہوئے عورتوں سے ان کا اختلاط ہوتا ہے، اس میں مرد اور عورت دونوں کے لئے فتنہ کا اندیشہ ہے۔ اس فتنہ سے حفاظت کے لئے اس آسان تدبیر کی جانب آپؐ نے اشارہ فرمایا لیکن سد ذریعہ کے لئے مسجد آنے سے عورتوں کو نہیں روکا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: آج کے بعد کوئی بھی شخص ایسی عورت جس کا شوہر موجود نہ ہو، کے پاس ہرگز نہ جائے سوائے اس کے کہ اس کے ساتھ ایک یا دو مرد اور ہوں۔ (مسلم)(۶)

رسول اللہ ﷺ کو گویا اطلاع ملی ہو کہ ایسی عورتیں جن کے شوہر موجود نہیں، ہیں کے پاس کسی ضرورت سے مردوں کے آنے اور تنہائی میں رہنے کی وجہ سے کچھ فساد و بگاڑ پیدا ہونے کا امکان ہے، اس لئے فتنہ کی بیخ کنی کرتے ہوئے آپ ﷺ نے اس محکم تدبیر کا حکم دیا لیکن ان خواتین کے پاس جانے ہی کی ممانعت سرے سے نہیں فرمائی۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ہجرت کر کے آنے والی خواتین سے آیت کریمہ "یا ایھا النبی اذا جاء ك المومنات......" کے مطابق رسول اللہ ﷺ اقرار لیتے تھے۔ جو خواتین ان شرائط کا اقرار کرتی تھیں، ان سے رسول اللہ ﷺ زبانی فرماتے کہ "میں نے تم سے بیعت لے لی ہے" خدا کی قسم بیعت کے اندر رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک کسی عورت کے ہاتھ سے کبھی مس نہیں ہوا۔
(بخاری و مسلم)(۷)

مؤطا کی ایک روایت میں حضرت امیمہ بنت رقیقہ سے مروی ہے...... تو (خواتین نے) کہا: یا رسول اللہ! ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا: "میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا"۔(۸)

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک کھینچ لیا اور فرمایا: "میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا ہوں" فتنہ کے روک تھام کے لئے یہ ایک ٹھوس تدبیر تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہاں عام خواتین پر مصافحوں کی وجہ سے فتنہ سے حفاظت کا اطمینان نہیں تھا۔ اس طرح امام کے لئے

عورتوں کی بیعت تو مشروع رہی صرف مصافحہ کی ممانعت کردی گئی۔ اسی لئے حضرت ام سلیم اور ام حرام کے تعلق سے جب آپ ﷺ کو فتنہ کا اندیشہ نہیں محسوس ہوا تو اپنے جسم سے لمس کی ان دونوں کو اجازت مرحمت فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد و عورت کے عام آداب اور ان مخصوص حالات میں بعض مرد و خواتین کے لئے آداب میں فرق ہے۔ جہاں فتنہ کا اندیشہ کسی قرابت و رشتہ داری یا دوسری وجہ سے نہ ہو۔

بعض افسوسناک واقعات پیش آنے کے باوجود عہد نبوی کے اندر سماجی زندگی میں عورتوں کی شرکت کا تسلسل اور مردوں کے ساتھ میل جول کے واقعات میں سے بیشتر حیات نبوی کے آخری دور سے تعلق رکھتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعض افسوسناک واقعات پیش آنے کے باوجود میل جول اور شرکت ہی معاشرہ کی روایت رہی ہے۔ نیز ان واقعات کے باوجود نبی کریم ﷺ نے ممانعت کی تدبیر اختیار کرنے کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی بلکہ صرف ایسے آداب و ضوابط طے فرمائے جن سے عام حالات میں فتنہ سے حفاظت ہو جاتی تھی۔ افسوسناک واقعات انسانی زندگی کا خاصہ ہیں۔ کوئی بھی انسانی معاشرہ حتی کہ معاشرۂ نبوی بھی اس سے خالی نہیں، جس کے بارے میں رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "سب سے بہتر دور میرا دور ہے" ذیل میں ایسے بعض افسوسناک واقعات نقل کئے جاتے ہیں جن میں بعض تو بہت ہی افسوسناک ہیں اور امام وقت تک اطلاع پہنچنے سے پہلے مجرمین کی جانب سے توبہ بھی ان میں نہیں پائی گئی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا پھر نبی کریم ﷺ کے پاس آکر واقعہ کی اطلاع دی تو آیت کریمہ نازل ہوئی:

أقم الصلاة طرفي النهار وزلفا من الليل إن الحسنات يذهبن السيئات. (ہود۔ ۱۱۴)

(آپ نماز کی پابندی رکھئے دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں بیشک نیکیاں مٹا دیتی ہیں بدیوں کو۔)

اس شخص نے دریافت کیا: کیا یہ صرف میرے لئے ہے یا رسول اللہ؟ آپؐ نے فرمایا: "میری امت کے سارے افراد کے لئے ہے"۔ (بخاری و مسلم) (۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض

کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے جرم کا ارتکاب کیا ہے مجھ پر حد جاری فرما دیجئے۔ راوی کہتے ہیں نماز کا وقت آ گیا اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہو کر پھر اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھ سے جرم سرزد ہو گیا ہے مجھ پر حد جاری کیجئے، آپؐ نے فرمایا: کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: تمہاری مغفرت کر دی گئی۔ (مسلم)(۱۰)

حضرت بریدہ سے روایت ہے...... فرماتے ہیں: غامدیہ آئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے زنا کر لیا ہے مجھے پاک کر دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں واپس کر دیا۔ دوسرے دن پھر انھوں نے آکر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے کیوں واپس کر رہے ہیں! شاید مجھے اسی طرح واپس کر رہے ہیں جس طرح ماعز کو واپس کیا۔ خدا کی قسم میں حاملہ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تب نہیں، جاؤ، جب تک ولادت نہ ہو جائے...... پھر آپ نے حکم دیا، ان کو سینہ تک گڑھے میں اتارا گیا اور لوگوں نے رجم کیا...... (مسلم)(۱۱)

حضرت وائل کندی سے روایت ہے کہ صبح کی تاریکی میں ایک شخص نے ایک عورت کی عصمت دری کر دی جو مسجد جا رہی تھی۔ دوسرے گذرنے والے شخص سے اس عورت نے مدد چاہی مجرم فرار ہو گیا۔ پھر دوسرے لوگوں کا ادھر سے گذر ہوا تو عورت نے ان سے مدد چاہی۔ انھوں نے اس دوسرے شخص کو پکڑ لیا جس سے عورت نے پہلے مدد مانگی تھی۔ اصل مجرم تو ان لوگوں کے آنے سے پہلے فرار ہو گیا تھا۔ لوگ اس دوسرے شخص کو لے کر عورت کے پاس آئے تو اس شخص نے کہا کہ میں تو وہ ہوں جس سے تم نے مدد چاہی تھی اصل مجرم تو فرار ہو چکا ہے۔ لوگ اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے...... (احمد)(۱۲)

خلاصہ یہ ہے کہ فتنۂ خاتون کے تعلق سے رسول کریم ﷺ بے جا حساسیت اور زود تجسس سے کافی دور تھے۔ ان معدودے واقعات سے رسول اللہ ﷺ نے سلبی مفہوم نہیں لیا جن سے پاکیزہ فضا میں تکدر و آلودگی پیدا ہو رہی تھی اور جن سے کوئی معاشرہ خالی نہیں ہوتا۔ ان کے مقابلہ کے لئے نکیر اور خطرات و نقصانات کی جانب توجہ مبذول کرا دینا کافی ہوتا ہے۔ یعنی تربیت و رہنمائی اور اصلاحی کوشش ہی کافی ہے۔ نہ سخت ترین سزاؤں کی ضرورت ہے اور نہ جدید قوانین سازی کی جو لوگوں کے لئے باعث جرح و تنگی بنتی ہو۔

حوالہ جات

(۱) بخاری: کتاب المظالم۔ باب افنية الدور والجلوس فيها......ج ۶ ص ۳۷۔

مسلم: کتاب السلام۔ باب من حق الجلوس على الطريق رد السلام۔ ج ۷ ص ۲۔

(۲) بخاری: کتاب الاستئذان۔ باب قول اللہ يا ايها الذين آمنوا لا تدخلو بيوتا۔ ج ۱۳ ص ۲۴۵۔

مسلم: کتاب الحج۔ باب الحج عن العاجز......ج ۴ ص ۱۰۱۔

(۳) بخاری: کتاب ابواب العمل فی الصلاۃ۔ باب اذا قيل للمصلی تقدم......ج ۳ ص ۳۲۸۔

مسلم: کتاب الصلاۃ۔ باب امر النساء المصليات۔ ج ۲ ص ۳۲۔

(۴) بخاری کتاب ابواب صفۃ الصلاۃ۔ باب التسليم۔ ج ۲ ص ۴۶۷۔

(۵) صحیح جامع صغیر۔ ۵۱۳۲۔

(۶) مسلم: کتاب السلام۔ باب تحريم الخلوة بالاجنبية......ج ۷ ص ۸۔

(۷) بخاری: کتاب التفسیر۔ باب اذا جاء كم المومنات مهاجرات......ج ۱۰ ص ۲۶۱۔

مسلم: کتاب الامارۃ۔ باب كيفية بيعة النساء......ج ۲ ص ۲۹۔

(۸) سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ جلد ۲ نمبر ۵۲۹۔

(۹) بخاری: کتاب الصلاۃ، مواقیت الصلاۃ۔ باب الصلاة كفاره......ج ۲ ص ۱۴۸۔

مسلم: کتاب التوبہ۔ باب قولہ تعالیٰ ان الحسنات يذهبن السيئات۔ ج ۸ ص ۱۰۱۔

(۱۰) مسلم: کتاب التوبہ۔ باب قولہ تعالیٰ، ان الحسنات يذهبن السيئات۔ ج ۸ ص ۱۰۲۔

(۱۱) مسلم: کتاب الحدود۔ باب من اعترف على نفسه بالزنى۔ ج ۵ ص ۱۲۰۔

(۱۲) سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، نمبر ۹۰۰، مزید دیکھئے اعلام الموقعین۔ ج ۳ ص ۸۔

☆ ☆ ☆

چوتھا..... باب

مسلم خواتین کالباس

پہلی فصل: خواتین کالباس اور شریعت کے مقاصد

دوسری فصل: عہد رسالت میں عموماً خواتین برہنہ چہرہ رہتی تھیں

تیسری فصل: برہنہ چہرہ کے جواز پر فقہاء متقدمین کا اتفاق

چوتھی فصل: چہرہ، ہتھیلیاں، پاؤں اور کپڑوں کی زینت میں اعتدال

پانچویں فصل: لباس اور زینت کی مسلم معاشرہ کے عرف سے ہم آہنگی

فصل اول

خواتین کا لباس اور شریعت کے مقاصد

شریعت اسلامیہ میں خاتون کے لباس کے دو بنیادی مقاصد ہیں:

اول: شرمگاہ کی پردہ پوشی اور فتنہ سے حفاظت

دوم: یک گونہ امتیاز و تکریم

ان دونوں پر کچھ تفصیل کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

پہلا مقصد بعض معاصرین کے نزدیک ایک سوال پیدا کرتا ہے کہ اگر لباس کا مقصود شرمگاہ کی پردہ پوشی اور فتنہ سے حفاظت ہے تو مرد اور عورت کے قابل ستر حصہ میں فرق کیوں رکھا گیا ہے جبکہ دونوں میں سے ہر ایک کا بدن دوسرے کے لئے باعث فتنہ ہے؟

اس سوال کے درج ذیل جوابات ہیں:

الف۔ دونوں کے فتنہ کے درجہ میں فرق

اللہ تعالیٰ نے عورت کے بدن کو مرد سے ممتاز کچھ خصوصیات عطا فرمائی ہیں۔ اس کے جسم کا ہر حصہ ایک مخصوص فتنہ رکھتا ہے جب کہ عورت کی نظر کسی مرد کے جسم پر مجموعی طور پر پڑتی ہے۔ یعنی مرد کے بدن کے اجزا عورت کے اندر کوئی خاص ہیجان و تحریک نہیں پیدا کرتے۔ اگر کچھ تحریک پیدا ہوتی بھی ہے تو وہ بہت ہلکی و کمزور ہوتی ہے لیکن عورت کے اجزاء بدن کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس کے جسم کا ہر جزو حسن و جمال رکھنے کے ساتھ مخصوص فتنہ اور مخصوص تحریک پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ انسانی زندگی پر نظر ڈالی جائے تو معاملہ اس سے بھی کچھ آگے محسوس

ہوتا ہے۔ مرد حسن و جمال کی غرض سے زیادہ سے زیادہ کپڑے زیب تن کرتا ہے یہاں تک کہ صرف چہرہ اور ہتھیلیاں نظر آئیں جب کہ عورت زیادہ سے زیادہ عریانیت اپنانے کو حسن و جمال سمجھتی ہے۔ شاید یہ بھی وجہ ہو کہ مرد کے جسم میں سادگی اور خشکی ہوتی ہے لیکن عورت کے جسم میں نزاکت اور گداز پن ہوتا ہے۔

ب۔ دونوں کے میدان کار میں فرق

یعنی دونوں سے وابستہ بنیادی کام میں فرق ہے۔ مرد کا میدان کار گھر سے باہر تلاش معاش ہے اور اس غرض سے وہ زیادہ اوقات مختلف کاموں میں صرف کرتا ہے جس کی وجہ سے پردہ اس کے لئے دشوار ہو جاتا ہے لیکن عورت کا میدان کار اندرون خانہ اور اس کے بچے ہیں۔ وہ اپنے بیشتر اوقات میں گھر کے اندر محفوظ ہوتی ہے۔ وہاں اسے پورے بدن کو پوشیدہ رکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ اگر وہ کچھ اوقات گھر سے باہر کام بھی کرتی ہے تو کسی شخصی ضرورت یا سماجی تقاضہ کے پیش نظر باہر کی یہ مصروفیت مخصوص حالت ہوتی ہے۔ اس دوران اس سے پردہ کی مشقت برداشت کرنی چاہیئے لیکن یہ مشقت شدید ہو جائے یا بیشتر اوقات گھر سے باہر کام ہی میں صرف ہونے لگیں اور پورے جسم کا پردہ اس کے لئے گراں ہونے لگے تو ایسے موقع پر اجتہاد کی اہلیت رکھنے والے علماء کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اجتہاد کر کے ممکنہ آسانی کی دائرہ بندی کریں۔ شریعت کے اصول و قواعد: المشقة تجلب التيسير (مشقت آسانی لاتی ہے) "الحاجات تنزل منزلة الضرورة في اباحت المحظورات" (ممنوعات کی اباحت میں حاجت بھی ضرورت کا مقام اختیار کر لیتی ہے) کی روشنی میں طے کریں کہ کیا اس بات کی اجازت دی جا سکتی ہے کہ سخت گرمی کے موقع پر اور بار بار سر کو حرکت دینے کی ضرورت کے پیش نظر سر کی پردہ پوشی میں اتنی تخفیف کر دی جائے کہ بال تو پوشیدہ رہیں لیکن گردن کھولنے کی اجازت ہو؟ کیا اس بات کی اجازت ہو گی کہ کاموں میں پریشانی اور تقاضہ کی وجہ سے ہتھیلی سے متصل ہاتھ کے مزید کچھ حصے کھولے جائیں؟ یا پانی وغیرہ میں پاؤں ڈالنے کی ضرورت کی وجہ سے پنڈلیوں کے کچھ حصے بھی بے پردہ ہوں؟ اور کیا اس سلسلہ میں فقہائے احناف کے اس قاعدہ سے تقویت حاصل کی جا سکتی ہے "الابتلاء بالابداء" (اظہار کا ابتلا ہے)

صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی لکھتے ہیں کہ: "آزاد عورت کا پورا بدن قابل ستر ہے۔ صرف

چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "عورت قابل ستر چیز ہے" دونوں اعضاء کا استثناء ان دونوں کو کھولنے کی کثرت ضرورت کی وجہ سے ہے۔ (الابتلاء بابدائھا)(۱)

اس جملہ کی شرح کرتے ہوئے علامہ کمال ابن ہمام لکھتے ہیں کہ "......بلا شبہ اگر ستر کا ثبوت رسول اللہ ﷺ کا یہ قول ہے "خاتون، عورت (قابل ستر) ہے" اور اس کے بعض اجزا کے اظہار کا ثبوت "الابتلاء بالابداء" (اظہار کا ابتلاء) ہے تو اسی ابتلا کا تقاضہ ہے کہ دونوں پاؤں کھولنے کی اجازت ہو اور اختیار نامی کتاب میں ہے کہ: اگر نماز کے اندر عورت کے بازو کھل جائیں تو نماز ہو جائے گی کیونکہ بازو ظاہری زینت کا حصہ ہے......اور خدمت کے لئے بھی اس کو کھولنے کی ضرورت پیش آتی ہے لیکن ستر ہی افضل ہے۔ بعض علماء نے درست یہ بتایا ہے کہ نماز کے اندر تو وہ قابل ستر ہے اور نماز کے باہر نہیں ہے۔(۲)

ہدایہ کی شرح غایہ کے مصنف علامہ بابرتی لکھتے ہیں......امام حسن نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ وہ (قدم) ستر میں داخل نہیں ہے۔ امام کرخی کی بھی یہی رائے ہے۔ مصنف کہتے ہیں: "یہی قول زیادہ صحیح ہے" اس لئے کہ ننگے پاؤں یا چپل پہن کر چلنے وغیرہ میں بھی قدم کو کھولنے کی اکثر ضرورت پڑتی ہے۔(۳)

علامہ مرغینانی لکھتے ہیں: مرد کے جو حصے قابل ستر ہیں، باندی کے بھی وہی حصے ستر میں آتے ہیں کیونکہ وہ عام طور پر گھریلو کام کاج کے کپڑوں میں اپنے آقا کی ضروریات سے باہر نکلتی ہے۔(۴)

اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ کمال ابن ہمام لکھتے ہیں: مصنف کا جملہ (کیونکہ وہ......) کا مطلب یہ ہے کہ اس حصہ کو ستر میں شامل نہ کرنے کی وجہ...... حرج و دشواری ہے۔ اسے باہر نکلنے اور کاموں کے اندر میل جول کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر اس کے پورے جسم کو ستر کا حکم دیا جائے تو اسے دشواری و تنگی ہو گی۔(۵)

یہاں قابل غور یہ امر ہے کہ حاجت اور ازالۂ دشواری یہ دونوں آزاد عورت کے لئے نماز کے باہر ہاتھ کھولنے اور باندی کے لئے بدن کے بعض حصے کھولنے کی رخصت کی علت قرار پا رہے ہیں۔

اب دیکھئے کہ غزوہ احد کے موقع پر کس طرح حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلیم نے

ضرورت کے پیش نظر اس طرح اپنے پائجامے اٹھالئے کہ دونوں کی پنڈلیوں کی پازیب نظر آنے لگی اور وہ اپنی پشت پر پانی کے مشکیزے اٹھا اٹھا کر لاتیں اور لوگوں کو پلایا کرتی تھیں۔(۶)

ج۔ اگرچہ مرد کے قابل ستر حصے محدود اور تھوڑے ہیں لیکن عرف اسلامی سے آگے بڑھ کر عرف انسانی بھی یہ رہا ہے کہ حسن و جمال کے لئے مرد اپنے بدن کے بیشتر حصوں کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور صرف بوقت ضرورت قابل ستر حصہ کو پوشیدہ رکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ایک تو ایسے اوقات بہت کم ہوتے ہیں دوسری جانب مرد کے جسم کے خد و خال عورت کے لئے کم ہی باعث فتنہ بنتے ہیں۔

یہ تو پہلے مقصد کی بابت گفتگو ہوئی۔جہاں تک دوسرے مقصد یعنی باندی کے مقابلہ آزاد عورت کی تکریم اور امتیاز کی بات ہے تو یہ امتیاز صالح اور درست ہے۔ یہ جاہ و مال اور اقتدار پر فخر و مباحات کا امتیاز نہیں ہے۔یہ اپنی عفت و حفاظت اور حیثیت کے اعزاز کی بنیاد پر ہے۔اس میں ایک جانب کردار کے اعلیٰ معیار کی خواہش اور دوسری طرف لوگوں کی جانب سے عورت کے احترام وقدر کا مفہوم ہے اور اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

الف۔ عورت کا جسم عام طور پر باعث فتنہ ہے لیکن پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ شریعت نے تین قسم کی خواتین کے پردہ کے تین درجہ مقرر کئے ہیں:

پہلا درجہ: امہات المومنین کے ساتھ مخصوص ہے۔ان کے لئے مردوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہنا ضروری ہے۔ صرف گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت اس سے مستثنیٰ ہے۔اس کے دلائل کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

دوسرا درجہ: آزاد مومن خواتین کا ہے۔ان کے لئے چہرے اور ہتھیلیوں کے علاوہ سارا بدن پردہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا یبدین زینتھن إلا ما ظھر منھا. (نور۔۳۱)

(اور وہ اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے۔)

تیسرا درجہ: مومن باندیوں کا ہے۔ان کے لئے اپنے سر اور بعض اجزا مثلاً ہاتھ کے کچھ حصے اور پنڈلی کے کچھ حصے (بسا اوقات ضروری) کھولنے کی اجازت ہے۔

اس کی دلیل آیت قرآنی ہے:

یا ایھا النبی قل لازواجك وبناتك ونساء المومنین یدنین علیھن من جلا بیبھنّ ذلك ادنی ان یعرفن فلا یوذین. (احزاب۔۵۹)

(اے نبی آپ کہہ دیجئے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو (عام) ایمان والوں کی عورتوں سے اپنے اوپر نیچی کر لیا کریں اپنی چادریں تھوڑی سی۔ اس سے وہ جلد پہچان لی جایا کریں گی اور اس لئے انھیں ستایا نہ جائے گا۔)

تفسیر طبری میں ہے کہ: (اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ اپنی ازواج، اپنی صاحبزادیوں اور مومن خواتین سے فرما دیجئے کہ وہ اپنے لباسوں میں باندیوں کی مشابہت نہ اختیار کریں......)

باندی کے لئے بغیر دوپٹہ نماز پڑھنے کے سلسلہ میں امام مالک نے فرمایا کہ یہی اس کی سنت ہے۔(۷)

ابن قدامہ حنبلی کی المغنی میں ہے کہ "باندی کا سر کھول کر نماز پڑھنا جائز ہے"۔(۸)

ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ: حجاب آزاد عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ باندیوں کے لئے نہیں۔ نبی کریم ﷺ اور خلفاء راشدینؓ کے دور میں یہی مسلمانوں کا طریقہ رہا ہے کہ آزاد عورت پردہ میں ہوتی تھی اور باندی نمایاں۔ حضرت عمرؓ جب کسی باندی کو پردہ پوش دیکھتے تو اسے مارتے اور فرماتے کہ بیوقوف! تم آزاد عورت کی نقل کرتی ہو۔(۹)

ب۔ پردہ کے ان درجات میں سے ہر درجہ کے لئے ارتکاب جرم کے موقع پر مخصوص سزا رکھی گئی ہے۔ امہات المومنین پردہ و تکریم کے اعلیٰ درجہ پر ہیں تو ان کے لئے سزا بھی دیگر آزاد خواتین سے دوگنی رکھی ہے۔ ارشاد ہے:

یا نساء النبی من یات منکن بفاحشة مبینة یضاعف لھا العذاب ضعفین. (احزاب۔۳۰)

(نبیؐ کی بیویو، تم میں سے جو کسی صریح فحش حرکت کا ارتکاب کرے گی اسے دوہرا عذاب دیا جائے گا۔)

آزاد عورتیں ستر و تکریم کے درمیانی درجہ پر ہیں تو ان کی سزا باندیوں کی سزا سے دوگنی رکھی گئی ہے۔ ارشاد ہے:

فان أتین بفاحشة فعلیھن نصف ما علی المحصنات من العذاب. (نساء۔۲۵)

(اور اس کے بعد کسی بد چلنی کی مرتکب ہوں تو ان پر اس سزا کی بہ نسبت آدھی سزا ہے جو خاندانی عورتوں (محصنات) کے لئے مقرر ہے۔)

ابن رشد الحفید اس کی تشریح ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ سزا کی تخفیف کی وجہ غلام کے مرتبہ کی تخفیف ہے۔ باندی کے لئے یہ جرم اتنا برا نہیں جتنا آزاد عورت کے لئے ہے۔ (۱۰) یعنی تکریم کا مرتبہ جس قدر بلند ہو گا معصیت کی سزا اسی قدر زیادہ ہو گی۔

یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ ازواج مطہرات کے لئے پردہ کے اس اعلیٰ درجہ سے دراصل رسول کریم ﷺ کی تکریم وامتیاز مقصود ہے۔ ازواج مطہرات تکریم میں ذات نبویؐ کے تابع ہیں۔

اسلام عورت کی تکریم کرتے ہوئے پردہ پوشی اور نسائیت کی حفاظت کا حکم دیتا ہے اور بقدر ضرورت ہی اظہار کا حکم دیتا ہے۔ وہ مردوں کو بھی حکم دیتا ہے کہ اپنے بدن اور طاقتوں کی نمائش ضرورت تک محدود رکھیں۔ اللہ کی نظر میں انسان کا امتیاز اس کی عقل، علم، اخلاق اور فضل کی وجہ سے ہے، خوبصورتیِ جسم کی وجہ سے نہیں ہے۔ ارشاد ہے: تم میں سب سے مکرم اللہ کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو (حجرات ۱۳) اور ارشاد نبوی ہے: اللہ تمہارے جسموں اور صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔ (مسلم) (۱۱)

ظاہر اور جوہر

لباس پر گفتگو کے ضمن میں ظاہر اور جوہر کی بات آتی ہے۔ کپڑے اپنی ہیئت اور رنگ میں مظہر ہیں لیکن اپنی حقیقت میں وہ کسی جوہر کے غماز ہوتے ہیں کیونکہ کپڑے خواہ مرد زیب تن کریں یا عورتیں، سب سے پہلے وہ بدن کی پوشیدگی کے لئے ہیں۔ دوسرے نمبر پر وہ سردی و گرمی سے حفاظت کے لئے ہیں اور تیسرے نمبر پر اچھی و خوبصورت شکل میں اظہار کے لئے ہیں۔ عام حالات میں لباس کی یہی حقیقت ہے لیکن مسلم خواتین کے لئے وہ لباس تقویٰ بھی ہے۔

ولباس التقوی ذلك خير. (اعراف۔۲۶)

(اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔)

حفاظت و عفت کے لئے بھی ہے:

صبغة الله ومن أحسن من الله صبغة. (بقرہ۔۱۳۸)

(کہو: "اللہ کا رنگ اختیار کرو اس کے رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ ہو گا۔)

یہ مسلم خاتون کے لباس کا جوہر ہے جو اپنی نفاست کے ساتھ ساتھ ایک بڑے جوہر کا چھوٹا سا جز ہے کیونکہ لباس آرائی مسلم خاتون کے اعمال میں ایک محدود عمل ہے اور کلی جوہر کا ایک جز ہے۔ عورت کی عقل، قلب، شرافت و عزت اور ذمہ داریوں کے ساتھ پوری شخصیت اس کا کلی جوہر ہے اور اس جوہر کی درستگی کے لئے ضروری ہے کہ جزء بھی کل کی خدمت میں مصروف ہو۔

مکمل لباس عفت و حفاظت کے علاوہ عورت کی عقل کے لئے غذا اور افزائش نیز عقلی سرگرمیوں کے لئے معاون ہوتا ہے۔ مکمل لباس ہر مقام پر عورت کی عصمت و عزت کا محافظ ہوتا ہے۔ مکمل لباس عورت کے قلب کی حفاظت اور بیداریٔ دل میں معاون ہوتا ہے۔ اور ان سب کے علاوہ مکمل لباس عورت کو اپنی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں معاون ہوتا ہے۔ گھر کی دیکھ ریکھ سے لیکر سیاسی و سماجی سرگرمیوں نیز اپنے معاشرہ کی ضرورت کے پیش نظر دیگر پیشہ ورانہ کاموں کے ذریعہ امت کی اٹھان میں حصہ لینے تک ہر جگہ تعاون دیتا ہے۔

اس طرح عورت کی زندگی مکمل شکل میں سامنے آتی ہے:

لیکن یہی لباس اگر عورت کو ہر حال میں گھر کی چہار دیواریوں میں مقید کردے، زندگی کے کسی بھی میدان میں حرکت و نشاط سے روک دے، خواہ وہ کتنا ہی نیک کام ہو تو یہ لباس عورت کی عقل کو شل کر دینے، اس کے قلب کو تاریک اور اس کی عزت و کرامت کو پامال کر دینے والا ہے اور اس کی ذمہ داریوں کو ختم کر دینے والا ہے۔ حالانکہ وہ بھی انسان ہے جسے اللہ نے تخلیق بخش کر مرد کے ہمدوش ہو کر اس کائنات کی بہتر و پاکیزہ تعمیر انجام دینے کی ذمہ داری سونپی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بر حق ہے: "خواتین مردوں کے لئے حقیقی بہنوں جیسی ہیں"۔ (۱۲)

کیا شریعت نے عورت کے لئے خاص طرز کا لباس فرض کیا ہے؟

شریعت نے کسی خاص طرز کا لباس فرض نہیں کیا ہے۔ اس نے کچھ شرطیں مقرر کردی ہیں۔ کسی بھی لباس میں ان شرطوں کی رعایت ضروری ہے۔ مختلف علاقوں میں مختلف لباس کا رواج ہے۔ کوئی عرف و رواج جب تک شریعت کے حکم اور آداب سے ٹکراتا نہ ہو، اسلام اسے تسلیم کرتا

ہے۔ جاہلیت میں رائج لباس کا بھی اسلام نے انکار نہیں کیا بلکہ اس میں کچھ ضروری تبدیلی کردی۔

قبل از اسلام عرب خواتین کے کچھ طرز کے لباس ہوا کرتے تھے۔ ایک سر ڈھانپنے کے لئے ہوتا تھا جس کو "خمار" کہتے تھے، ایک بدن ڈھانپنے کے لئے ہوتا تھا جس کو "درع" کہتے تھے اور ان دونوں کے اوپر پہننے کے لئے ایک لباس "جلباب" کے نام سے ہوتا تھا۔ نقاب یا برقع بھی ہوتا تھا جسے کچھ خواتین اپنے چہروں کو اس طرح ڈھانپتی تھیں کہ صرف دونوں آنکھوں کے گوشے نظر آتے تھے۔

اسلام نے ان لباسوں کو باقی رکھا صرف چند امور کی جانب توجہ دلائی جن کی رعایت لباس کے اندر ضروری قرار دی تاکہ بدن کی پوشیدگی مکمل طریقہ پر ہو سکے۔ مثلاً جب خمار پہنا جائے تو اسے آگے کی طرف لٹکا لیا جائے تاکہ اس کے کناروں سے گردن اور گریبان کا چاک حصہ چھپ جائے۔ کہا گیا:

وليضربن بخمرهن على جيوبهن. (نور۔۳۱)

(اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں۔)

آزاد عورتوں کو حکم دیا گیا کہ باہر نکلتے وقت اپنے بدن پر جلباب ڈال لیا کریں تاکہ باندیوں سے وہ ممتاز رہیں:

يا ايها النبى قل لأزواجك وبناتك ونساء المومنين يدنين عليهن من جلابيبهنّ ذلك أدنى ان يعرفن فلا يوذين (احزاب۔۵۹)

(اے نبیؐ آپ کہہ دیجئے اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور (عام) ایمان والوں کی عورتوں سے اپنے اوپر نیچی کر لیا کریں اپنی چادریں تھوڑی سی۔ اس سے وہ جلد پہچان لیا جایا کریں گی اور اس لئے انھیں ستایا نہ جائے گا۔)

نقاب کی پابند خاتون کو تلقین کی گئی کہ متعین اوقات میں نقاب اتار دیں۔ مثلاً نماز کے اوقات میں تاکہ زمین پر پیشانی اور ناک پوری طرح رکھ کر سجدہ کی تکمیل کر سکیں۔ احرام کے وقت بھی نہ پہنیں تاکہ خوشحالی سے گریز اور پراگندگی کا اظہار ہو۔ احرام ہی پر قیاس کرتے ہوئے بعض فقہا حنابلہ نے سوگ کے دوران خوشحالی وزینت سے گریز کے لئے نقاب اتارنے کی رائے دی ہے۔

یہ وہ چند امور ہیں جو غیر مردوں سے ملاقات کے وقت خواتین کے لباس کے لئے شر

کی حیثیت رکھتے ہیں۔ان شرائط پر تفصیلی گفتگو آئندہ ہو گی لیکن اس قدر وضاحت ضروری ہے کہ اعتبار ظاہری شکل کا نہیں، مضمون کا ہوتا ہے۔ مضمون وہ پردہ ہے جو فتنہ کی دعوت دینے والی زینت کو چھپاتا ہے۔ آیت قرآنی کا اشارہ بھی اس جانب ہے:

ولایبدین زینتھن إلا ما ظھر منھا. (نور۔۳۱)

(اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے۔)

لباس کا طرز کوئی تعبدی امور میں سے نہیں ہے کہ اس میں عقل کو دخل نہ ہو بلکہ اس کا تعلق معاملات سے ہے، جو اپنی علت کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں اور مقاصد شریعت کے مطابق حکم طے پاتا ہے۔ نیز اس کا تعلق عادات سے ہے جو زمانہ اور جگہ کے فرق سے بدلتی رہتی ہیں۔ کسی بھی طرز کا لباس اگر شریعت کی شرطوں کے ساتھ پردہ کی تکمیل کرتا ہو اور پردہ کے ساتھ ساتھ ایک جانب ماحول کے مناسب بھی ہو اور دوسری طرف حرکت و کام میں آسانی پیدا کرتا ہو تو وہ شریعت کی نظر میں مقبول و پسندیدہ ہے۔

ذیل میں ہم ابن تیمیہ کا اقتباس نقل کرتے ہیں جس سے مزید وضاحت ہو جاتی ہے کہ جب تک شریعت کی شرائط و آداب کی تکمیل ہو رہی ہو کسی بھی طرز و رنگ کا لباس اختیار کیا جا سکتا ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں: (اللہ تعالیٰ نے کتاب و سنت کے اندر جن ناموں کے ساتھ احکام وابستہ فرمائے ہیں ان میں کچھ تو ایسے ہیں جن کی تعریف و تحدید شریعت ہی سے ہو گی۔ جیسے نماز، زکوٰۃ اور روزہ کے اسماء...... کچھ ایسے ہیں جن کی تعریف لغت سے ہو گی جیسے سورج، چاند، آسمان، زمین وغیرہ...... کچھ ایسے ہیں جن کی تعریف و توضیح لوگوں کے عرف و رواج سے ہو گی اور عرف رواج کے تعدد کی وجہ سے تعریف بھی متعدد ہو گی، جیسے بیع، نکاح، قبض، درہم، دینار وغیرہ وہ اسماء جن کی نہ تو شریعت نے کوئی متعین تعریف بتائی ہے اور نہ کوئی ایسی واحد تعریف ان کی ہے جس پر تمام اہل لغت متفق ہوں بلکہ لوگوں کی عادات کے فرق سے ان کی صفت و مقدار میں فرق آتا رہتا ہے۔) (۱۳)

دوسری جگہ فرماتے ہیں: (رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کبھی تو کسی فعل کی نوعیت میں اور کبھی اس کی جنس میں ہوتی ہے۔ بسا اوقات آپؐ ایسا عمل کرتے ہیں جس کا مفہوم اس نوع اور دیگر انواع کے لئے عام ہوتا ہے۔ ایسے امور میں مشروع وہ عام عمل ہو گا مثال کے طور پر...... آپ علیہ

السلام کا تیل استعمال کرنا، کیا اسی سے مقصود تیل ہی لگانا ہے؟ یا بال میں کنگھا کرنا ہے؟ اگر کوئی علاقہ ٹھنڈا ہو وہاں کے لوگ گرم پانی سے غسل کرتے ہوں، جس کی وجہ تیل کی ضرورت نہ پیش آتی ہو بلکہ تیل ان کے بالوں اور کھالوں کے لئے ضرر رساں ہو تو ان کے حق میں اپنے لئے مفید چیز سے ہی سر میں کنگھا کرنا ہوگا۔ یہ دوسرا مفہوم ہی زیادہ درست ہے۔ اسی طرح جب آپ علیہ السلام رطب، تمر اور جو کی روٹی وغیرہ کھاتے تو کیا آپ علیہ السلام کی پیروی کا مطلب یہ ہے کہ مخصوص وہی رطب، تمر اور جو کھائی جائے؟ اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ جب صحابہ کرامؓ نے ممالک فتح کئے تو ہر ایک صحابی اپنے اپنے علاقے کی غذا کھاتے تھے اور اپنے علاقے کا لباس پہنتے تھے۔ مخصوص مدینہ کی غذا اور لباس کا التزام نہیں کرتے تھے۔ اگر یہ ان کے حق میں افضل ہوتا تو وہ افضل کو اختیار کرنے کے زیادہ مستحق تھے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ عام طور پر ایک ازار اور ایک چادر پہنا کرتے تھے۔ تو کیا ہر شخص کے لئے افضل یہی ہے کہ چادر اور ازار خواہ قمیص کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو، پہنے؟ یا چادر و ازار کے بغیر قمیص کے ساتھ پائجامہ پہننا افضل ہے؟ اس مسئلہ میں بھی علماء میں اختلاف ہوا ہے جب کہ دوسرا معنی ہی درست ہے۔ (۱۴)

اجنبی مردوں سے ملاقات کے وقت عورت کے لباس کے لئے شرطیں

اجنبی مردوں سے ملاقات کے وقت عورتوں کے لباس کے لئے درج ذیل شرائط ضروری ہیں:

۱۔ چہرہ، دونوں ہتھیلی اور دونوں پاؤں کے علاوہ سارے بدن کی پوشیدگی۔

۲۔ کپڑے، چہرہ، ہتھیلی اور پاؤں کی زینت میں اعتدال۔

۳۔ لباس اور زینت مسلم معاشرہ کے رواج کے مطابق ہوں۔

۴۔ لباس مجموعی طور پر مردوں کے لباس سے علاحدہ ہو۔

۵۔ لباس مجموعی طور پر غیر مسلم عورتوں کے لباس سے علاحدہ ہو۔

حوالہ جات

(۱) دیکھئے: شرح فتح القدیر......ج ا ص ۲۵۸، ۲۵۹۔

(۲) حوالہ سابق۔

(۳) حوالہ سابق۔

(۴) حوالہ سابق......ج ا، ص ۲۶۲، ۲۶۳۔

(۵) حوالہ سابق۔

(۶) بخاری شریف کتاب الجہاد۔باب غزوۃ النساء وقتالهن مع الرجال......ج ۶، ص ۴۱۸۔
مسلم شریف: کتاب الجہاد۔باب غزوۃ النساء مع الرجال......ج ۵، ص ۱۹۷۔

(۷) المدونہ الکبری......ج ا ص ۹۴۔

(۸) دیکھئے المغنی......ج ا، ص ۶۰۴۔

(۹) فتاوی ابن تیمیہ......ج ۱۵، ص ۴۷۳۔

(۱۰) بدایۃ المجتہد......ج ۲، ص ۴۷۔

(۱۱) مسلم شریف: کتاب البر والصلہ والآداب۔باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره۔ ج ۸۔ ص ۱۱۔

(۱۲) دیکھئے: الجامع الصغیر (حدیث نمبر ۲۳۲۹)

(۱۳) فتاوی ابن تیمیہ......ج ۱۹، ص ۲۳۵۔

(۱۴) فتاوی ابن تیمیہ......ج ۲۲، ص ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶۔

☆ ☆ ☆

دوسری فصل

عہد رسالت میں عموماً خواتین برہنہ چہرہ رہتی تھیں

اول۔ قرآنی آیات اور حدیث میں ان کی تشریح:

ذیل میں بیان کی جانے والی قرآنی آیات اور احادیث میں اگرچہ صراحتاً چہرہ کی برہنگی کا تذکرہ نہیں ہے لیکن آیات واحادیث کا سیاق اور علماء کرام کی تشریح اسی مفہوم کو متعین کرتی ہے۔

پہلی دلیل

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قل للمومنين يغضوامن أبصارهم ويحفظوا فروجهم ذلك أزكى لهم إن الله خبيربما يصنعون. وقل للمومنات يغضن من أبصارهن ويحفظن فروجهن. (نور ۳۰-۳۱)

(آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے حق میں زیادہ صفائی کی بات ہے۔ بیشک اللہ کو سب کی خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں۔ اور آپ کہہ دیجئے ایمان والیوں سے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔)

اس آیت کی تفسیر میں صاحب فتح القدیر علامہ شوکانی تحریر فرماتے ہیں: ابن مردویہ نے حضرت علی بن ابو طالبؓ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ دور رسالت میں مدینہ کی ایک گلی سے ایک شخص گذر رہا تھا، اس کی نظر ایک خاتون پر پڑی۔ خاتون نے بھی اسے دیکھا۔ دونوں کے دلوں میں شیطان نے وسوسہ ڈالا اور وہ ایک دوسرے کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھنے لگے۔ وہ شخص دیوار کے کنارے عورت کو دیکھتا ہوا بڑھ رہا تھا کہ سامنے کی ایک دیوار سے ٹکرا گیا اور ناک پھٹ گئی۔ اس نے دل میں کہا: میں جب تک حضور ﷺ کے پاس جا کر واقعہ نہ بتا دوں گا، خون نہیں پونچھوں گا۔ آکر اس

نے سارا قصہ سنایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہارے گناہ کی سزا ہے قل للمومنين يغضوا من أبصارهم ۔علامہ عیاض فرماتے ہیں: شرمگاہوں اور ان جیسی چیزوں میں تو ہر حال میں نگاہیں نیچی رکھنا ضروری ہیں۔ غیر قابل ستر چیزوں میں کبھی ضروری ہے اور کبھی نہیں۔(۱)

ابن عبدالبر فرماتے ہیں: عورت کے (چہرہ و دونوں ہتھیلیوں کو) شک آلود اور نامناسب نگاہ کے بغیر دیکھنا جائز ہے۔ شہوت کی نگاہ جب کپڑے میں پوشیدہ جسم پر ڈالنا حرام ہے تو برہنہ چہرہ کو شہوت کی نگاہ سے دیکھنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔(۲)

ابن العربی لکھتے ہیں: "یغضوا" یعنی دیکھتے چلے جانے سے گریز کریں۔ اس آیت میں حرف "من" تبعیض کے لئے ہے۔(۳)

ابن القیم فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے اگرچہ یہ نگاہ اللہ کی قدرت اور تخلیق کی جمال آرائیوں پر غور کے لئے ہو لیکن حرام تک پہنچانے والی شہوت و نیت کا ذریعہ بننے سے حفاظت کے لئے یہ حکم ہے۔(۴)

ان دونوں آیتوں سے ضمناً یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ چہرہ بے پردہ ہی رکھنے کا رواج تھا۔ ایک تیسری آیت بھی اس مفہوم کو ثابت کرتی ہے:

يعلم خائنة الأعين وماتخفي الصدور. (غافر۔۱۹)

(اللہ) جانتا ہے آنکھوں کی چوری کو اور جو کچھ سینہ میں چھپا ہوا ہے اس کو بھی۔

فتح الباری میں ہے کہ آیت بالا کا مطلب یہ ہے کہ حرام چیزوں کی جانب نگاہوں کی چوری کو اللہ جانتا ہے۔ ابن ابی حاتم حضرت ابن عباس سے مذکورہ آیت کی تشریح نقل کرتے ہیں کہ: "گذرنے والی خوبصورت عورت پر مرد نظر ڈالے اور جس گھر میں وہ ہو اس گھر میں داخل ہو۔ جب لوگ محسوس کرلیں تو نگاہ نیچی کرلے......"(۵)

کیا گذرنے والی عورتوں پر نگاہ اور ان کے حسن پر فریفتگی اس کے بغیر ممکن ہے کہ خواتین عموماً برہنہ رو رہتی ہوں؟

متعدد احادیث میں پاکیزگی نگاہ کی ترغیب دی گئی ہے۔ نگاہ نیچی رکھنے کا تذکرہ ہے اور دیکھتے رہنے کے انجام سے آگاہ کیا گیا ہے۔

چند احادیث درج ذیل ہیں:

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: راستوں پر بیٹھنے سے گریز کرو۔ لوگوں نے عرض کیا: اس کے بغیر تو چارہ نہیں ہم راستوں پر ہی بیٹھ کر گفتگو کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر بیٹھنا ضروری ہے تو راستوں کا حق ادا کرو۔ دریافت کیا گیا کہ راستوں کا حق کیا ہے؟ فرمایا: نگاہ نیچی رکھنا، تکلیف دہ چیز کو ہٹانا، سلام کا جواب دینا، معروف کا حکم دینا اور منکر سے روکنا۔ (بخاری و مسلم)(۶)

حضرت جریر بن عبداللہ راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بے ارادہ نگاہ پڑنے کا حکم پوچھا تو آپؐ نے مجھے نگاہ پھیر لینے کا حکم دیا۔ (مسلم)(۷)

کیا یہ تنبیہ محض ظاہری کپڑوں کو دیکھنے سے متعلق ہے؟ یا عورت کی اس زینت سے متعلق ہے جو اصل تو پوشیدہ رہتی ہے، مگر کبھی ضرورتاً اور کبھی غیر ارادی طور پر نمایاں ہو جاتی ہے؟

آیت کریمہ "قل للمومنین یغضوا من ابصارھم" خود اس بات کی جانب اشارہ کر رہی ہے کہ عورت کے کچھ حصوں کے نمایاں رہنے کا معمول تھا اور مردوں کو ان سے اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا۔ عورت کوئی سیاہ پوش سایہ کی مانند نہیں ہوا کرتی تھی جس کا کوئی بھی حصہ نظر نہ آتا ہو۔ اگر شریعت کی جانب سے چہرہ پوشیدہ رکھنے کا حکم عورتوں کے لئے ہوتا تو مردوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دینے کی ضرورت نہ تھی، صرف عورتوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دینا کافی تھا۔ اس لئے کہ مرد برہنہ رو ہوتے ہیں۔ لیکن مرد و عورت دونوں کو یکساں طور پر نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دینا اس بات کا غماز ہے کہ ہر دو صنف کے کچھ اعضاء کھلے ہوتے ہیں اور دوسری صنف کی طرف فتنہ کا اندیشہ ہوتا ہے اور دونوں کے درمیان کم سے کم قدر مشترک چہرہ اور ہتھیلیاں ہی ہیں۔

دوسری دلیل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لا یحل لك النساء من بعد ولا أن تبدل بهن من أزواج ولو أعجبك حسنهن. (احزاب: ۵۲)

(ان عورتوں کے بعد آپ کے لئے کوئی جائز نہیں اور نہ یہی کہ آپ اِن بیویوں کی جگہ دوسری کرلیں چاہے آپ کو ان کا حسن بھلا ہی لگے۔

یہ آیت بتا رہی ہے کہ رسول کریمؐ کے لئے اب کوئی شادی جائز نہیں ہے خواہ کسی عورت کا حسن آپؐ کو اچھا ہی کیوں نہ لگے۔ کیا یہ حسن کی پسندیدگی بغیر چہرہ دیکھے بھی ممکن ہے؟ واضح رہے کہ یہاں وہ دیکھنا مراد نہیں ہے جو ایک عورت کو پیغام دینے والا دیکھتا ہے بلکہ عام حالات میں خواتین کے چہروں پر پڑنے والی مردوں کی نگاہ اور کسی کے حسن کی پسندیدگی مراد ہے۔ علامہ جصاص نے بھی اس آیت کی تشریح میں بھی یہی مفہوم مراد لیا ہے۔ فرماتے ہیں: ان کے حسن کی پسندیدگی ان کا چہرہ دیکھے بغیر نہیں ہو سکتا ہے۔ (۸)

ایک جانب اس آیت کریمہ میں خواتین پر پڑنے والی اچٹتی ہوئی نگاہ کے وقت کسی عورت کے حسن کی پسندیدگی کا امکان رسول اللہؐ کے لئے بتایا جا رہا ہے۔ دوسری جانب متعدد احادیث میں عام مردوں کی جانب سے اس طرح کی پسندیدگی کے امکان کی جانب اشارہ ملتا ہے جو عام حالات میں مردوں سے ملاقات اور راہ چلتے وقت عورتوں کے برہنہ رو ہونے کی دلیل ہے۔

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کو دیکھا (اور امام احمد کی ایک روایت میں ہے (۹): ایک عورت کو دیکھا اور وہ آپؐ کو اچھی لگی) تو آپؐ اپنی زوجہ حضرت زینب کے پاس تشریف لائے، وہ کھال دھو رہی تھیں، آپؐ نے اپنی ضرورت پوری فرمائی پھر باہر صحابہ کرامؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے۔ تم میں سے کوئی جب کسی عورت کو دیکھے تو اپنی بیوی کے پاس چلا آئے تو اس سے اس کے دل کا خیال دور ہو جاتا ہے۔ (مسلم۔۱۰)

مسلم شریف کی ایک دوسری روایت میں ہے حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریمؐ کو فرماتے ہوئے سنا: جب تم میں سے کسی کو کوئی عورت اچھی لگے اور اس کا خیال دل میں آجائے تو اسے چاہیئے کہ اپنی بیوی کے پاس چلا آئے اور اس سے تعلق قائم کرلے۔ اس سے اس کے دل کا خیال دور ہو جائے گا۔ (مسلم) (۱۱)

تیسری دلیل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولا جناح عليكم فيما عرضتم به من خطبة النساء أو أكننتم في أنفسكم علم الله أنكم

ستذکرونهن ولکن لا تواعدوهن سراً الا ان تقولوا قولاً معروفاً. ولا تعزموا عقدة النکاح حتی یبلغ الکتاب أجله واعلموا أنّ الله یعلم ما فی أنفسکم فاحذروه واعلموا انّ الله غفور حلیم. (بقرہ۔۲۳۵)

(اور تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان (زیر عدت) عورتوں کے پیغام نکاح کے باب میں کوئی بات اشارۃً کہو یا (یہ ارادہ) اپنے دلوں میں ہی پوشیدہ رکھو۔ اللہ کو تو علم ہے کہ تم ان عورتوں کا ذکر مذکور کروگے البتہ ان سے کوئی وعدہ خفیہ (بھی) نہ کرو مگر ہاں کوئی بات عزت وحرمت کے موافق (چاہو تو) کہہ دو اور عقد نکاح کا عزم اس وقت تک نہ کرو جب تک کہ میعاد مقرر اپنے ختم کو نہ پہنچ جائے اور جانے رہو کہ اللہ بخشنے والا ہے بڑا بردبار ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں طلاق بائن کی عدت اور عدت وفات کے زمانہ میں اشارۃً پیغام دینے کی کیفیت سے متعلق صحابہ و تابعین کی متعدد روایتیں علامہ طبری نے نقل کی ہیں:

چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ پیغام دینے والا شخص یوں کہے کہ میں ایسی عورت کو پسند کرتا ہوں جس کے اندر ایسی اور ایسی خوبی ہو...... اس کے سامنے اچھی خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اشارہ سے کام لے۔

اور مجاہد سے مروی ہے کہ وہ یوں کہے: تم تو بہت خوبصورت ہو، تم بہت پسندیدہ ہو، تم کسی اچھائی تک پہنچوں گی۔

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ فرماتی ہیں کہ میرے شوہر ابو عمرو بن حفص بن مغیرہ عیاش بن ابی ربیعہ نے میرے پاس طلاق بھجوائی اور ساتھ میں پانچ صاع کھجور اور پانچ صاع جو بھجوائی۔ میں نے کہا: میرا نفقہ صرف اتنا ہی ہے؟ اور کیا میں تمہارے گھر میں عدت نہیں گزاروں گی؟ انھوں نے کہا! نہیں۔ وہ کہتی ہیں: میں نے اپنے کپڑے سمیٹے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر یہ بات بتائی؟ آپ نے پوچھا: تمھیں کتنی طلاق دی ہے میں نے کہا: تین۔ آپؐ نے فرمایا: اس نے ٹھیک کہا، تمہارا نفقہ اس پر نہیں ہے اور تم اپنے چچازاد بھائی ابن ام مکتوم کے گھر میں عدت گزارو اور وہ نابینا ہے تم وہاں اپنے کپڑے ڈال سکتی ہو۔ جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے بتاؤ (ایک روایت میں ہے (۱۲): آپؐ نے اس کے پاس کہلا بھیجا کہ مجھ سے پوچھنے سے پہلے کچھ مت کرو۔ (مسلم)(۱۳)

امام نووی فرماتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بائنہ عورت کو اشارۃً پیغام دینا جائز ہے اور ہمارے (علمائے شوافع) کے نزدیک یہی صحیح ہے۔ (۱۴)

غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ وہ خاتون برہنہ رو آئی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے اندر کوئی چیز دیکھی جس کی وجہ سے حضرت اسامہؓ سے نکاح کے لئے اپنے ذہن میں ان کا انتخاب کرلیا اور ان کی عدت کے دوران اشارتاً انھیں پیغام دیا۔ یہ کوئی قابل تعجب بات نہیں ہے کیونکہ حافظ ابن حجر کے بقول وہ مہاجرین اولین میں سے تھیں اور حسن وجمال کے ساتھ عقل مند بھی تھیں۔ (۱۵)

عدت کے دوران عورت کے پاس جانا اس بات پر قرینہ ہے کہ وہ برہنہ رو رہتی ہوگی۔ کیونکہ اگر پردہ کا معمول ہوتا تو اس کے پاس جانا مرد وعورت دونوں کے لئے باعث پریشانی ہوتا اور جانے کے بعد "تم تو بہت خوبصورت ہو، مجھے بہت اچھی لگ رہی ہو" وغیرہ جملے کہنا برہنہ رو ہونے کی مزید تاکید فراہم کرتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ شریعت نے عورت کو دوران عدت سرمہ وغیرہ لگا کر زینت اختیار کرنے سے اس اندیشہ کی وجہ سے منع کیا ہے کہ اس کی زینت مردوں کی نگاہ میں آئے۔ اشارۃً پیغام دینا مردوں کے لئے عدت والی عورت کو دیکھنے کا ایک موقع ہے۔ عورت کے برہنہ رو ہونے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ پیغام دینے والے کے لئے عورت کا چہرہ دیکھنا پسندیدہ قرار دیا گیا ہے تاکہ ان دونوں کے درمیان رشتہ نکاح ومحبت زیادہ پائیدار ہو۔ اگر برہنہ رو ہونے کا معمول نہ ہو تو اشارۃً پیغام دیتے وقت چہرہ دیکھنا کیونکر ممکن ہوسکتا ہے؟

دوم۔ سنت مطہرہ سے کچھ دلائل

پہلی دلیل

سات اعضاء بشمول پیشانی وناک پر سجدہ

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے: پیشانی، آپؐ نے ہاتھ سے اشارہ کرکے بتایا ناک، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کے سرے...... (بخاری) (۱۶)

ابن عبدالبر "تمہید" میں کہتے ہیں: (اور عورت کو نماز میں دونوں ہتھیلی اور چہرہ کھولنے کا

حکم دیا گیا ہے۔)(۱۷)

امام نووی "المجموع" میں کہتے ہیں: (اور عورت کے لئے نماز میں نقاب ڈالنا مکروہ ہے۔(۱۸)

"الشرح الکبیر" کے مصنف کا کہنا ہے: (اور عورت کے لئے نماز کی حالت میں چہرہ پر نقاب ڈالنا مکروہ ہے۔ابن عبدالبر کہتے ہیں: علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عورت کے لئے نماز اور احرام میں اپنا چہرہ کھلا رکھنا ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر نماز پڑھنے والے کی پیشانی اور ناک براہ راست زمین پر نہیں ہوتی اور منہ چھپ جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے مرد کو اس سے منع فرمایا ہے۔(۱۹)

دوسری دلیل

پیغام دی جانے والی عورت کو دیکھنے کا حکم

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرمؐ کے ساتھ تھا، ایک شخص نے آپؐ کے پاس آکر عرض کیا انصار کی ایک عورت سے شادی کرنے کا ارادہ ہے۔ رسول اللہؐ نے پوچھا: "کیا تم نے اسے دیکھ لیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: جاؤ اسے دیکھ لو اس لئے کہ انصار کی آنکھوں میں کچھ ہوتا ہے"۔(مسلم)(۲۰)

مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسے دیکھ لو، اس طرح تم دونوں کی باہمی الفت زیادہ پائیدار ہوگی۔(ترمذی)(۲۱)

نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج میں مذکور ہے: "جب نکاح کا ارادہ ہو تو منگیتر کو دیکھ لینا مسنون ہے...... پیغام نکاح سے پہلے دیکھا جائے اس کے بعد نہیں...... خواہ عورت یا اس کے ولی کی جانب سے دیکھنے کی اجازت نہ ہو کیونکہ اس کی اجازت حضورؐ سے ملی ہوئی ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے "خواہ عورت کو دیکھے جانے کا علم نہ ہونے پائے" امام اوزاعی کی رائے تو یہ ہے کہ "عورت کا ناواقف ہونا ہی بہتر ہے تاکہ اس کی آرائش سے مرد کو دھوکہ نہ ہو"۔(۲۲)

ملاحظہ کیجئے اگر عورت کا چہرہ نقاب وغیرہ سے پوشیدہ ہوتا تو اس کی یا اس کے ولی کی اجازت کے بغیر چہرہ دیکھنا کیونکر ممکن ہوتا؟ لہذا ضروری ہے کہ اس دور کی عام خواتین کا معمول راہ چلتے ہوئے برہنہ چہرہ رہنے کا ہوگا۔

تیسری دلیل

سوگ منانے والی عورت کے لئے زیب وزینت کی حرمت

حضرت ام عطیہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی عورت کے لئے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو جائز نہیں کہ وہ شوہر کے سوا کسی اور پر تین دنوں سے زیادہ سوگ منائے۔ سوگ میں وہ نہ سرمہ لگائے گی نہ رنگین کپڑے پہنے گی...... اور نہ خوشبو استعمال کرے گی۔ (بخاری و مسلم۔ ۲۳)

چوتھی دلیل

حجاب امہات المومنین کا امتیاز

برہنہ چہرہ آزاد عورتوں کی پہچان

برہنہ چہرہ اور سر باندیوں کی علامت

حضرت انس فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر اور مدینہ کے درمیان تین دن قیام کیا جہاں حضرت صفیہ بنت حیی کے ساتھ رہے...... مسلمانوں نے کہا:...... اگر آپ نے ان کا حجاب کرایا تو وہ امہات المومنین میں سے ہیں اور اگر پردہ نہیں کرایا تو وہ باندی ہوں گی۔ (بخاری و مسلم) (۲۴)

یہ حدیث بتا رہی ہے کہ صحابہ کرام رسول اللہؐ کی ازواج اور باندیوں کے ستر کے درمیان ضروری امتیاز کا تصور رکھتے تھے۔ آپؐ کی ازواج کے لئے حجاب ضروری تھا اور آپؐ کی باندیاں صرف ڈھیلے ڈھالے لباس سے اپنا ستر کرتی تھیں اور یہ فرق اس لئے تھا کہ آزاد خواتین اور باندیوں کے ستر میں فرق ہی اسی دور کا معمول تھا۔

پانچویں دلیل

برہنہ چہرہ نماز فجر کے لئے نکلنا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مومن عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز میں شریک ہوتی تھیں پھر نماز سے فارغ ہو کر اپنے گھر لوٹ جاتیں۔ تاریکی کی وجہ سے کوئی انھیں پہچان نہ پاتا تھا۔ (بخاری و مسلم) (۲۵)

حضرت عائشہؓ یہاں عام عورتوں کے بارے میں گفتگو کر رہی ہیں نہ کہ کسی خاص عورت کے بارے میں۔ وہ کہتی ہیں کہ تاریکی کی وجہ سے انھیں کوئی پہچان نہیں پاتا یعنی اندھیرا ہونے کی وجہ سے نہ کہ چہرہ ڈھانپنے کی وجہ سے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عام عورتیں چہرہ کھلا رکھتی تھیں۔

یہاں یہ اعتراض درست نہیں ہو سکتا کہ حدیث کا تعلق حکم حجاب سے ماقبل دور سے ہے۔ کیونکہ حدیث کا جملہ "مومن عورتیں فجر میں شریک ہوا کرتی تھیں" کسی زمانہ کی قید کے بغیر استمرار کو بتا رہا ہے۔ اگر یہ حکم آیت حجاب کے نزول کی وجہ سے منسوخ ہو گیا ہوتا تو حضرت عائشہؓ اس کا ذکر ضرور کرتیں۔

چھٹی دلیل

زیر تربیت یتیم بچی سے نکاح سے رغبت

حضرت عروہؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے حضرت عائشہؓ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا: "وان خفتم ان لاتقسطوا فی الیتامی" انھوں نے جواب دیا: بھتیجے! یتیم بچی اپنے ولی کی نگرانی میں ہوتی ہے۔ وہ اس کے حسن و مال کی رغبت کرتا ہے لیکن اس کا مہر کم ادا کرنا چاہتا ہے، اس لئے انصاف کے ساتھ بھرپور مہر کے بغیر انھیں نکاح کی اجازت نہیں دی گئی۔ (بخاری)(۲۶)

ولی کے ساتھ ایک گھر میں رہتے ہوئے یتیم بچی کا چہرہ کیونکر چھپ سکتا ہے؟ پھر حدیث میں ولی کے اس کے حسن کو دیکھنے کا اشارہ بھی ہے۔

ساتویں دلیل

عورت کے لئے چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں کھولنے کی صریح اجازت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں، وہ باریک کپڑا پہنے ہوئے تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے رخ پھیر لیا اور فرمایا: اے اسماء! عورت جب بالغ ہو جائے تو ان حصوں (چہرہ اور ہتھیلی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے) کے علاوہ اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر آنا جائز نہیں ہے۔ (ابوداؤد)(۲۷)

حوالہ جات

(۱) التاج والاکلیل لمختصر خلیل: العبدری......ج۱، ص۴۹۹۔

(۲) التمہید: ابن عبدالبر......ج۶، ص ۳۶۴، ۳۶۵۔

(۳) احکام القرآن: ابن العربی......ج ۳، ۱۳۶۵۔

(۴) اعلام الموقعین......ج ۳، ۱۴۹۔

(۵) فتح الباری......ج ۱۳، ۲۴۴۔

(۶) بخاری شریف: کتاب المظالم۔ باب افنیة الدور الجلوس فیھا۔ج۶، ص ۳۷۔
مسلم شریف: کتاب اللباس والزینۃ۔باب النہی عن الجلوس فی الطرقات۔ج۶ص ۱۵۶

(۷) مسلم شریف: کتاب الاداب۔باب نظرة الفجاء ة......ج۶ص ۱۸۲۔

(۸) دیکھئے: احکام القرآن: الجصاص، سورۃ النور کی آیت ۳۱ کی تفسیر۔

(۹) دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (حدیث نمبر ۲۳۵۔)

(۱۰) مسلم شریف: کتاب النکاح۔باب ندب من رأی امراة فوقعت فی نفسہ۔ج۴ص ۱۲۹، ۱۳۰

(۱۱) حوالہ سابق۔

(۱۲) مسلم شریف: کتاب الطلاق۔باب المطلقه ثلاثا لا نفقة لها......ج۴ص ۱۹۶۔

(۱۳) مسلم شریف: کتاب الطلاق۔باب المطلقه ثلاثا لا نفقة لها......ج ۴، ص ۱۹۹۔

(۱۴) دیکھئے: امام نووی کی شرح مسلم......ج ۱۰، ۹۷۔

(۱۵) دیکھئے: فتح الباری: ج ۱۱، ص ۲۰۴۔

(۱۶) بخاری شریف: کتاب الاذان۔باب السجود علی الانف......ج ۲، ص ۲۴۱۔

(۱۷) التمہید......ج ۸، ص ۳۲۴۔

(۱۸) المجموع: امام نووی......ج ۳ص ۱۸۵۔

(۱۹) الشرح الکبیر: ابن قدامہ......ج ۱ص ۴۶۶۔

(۲۰) مسلم شریف: کتاب النکاح۔باب النظر الیٰ وجه المرأة......ج۴ص ۱۴۲۔

(۲۱) سنن ترمذی: کتاب النکاح۔باب ما جاء فی النظر الی المخطوبه(حدیث نمبر۸۶۸)

(۲۲) نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج......ج۶، ص۱۸۵، ۱۸۶۔

(۲۳) بخاری شریف: کتاب الطلاق۔باب تلبس الحادة ثبات العصب......ج۱۱، ص۴۸۱۔

مسلم شریف: کتاب الطلاق۔باب وجوب الاحداد فی عدة الوفاة۔ج۴، ص۲۰۳۔

(۲۴) بخاری شریف: کتاب النکاح۔باب اتخاد السراری ومن اعتق جاریته وتزویجها۔

ج۱۱، ص۳۰۔مسلم شریف: کتاب النکاح۔باب فضیلة اعتاقه أمته ثم یتزوجها۔ج۴ص۱۴۷۔

(۲۵) بخاری شریف: کتاب الصلاۃ۔باب وقت الفجر......ج۲، ص۱۹۵۔

مسلم شریف: کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ۔باب استحباب التکبیر بالصبح۔ج۲، ص۱۱۸۔

(۲۶) بخاری شریف: کتاب النکاح۔باب الاکفاء فی المال......ج۱۱، ص۳۹۔

(۲۷) سنن ابی داؤد: کتاب اللباس۔باب فیما تبدی المرأة من زینتها ،(حدیث نمبر۳۴۵۸)

☆ ☆ ☆

تیسری فصل

برہنہ چہرے کے جواز پر فقہائے متقدمین کا اتفاق

فقہ حنفی میں

علامہ سرخسی (متوفی ۴۹۰ھ) کی کتاب مبسوط میں تحریر ہے (...... عورت کا سر ستر نہیں ہے۔ رسول اللہؐ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ حائضہ عورت کی نماز بغیر دوپٹہ کے قبول نہیں فرماتا......)(۱)

نیز یہ بھی تحریر ہے: (چہرہ اگرچہ ستر میں داخل ہے لیکن "احرام کی حالت میں" عورت بالاتفاق اپنے چہرے کو نہیں ڈھانپے گی جبکہ چہرہ کھولنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے...... پردہ کی بہتر شکل کے ساتھ عبادت کی ادائیگی پر محمول ہے جیسا کے ہم نے نماز کے سلسلہ میں لکھا ہے اسی لئے وہ سلے ہوئے کپڑے اور خف پہن سکتی ہے اور سر ڈھانپ سکتی ہے لیکن چہرہ نہیں ڈھانپ سکتی۔)(۲)

علامہ مرغینانی (متوفی ۵۹۳ھ) کی کتاب ہدایہ میں مذکور ہے: (...... آزاد عورت کا چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے علاوہ پورا بدن ستر ہے کیونکہ ارشاد نبویؐ ہے: عورت قابل ستر ہے، دو اعضاء کا استثناء ان کے اظہار کی کثرت ضرورت کی بنا پر ہے)(۳)

ہدایہ میں یہ بھی مذکور ہے: (اگرچہ چہرہ کھولنے میں فتنہ ہے لیکن حالت احرام میں عورت اپنے چہرہ کو نہیں ڈھانپے گی)(۴)

ہدایہ کے شارح علامہ بابرتی (متوفی ۷۸۶ھ) کی کتاب عنایہ میں ہے: دو اعضاء کے اظہار کی کثرت ضرورت اس لئے ہے کہ عورت کو اپنے ہاتھوں سے چیزوں کو لینے دینے اور گواہی و مقدمہ میں اپنے چہرہ کو کھولنے کی ضرورت پڑتی ہے...... امام حسنؒ اور امام ابو حنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ

پاؤں ستر میں شامل نہیں ہے کیونکہ پیدل یا جوتے پہن کر چلنے میں پاؤں کھلنا بتلاء عام ہے۔(۵)

علامہ ابن ہمام (متوفی ۶۸۱ھ) کی کتاب فتح القدیر میں ہے کہ سر ڈھانپنے کے سلسلہ میں مرد و عورت کے درمیان فرق اس لئے ہے کہ مرد کا احرام اس کے سر میں ہوتا ہے، اس لئے اس کا سر کھلا ہوتا ہے اور عورت کا احرام اس کے چہرے میں، اس لئے اس کا چہرہ کھلا ہوتا ہے)(۶)

فقہ مالکی میں

امام مالک (متوفی ۱۷۹ھ) کی کتاب موطا میں ہے کہ امام مالک سے دریافت کیا گیا: (کیا عورت کسی غیر محرم یا اپنے غلام کے ساتھ کھانا کھا سکتی ہے؟ امام مالک نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اپنے درمیان متعارف طریقے کے مطابق ہو۔ اور فرمایا: عورت اپنے شوہر اور دوسرے کے ساتھ کھانے پینے والوں کے ساتھ کھا سکتی ہے......)(۷)

موطا کی شرح منتقی کے مصنف ابوالولید باجی (متوفی ۴۹۴ھ) فرماتے ہیں: عورت اپنے شوہر اور دوسرے کھانے پینے والوں کے ساتھ کھا سکتی ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ مرد کے لئے عورت کا چہرہ اور دونوں ہتھیلی دیکھنا مباح ہے کیونکہ کھاتے پیتے وقت یہ اعضاء کھل جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں لوگوں کا اختلاف ہے، اصل دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے "فلا یبدین زینتھن الا ماظھر منھا"۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: زینت کی دو قسمیں ہیں: ایک ظاہری اور وہ کپڑے ہیں...... حضرت سعید بن جبیر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ الا ماظھر منھا سے مراد چہرہ اور دونوں ہتھلیاں ہیں۔ یہی قول عطا کا ہے۔ ابن جبیر فرماتے ہیں کہ امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔(۸)

تاج اور اکلیل کے مصنف علامہ عبدالقاسم عبدری امام مالک کے قول پر تبصرہ فرماتے ہوئے کہتے ہیں: (اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے لئے اجنبی کے سامنے اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ کھولنا مباح ہے کیونکہ اس کے بغیر کھانے کا تصور نہیں کیا جا سکتا)(۹)

موطا میں یہ بھی تحریر ہے: (امام مالک سے مروی ہے: انھوں نے اہل علم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب کسی عورت کا انتقال ہو جائے اور غسل دینے کے لئے عورتیں نہ ہوں، نہ کوئی محرم ہو اور نہ شوہر تو اسے تیمم کرایا جائے گا اور پاک مٹی سے اس کے چہرے اور ہتھیلی پر مسح کیا جائے گا)(۱۰)

بدایۃ المجتہد میں علامہ ابن رشد (متوفی ۵۹۵ھ) امام مالک کے مسلک سے متعلق فرماتے ہیں: دونوں صنف (یعنی مرد و عورت) کے اعضائے تیمم کو دیکھنا درست ہے۔ اسی لئے امام مالک کا خیال ہے کہ عورت کو (مردوں کے ساتھ اس کے انتقال کی صورت میں) مرد صرف اس کے دونوں ہاتھوں اور چہرے میں تیمم کرائے گا کیونکہ یہ حصہ ستر میں شامل نہیں ہیں) (۱۱)

مدونہ کبریٰ میں مذکور ہے: (امام مالک فرماتے ہیں: اگر عورت نے نماز پڑھی اور اس کا بال یا اس کا سینہ یا اس کے دونوں پاؤں کے اوپری حصے یا دونوں کلائیاں کھلی ہوں تو جب تک نماز کا وقت باقی ہے وہ نماز دہرائے گی) (۱۲)

جن اعضاء کے کھلنے پر عورت کے لئے نماز کا اعادہ ضروری ہے ان میں چہرہ کا تذکرہ امام مالک کا نہ کرنا چہرہ کھولنے کے جواز اور ستر میں اس کے شامل نہ ہونے کی دلیل ہے۔

مؤطا کی شرح منتقیٰ میں ہے (آزاد عورت کا پورا جسم سوائے چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے ستر ہے...... اس سلسلہ میں ہمارے اصحاب کا استدلال یہ آیت ہے "وما یبدین زینتھن الاما ظھر منھا" وہ کہتے ہیں کہ ظاہر ہونے والا حصہ چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں۔ اکثر مفسرین کا بھی یہی خیال ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ حالت احرام میں اس حصہ کا کھولنا ضروری ہے۔ اس لئے مرد کے چہرہ کی طرح عورت کا چہرہ بھی ستر نہیں ہے۔ (۱۳)

ابن عبدالبر (متوفی ۴۶۳ھ) کی کتاب الکافی میں ہے: (آزاد عورت کے لئے (نماز کے اندر) چہرہ اور دونوں ہتھیلی کے علاوہ پورے جسم کو پوشیدہ رکھنا ضروری ہے۔ عمرہ اور حج میں عورت کا احرام انھیں حصوں میں ہے، ان کے علاوہ بقیہ حصے ستر ہیں۔ (۱۴)

ابن عبدالبر کی کتاب التمہید میں ہے (چہرہ اور دونوں ہتھیلی کے علاوہ عورت کا پورا جسم ستر ہے کیونکہ نماز میں ان حصوں کو کھولنا جائز نہیں ہے) (۱۵) نیز یہ بھی تحریر ہے کہ (آزاد عورت کا چہرہ اور دونوں ہتھیلی کے علاوہ پورا جسم ستر ہے) (۱۶)

نیز یہ بھی مذکور ہے (حالت اعتکاف میں رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے حضرت عائشہؓ کا ان کے سر میں کنگھا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کے دونوں ہاتھ ستر نہیں ہیں اگر یہ ستر میں ہوتے تو حالت اعتکاف میں حضورؐ کے جسم سے وہ مس نہیں کرتیں)۔ اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ

حالت احرام میں دستانہ پہننے کی ممانعت کی گئی ہے اور چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے علاوہ پورے جسم کو پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور نماز میں چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کا کھولنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ دونوں حصے ستر میں شامل نہیں ہیں اور یہی ہمارے نزدیک صحیح ترین دلیل ہے)(۱۷)

ہماری رائے یہ ہے کہ عورت کے ستر کے سلسلے میں امام مالک کی رائے خاص اہمیت رکھتی ہے۔ وہ صحیح احادیث کے اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اہل مدینہ کے عمل کو بھی دلیل سمجھتے ہیں۔

فقہ شافعی میں

امام شافعی (متوفی ۲۰۴ھ) کی "الام" میں ہے: (عورت اور مرد دونوں کے لئے نماز میں ستر کا چھپانا ضروری ہے۔ ستر چھپانے کے لئے استعمال ہونے والی چیز ناپاک نہ ہو تو اس میں نماز درست ہے۔ مرد کا ستر ناف سے گھٹنہ تک ہے...... عورت کے لئے دونوں ہتھیلی اور چہرہ کے علاوہ پورے بدن کو پوشیدہ رکھنا ضروری ہے...... عورت اور مرد دونوں کے لئے نماز میں ستر پوشیدہ رکھنا کافی ہے۔ مرد کا ستر اوپر مذکور ہوا، عورت کا ستر دونوں ہتھیلی اور چہرے کے علاوہ پورا جسم ہے۔(۱۸)

شیرازی (متوفی ۴۷۱ھ) کی المہذب میں ہے: (آزاد عورت کا دونوں ہتھیلی اور چہرے کے علاوہ پورا جسم ستر ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے "ومایبدین زینتھن...... حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: یعنی اس کا چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں، اور اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے حالت احرام میں دستانے اور نقاب پہننے سے عورت کو منع فرمایا ہے۔ اگر چہرہ اور ہتھیلی ستر نہ ہوتی تو انگی پوشیدہ رکھنا حرام نہ ہوتا نیز خرید وفروخت میں چہرہ کھولنا اور لین دین میں ہتھیلی کھولنے کی ضرورت پیش آتی ہے اس لئے یہ حصے ستر میں نہیں رکھے گئے ہیں۔(۱۹) ایک دوسری جگہ تحریر ہے: اگر کسی عورت سے نکاح کا ارادہ ہو تو اس کا چہرہ اور ہتھیلی دیکھنا جائز ہے بقیہ اعضاء کا دیکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ ستر میں داخل ہیں۔(۲۰)

امام نووی (متوفی ۶۷۶ھ) کی المجموع میں ہے: (آزاد عورت کا پورا بدن، چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے علاوہ ستر ہے۔(۲۱)

فقہ حنبلی میں

علامہ خرقی (متوفی ۳۳۴) کی مفصل میں ہے: اگر نماز میں چہرہ کے علاوہ کوئی حصہ آزاد

عورت کا کھل جائے تو نماز دہرانی ضروری ہے۔)(۲۲)

کلوذانی (متوفی ۵۱۰) کی "الھدایہ" میں ہے: چہرہ کے علاوہ پورا جسم آزاد عورت کا ستر ہے۔ دونوں ہتھیلیوں کے سلسلہ میں دو رواتیں ہیں۔(۲۳)

ابن ہبیرہ (متوفی ۵۶۰) کی کتاب "الافصاح عن معانی الصحاح" میں ہے: (ستر کی حد کا باب......) امام احمد نے اپنی دو میں سے ایک روایت میں فرمایا ہے: چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے علاوہ پورا جسم ستر ہے...... دوسری روایت یہ ہے کہ صرف چہرہ کے علاوہ پورا جسم ستر ہے۔ یہی روایت مشہور ہے اور خرقی نے اس کو اختیار کیا ہے۔(۲۴)

اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کسی عورت سے شادی کرنے کا اتفاق ہو تو اس کے ان اعضاء کا دیکھنا جائز ہے جو ستر میں داخل نہیں ہیں۔ ستر کی حد اور اس میں فقہاء کا اختلاف پیچھے بیان ہو چکا ہے۔(۲۵)

ابن قدامہ (متوفی ۶۲۰ھ) مغنی میں فرماتے ہیں: (اس بات میں اختلاف نہیں کہ نماز کے اندر چہرہ کھولنا عورت کے لئے جائز ہے...... چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے علاوہ بقیہ حصہ کھولنا جائز نہیں ہے۔ ہتھیلیوں کے سلسلہ میں دو روایات ہیں۔(۲۶)

ستر عورت کی ضرورت کی وجہ سے عورت کے لئے (ممنوعات احرام میں سے) لباس کا استثنا کیا گیا ہے کہ سوائے چہرہ کے اس کا پورا جسم ستر ہے۔(۲۷)

علماء کے درمیان اس بات میں اختلاف نہیں ہے کہ مخطوبہ کا چہرہ دیکھنا جائز ہے کیونکہ وہ ستر میں شامل نہیں ہے جبکہ تمام حسن اور نگاہ کا مرکز چہرہ ہی ہوتا ہے۔(۲۸)

ابن قدامہ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ: "عورت جب عمر بلوغت کو پہنچ جائے تو اس کے ان ان حصوں کو دیکھا جا سکتا ہے...... اور آپ نے اپنا چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کی جانب اشارہ کیا ہے" اس کے بعد انھوں نے فرمایا کہ امام احمد نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔(۲۹)

مجد الدین ابن تیمیہ (متوفی ۶۵۲ھ) کی "المحرر فی الفقه" میں ہے: (چہرہ کے علاوہ پورا جسم آزاد عورت کے لئے ستر ہے۔ ہتھیلی کے سلسلہ میں دو روایت ہیں۔(۳۰)

فقہ ظاہری میں ہے کہ ابن حزم (متوفی ۴۵۶) کی المحلی میں ہے: (عورت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ومایبدین زینتھن الا ماظھر منھا ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن.

(اور اپنا سنگار ظاہر نہ ہونے دیں مگر ہاں جو اس میں سے کھلا ہی رہتا ہے اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں مگر ہاں اپنے شوہر پر۔)

اللہ تعالیٰ نے انھیں گریبانوں پر دوپٹہ ڈالنے کا حکم دیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ گردن اور سینہ ستر میں داخل ہے اور اس میں چہرہ کھولنے کے جواز کی بھی دلیل ہے۔(۳۱)

ابن حزمؒ نے نماز عید کے سلسلہ میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث نقل کی ہے "میں نے انھیں دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ بڑھا بڑھا کر حضرت بلالؓ کے کپڑے میں ڈال رہی تھیں" پھر فرمایا: حضرت ابن عباسؓ حضورؐ کی موجودگی میں خواتین کے ہاتھوں کو دیکھ رہے ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہاتھ اور چہرہ ستر میں شامل نہیں ہے اور بقیہ حصوں کو پوشیدہ رکھنا ضروری ہے۔(۳۲)

انھوں نے خثعمیہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا: اگر چہرہ ستر مین شامل ہوتا تو لوگوں کی موجودگی میں چہرہ کھولنے پر رسول اللہؐ اسے چہرہ ڈھانپ لینے کا حکم دیتے اور اگر چہرہ پوشیدہ ہوتا تو حضرت ابن عباسؓ اس کی خوبصورتی یا بدصورتی کو کیونکر پہچان سکتے۔(۳۳)

کیا کوئی شاذ قول فقہاء متقدمین کے اتفاق پر اثر انداز ہوتا ہے؟

چہرہ کی بے پردگی کے جواز پر مختلف علماء بشمول علمائے حنابلہ کے اقوال و آراء پچھلے صفحات میں ذکر کیے گئے۔ ایک شاذ قول ایسا بھی ملتا ہے جس میں عورت کے ہر حصہ یہاں تک کہ اس کے ناخن کو بھی پردہ میں داخل قرار دیا گیا ہے۔ اس شاذ قول کی جانب متعدد فقہاء نے اشارے کیے ہیں:

ابن عبدالبر فرماتے ہیں: ابو بکر بن عبدالرحمٰن بن حارث کا کہنا ہے کہ عورت کا ہر حصہ حتی کے اس کے ناخن بھی ستر میں داخل ہیں......(۳۴)

ابوالولید باجی لکھتے ہیں: بعض لوگوں کی رائے میں پورے جسم کو پردہ میں رکھنا عورت کے لئے ضروری ہے۔(۳۵)

ابن رشد فرماتے ہیں: ابو بکر بن عبدالرحمٰن اور احمد کی رائے ہے کہ عورت مکمل قابل

ستر ہے۔(۳۶)

ابن قدامہ کہتے ہیں: ہمارے بعض اصحاب کی رائے ہے کہ عورت مکمل قابل ستر ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی حدیث مروی ہے کہ "عورت مکمل ستر ہے" (ترمذی نے روایت کی ہے اور حسن صحیح حدیث بتایا ہے) یہ قول ابو بکر بن حارث بن ہشام کا ہے۔ان کی رائے ہے کہ عورت مکمل حتی کہ اس کا ناخن بھی ستر ہے۔(۳۷)

امام نووی فرماتے ہیں: ماوردی اور متولی نے تابعی ابو بکر بن عبدالرحمٰن سے نقل کیا ہے کہ عورت کا پورا بدن ستر ہے۔(۳۸)

ان اقتباسات میں درج ذیل امور قابل غور ہیں:

اول: عورت کے مکمل ستر ہونے کی رائے تمام ہی لوگوں نے ابو بکر بن عبدالرحمٰن کی جانب منسوب کی ہے صرف ابوالولید باجی نے کوئی صراحت نہ کرتے ہوئے "بعض لوگوں" کی جانب نسبت کی ہے۔

دوم: قاضی ابن رشد نے ابو بکر بن عبدالرحمٰن کے علاوہ احمد کی جانب بھی یہ رائے منسوب کی ہے لیکن ابن قدامہ حنبلی کی اس وضاحت کے بعد کہ نماز میں عورت کا چہرہ کھولنے کے جواز پر مسلک حنبلی میں اختلاف نہیں ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ ابن رشد وغیرہ کو امام احمد کی جانب اس رائے کو منسوب کرنے میں امام احمد کی اس روایت کی وجہ سے اشتباہ ہو گیا ہے جس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کے سامنے عورت کا پورا جسم ستر ہے۔

سوم: جن فقہاء کے اقوال نقل کئے گئے ان میں سے بیشتر عورت ناخن تک ستر ہونے والی رائے کے شاذ ہونے کی جانب اشارہ کر رہے ہیں۔

چہارم: ابن قدامہ نے بعض اصحاب کی عورت کے مکمل ستر ہونے والی رائے نقل کرنے کے بعد یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ "لیکن انھوں نے چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی رخصت دی ہے کہ ان کو ڈھانپنے میں مشقت ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ جن حضرات نے عورت کو مکمل ستر قرار دیا ہے ان کے نزدیک بھی پریشانی سے بچنے کے لئے چہرہ اور ہتھیلی کھولنے کی رخصت ہے۔ یہ قول احناف علماء کی اس رائے سے قریب ہے کہ "چہرہ اور ہتھیلیوں کے علاوہ عورت کا پورا جسم ستر ہے کیونکہ ارشاد نبوی

ہے "عورت قابلِ ستر ہے" دو اعضاء کا استثناء ان کے اظہار کی کثرت ضرورت کی وجہ سے ہے۔ چیزوں کو ہاتھ سے لینے دینے میں ہاتھ کے استعمال اور چہرہ کھولنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ (۳۹) اس طرح دیکھا جائے تو چہرہ و ہتھیلی کھولنے کا مسئلہ حرمت و حلت سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ مطلق جواز اور رخصت کے درمیان دائر رہتا ہے۔

فقہائے متقدمین کے ساتھ مسلک حنبلی کا اتفاق

چوتھی صدی کے آغاز سے ساتویں صدی کے نصف تک فقہاء حنابلہ کی کتابوں میں اس مسئلہ سے متعلق وہی رائے ملتی ہے جو عام فقہاء کی رہی ہے اور یوں فقہاء متقدمین کے ساتھ مسلک حنبلی کا بھی اتفاق رہا ہے۔

امام خرقی (متوفی ۳۳۴ھ)، کلوذانی (متوفی ۵۱۰ھ)، ابن ہبیرہ (متوفی ۵۶۰ھ)، ابن قدامہ (۶۲۰ھ) اور مجد الدین بن تیمیہ (متوفی ۶۵۲ھ) کی کتابوں کے اقتباسات پیچھے بھی نقل ہو چکے ہیں جو بتاتے ہیں کہ چہرہ اور ہتھیلی کے علاوہ پورا جسم ستر ہے۔ گویا اس عرصہ میں فقہاء حنابلہ کی کتابوں میں یہی رائے موجود رہی ہے کہ چہرہ ستر میں شامل نہیں ہے۔ صرف امام احمد کی ایک روایت ہے جس میں ہتھیلی کے سلسلہ میں دونوں رواتیں ملتی ہیں۔

مخالف رائے

اس عرصہ کے بعد ایک دوسری رائے ظاہر ہونے لگی۔ امام احمدؒ سے منقول عورت کا پورا جسم حتی کے ناخن تک کے ستر ہونے والی رائے اس طرح پیش کی گئی کہ وہی امام احمد کی مشہور روایت اور وہی ظاہر مسلک ہے نیز چہرہ و ہتھیلی کے اظہار کو جائز بتانے والی رائے، امام احمد کی دوسری روایت کہی جانے لگی چنانچہ ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

زینت ظاہرہ سے مراد ظاہری لباس ہے۔ یہی ابن مسعود کا قول اور امام احمد کی مشہور روایت ہے...... ابن عباسؓ فرماتے ہیں: چہرہ اور دونوں ہاتھ زینت ظاہر ہیں۔ (۴۰) یہ بھی فرماتے ہیں "امام احمد کا ظاہر مسلک...... یہ ہے کہ عورت کا ہر حصہ یہاں تک کہ اس کا ناخن بھی ستر ہے (۴۱) فقہائے حنابلہ کے مشہور اقوال اور آراء کے تعارض سے بچنے کے لئے میرے نزدیک اس دوسرے

قول کی تاویل ضروری ہے۔ یعنی ستر چہرہ کا حکم فتنہ سے حفاظت اور سد ذریعہ کے طور پر ہے اس لئے نہیں کہ چہرہ ستر میں داخل ہے۔ اس تاویل کے علاوہ ایک بات اور ہے۔

فقہی رائے کی غلطی

بعض فقہائے حنابلہ سے یہ غلطی ہوئی کہ ناخن تک عورت کے ستر ہونے والی امام احمد کی روایت اختیار کرنے کی وجہ سے انھوں نے نماز کے لئے ستر اور دیکھنے کے لئے ستر میں فرق کر دیا اور مکمل ستر والی یہ رائے نماز سے باہر کے لئے قرار دی اور اسی روایت کو انھوں نے ترجیح دے دی۔ فقہائے حنابلہ متقدمین نے چہرہ کھولنے کے جواز کے جو اقوال نقل کئے تھے اس رائے اور اپنی اس دوسری رائے میں تعارض سے بچنے کے لئے یہ کہا گیا کہ چہرہ کھولنے کا جواز صرف نماز کے ساتھ مخصوص ہے اور اس طرح ایک ستر کے بجائے دو ستر قرار دے دیے گئے۔ حالت نماز کے علاحدہ ستر، اور نماز کے علاوہ علاحدہ ستر، بعد کے فقہاء کی کتابوں میں کثرت سے یہ جملہ ملتا ہے کہ چہرہ حالت نماز میں ستر میں نہیں ہے اور نماز کے علاوہ حالت میں وہ ستر ہے۔

☆ ☆ ☆

حوالہ جات

(۱) المبسوط......ج ۱ص۱۹۷۔

(۲) المبسوط......ج۴ص۷، ۳۳۔

(۳) دیکھئے: شرح فتح القدیر۔ کمال ابن الہمام......ج۱، ص۲۵۸۔ ج۲، ص۲۴۲۔

(۴) حوالہ سابق:

(۵) دیکھئے: شرح فتح القدیر......ج۱ص۲۵۹۔

(۶) دیکھئے: شرح فتح القدیر......ج۲ص۲۴۲۔

(۷) مؤطا......ج۲ص۹۳۵۔

(۸) المنتقی شرح المؤطا: ابو الولید باجی اندلسی۔ ج۷، ص۲۵۲۔ (دار الکتاب العربی۔ بیروت)

(۹) کتاب التاج والاکلیل علی ھامش کتاب مواهب الجلیل شرح مختصر خلیل ،الخطاب۔ ج۱ص۴۹۹۔

(۱۰) موطا امام مالک: کتاب الجنائز۔ باب غسل المیت۔ ج۱، ص۲۲۳۔

(۱۱) بدایۃ المجتہد......ج۱، ص۱۶۵، ۱۶۶۔

(۱۲) المدونۃ الکبری......ج۱، ص۹۴۔

(۱۳) المنتقی ابو الولید الباجی الاندلسی......ج۱، ص۲۵۱۔

(۱۴) کتاب الکافی فی فقہ اہل المدینۃ المالکی۔ ج۱، ص۲۳۸۔

(۱۵) التمہید: ج۱، ص۲۳۶۔

(۱۶) التمہید: ج۸، ص۲۵۵۔

(۱۷) التمہید: ج۸، ص۳۲۴۔

(۱۸) کتاب الام: امام شافعی۔ ج۳، ص۸۹۔

(۱۹) المجموع شرح المہذب۔ ج۳، ص۱۷۳۔

(۲۰) حوالہ سابق، ج۱۶، ص ۱۳۳۔

(۲۱) حوالہ سابق......ج ۳، ص ۱۷۵۔

(۲۲) دیکھئے: المغنی ابن قدامہ......ج۱، ص ۵۵۲۔

(۲۳) کتاب الهدایة الکلوذانی......ج۱، ص ۲۸۔ (پہلا ایڈیشن ۱۳۹۰ھ۔ مطابع القصیم)

(۲۴) دیکھئے: الافصاح عن معانی الصحاح۔ ج۱، ص ۸۶۔ (ناشر مکتبہ حلبیہ! حلب۔ دوسرا ایڈیشن ۱۹۴۷ء۔

(۲۵) حوالہ سابق: ج۲، ص ۳۲۵۔

(۲۶) المغنی......ج۱، ص ۵۲۲۔

(۲۷) المغنی......ج ۳، ص ۵۹۶۔

(۲۸) المغنی......ج۷، ص ۱۷۔

(۲۹) المغنی......ج۷، ص ۲۵۔

(۳۰) کتاب المحرر فی الفقه......ج۱، ص ۴۲۔

(۳۱) المحلی......ج ۳، ص ۲۱۶۔

(۳۲) المحلی......ج ۳، ص ۲۱۷۔

(۳۳) المحلی......ج ۳، ص ۲۱۸۔

(۳۴) التمهید لابن عبدالبر۔ ج۶ ۳۶۴، ۳۶۵۔

(۳۵) المنتقی شرح موطا امام مالک۔ ج۱ ص ۲۵۱۔

(۳۶) بدایۃ المجتہد......ج۱ ص ۸۳۔

(۳۷) المغنی۔ ج۱ ص ۵۲۲۔

(۳۸) المجموع۔ ج ۳ ص ۱۷۵

(۳۹) فتح القدیر شرح ہدایہ۔ ج۱ ص ۲۵۸، ج ۲ ص ۲۴۲۔

(۴۰) مجموع فتاوی ابن تیمیہ۔ ج۱۵ ص ۲۷۱۔

(۴۱) مجموع فتاوی ابن تیمیہ۔ ج ۲۲ ص ۱۰۹۔

☆ ☆ ☆

چوتھی فصل

چہرہ، ہتھیلیاں، پاؤں اور کپڑوں کی زینت میں اعتدال

اعتدال اسلام کا امتیاز ہے جو غلو اور اسراف کی ضد ہے۔ زینت کے اندر بھی اعتدال ہونا چاہیے اور معاشرہ کے مسلم عرف ورواج کی رعایت رکھنی چاہیئے تاکہ یہ زینت نگاہوں کو مبذول کرنے والی شہرت ونمونہ بن جائے۔ علاقوں کے فرق سے عرف ورواج کا فرق قابل اعتراض نہیں بس شرطِ اعتدال ہر عرف کے اندر ملحوظ رہنی چاہیئے۔

مسلم عورت کو زندگی کے تمام ایام واوقات میں، خواہ گھر کے اندر ہو یا سماجی زندگی میں شرکت کے لئے گھر سے باہر ہو، ظاہری زینت کا کچھ حصہ ضرور اپنانا چاہیئے۔

ہاتھوں میں مہندی، آنکھوں میں سرمہ اور رخسار پر ہلکی رنگ آمیز خوشبو ظاہری زینت ہے اور شریعت نے اسے اپنانے سے صرف میت کے اوپر سوگ مناتے ہوئے تین دن، شوہر پر سوگ مناتے ہوئے چار ماہ دس دن اور حاملہ ہونے کی صورت میں وضع حمل تک ہی منع کیا ہے۔ سوگ کے اختتام پر قصداً کچھ زیب وزینت اپنانی چاہیئے۔

حضرت زینبؓ بنت ابو سلمہ فرماتی ہیں: جب شام سے ابو سفیان کے انتقال کی خبر آئی اس کے تیسرے دن حضرت ام حبیبہؓ نے رنگ آمیز خوشبو منگوا کر اپنے دونوں رخسار اور ہاتھوں پر لیا اور فرمایا: اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نہ سنا ہوتا تو مجھے اس کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ آپ نے فرمایا: اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے کسی میت پر تین دن اور شوہر پر چار ماہ دس دن سے زائد سوگ منانا جائز نہیں ہے۔ (بخاری ومسلم) (۱)

اعتدال کا مفہوم یہ ہے کہ معمول کی زندگی میں عورت اپنی خصلت اور معتدل ظاہری زینت اپناتی رہے اور عام حالات میں وہی اس کی پہچان ہوتی ہے۔ یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے کہ مردوں سے ملاقات کے وقت قصداً وہ زینت اختیار کرے۔ فتنہ کو ہوا دینے والی چیزوں سے بچنے والی کسی مومن خاتون کے یہ ہرگز شایان شان نہیں ہے۔ ظاہری زینت گھر کے اندر بھی اور گھر کے باہر بھی، عورتوں کی محفل میں بھی اور مردوں سے ملاقات کے وقت بھی اپنائے گی۔

عام حالات میں ظاہر زینت اپنانا عورت کا فطری تقاضا ہے جس کی تخلیق میں زیب وزینت سے محبت رکھی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اومن ینشأ فی الحلیة (زخرف۔۱۸) (جو زیورات میں پرورش پائے۔)

اسلام دین فطرت ہے اس لئے وہ مومن مرد وعورت کو فطرت کی پیروی کا حکم دیتا ہے اور اسے پسندیدہ قرار دیتا ہے۔

زیب وزینت سے آراستگی فطری تقاضا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے ساتھی کی بیوی کو زینت سے خالی دیکھ کر ایک صحابی جلیل کو تعجب ہوا۔

حضرت عون بن ابی جحیفہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی اکرمؐ نے حضرت سلمان اور ابودرداء کے درمیان مواخاۃ قائم فرمائی، حضرت سلمان حضرت ابودرداء کے گھر گئے، وہاں ام الدرداء کو معمولی کپڑوں میں دیکھا تو فرمایا: کیوں یہ حالت ہے؟ وہ بولیں: تمہارے بھائی کو دنیا سے کوئی مطلب ہی نہیں ہے۔ (بخاری)(۲)

پراگندہ حالی پر خود رسول کریمؐ نے نکیر فرمائی

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: خولہ بنت حکیم میرے پاس آئیں، وہ عثمان بن مظعون کی زوجیت میں تھیں۔ رسول اللہؐ نے اس کی بدحالی دیکھا تو مجھ سے فرمایا: اے عائشہ! خولہ کیسی بدحال ہو رہی ہے؟

عام حالات میں قدرے ظاہری زینت اپنانا مسلم خاتون کا شرعی فریضہ ہے۔ اس کی کسی قدر وضاحت اس بات سے ہوتی ہے کہ مہندی سے گریز پر رسول اللہؐ نے ایک عورت کو ٹوک دیا۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس بیعت کے لئے

آئی۔ وہ مہندی نہیں لگائے ہوئی تھی، آپؐ نے بیعت نہیں کی جب تک کہ اس نے مہندی نہ لگالی۔
(ابوداؤد۔ ۳)

زینت سے آراستگی جس طرح عورت کی فطرت کا تقاضا ہے اسی طرح اس جمال پسندی کا بھی تقاضا ہے جو انسان کی فطرت میں اللہ نے رکھی ہے۔ مرد جبہ اور عمامے سے جمال و حسن اپناتا ہے اور عورت سرمہ و مہندی سے خوبصورتی اپناتی ہے۔ حدیث شریف کس قدر وسیع مفہوم رکھتی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے...... ایک شخص نے (نبی کریمؐ) سے عرض کیا: ایک شخص کو یہ پسند ہے کہ اس کے کپڑے خوبصورت ہوں، اس کے جوتے اچھے ہوں، آپؐ نے فرمایا: اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔ (مسلم)(۴)

حوالہ جات

(۱) بخاری: کتاب الجنائز۔باب احداد المرأة علی غیر زوجھا۔ج۳ص۸۸۳۔

مسلم شریف: کتاب الطلاق ،وجوب الاحداد فی عدة الوفاة۔ج۴ص۲۰۳۔

(۲) بخاری: کتاب الصوم۔باب من اقسم علی اخیه لیفطر فی التطوع۔ج۵ص۱۲۲۔

(۳) منقول از حجاب المرأة المسلم، صفحہ ۳۲، ۳۳، شیخ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں کہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۴) مسلم: کتاب الایمان۔باب تحریم الکبر وبیانه۔ج۱ص۶۵۔

☆ ☆ ☆

پانچویں فصل

لباس اور زینت کی مسلم معاشرہ کے عرف سے ہم آہنگی

اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: جو دنیا میں شہرت و نمود کا لباس پہنے گا، قیامت کے دن اللہ اسے ذلت کا لباس پہنائے گا پھر اس میں آگ بھڑکا دی جائے گی۔

(ابو داؤد۔۱)

حدیث میں اس شخص کی جانب اشارہ ہے جو مسلم معاشرہ کے معروف لباس سے ہٹ کر الگ ڈھنگ کا لباس اس لئے زیب تن کرے کہ وہ لوگوں کی نگاہوں کو اپنی طرف مبذول اور شہرت حاصل کر سکے لیکن اگر کوئی شخص عرف عام سے ہٹ کر کوئی لباس شہرت کی غرض سے نہیں بلکہ کسی مصلحت کے پیش نظر پہنتا ہے تو اس کا حکم دوسرا ہے۔ عرف کی رعایت یقیناً پسندیدہ چیز ہے اور ہر مسلمان کے اندر اس کا جذبہ ہونا چاہیئے لیکن اگر کوئی مصلحت پیش نظر ہو یا ضرورت کا تقاضہ ہو تو عرف ورواج سے ہٹ کر بھی لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب تک بقدر ضرورت و مصلحت ہو خلاف ورزیٔ عرف کی ناپسندیدگی میں کمی آجائے گی۔ امام طبری فرماتے ہیں: "اپنے زمانے کے لباس کی رعایت جب تک کہ وہ گناہ کی چیز نہ ہو بہت بہتر ہے اور اس کی خلاف ورزی ایک طرح شہرت ہے۔ (۲)

جس عرف کی رعایت کی جائے گی ضروری ہے کہ وہ مخالف شریعت نہ ہو۔ بسا اوقات معاشرہ میں لباس کے سلسلہ میں اسراف اور فضول خرچی کا رواج ہو جاتا ہے ایسے موقع پر مسلم داعی اور

مصلح کو چاہئے کہ غلط رواج کو ختم کر کے دین کے مطابق رواج کی بنیاد ڈالے۔

عورت کا لباس مجموعی طور پر مردوں کے لباس سے علاحدہ ہو

اس کی دلیل درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔(بخاری)(۳)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے عورت کا لباس اپنانے والے مرد اور مرد کا لباس اپنانے والی عورت پر لعنت بھیجی ہے۔(ابوداؤد)(۴)

حدیث میں لباس وغیرہ میں عمومی حیثیت سے مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے، لباس کے کسی ایک حصہ کی دوسری صنف کے لباس سے مشابہ ہونے کی تردید نہیں ہے بلکہ اعتبار عمومی ہیئت کا ہے کہ اگر دور سے بھی کسی مسلم عورت کو دیکھا جائے تو مرد کا شبہ اس پر نہ ہو۔ البتہ لباس کا کوئی خاص حصہ مردوں کے ساتھ خاص ہو کر معاشرہ میں معروف ہو تو اس کی مشابہت غلط ہو گی۔ حاصل یہ ہے کہ عرف ورواج کو اہم مقام حاصل ہے۔

عمومی ہیئت میں مشابہت کی ممانعت ہے اور لباس کے کسی خاص حصہ میں اشتراک کی ممانعت نہیں ہے۔

اس کی دلیل درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا: یارسول اللہؐ میں اپنی ذات کو آپ کے لئے ہدیہ کر رہی ہوں۔ رسول اللہؐ نے اس کی طرف نگاہ اٹھائی اور اوپر سے نیچے تک نگاہ دوڑائی۔ پھر سر جھکا لیا۔ جب عورت نے دیکھا کہ آپؐ نے کچھ نہیں فرمایا تو بیٹھ گئی۔ ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہؐ اگر آپ کو اس کی ضرورت نہ ہو تو مجھ سے اس کی شادی کر دیجئے۔ آپؐ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا: نہیں یارسول اللہ...... صرف یہ میرا تہہ بند ہے اسی کا آدھا اس کو دے دوں گا آپؐ نے فرمایا: تم اپنی تہہ بند سے کیا کروگے، اگر تم پہنوگے تو اس کے بدن پر کچھ نہیں رہے گا اور وہ پہنے گی تو تمہارے بدن پر کچھ نہیں

رہے گا۔(بخاری و مسلم)(۵)

حضرت اسامہؓ بن زید سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ایک دبیز قبطی کپڑا مجھے پہنایا جو حضرت دحیہ کلبیؓ نے آپؐ کو ہدیہ کیا تھا۔ میں نے وہ کپڑا اپنی اہلیہ کو پہنادیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: کیابات کہ تم قبطیہ نہیں پہنے ہو؟ میں نے کہا: یارسول اللہؐ وہ میں نے اپنی اہلیہ کو پہنادیا۔ آپؐ نے فرمایا: اس سے کہو کہ اسکے نیچے دوسرا کپڑا پہن لے۔ مجھے ڈر ہے کہ اس کے جسم کی ساخت نہ جھلکنے لگے۔

(احمد والطبرانی)(۶)

حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ فرماتی ہیں کہ دور نبوی میں سورج گرہن ہوا میں نے لوگوں کی آواز سنی وہ کہہ رہے تھے: نشانی ہے...... میں حضرت زبیر کی چادر لپیٹ کر باہر نکلی اور حضرت عائشہؓ کے پاس آئی۔ رسول اللہ کھڑے نماز پڑھا رہے تھے......(احمد)(۷)

حضرت ابن عباس کی حدیث کی شرح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: لباس کی شکل ہر علاقے کے رواج میں فرق کی وجہ سے مختلف ہوگی۔ ممکن ہے کہ کسی جگہ عورتوں کا لباس مردوں کے لباس سے علاحدہ نہ ہوتا ہو لیکن عورتیں پردہ کی وجہ سے ممتاز ہوتیں ہیں۔(۸) یہ پردہ دوپٹہ یا جبہ کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں: جو لباس عام طور پر مرد پہنا کرتے ہوں عورتوں کے لئے اس سے ممانعت ہوگی۔ خواہ وہ ساتر ہو جیسے بعض علاقوں میں فراجی پہننے کا رواج صرف مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے نہیں۔ اس طرح کی ممانعت عرف ورواج کی تبدیلی سے بدلتی رہتی ہے۔ا(۹)

عورت کا لباس اور زینت کافر عورتوں سے علاحدہ ہو

درج ذیل احادیث اس کی دلیل ہیں:

عبداللہؓ بن عمرو العاص فرماتے ہیں: دورنگے ہوئے کپڑے میرے بدن پر رسول اللہؐ نے دیکھے تو فرمایا: یہ کپڑے کافروں کے ہیں، تم مت پہنو۔(مسلم)(۱۰)

حضرت ابن عمرؓ نقل کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا: مشرکین کی مخالفت کرو داڑھی بڑھاؤ مونچھیں تراشو۔(بخاری و مسلم)(۱۱)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: مونچھیں ترشواؤ، داڑھی بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو۔ (مسلم)(۱۲)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جن امور میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا ہوتا ان امور میں اہل کتاب کی موافقت رسول اللہؐ پسند فرماتے تھے۔ اہل کتاب اپنے بالوں کو چھوڑ دیتے تھے اور مشرکین اپنے سروں میں مانگ نکالتے تھے۔ پہلے رسول اللہؐ نے بال چھوڑ دیئے پھر بعد میں مانگ نکالی۔ (بخاری و مسلم)(۱۳)

اس شرط کی حکمت مذکورہ احادیث سے واضح ہو جاتی ہے۔ یعنی مسلم مرد و عورت کی شخصیت ممتاز و منفرد ہونا چاہیئے اور اسی انفرادیت کا تقاضہ ہے کہ جن چیزوں سے ظاہری مشابہت پیدا ہوتی ہو، ان سے گریز کیا جائے۔ دوسری قوموں کے فاسد اخلاق اور غلط عقائد کی نقل نہ اتاری جائے۔

مردوں سے عورتوں کی مشابہت کے سلسلہ میں پیچھے جو کچھ عرض کیا گیا ہے وہی چیزیں یہاں بھی ملحوظ رہنی چاہیئے۔ مشرک اور کافر عورتوں کی مشابہت سے بچنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلم خاتون کے لباس کا کوئی بھی حصہ یا اس کے زیب و زینت کے کسی بھی حصے میں ادنیٰ مشابہت بھی نہ پائی جائے بلکہ مجموعی طور پر مشابہت کا اعتبار کیا جائے گا کہ مسلم خاتون پر کسی کافر عورت کا گمان نہ پیدا ہونے پائے۔ ہمارا خیال ہے کہ شرعی شرائط کو اپنانے، جن میں دوپٹہ اوڑھنا بھی شامل ہے، سے مطلوبہ امتیاز و انفرادیت پیدا ہو جاتی ہے لیکن جو چیز کافر عورتوں کا شعار ہو وہ چھوٹی اور معمولی کیوں نہ ہو اس میں مشابہت بالکلیہ ممنوع ہو گی۔

حوالہ جات

(۱) سنن ابی دوأد: کتاب اللباس۔باب فی لبس الشھرۃ (حدیث نمبر ۳۳۹۹)

(۲) فتح الباری۔ج ۱۲، ص ۴۲۴۔

(۳) بخاری شریف: کتاب اللباس۔باب المشتبھین بالنساء والمشتبھات بالرجال۔ج ۱۲، ص ۵۲ ۳

(۴) سنن ابی دوأد: کتاب اللباس۔باب لبس النساء (حدیث نمبر ۳۴۵۴) ناصر الدین البانیؒ نے اس کی احادیث کو صحیح قرار دیا ہے (مکتبہ اسلامی۔بیروت)

(۵) بخاری شریف: کتاب النکاح۔باب النظر الی المرأۃ قبل التزویج۔ج ۱۱، ص ۸۶۔
مسلم شریف: کتاب النکاح۔باب الصداق وجواز کونہ تعلیم قرآن وخاتما من حدید۔ج ۴ ص ۲۴۳

(۶) مجمع الزوائد: کتاب اللباس۔باب کسوۃ النساء۔ج ۵ ص ۱۳۶۔حافظ الہیثمی کہتے ہیں: احمد اور الطبرانی نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔اس کی سند میں عبداللہ بن محمد بن عقیل ہیں۔ان کی حدیث حسن ضعیف ہے۔اس حدیث کے بقیہ رجال ثقہ ہیں۔

(۷) مجمع الزوائد: کتاب اہل الجنۃ۔باب کثرۃ من یدخل الجنۃ من ھذہ الامۃ......ج ۱۰، ص ۴۰۵۔
حافظ الہیثمی کہتے ہیں: احمد نے اس حدیث کی روایت کی ہے، اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں محمد بن بن عبداللہ بن زبیر کے علاوہ وہ ثقہ ہیں۔

(۸) فتح الباری: جلد ۱۲، ص ۴۵۲۔

(۹) شیخ ناصر الدین البانی کی کتاب حجاب المرأۃ المسلمۃ میں یہ قول مذکور ہے۔ص ۷۷۔

(۱۰) مسلم شریف: کتاب اللباس والزینۃ۔باب النھی عن لبس الرجل الثوب المعصفر۔ج ۶ ص ۴۴

(۱۱) بخاری شریف: کتاب اللباس۔باب تقلیم الاظافر۔ج ۱۲، ص ۷۱ ۴۔
مسلم شریف: کتاب الطھارۃ۔باب خصال الفطرۃ۔ج ۱، ص ۱۵۳۔

(۱۲) بخاری شریف: کتاب اللباس۔باب الفرق۔ج ۱۲، ص ۴۸۳۔
مسلم شریف: کتاب الفضائل۔باب فی سدل النبیؐ شعرہ وفرقہ۔ج ۷، ص ۸۳۔

پانچواں...... باب

خاتون مسلم اور خاندان

پہلی فصل:	شادی۔ اسلامی شریعت میں
دوسری فصل:	پیغام نکاح
تیسری فصل:	مہر
چوتھی فصل:	شادی
پانچویں فصل:	خاندان میں عورت کا مقام
چھٹی فصل:	زوجین کے جزوی حقوق
ساتویں فصل:	باہمی جدائیگی کا حق
آٹھویں فصل:	تعدد ازدواج

شادی اسلامی شریعت میں

مرد جائے سہارا اور عورت جائے سکون

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن آیته أن خلق لکم من أنفسکم أزواجاً لتسکنوا إلیها وجعل بینکم مودة ورحمة إن فی ذلك لأیت لقوم یتفکرون. (روم۔۲۱)

(اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی بیویاں بنائیں تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے (یعنی میاں بیوی کے) درمیاں محبت وہمدردی پیدا کردی بیشک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں۔)

سہارا اور سکون کے ساتھ محبت ورحمت بھی جمع ہو جائے تو پھر مرد وعورت دونوں کے لئے سراپا خیر ہی خیر ہے۔

نیک خاتون بہترین متاع دنیا ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا ایک متاع ہے اور سب سے بہترین متاع دنیا نیک خاتون ہے۔ (مسلم)(۱)

شادی نصف دین ہے

حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شادی کے بعد انسان نصف دین

کی تکمیل کرلیتا ہے۔اب بقیہ نصف دین میں وہ اللہ کا خوف رکھے۔(طبرانی کی ایک روایت میں ہے، جب انسان شادی کرلیتا ہے تو نصف ایمان پورا کرلیتا ہے، باقی نصف میں وہ اللہ سے ڈرے۔"(۲)

(بیہقی فی شعب الایمان) (۳)

ارشاد بالا میں روئے خطاب مرد و عورت دونوں کی جانب یکساں ہے۔

آخرت کے معاملہ میں مومنہ بیوی کا تعاون

حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کے پاس شکر کرنے والا دل، ذکر کرنے والی زبان اور ایسی مومن بیوی ہو جو آخرت کے معاملہ میں اس کی معاون بنے۔(احمد)(۴)

اس طرح بیوی کو بھی ایسا مومن شوہر منتخب کرنا چاہیئے جو آخرت کے معاملہ میں اس کا معاون ہو۔

نیک خاتون ذریعۂ سعادت ہے

حضرت سعدؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں باعث سعادت ہیں: نیک خاتون، کشادہ رہائش، اچھا پڑوسی اور آرام دہ سواری۔"(حاکم)(۵)

اسی طرح صالح مرد اور اچھی پڑوسن عورت کے لئے باعث سعادت ہے۔

شادی انبیاء کرام کی سنت ہے

عام انبیاء کے سلسلہ میں قرآن کریم میں ارشاد ہے:

ولقد أرسلنا رسلاً من قبلك وجعلنالهم أزواجاً وذرية. (رعد۔۳۸)

(اور بالیقین آپ سے قبل ہم نے پیمبر بھیجے اور ان کے لئے بیویاں اور بچے بھی رکھے۔)

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے:

وقلنا یاآدم اسکن أنت وزوجك الجنة و کلامنها رغداً حیث شئتما. (بقرہ۔۳۵)

(اور ہم نے کہا، اے آدم تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو سہو اور اس میں جہاں سے چاہو خوب کھاؤ۔)

حضرت نوح علیہ السلام کے سلسلہ میں ارشاد ہے:

ضرب الله مثلاً للذين كفروا امرأت نوح وامرأت لوط كانتا تحت عبدين من عبادنا صالحين فخانتاهما فلم يُغنيما عنهما من الله شيئا وقيل ادخلا النار مع الداخلين. (تحریم۔۱۰)

(اللہ ان لوگوں کے لئے جو کافر ہیں مثال بیان کرتا ہے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی، وہ دونوں ہمارے (خاص) صالح بندوں میں سے دو بندوں کے نکاح میں تھیں لیکن انھوں نے ان کے حق ضائع کئے تو دونوں نیک بندے اللہ کے مقابلہ میں ان کے ذرا کام نہ آسکے اور دونوں عورتوں کو حکم ملا کہ تم بھی دوزخ میں داخل ہو داخل ہونے والوں کے ساتھ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے:

ولقد جاء ت رسلنا ابراهيم بالبشرى قالوا سلاما قال سلام فما لبث ان جاء بعجل حنيذ. فلما رأى أيديهم لا تصل اليه نكرهم وأوجس منهم خيفة قالوا لا تخف انا ارسلنا إلى قوم لوط وامرأته قائمة فضحكت فبشرناها باسحاق ومن وراء إسحاق يعقوب. (ہود۶۹۔۷۲)

(اور بالیقین ہمارے فرستادے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے (اور) بولے (آپ پر) سلام ہو۔ (ابراہیم نے) کہا (تم پر) سلام پھر دیر نہیں لگائی کہ ایک تلا ہوا بچھڑا لے آئے پھر جب (ابراہیم) نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس (کھانے) کی طرف نہیں بڑھ رہے ہیں تو ان سے متوحش ہوئے اور ان سے دل میں خوفزدہ ہوئے۔ وہ بولے، ڈریئے نہیں ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں، ان کی بیوی کھڑی تھیں پس وہ ہنسیں، پھر ہم نے انھیں بشارت دی اسحاق کی اور اسحاق کے آگے یعقوب کی۔)

حضرت لوط علیہ السلام سے متعلق آیا ہے:

ولما جاء ت رسلنا لوطا سئ بهم وضاق بهم ذرعا وقال هذا يوم عصيب (۷۷) قالو يا لوط إنا رسل ربك لن يصلوا إليك فأسر بأهلك بقطع من الليل ولا يلتفت منكم أحد إلا امرأتك إنه مصيبها ما أصابهم. (ہود۷۷۔۸۱)

(اور جب ہمارے فرستادے لوط کے پاس پہنچے تو لوط ان کی وجہ سے کڑھے اور ان کی وجہ سے بہت تنگ دل ہوئے اور بولے یہ آج کا دن بہت بھاری ہے۔)

وہ (فرستادے) بولے اے لوط ہم تو آپ کے پروردگار کے فرستادے ہیں، ان کی رسائی

آپ تک بھی نہ ہو سکے گی، آپ رات ہی کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جایئے اور تم میں سے کوئی پیچھے پھر کر نہ دیکھے گا مگر ہاں آپ کی بیوی (دیکھے گی) اسی پر بھی وہی آفت آئے گی جو ان (سب) پر نازل ہو گی۔)

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے:

إذ قال يوسف لأبيه يا أبت إني رأيت أحد عشر كوكباً والشمس والقمر رأيتهم لي ساجدين. (یوسف۔۴)

(جب یوسف نے اپنے والد سے کہا کہ اے باپ میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو (خواب میں) دیکھا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ وہ میرے آگے جھک رہے ہیں۔)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں کہا گیا ہے:

فلما قضى موسى الأجل وسار بأهله آنس من جانب الطور نارا قال لأهله امكثوا إني آنست نارا لعلي آتيكم منها بخبر أو جذوة من النار لعلكم تصطلون. (قصص۔۲۹)

(اور پھر جب موسیٰ اس مدت کو پورا کر چکے اور اپنے گھر والوں کو لے کر روانہ ہوئے تو انھوں نے طور کی طرف ایک آگ دیکھی۔ اپنے گھر والوں سے بولے کہ تم (یہیں) ٹھہرو میں نے تو آگ دیکھ لی ہے شاید کہ میں وہاں سے کچھ خبر لاؤں یا آگ کا کوئی انگارا ہی لیتا آؤں تا کہ تم سینک لو۔)

حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے:

ولقد آتينا داود وسليمان علما وقالا الحمد لله الذى فضلنا على كثير من عباده المومنين. وورث سليمان داؤد وقال يا أيها الناس علمنا منطق الطير وأُوتينا من كل شئ إن هذا لهو الفضل المبين. (نمل ۱۵۔۱۶)

(اور ہم نے داؤد اور سلیمان کو (ایک خاص) علم عطا فرمایا اور وہ دونوں کہنے لگے (ساری) تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی اور داؤد کے جانشین سلیمان ہوئے اور انھوں نے کہا اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولی کی تعلیم دی گئی ہے اور ہم کو ہر قسم کی چیزیں عطا ہوئی ہیں، بیشک یہ تو کھلا ہوا فضل ہے۔)

حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق کہا گیا ہے:

ذكر رحمت ربك عبده زكريا إذ نادى ربّه نداء خفيا. قال رب إنى وهن العظم منى واشتعل الرّأس شيبا ولم أكن بدعائك رب شقيا. وإنى خفت الموالى من ورائى و كانت امرأتى عاقراً فهب لى من لدنك وليا. (مریم ۲۔۵)

(یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کی رحمت (فرمانے) کا اپنے بندے زکریا پر (قابل ذکر ہے) وہ وقت جب انھوں نے اپنے پروردگار کو خفیہ طور پر پکارا۔ کہا کہ اے میرے رب میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور سر میں بالوں کی سفیدی پھیل پڑی ہے اور تجھ کو پکار کر اے میرے پروردگار میں (کبھی) نامراد نہیں رہا اور میں اپنے بعد (اپنے) رشتہ داروں کی طرف سے اندیشہ رکھتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے سو تو ہی مجھے (خاص) اپنے پاس سے وارث دے۔)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سلسلہ میں درج ذیل حدیث ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ خواتین میں کمر بند کا استعمال سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کی جانب سے ہوا۔ انھوں نے حضرت سارہ سے اپنا اثر چھپانے کے لئے کمر بند استعمال کیا، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انھیں اور ان کے صاحبزادہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بیت اللہ کے پاس مسجد کے بلند حصہ کی جانب زمزم کے اوپر ایک درخت کے نزدیک چھوڑا ۔حضرت اسماعیل علیہ السلام شیر خوار تھے۔ اس وقت مکہ میں کوئی انسان نہیں تھا۔ بیت اللہ شریف کسی ٹیلہ کی مانند زمین سے بلند تھا۔ سیلاب کے پانی سے اس کے دائیں بائیں حصے کٹتے رہتے تھے۔ ایک بار قبیلہ جرہم کے ایک قافلہ کا ادھر سے گذر ہوا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ انسیت چاہتی تھیں، قافلہ کے قیام سے انھیں انسیت حاصل ہو گئی۔ قافلہ نے وہیں قیام کر لیا، پھر اپنے اہل خاندان کو بھی بلا لیا اور سب وہیں ٹھہر گئے جب لوگوں نے وہاں گھر بنا لئے اور جب بچہ بھی جوان ہو گیا، ان سے عربی زبان سیکھ لی، ان سے مانوس اور ان کے لئے محبوب ہو گیا تو انھوں نے قبیلہ کی ایک خاتون سے ان کی شادی کر دی۔ (بخاری) (۶)

قرآن کریم اور احادیث میں متعدد انبیاء کرام کے تعلق سے سنت نکاح کا ذکر آیا ہے۔ صرف حضرت یحیٰ علیہ السلام کے سوا تمام انبیاء کرام کے یہاں یہ سنت ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هنالك دعا زكريا ربّه قال رب هب لي من لدنك ذرية طيبة إنك سميع الدعاء. فنادته الملائكة وهوقائم يصلي في المحراب أن الله يبشرك بيحيى مصدقا بكلمة من الله وسيدا وحصورا ونبياً من الصالحين. (آل عمران۔۳۸،۳۹)

(بس) وہیں زکریا اپنے پروردگار سے دعا کرنے لگے عرض کی! اے میرے پروردگار مجھے اپنے پاس سے کوئی پاکیزہ اولاد عطا کر بیشک تو دعا کا (بڑا) سننے والا ہے پس انھیں فرشتوں نے آواز دی اس حال میں کہ وہ حجرہ میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے کہ اللہ آپ کو یحیٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے اور مقتدا ہوں گے اور بڑے ضبط نفس کرنے والے ہوں گے اور نبی ہوں گے صالحین میں سے۔)

شادی محمد عربی ﷺ کی سنت ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین افراد ازواج مطہرات کے گھروں پر آئے اور رسول کریم ﷺ کی عبادت کے متعلق دریافت کیا۔ جب انھیں بتایا گیا تو انھوں نے اسے کم محسوس کیا اور کہنے لگے: اللہ کے رسول سے ہمارا کیا مقابلہ؟ آپؐ کے تو اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کردئے گئے ہیں، چنانچہ ان تینوں میں سے ایک نے کہا: میں ہمیشہ رات بھر نمازیں پڑھا کروں گا دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور کبھی نہیں چھوڑں گا، تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے علاحدہ رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا، رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ہوئی تو تشریف لائے اور فرمایا: کیا تم لوگوں نے ایسی ایسی بات کہی ہے؟ خدا کی قسم میں تم سے زیادہ اللہ کا خوف اور تقویٰ رکھنے والا ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور شادی بھی کرتا ہوں، جو شخص میری سنت سے گریز کرے گا ،وہ میری راہ پر نہیں ہے۔ (بخاری و مسلم)(۷)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: (حدیث کے جملہ "جو مجھ سے گریز کرے وہ مجھ سے نہیں ہے" سے مراد سنت طریقہ ہے...... اور نبی کریم ﷺ کا آسان و پاک راستہ ہے۔ آپؐ افطار کرتے تھے کہ روزہ کے لئے طاقت حاصل ہو، سوتے تھے کہ نماز کے لئے قوت حاصل ہو، کسر شہوت، عفت نفس

اور زیادتیٔ نسل کے لئے شادی کرتے تھے اور جملہ "مجھ سے نہیں ہے" کا مفہوم یہ ہے کہ ان امور سے گریز اگر کسی توجیہ و تاویل کی بنیاد پر ہو تو اسے معذور سمجھا جائے گا اور "مجھ سے نہیں ہے" کا معنی ، میری راہ پر نہیں ہے، یعنی ملت سے خروج لازم نہیں آئے گا اور اگر وہ گریز کسی انکار اور عیب جوئی نیز اپنے عمل کی ترجیح کا اعتقاد لئے ہوگا تو "مجھ سے نہیں ہے" کا معنی ہوگا میری ملت میں نہیں ہے۔ کیونکہ ایسا اعتقاد ایک گونہ کفر ہے۔(۸)

شادی کے لئے ترغیب نبوی

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں، ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، نوجوان تھے، ہمارے پاس کچھ نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نوجوانو! جو شادی کرنے کی قدرت رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ شادی کرلے۔ شادی نگاہ کی طہارت اور شرمگاہ کی حفاظت ہے اور جس کے اندر قدرت نہ ہو روزہ رکھے جو شہوت کو توڑنے والا ہے۔(بخاری و مسلم)(۹)

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شکر گذار دل، ذکر کرنے والی زبان اور صالح بیوی جو دین اور دنیا دونوں میں معاون ہو، انسان کا سب سے بہترین خزانہ ہے۔

(بیہقی فی شعب الایمان)(۱۰)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین قسم کے اشخاص کی مدد اللہ تعالیٰ ضرور فرماتا ہے: اللہ کی راہ کا مجاہد، مُکاتَب غلام جو ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہو اور نکاح کرنے والا جو عفت و پاکدامنی چاہتا ہو۔(احمد)(۱۱)

تجرد پر نکیر

حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تجرد کی زندگی سے حضرت عثمان بن مظعونؓ کو منع فرمایا، اگر آپؐ نے اس کی اجازت دی ہوتی تو ہم لوگ اختصار کروالیتے۔

(بخاری و مسلم)(۱۱-الف)

شادی جس طرح نوجوان مردوں کے لئے نگاہ کی طہارت اور شرمگاہ کی حفاظت ہے۔ یہ جائز جنسی لطف اندوزی کا سامان فراہم کرتی ہے۔ نوجوان خواتین کے لئے بھی ہے، نیز شادی ایک

جانب عفت وپاکدامنی ہے، دوسری جانب سکون اور پاکیزہ صحبت ہے اور ان دونوں کے ساتھ ساتھ اللہ کی مشیت ہو تو ذریعہ اولاد بھی ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: شادی کے تعلق سے علماء نے مرد کی چار قسمیں کی ہیں،
اول: شادی کا خواہشمند، اس کے اخراجات پر قادر اور شادی کے بغیر گناہ کا اندیشہ محسوس کرنے والا شخص، تمام اہل علم کے نزدیک ایسے شخص کے لئے نکاح کرنا مستحب ہے۔ حنابلہ کے نزدیک ایک روایت کے مطابق واجب ہے۔ علمائے شوافع میں سے ابو عوانہ اسفراینی کی بھی یہی رائے ہے اور اپنی صحیح میں اس کی صراحت کی ہے۔ علامہ مصیصی نے شرح مختصر جوینی میں اسے نقل کیا ہے۔ داؤد اور ان کے متبعین کا بھی یہی قول ہے...... وجوب ہی کی صراحت ابن حزم نے بھی کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: تعلق زوجیت پر قدرت رکھنے والے ہر شخص پر، اگر شادی کرنے یا باندی رکھنے کے لئے درکار شئی موجود ہو تو دونوں میں سے کوئی ایک چیز فرض ہے۔ اگر اس کی قدرت نہ ہو تو بیش از بیش روزہ رکھے، اسلاف میں ایک جماعت کا یہی قول ہے...... علامہ قرطبی فرماتے ہیں: قدرت رکھنے والا ہر وہ شخص جس سے تجرد کی صورت میں اپنی ذات اور مذہب کے بارے میں خطرہ کا ایسا اندیشہ ہو کہ شادی کے ذریعہ ہی وہ خطرہ دور ہو سکتا ہو، تو ایسے شخص پر شادی کے وجوب میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ (۱۲)

نوجوانوں کی شادی میں رسول اللہ ؐ کی جلد بازی

حضرت عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث سے روایت ہے...... رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمیہ سے فرمایا اس لڑکے (یعنی حضرت فضل بن عباس) کا نکاح اپنی بیٹی سے کردو...... تو انھوں نے میرا نکاح کر دیا۔" (مسلم) (۱۳)

حضرت فاطمہ بنت قیس سے روایت ہے...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسامہ سے نکاح کرلو۔ میں نے ان سے نکاح کر لیا اللہ نے اس میں خیر عطا فرمایا کہ میں ان کے ساتھ خوش وخرم رہنے لگی۔ (مسلم)(۱۴)

حضرت اسامہ کی شادی حضرت فاطمہ بنت قیس سے جب رسول کریم ﷺ نے کرائی اس وقت ان کی عمر سولہ سال سے کم تھی۔

لڑکوں کی شادی میں صحابہ کرامؓ کی عجلت

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میرے والد نے میرا نکاح ایک عالی نسب خاتون سے کردیا، پھر وہ اپنی بہو کے پاس موقع موقع سے آکر اس کے شوہر کے متعلق دریافت کیا کرتے تھے...... (بخاری)(۱۵)

لڑکیوں کی شادی میں رسول کریم ﷺ کی جلد بازی

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اسامہ لڑکی ہوتا تو میں اسے کپڑوں اور زیورات سے آراستہ کرتا اور شادی کے لئے پیش کرتا" (ایک روایت میں ہے (۱۶) خدا کی قسم اسامہ اگر لڑکی ہوتا تو اسے زیور پہناتا اور آراستہ کر کے پیش کرتا۔ (احمد)(۱۷)

بیوہ سے صحابہ کرام کی شادی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر کی صاحبزادی حضرت حفصہ بیوہ ہوگئیں تو حضرت عمر بن خطاب کہتے ہیں: میں عثمان بن عفان کے پاس آیا اور حفصہ کے لئے پیشکش کی...... پھر وہ مجھ سے ملے اور کہا: میری رائے ہوئی کہ میں ابھی شادی نہ کروں...... پھر ابو بکر صدیق سے میں نے ملاقات کی اور کہا: اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ کا نکاح آپ سے کردوں۔ حضرت ابو بکر خاموش رہے، کوئی جواب نہیں دیا...... چند دنوں بعد رسول اللہ ﷺ نے پیغام بھیجا اور میں نے حفصہ کو آپ کی زوجیت میں دے دیا...... (بخاری)(۱۸۔۱۹)

شادی میں حکومت مسلمہ کا تعاون

حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمیہ سے فرمایا: (وہ اموال غنیمت کے پانچوں حصے پر عامل تھے) ان دونوں (فضل بن عباس اور عبدالمطلب بن ربیعہ) کی جانب سے خمس (پانچواں حصہ) میں سے اتنا اتنا مہر ادا کردو۔" (مسلم)(۲۰)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ غریب لوگوں کے مہر کی رقم بیت المال سے حکومت ادا کرے گی۔

حضرت مستورد بن شداد فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو ہمارا

عامل ہو وہ بیوی حاصل کرلے اگر نوکر نہ ہو تو نوکر حاصل کرلے اور اگر گھر نہ ہو تو گھر حاصل کرلے۔"
(ابوداؤد)(۲۱)

مطلقہ اور بیوہ کو عدت کے دوران اشارتاً پیغام کی اجازت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولا جناح عليكم فيما عرضتم به من خطبة النساء أو أكننتم من أنفسكم. (بقرہ۔۲۳۵)

(اور تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ تم ان (زیر عدت) عورتوں کے پیغام نکاح کے باب میں کوئی بات اشارتاً کہو یا (یہ ارادہ) اپنے دلوں ہی میں پوشیدہ رکھو۔)

حضرت فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں: میرے شوہر نے میرے پاس طلاق بھجوائی..... تو میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر ذکر کیا۔ آپؐ نے دریافت کیا: کتنی طلاق دی ہے؟ میں نے کہا: تین..... فرمایا: جب تمہاری عدت ختم ہو جائے تو مجھے اطلاع دو"۔

عدت، طلاق اور وفات کے فوری بعد نکاح کی اجازت

حضرت فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں: جب میں بیوہ ہوگئی تو صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے مجھے پیغام نکاح دیا۔ (مسلم)(۲۳)

حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ سبیعہ اسلمیہ اپنے شوہر کی وفات کے چند روز بعد ہی نفاس میں مبتلا ہو گئیں۔ نبی کریم ﷺ کے پاس آکر نکاح کی اجازت چاہی۔ آپؐ نے اجازت دے دی تو انھوں نے نکاح کرلیا (ایک روایت میں ہے (۲۳۔الف) جب نفاس سے پاک ہوئیں تو پیغام دینے والوں کے لئے جمال اپنانے لگیں۔ (بخاری و مسلم)(۲۴)

امور شادی میں شریعت کی آسانی

پیغام کی آسانی

گذشتہ سطور کی تفصیلات میں طلاق اور بیوگی کے بعد پیغام کی آسانی کا ذکر ہو چکا ہے، آئندہ صفحات میں مزید تفصیل آرہی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغام کے متعدد طریقے ہیں جن کی وجہ سے شادی کی خواہش رکھنے والے کے لئے پیغام کی کس قدر آسانی ہے۔

مہر کی آسانی

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے اچھا مہر وہ ہے جو سب سے آسان ہو۔ (حاکم) (۲۵)

آئندہ صفحات میں اس کی بھی مزید تفصیل آرہی ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن مرد و خواتین کے لئے شادی کس قدر آسان ہے۔

عقد کی آسانی

عورت کے ولی کی موجودگی سے عقد کی تکمیل ہوتی ہے۔ شوہر کے کچھ عزیز و اقارب بھی موجود ہوں تو بہتر ہے کیونکہ یہ عقد دو خاندانوں کے درمیان رابطہ کا آغاز ہے۔ صرف ایک مرد اور ایک عورت کا معاملہ نہیں ہے۔ دستیاب ذرائع سے شادی کا اعلان و اشتہار بھی کرنا چاہئیے تاکہ اعزہ اور پڑوسیوں کو علم ہو جائے، کم سے کم درجہ یہ ہے کہ دو عادل گواہ موجود ہوں۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ولی اور دو عادل گواہان کے بغیر نکاح نہیں ہے۔ (بیہقی) (۲۶)

اعلان کے ساتھ ساتھ کچھ کھیل و تفریح بھی مناسب ہے، جیسے غناء و موسیقی وغیرہ کیونکہ شریعت اس بات کی متقاضی ہے شادی کے سارے امور باآسانی خوشگوار ماحول میں انجام پائیں۔ زوجیت کی پاکیزہ زندگی کا آغاز نئے جوڑے کو مسرت و شادمانی سے نہال کردے...... پھر ولیمہ ہو، جس میں رشتہ داروں، پڑوسیوں اور دوستوں کو مدعو کیا جائے، تمام لوگ مسرور و شاداں ہوں اور جوڑے کو خیر و برکت کی دعائیں دیں۔

حضرت محمد بن حاطب سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حلال اور حرام کے درمیان امتیاز کرنے والی چیز نکاح کے اندر اعلان اور دف (ڈھول) ہے۔ (ابن ماجہ) (۲۷)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے کہ (جب میری شادی ہوئی تو) مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ولیمہ کرو خواہ ایک بکری ہی کیوں نہ ہو۔" (بخاری و مسلم) (۲۸)

اسلامی شریعت شادی کے تمام امور میں آسانی وسادگی کا شعار رکھتی ہے

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مبارک ہے وہ عورت جس کا پیغامِ نکاح آسان ہو اور جس کا مہر آسان ہو۔ (احمد)(۲۸)

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر نکاح وہ ہے جو سب سے آسان ہو۔ (ابوداؤد)(۲۹)

اسلامی شریعت زندگی کے تمام امور میں آسانی وسادگی رکھتی ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یریداللہ بکم الیسرو لا یرید بکم العسر. (بقرہ۔۱۸۵)

(اللہ تمہارے حق میں سہولت چاہتا ہے اور تمہارے حق میں دشواری نہیں چاہتا ہے۔)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا سب سے بہتر دین سب سے آسان دین ہے۔ (طبرانی۔۳۰)

اور حضرت عائشہؓ کا برحق ارشاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو امور کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپؐ نے آسان کو اختیار فرمایا، بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)(۳۱)

☆ ☆ ☆

حوالہ جات

(۱) مسلم: کتاب الرضاع۔ باب خیر متاع الدنیا المرأة الصالحة۔ ج ۴ ص ۱۷۸۔

(۲) طبرانی فی الاوسط: دیکھئے، صحیح جامع صغیر، حدیث نمبر ۶۰۲۴، شیخ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

(۳) بیہقی فی شعب الایمان، دیکھئے صحیح جامع صغیر، حدیث نمبر ۳۴۴۳، شیخ البانی کے بقول حدیث حسن ہے۔

(۴) دیکھئے صحیح جامع صغیر حدیث نمبر ۵۲۳۱۔

(۵) مستدرک حاکم: دیکھئے صحیح جامع صغیر، حدیث نمبر ۹۰۰۔

(۶) بخاری: کتاب احادیث الانبیاء۔ باب قولہ تعالیٰ "اتخذ الله ابراهیم خلیلا"۔ ج ۷ ص ۲۰۸۔

(۷) بخاری: کتاب النکاح۔ باب الترغیب فی النکاح۔ ج ۱۱ ص ۴۔

مسلم: کتاب النکاح۔ ج ۴ ص ۱۲۹۔

(۸) فتح الباری۔ ج ۱۱ ص ۵۔

(۹) بخاری: کتاب النکاح۔ باب من لم یستطع الباءة فلیصم۔ ج ۱۱ ص ۱۳

مسلم: کتاب النکاح۔ ج ۴ ص ۱۲۸۔

(۱۰) بیہقی فی شعب الایمان۔ دیکھئے صحیح جامع صغیر، حدیث نمبر ۴۲۸۵۔

(۱۱) دیکھئے، صحیح جامع صغیر، حدیث نمبر ۳۰۴۵۔

(۱۱۔الف) بخاری: کتاب النکاح۔ باب ما یکره من التبتل والخصاء۔ ج ۱۱ ص ۱۹۔

مسلم: کتاب النکاح۔ ج ۴ ص ۲۹۔

(۱۲) فتح الباری۔ ج ۱۱ ص ۱۰، ۱۱۔

(۱۳) مسلم: کتاب الزکاة۔ باب ترک استعمال آل النبیؐ علی الصدقه۔ ج ۳ ص ۱۱۰۔

(۱۴) مسلم: کتاب الطلاق۔ باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها۔ ج ۴ ص ۱۹۵۔

(۱۵) بخاری: کتاب فضائل القرآن۔ باب فی کم یقرأ القرآن۔ ج ۱۰ ص ۴۷۔

(۱٦) دیکھئے، صحیح جامع صغیر، حدیث نمبر ۱۳۵۰۔

(۱۷) دیکھئے، صحیح جامع صغیر، حدیث نمبر ۵۱۵۵۔

(۱۸،۱۹) بخاری: کتاب النکاح۔ باب عرض الانسان ابنته أو اخته علی اهل الخیر۔ ج۱۱ص۸۰

(۲۰) مسلم: کتاب الزکاۃ۔ باب ترك استعمال آل النبیؐ علی الصدقه۔ ج۳ص۱۱۹۔

(۲۱) ابوداؤد: کتاب الخراج والامارۃ والفئ۔ باب فی ارزاق العمال۔ حدیث نمبر ۲۵۵۲۔

(۲۲) مسلم: کتاب الطلاق۔ باب المطلقه ثلاثا لانفقة لها۔ ج۴ص۱۹٦۔

(۲۳) مسلم: کتاب الفتن و اشراط الساعۃ۔ باب فی خروج الدجال ومکثه فی الارض۔ ج۸ص۲۰۳۔

(۲۳الف) بخاری: کتاب المغازی۔ باب حدثنی عبدالله بن محمد الجمعی۔ ج۸ص۳۱۳۔

(۲۴) بخاری: کتاب الطلاق۔ باب واولات الأحمال أجلهن ان یضعن حملهن۔ ج۱۱ص۳۹۷۔

مسلم: کتاب الطلاق۔ باب انقضاء عدة المتوفی عنها زوجها......ج۴ص۲۰۱۔

(۲۵) مستدرک حاکم: دیکھئے ، صحیح جامع صغیر، حدیث نمبر ۳۲۷۴۔

(۲٦) بیہقی: دیکھئے صحیح جامع صغیر، حدیث نمبر ۷۳۳۳۔

(۲۷) ابن ماجہ: کتاب النکاح۔ باب اعلان النکاح۔ حدیث نمبر ۱۵۳۸۔

(۲۸) دیکھئے صحیح جامع صغیر، حدیث نمبر ۲۲۳۱۔

(۲۹) ابوداؤد: کتاب النکاح۔ باب فیمن تزوج ولم یسم صداقا ......حدیث نمبر ۱۸۵۹۔

(۳۰) طبرانی فی الاوسط: دیکھئے صحیح جامع صغیر، حدیث نمبر ۳۳۰۴۔

(۳۱) بخاری: کتاب المناقب۔ باب صفة النبیؐ۔ ج۷ص۳۸۵۔

مسلم: کتاب الفضائل۔ باب باعدته للاثام۔ ج۷ص۸۰۔

☆ ☆ ☆

دوسری فصل

پیغام نکاح

پیغام نکاح کے متعدد طریقے

ہمارے گھروں میں پیغام نکاح کا مروج طریقہ یہ ہے کہ لڑکے کی جانب سے لڑکی کے گھر والوں کو پیغام بھیجا جاتا ہے۔ اس طریقہ کے علاوہ اور بھی چند طریقہ مشروع ہیں جن کا ذکر احادیث میں ملتا ہے۔ ذیل میں وہ بیان کئے جا رہے ہیں:

ا۔ لڑکی کے گھر والوں کے ذریعہ پیغام

حضرت عروہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے سلسلہ میں حضرت ابو بکر کو پیغام دیا۔ حضرت ابو بکر نے عرض کیا: آپ تو ہمارے بھائی ہیں، آپؐ نے فرمایا: تم میرے دینی بھائی ہو اور میرے لئے اس سے نکاح درست ہے۔ (بخاری)(۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حفصہ کے بارے میں پیغام دیا، میں نے آپؐ سے نکاح کر دیا۔ (بخاری)(۲)

۲۔ پیغام کے لئے لڑکی سے براہ راست گفتگو

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے ذریعہ میرے پاس پیغام بھیجا۔ میں نے جواب دیا کہ میری بچی ہے اور میرے اندر بہت غیرت ہے۔ آپؐ نے فرمایا: بچی کے لئے ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ ماں سے اسے بے نیاز کر دے۔ اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ غیرت دور کر دے۔ (مسلم)(۳)

حضرت سبیعہ بنت حارث سے مروی ہے کہ وہ سعد بن خولہ کی زوجیت میں تھیں جو بنو عامر بن لوی قبیلہ کے تھے اور غزوہ بدر میں شریک ہو چکے تھے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر جب وہ حاملہ تھیں، شوہر کا انتقال ہو گیا اور جب نفاس سے پاک ہوئیں تو پیغام کے لئے آراستہ ہوئیں، لہٰذا ابو السنابل بن بعلبک ان کے پاس آئے۔ (بخاری و مسلم) (۴)

بخاری شریف کی ایک روایت ہے کہ ابو السنابل بن بعلبک نے انھیں پیغام دیا تو انھوں نے نکاح کرنے سے انکار کیا۔ (۵)

مؤطا کی روایت میں ہے کہ دو اشخاص...... ایک نوجوان اور ایک سن رسیدہ نے انھیں پیغام دیا۔ نوجوان کی جانب سے ان کا میلان ہوا تو سن رسیدہ شخص نے کہا: تم ابھی حلال نہیں ہوئی ہو ان کے گھر والے موجود نہیں تھے انھیں امید ہوئی کہ گھر والے انھیں ترجیح دیں گے۔ (۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ نے حضرت ام سلیم کو پیغام دیا، تو انھوں نے کہا: بخدا آپ جیسے شخص سے انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن آپ کافر ہیں اور میں مسلمان ہوں۔ آپ کے ساتھ میرا نکاح جائز ہی نہیں ہے اگر آپ اسلام قبول کر لیں تو وہی میرا مہر ہو گا، دوسری کوئی چیز نہیں طلب کروں گی۔ انھوں نے اسلام قبول کر لیا اور یہی حضرت ام سلیم کا مہر قرار پایا۔ (نسائی۔ ۷)

۳۔ لڑکی کے والد یا دیگر رشتہ داروں کی جانب سے پیشکش

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہ بیوہ ہو گئیں۔ ان کے شوہر حضرت خنیس بن حذافہ سہمی، جو اصحاب رسول میں سے تھے، کا مدینہ میں انتقال ہو گیا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں عثمان بن عفان کے پاس آیا اور حفصہ کے لئے پیشکش کی، انھوں نے کہا: میں سوچ کر بتاؤں گا، چند دنوں بعد ملاقات ہوئی تو کہا: میری رائے نفی میں ہے۔ حضرت عمر کہتے ہیں: پھر میں نے حضرت ابو بکر صدیق سے ملاقات کی اور کہا: اگر آپ چاہیں تو اپنی بیٹی حفصہ کو آپ کی زوجیت میں دے دوں۔ ابو بکر خاموش رہے، کچھ جواب نہیں دیا، مجھے ان پر عثمان بن عفان کے مقابلے زیادہ غصہ آیا، چند ایام گذرے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کے لئے پیغام دیا اور میں نے حفصہؓ کو آپ کی زوجیت میں دے دیا، اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے

مجھ سے ملاقات کی اور کہا: آپ نے حفصہ کے لئے مجھ سے پیشکش کی تھی اور میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا تو آپ کو مجھ سے ناراضگی ہوئی تھی۔ حضرت عمرؓ نے کہا: ہاں، حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا ہے: میں رسول اللہ ﷺ کا راز افشاء نہیں کر سکتا تھا، اگر آپؐ کا ارادہ نہ ہوتا تو میں قبول کر لیتا۔ (بخاری)(۸)

حضرت ام حبیبہ بنت ابو سفیان سے مروی ہے، انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری بہن بنت ابو سفیان سے نکاح کر لیجئے۔ آپ نے پوچھا، کیا تم یہ چاہتی ہو؟ میں نے کہا: میں کوئی تنہا آپؐ کی زوجیت میں نہیں ہوں اور اس خیر میں اپنی بہن کو شریک کرنا میں سب سے زیادہ پسند کرتی ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ میرے لئے حلال نہیں ہے...... تم اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو مجھ پر مت پیش کرو۔ (بخاری و مسلم)(۹)

۴۔ اونچے خاندان کی لڑکی کو پیشکش

حضرت سہل بن سعد الساعدی سے روایت ہے کہ ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں...... صحابہ کرام میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ کو ضرورت نہ ہو تو مجھ سے اس کی شادی کر دیجئے...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جاؤ، تمہارے پاس جو قرآن ہے، اس کے عوض میں نے تمہاری ملکیت میں اسے دے دیا۔ (بخاری و مسلم)(۱۰)

۵۔ اپنے کسی رفیق کے لئے سردار قوم کا پیغام نکاح

حضرت فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں:...... جب میری عدت پوری ہو گئی تو صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے مجھے پیغام دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت اسامہ بن زید کے لئے مجھے پیغام دیا۔ میں اس سے قبل رسول اللہ ﷺ کا ارشاد سن چکی تھی کہ جسے مجھ سے محبت ہو وہ اسامہ سے بھی محبت کرے، جب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے گفتگو فرمائی تو میں نے کہا: میرا معاملہ آپ کے ہاتھ میں ہے آپ جس سے چاہیں میرا نکاح فرما دیں۔ (مسلم)(۱۱، ۱۲)

۶۔ مرد صالح کے لئے لڑکی کی پیشکش

حضرت ثابت بنانی سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں حضرت انس کے پاس تھا، ان کی بیٹی بھی وہاں بیٹھی تھی۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اپنی پیشکش کرتے ہوئے بولی: یارسول اللہ! کیا آپؐ کو میری ضرورت ہے؟ (ایک روایت میں ہے (۱۳) انھوں نے کہا: یارسول اللہ! میں اپنی ذات کو آپؐ کے لئے ہدیہ کرنے آئی ہوں) حضرت انس کی بیٹی بولی: توبہ، توبہ کتنی بے شرم ہے۔ حضرت انس نے کہا: وہ تم سے بہتر ہے، حضور ﷺ کی ذات میں رغبت محسوس کی تو پیشکش کر دی۔ (بخاری) (۱۴)

دوران عدت اشارتاً پیغام

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولاجناح عليكم فيما عرضتم به من خطبة النساء أو أكننتم فى أنفسكم علم الله أنكم ستذكرونهن ولكن لا تواعدوهن سراً إلا أن تقولوا قولاً معروفاً ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله واعلموا أن الله يعلم ما فى أنفسكم فاحذروه واعلموا أن الله غفور حليم. (بقرہ۔۲۳۵)

(اور تم پر کوئی گناہ اس میں نہیں کہ تم ان (زیر عدت) عورتوں کے پیغام نکاح کے باب میں کوئی بات اشارتاً کہو یا (یا یہ ارادہ) اپنے دلوں ہی میں پوشیدہ رکھو، اللہ کو تو علم ہے کہ تم ان عورتوں کا ذکر ضرور کرو گے البتہ ان سے کوئی وعدہ خفیہ (بھی) نہ کرو ہاں مگر کوئی بات عزت و حرمت کے موافق (چاہو تو) کہہ دو اور عقد نکاح کا عزم اس وقت تک نہ کرو جب تک کہ میعادِ مقرر اپنے ختم کو نہ پہنچ جائے اور جانے رہو کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ اسے جانتا ہے سو اس سے ڈرتے رہو کہ اللہ بخشنے والا ہے اور بڑا بردبار ہے۔

اشارتاً پیغام کی تشریح تفسیر جلالین میں یہ بتائی گئی ہے۔ مثلاً کوئی کہے: تم بہت خوبصورت ہو، تمہارے جیسا کون ملے گا۔

حضرت سکینہ بنت حنظلہ فرماتی ہیں کہ میری عدت کے دوران ابو جعفر محمد بن علی بن

حسین میرے پاس آئے اور بولے: حنظلہ کی بیٹی! تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے میری رشتہ داری ہے۔ میرے دادا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کیا مقام ہے اور اسلام سے میرا تعلق کتنا قدیم ہے۔ میں نے کہا: ابو جعفر اللہ تمہیں معاف کرے، دوران عدت مجھے پیغام دے رہے ہو۔ تمہارے جیسے شخص سے اس بات پر باز پرس کی جائے گی۔ کہنے لگے: میں ایسا کچھ نہیں کر رہا ہوں، میں تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنا رشتہ اور مقام بتا رہا ہوں۔

بوقت پیغام دیکھنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں رسول کریم ﷺ کے پاس تھا۔ ایک شخص نے آکر اطلاع دی کہ ایک انصاری خاتون سے شادی کرنے والا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ جواب دیا: نہیں، فرمایا: جاؤ، اسے دیکھ آؤ، انصار کی آنکھوں میں کچھ ہوتا ہے۔ (مسلم)(۱۵)

حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک عورت کو پیغام دیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے دیکھ لو، اس طرح تمہارے درمیان محبت زیادہ پائیدار ہوگی۔ (احمد)(۱۶)

حضرت ابو حمید ساعدی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو پیغام دے تو عورت کے علم کے بغیر بھی اسے دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (احمد)(۱۷)

مابعد پیغام وقفہ کی اہمیت

پیغام، شادی کا پیش خیمہ ہے، مابعد پیغام وقفہ بہترین تمہیدی وقفہ ہے۔ اس درمیان یکسانیت وہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے۔ جب ہر ایک کو اپنا شریک حیات منتخب کرنے کی اصولاً آزادی ہے تو یہ آزادی واقفیت کی بنیاد پر ہونی چاہیے تاکہ ہر دو کو ایک دوسرے کے بارے میں مناسب واقفیت فراہم ہو اگر حالات یا کسی اور سبب سے قبل از پیغام واقفیت بہم نہ ہو سکے تو درج ذیل اقدامات مناسب ہوں گے:

پہلا قدم: بہتر ہوگا کہ اس طرح لڑکی کو دیکھا جائے کہ اسے علم نہ ہو سکے تاکہ اگر لڑکا پیغام دینے کا ارادہ ترک کردے تو اس کے جذبات مجروح نہ ہوں۔ امام نووی جو مسلک شافعی کے ایک جلیل القدر

عالم ہیں، فرماتے ہیں: ہمارے مسلک اور امام مالک، امام احمد اور جمہور کے مسلک میں دیکھنے کے لئے لڑکی کی رضامندی ضروری نہیں ہے بلکہ اس کی ناواقفیت اور پیشگی اطلاع کے بغیر بھی دیکھنے کا جواز ہے...... اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے مطلقاً اجازت مرحمت فرمائی ہے، لڑکی کی اجازت کی شرط نہیں لگائی ہے اور عموماً اجازت دینے میں لڑکی کو شرم محسوس ہوتی ہے نیز یہ بھی ممکن ہے کہ دیکھنے کے بعد لڑکے کو پسند نہ آئے اور وہ رشتہ سے انکار کردے تو لڑکی کی دل شکنی ہو اس لئے ہمارے فقہاء فرماتے ہیں: پیغام دینے سے قبل دیکھنا مناسب ہے تاکہ اگر ناپسند ہو تو لڑکی کو تکلیف نہ پہنچے۔ پیغام کے بعد رشتہ سے انکار میں لڑکی کی دل شکنی ہے۔(۱۸)

اگر لڑکی کے گھر والوں کو بتائے بغیر دیکھنا ممکن نہ ہو تو انھیں بتانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

دوسرا اقدم: جب پیغام دینے کا پختہ ارادہ ہو جائے اور لڑکی کے گھر والوں کو علم ہو جائے تو گھر والے لڑکی کے سامنے پیشکش کریں۔ موجودہ دور جس میں مختلف و متعدد فکری رجحانات رائج ہیں، بہتر ہوگا کہ ظاہر اُ دیکھنے پر اکتفا کرنے کے بجائے شخصیت کا تعارف حاصل کیا جائے۔ وہ اس طرح کہ رشتہ داروں کی موجودگی میں لڑکی لڑکے کی ملاقات ہو تاکہ قریب سے ایک دوسرے کو دیکھیں اور ایک دوسرے کی شخصیت کے خدوخال کو سمجھیں۔ اس ملاقات کے بعد رشتہ کے لئے دونوں فیصلہ کریں۔ بہتر ہے کہ اس سے قبل دونوں ایک دوسرے کے بارے میں دیگر اہل تعلق سے معلومات بھی حاصل کر چکے ہوں۔

گھر والوں کو چاہئیے کہ لڑکی لڑکے کو ایک دوسرے کو دیکھنے، گفتگو کرنے اور تعارف حاصل کرنے کو آسان بنائیں اور یہ یاد رکھیں کہ زندگی کے تمام امور میں جہاں آسانی و سادگی اسلام کی پہچان ہے، پیغام نکاح کو آسان بنانا خصوصی طور پر عورت کے لئے باعث برکت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد برحق ہے کہ "پیغام نکاح کو آسان بنانا عورت کے لئے باعث برکت ہے۔" (احمد)(۱۹)

پیغام سے پہلے استخارہ

جب لڑکی اور لڑکے دونوں کو پیغام کے لئے قلبی اطمینان و انشراح ہو جائے تو بہتر ہے کہ تکمیل پیغام سے پہلے دونوں استخارہ کر کے اللہ سے توفیق و آسانی کی دعا کریں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جس طرح ہمیں قرآن کی سورتیں سکھاتے تھے، اسی طرح تمام امور میں استخارہ کرنے کی تعلیم دیتے تھے۔ فرماتے کہ تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو دو رکعت نفل نماز پڑھے، پھر یہ دعا کرے:

اللهم إني أستخيرك بعلمك وأستقدرك بقدرتك وأسألك من فضلك العظيم. فإنك تقدر ولا أقدر وتعلم ولا أعلم وأنت علام الغيوب. أللهم إن كنت تعلم أن هذا الأمر خير لي في ديني ومعاشي وعاقبة أمري فاقدره ويسره لي. ثم بارك لي فيه وإن كنت تعلم أن هذا الأمر شر لي في ديني ومعاشي وعاقبة أمري فاصرفه عني واصرفني عنه واقدر لي الخير حيث كان ثم رضني به.

(اے اللہ! میں تیرے علم سے استخارہ کرتا ہوں، اور تیری قدرت طلب کرتا ہوں، اور تیرے عظیم فضل کا طالب ہوں، بیشک تو قدرت رکھتا ہے، میں قدرت نہیں رکھتا ہوں، تو جانتا ہے میں نہیں جانتا ہوں، تو غیب کا علم رکھنے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ کام میرے دین، معاش اور انجام کے سلسلہ میں بہتر ہے تو اسے مقدر فرمادے اور میرے لئے آسان کردے نیز اس میں برکت عطا فرما، اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین، معاش اور انجام کے اعتبار سے برا ہے تو اسے مجھ سے اور مجھے اس سے دور فرمادے، اور خیر و بہتر ہی جہاں بھی ہو میرے لئے مقدر فرمادے اور مجھے اس پر راضی کردے۔) دعا کے آخر میں اپنی ضرورت کا نام لے۔ (بخاری)(۲۰)

استخارہ کا مقصود جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے، یہ ہے کہ انسان اللہ پر توکل کرے اور معاملہ اللہ کے سپرد کردے تاکہ وہ اس کے خیر کو، چاہے جہاں ہو، منتخب فرمائے، لیکن یہ توکل اور تفویض اسی وقت صحیح ہوگی جب انسان خیر کی طلب میں پوری کوشش صرف کردے اور اپنی کوشش کے مطابق فیصلہ تک پہنچ جائے۔ پھر اللہ علیم و قدیر کی جانب متوجہ ہو کر دعا کرے کہ اگر اس فیصلہ میں خیر ہو تو اس کی تکمیل اور اس میں خیر نہ ہو تو اس سے گریز کو آسان فرمادے۔ استخارہ کے بعد کام میں ہاتھ لگادے، کسی خواب یا انشراح صدر کا انتظار نہ کرے، کیونکہ حدیث میں اس کا ذکر نہیں آیا ہے اور اس میں تردد زیادہ ہونے لگتا ہے کیونکہ احساسات اور خیالات بدلتے رہتے ہیں اور جس معاملہ میں استخارہ کیا گیا ہے اس میں مثبت اور منفی دونوں پہلو موجود ہوتے ہیں۔

دو سوالوں کے جوابات

پہلا سوال: حدیث میں لڑکی کے لئے پیغام دینے والے لڑکے کو دیکھنے کا ذکر نہیں ہے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حضرت مغیرہ کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے جو حکمت ان الفاظ میں ذکر فرمائی ہے: "اس سے تمہارے درمیان محبت زیادہ پائیدار ہوگی" اگر غور کیا جائے تو یہ حکمت زیادہ مکمل طور پر اسی وقت پائی جائے گی جب لڑکی بھی دیکھے اور اپنے شریک حیات کے بارے میں اس کا دل مطمئن ہو۔

اسی طرح آپؐ کے الفاظ ہیں "اگر اس قدر دیکھ سکے جس سے نکاح کا داعیہ پیدا ہو تو دیکھ لے" پس اگر عورت اپنے پیغام دینے والے کو اس قدر دیکھتی ہے جس سے پیغام کا اتفاق کا داعیہ پیدا ہو تو کیا یہ اپنے حدود سے تجاوز اور ناحق مطالبہ شمار کیا جائے گا؟ مصنف "مہذب" ابو اسحاق شیرازی نے درست فرمایا ہے کہ "عورت اگر کسی مرد سے شادی کا ارادہ رکھتی ہو تو اسے دیکھنا جائز ہے کیونکہ دیکھنے سے مرد کو جس طرح پسندیدگی ہوگی، عورت کو بھی ہوگی۔(۲۱)

دوسرا سوال: کسی محفل میں بیٹھ کر باہمی گفتگو اور باہمی تعارف حاصل کرنے کا ذکر بھی حدیث میں نہیں آیا ہے۔

اس سوال کے جواب میں بھی ہم محترم قارئین کی توجہ اس حدیث رسول اللہ ﷺ کی طرف مبذول کرائیں گے جس کے الفاظ ہیں "اگر عورت کو اس قدر دیکھ سکتا ہو جس سے نکاح کا داعیہ پیدا ہو تو دیکھ لے" پس اگر باہمی تعارف کے ذریعہ مرد و عورت ہر دو کے اندر نکاح کا داعیہ پیدا ہو تو اس کی ممانعت پیدا کر کے صرف ظاہری طور پر نگاہ ڈال لینا کافی کیسے ہوگا؟ ابن جوزی کا قول ہے: "جو شخص عورت سے گفتگو کر کے اندازہ کر سکتا ہو کہ منہ اور آنکھیں حسن کا معیار ہیں۔ تو ایسا کر لے۔"(۲۲)

وقفۂ پیغام کے آداب

کسی کے پیغام پر پیغام دینے کی ممانعت

حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی کسی کی خرید و فروخت پر خرید و فروخت نہ کرے یا کسی کے پیغام پر کوئی پیغام نہ دے سوائے اس کے کہ پہلے پیغام دینے والا اپنا ارادہ ترک کر دے یا دوسرے شخص کو اجازت دے دے۔ (بخاری و مسلم)(۲۳)

منگیتر ایک اجنبی شخص

پیغام نکاح، عقد کی تمہید ہے نہ کہ عقد۔ لہذا منگیتر کی حیثیت ایک اجنبی شخص کی ہوتی ہے۔ منگیتر کے لئے حدود وجواز اور اجازت وہی ہیں جو ایک اجنبی مرد کے لئے ہوتے ہیں۔ یعنی ملاقات کے دوران صرف چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے سوا پورے جسم کو ڈھانپنے والا ڈھیلا ڈھالا لباس اور تنہائی سے گریز۔

ملاقات اور تحفہ تحائف

لڑکی کے محرموں کی موجودگی میں پروقار ملاقات مزید تعارف اور باہمی نقطۂ نظر سمجھنے کا بہترین موقع فراہم کرتی ہے۔ خصوصاً ہمارے موجودہ معاشرہ میں جہاں ثقافتیں اور رجحانات باہم گڈمڈ ہو چکے ہیں۔ تحفے اور ہدایا پیش کرنے کا جہاں تک تعلق ہے، تو رسول کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ "ایک دوسرے کو ہدیے دو اور باہمی محبت بڑھاؤ" (۲۴) پیغام دینے والے کی جانب سے لڑکے کے لئے ہدیے تحائف باہمی محبت کی تخم ریزی کریں گے۔

قبل از پیغام محبت۔ جائز یا ناجائز؟

فطرت انسانی کے اندر یہ بات پائی جاتی ہے کہ مرد کے اندر عورت کی جانب جھکاؤ، عورت کی رفاقت اور اس سے حصول سکون وانس کی خواہش ہوتی ہے۔ اسی طرح عورت کے اندر مرد کی جانب جھکاؤ، اس کی رفاقت کی خواہش اور اس کے سہارے کی تلاش ہوتی ہے۔ اس فطری خواہش کی بہترین تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے نکاح کا نظام عطا فرمایا ہے۔ نکاح کا پیش خیمہ پیغام ہے جو عموماً مرد کی جانب سے عورت کو دیا جاتا ہے اور بسا اوقات عورت کی جانب سے بھی مرد کو دیا جاتا ہے۔ دونوں صورتیں درست ہیں۔ اس پیغام کے پس پشت محض اچھے خاندان میں شادی کا جذبہ بھی کارفرما ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے قلبی تعلق اور اندوزی محبت پیدا ہو گئی ہو۔ دل کے اندرونی اور حقیقی خیالات اور جذبات کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہو سکتا ہے۔ ان جذبات کے ہر معیار کے لئے دلیل جواز موجود ہے:

الف۔ قرآن کریم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولاجناح عليكم فيما عرضتم به من خطبة النساء أواكننتم فى أنفسكم علم الله أنكم ستذكرونهنّ ولكن لا تواعدوهن سراً إلا أن تقولوا قولا معروفاً ولاتعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله واعلموا أن الله يعلم ما فى أنفسكم فاحذروه واعلموا أن الله غفور حليم۔ (بقرہ۔۲۳۵)

(اور تم پر کوئی گناہ اس میں نہیں کہ تم ان (زیر عدت) عورتوں کے پیغام نکاح کے باب میں کوئی بات اشارتاً کہو یا (یہ ارادہ) اپنے دلوں ہی میں پوشیدہ رکھو۔ اللہ کو تو علم ہے کہ تم ان عورتوں کا ذکر مذکور کروگے البتہ ان سے کوئی وعدہ خفیہ (بھی) نہ کرو ہاں مگر کوئی بات عزت و حرمت کے موافق (چاہو تو) کہہ دو اور عقد نکاح کا عزم اس وقت تک نہ کرو جب تک کہ میعاد مقرر اپنے ختم کو نہ پہنچ جائے اور جانے رہو کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ اسے جانتا ہے سو اس سے ڈرتے رہو اور جانے رہو کہ اللہ بخشنے والا ہے اور بڑا بردبار ہے۔)

آیت کریمہ مجمل ہے جس میں جذبات و خواہش کے سارے درجات داخل ہو جاتے ہیں۔ آیت کی تشریح میں علامہ طبری کے اقوال بھی جذبات کے ان تمام معیاروں کی گنجائش رکھتے ہیں۔ چند اقوال درج ذیل ہیں:

سدی سے مروی ہے: داخل ہو کر سلام کرے، اگر چاہے تو ہدیہ پیش کرے اور کوئی گفتگو نہ کرے۔

قاسم بن محمد کہتے ہیں: وہ یوں کہے: مجھے تم سے دلچسپی ہے۔ میں تمہاری خواہش رکھتا ہوں، مجھے تم پسند ہو۔

ابن عباس فرماتے ہیں: میں ایسی خاتون کو پسند کرتا ہوں جس کی فلاں فلاں صفات ہوں۔

مالک فرماتے ہیں: مجھے تم پسند ہو اور تم سے محبت ہے۔

ب۔ حدیث شریف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے

آکر عرض کیا: ہماری نگہداشت میں ایک بچی ہے، اسے ایک تنگدست شخص اور ایک مالدار شخص نے پیغام دیا ہے۔ بچی تنگدست کی جانب میلان رکھتی ہے جب کہ ہم لوگ مالدار کو پسند کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نکاح کی طرح دو باہم محبت کرنے والوں کو نہیں دیکھا گیا ہے۔" (ابن ماجہ) (۲۵)

پیغام سے پہلے محبت کے ضوابط

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک سریہ بھیجا۔ لشکر کو جو مال غنیمت حاصل ہوا اس میں ایک شخص بھی تھا۔ اس نے کہا: میں فوج میں شامل نہیں ہوں۔ البتہ فوج کی ایک خاتون سے مجھے عشق ہے، اس لئے میں چلا آیا تھا۔ مجھے اس خاتون کا دیدار کرادو۔ پھر جو چاہو میرے ساتھ کرو۔ پھر وہ شخص اس عورت کے پاس آیا۔ وہ گندمی رنگ اور طویل القامت تھی۔ مرد نے اس کے سامنے کچھ اشعار پڑھے، عورت نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے اپنی وفاداری کا اظہار کیا۔ پھر جب لوگوں نے اس شخص کی گردن مار دی تو عورت آئی اور اس کے اوپر گر گئی اور زور سے ایک دو دھاڑیں مار کر ختم ہو گئیں۔ جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم میں کوئی رحمدل نہیں تھا؟ (طبرانی) (۲۶)

اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ جذبات محبت بشرطیکہ کسی برائی کا سبب نہ بنیں غلط نہیں ہے۔ دیکھئے صحابہ کرام نے اس قصہ عشق سے رسول کریم ﷺ کو آگاہ کیا اور رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف پورا واقعہ سنا بلکہ ان کے تئیں ہمدردی کا اظہار فرمایا اور صحابہ کرام کے عمل پر اس بلیغ جملہ سے نکیر فرمائی کہ "کیا تم میں کوئی رحمدل نہیں تھا"؟

مرد کے دل میں عورت کی محبت اور عورت کے دل میں مرد کی محبت کی شمع اس انسانی احساس سے جلتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے فطرت انسانی کے اندر ودیعت فرمادی ہے۔ عقل و جسم اپنی پختگی کی ایک منزل پر جب پہنچ جاتے ہیں تو ہر دو صنف کے اندر ایک دوسرے کی جانب میلان پیدا ہوتا ہے۔ یہ میلان اور اس کے پس پردہ محبت فی نفسہ قابل مذمت یا غلط نہیں ہے۔ برائی اور اچھائی کا تعلق اس دائرہ سے ہے جس تک اندرونی میلان پہنچاتا ہے۔ ایک دائرہ حلال و پاکیزہ ہے، اور ایک دائرہ حرام و برا ہے۔ محبت کی منزل مقصود اگر مقدس ہو تو وہ ایک مقدس جذبہ ہے۔ محبت کے پیچھے شادی کا

جذبہ کار فرما ہو اور دونوں ایک دوسرے کو اپنی زندگی کا رفیق شریک بنانا چاہتے ہوں تو اس سے بڑھ کر اور کون سا جذبہ پاکیزہ ہو سکتا ہے۔

جو محبت ایک انسانی جذبہ کی شکل میں دو مردوں یا عورتوں کے درمیان ہوتی ہے وہ الفت و ہم آہنگی اور احترام و شفقت کی تمام خوبیوں سے آراستہ ہوتی ہے۔ وہ زندگی کے غم و الم، مسرت و شادمانی اور نرم و گرم ہر جگہ پائیدار رہتی ہے۔ ایسی محبت کسی دو صاحب عقل کے درمیان اسی وقت وجود میں آسکتی ہے جب ان دونوں کے درمیان ایک گہرا تعلق اور طویل تجربہ ہو۔ دونوں ایک دوسرے سے واقف ہوں اور ان عناصر کا ادراک رکھتے ہوں جو محبت کی بنیاد بنتے اور اسے فروغ بخشتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو وہ کسی عارضی سبب اور فریب ظاہر کے نتیجہ میں لمحہ دو لمحہ کی پسندیدگی ہے، محبت نہیں۔ یہی صورت حال مرد و عورت کے درمیان محبت کی ہوتی ہے۔ عارضی ملاقات ممکن ہے راہ محبت کا آغاز بن جائے پھر منزل بہ منزل سفر یا تو محبت کو اپنی بلندیوں تک پہنچا دے گا یا اسے نیچے اتار کر ختم کر دے گا۔

اللہ رب العزت جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے...... جمال ظاہری کے ساتھ ساتھ شخصیت و اخلاق اور اچھائیوں کا جمال بھی ہونا چاہیے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ جمال کے ساتھ حق کو اور حق کے ساتھ خیر کو پسند فرماتے ہیں۔ اسی لئے خوبصورت محبت کو اسلام ناپسند نہیں کرتا بلکہ وہ اس کی خوبصورتی و جمال کی تکمیل کرتا ہے، اس کی حفاظت و رعایت کرنا چاہتا ہے۔ ہر سطحیت اور داغ سے اس کے روئے زیبا کو محفوظ رکھ کر رشتۂ ازدواج کے پاکیزہ بندھن سے استوار کرتا ہے۔ زندگی کی کٹھنائیوں میں بھی اس کا ڈور ٹوٹنے نہیں دینا چاہتا اور ننھے منھے بچوں کی ولادت و تربیت کی صورت میں اس کے نتائج و ثمرات سے بھی نوازنا چاہتا ہے۔

اسلام اس محبت کو خوش آمدید کہتا ہے جس کے عناصر میں جمال رخ بھی ہے۔ وہ محبت کو حق و خیر کی راہ میں گامزن کر کے جمال کا ہم سفر بناتا ہے۔ یہی حیات انسانی کی راہ ہے اور پاکیزہ انسانی حیات صرف جمال کا نام نہیں ہے، جمال کے ساتھ حق اور خیر بھی اس کے اجزاء ہیں۔ پس مذہب انسانی جذبات کو کچلتا نہیں ہے البتہ اس کی تہذیب و تربیت کرتا ہے اور خیر کی سمت اسے راہ دکھاتا ہے تاکہ محبت کی خوشگوار چھاؤں میں انسان اور گرد و پیش بسنے والی مخلوق سب ٹھنڈی سانس لے سکیں، کوئی اس کے شعلوں میں جھلس کر فنا نہ ہو جائے۔

اللہ رب العزت جو غفور و حلیم ہے، صنف مخالف کی جانب جھکاؤ کے انسانی جذبات کی کتنی قدر فرماتا ہے وہ عدت کے نازک موقع پر بھی صنف مخالف کے تئیں جذبات انسانی کے اظہار کا موقع فراہم کرتا ہے۔ ارشاد ہے:

ولا جناح عليكم فيما عرضتم من خطبة النساء أو أكننتم في أنفسكم.

(اور تم پر کوئی گناہ اس میں نہیں کہ تم ان (زیر عدت) عورتوں کے پیغام نکاح کے باب میں کوئی بات اشارتاً کہو یا (یہ ارادہ) اپنے دلوں ہی میں پوشیدہ رکھو۔

موقع کس قدر نازک ہے۔ ابھی قریب میں شوہر کی جدائی کا غم ٹوٹا ہے لیکن مرد و عورت ہر دو کے اندورنی انسانی احساسات کے دائرہ کو تنگ نہیں کیا جاتا ہے۔ صرف ایسے چند ضابطے مقرر کردیئے جاتے ہیں جن سے مرحوم شوہر کا بھی حق محفوظ رہتا ہے اور دوسرے زندہ شخص کا بھی۔ قرآن کے ان الفاظ پر غور کیجئے:

علم الله انكم ستذكرونهن. (اللہ کو تو علم ہے کہ تم ان عورتوں کا ذکر مذکور کروگے۔)

یہ پوشیدہ جذبات واحساسات کے لئے سند جواز ہے، نیز اس کے بعد قرآن کے الفاظ ہیں۔

ولكن لا تواعدوهن سراً. (البتہ ان سے کوئی وعدہ خفیہ (بھی) نہ کرو۔)

ساتھ ہی غلط روش سے روکا بھی جارہا ہے۔ شادی سے پہلے کئی مراحل پیش آتے ہیں، تعارف، پیغام نکاح، عقد اور آخر میں وصل ملاقات۔ یہ مراحل جو دراز بھی ہوسکتے ہیں اور مختصر بھی اگر اس کی راہ میں محبت کے جذبات بھرے ہوں، کوئی پاکیزہ شیریں کلامی ہو یا نیک شیریں تبسم ہو یا ایک اچھے گھر کی تعمیر و تیاری کے تعلق سے تعاون و تبادلۂ خیال ہو تو کیا ان سے شادی کے مراحل پر کوئی حرف آتا ہے؟ پاکیزہ محبت کے جذبات جو عقد سے پہلے ہوتے ہیں کسی ناجائز لمس اور حرام تنہائی کو گوارا نہیں کرتے۔ جذبہ و خوشی اور امید ہی سب کچھ ہوتی ہے۔

رشتۂ ازدواج ہی اصل مقصد ہے۔ تو ہر دو محبت کرنے والے کے اندر مناسب پختگی بھی ہونی چاہیئے تاکہ اپنے شریک حیات کا انتخاب وہ بہتر طریقہ پر کرسکیں نیز عقد کی تقریب بھی جس قدر جلد ممکن ہو، انجام پاجانی چاہیئے تاکہ وقفہ کی درازی کسی نامناسب و غلط واقعہ کے امکان کا خدشہ نہ

پیدا کردے۔ مثلاً کسی ایک جانب محبت کے جذبات سرد پڑ جائیں یا ہنگامی حالات کے دباؤ میں رشتہ ختم کرنے پر مجبور ہو جائیں یا عقد کی تکمیل سے پہلے کوئی غلط واقعہ پیش آجائے۔

پیغام نکاح اور رخصتی کے درمیان طویل وقفہ جبکہ اس درمیان بعض غلط واقعات بھی پیش آجاتے ہیں، عمومی رواج بنتا جارہا ہے خصوصاً اس معاشرہ میں یہ بات عام ہو رہی ہے جہاں رہائشی مسائل پیدا ہو گئے ہیں بلکہ بہت سارے نوجوانوں کے لئے تو علاحدہ مستقل رہائش کی دستیابی سالہاسال کی ملازمت و محنت کے بعد بھی نہیں ہو پاتی ہے، وہاں نہ تو لڑکے کے گھر والوں اور نہ لڑکی کے گھر والوں کے حالات ایسے ہوتے ہیں کہ جوڑے کو اپنے یہاں رہائش فراہم کریں۔ اس سنگین صورت حال کے علاج کے لئے ہماری ایک تجویز ہے چونکہ اس کا تعلق زندگی کی ایک بنیادی ضرورت سے ہے جو ہر نوجوان مرد و عورت کو درپیش ہے، اس لئے ہماری خواہش ہے کہ اہل علم اس پر ضرور غور کریں۔

اس تجویز کا خلاصہ یہ ہے کہ پیغام کے بعد قریبی عرصہ میں کسی مستقل رہائش کا نظم ممکن نہ ہو اور نہ خاندان والوں کے گھر میں ایک ساتھ رہائش کی سہولت ہو تو لڑکا اور لڑکی دونوں اپنے گھر میں رہیں اور شادی کردی جائے اور ہفتہ کی رخصت کا دن شوہر و بیوی ایک ساتھ کسی ایسے مناسب مقام پر گذاریں جوان دونوں کے حالات کے مطابق ہو۔ مثلاً لڑکا یا لڑکی کے گھر میں یا اپنے رشتہ دار کے گھر میں یا اپنی مالی حیثیت کے مطابق کسی ہوٹل میں۔

اس تجویز کے تعلق سے درج ذیل ضوابط ہونے چاہیئے

۱۔ شوہر کسی ملازمت سے وابستہ ہو کر معمولی ہی سہی، آمدنی حاصل کر رہا ہو بالکل بیکار اور نکما نہ ہو اگر بیوی کو بھی یہ سہولت میسر ہو تو بہتر ہے۔

۲۔ اولاد کے حصول میں تاخیر سے کام لیں، البتہ اگر بیوی یا شوہر کے خاندان والوں کے حالات بچہ کی نگہداشت کے لئے سازگار ہوں تو کوئی بات نہیں ہے۔

پیغام سے پہلے محبت کے جواز پر گفتگو کے بعد آخر میں اسی حقیقت کا اعتراف بھی ضروری ہے جو تجربات سے سامنے آرہی ہے:

فطری جنسی میلان اور اس کے ساتھ ظاہری حسن و جمال محبت کا ایک سبب ہو سکتا ہے۔

اس کے ساتھ دیگر اسباب جیسے کریمانہ اخلاق، اچھا خاندان، مناسب ثقافتی اور سماجی معیار اور اچھی ملازمت بھی ہونی چاہیئے۔ وہ محبت جس کا ایک سبب ظاہری حسن و جمال بھی ہو اور وہ محبت جس کا محور اور بنیادی عنصر ہی حسن ظاہر کے سوا اور کچھ نہ ہو، دونوں میں بہت فرق ہے۔ ہم پورے اطمینان سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ دوسری محبت فی الواقع سچی محبت نہیں ہے ایک پر جوش جنسی شہوت ہے جو جلد ہی ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔

شادی سے پہلے کی ہر محبت شادی کے بعد پائیدار نہیں ہوتی۔ بیشتر محبت کے جذبات اس وقت سرد پڑ جاتے ہیں جب انھیں غذا نہیں ملتی جو ان کی حفاظت و افزائش کرے جس غذا سے خوشگوار زندگی اور مصائب سے نبرد آزمائی کے پھل تیار ہوتے ہیں۔ محبت کی یہی سرد مہری رشتۂ ازدواجیت بسا اوقات توڑ دیتی ہے اور جدائیگی کی نوبت آجاتی ہے۔

جو رشتۂ ازدواج غیر جانب دارانہ جذبات کے ماحول میں انجام پاتا ہے، ضروری نہیں کہ غیر جانب داری پر ہی برقرار رہے۔ خوشگوار زندگی، وفاداری اور نوازش کے اخلاق ایسے بیشتر رشتو ں میں جذبات محبت کو تیز کر دیتے ہیں اور یہ محبت عمر کے آخری لمحہ تک دراز ہوتی ہے۔

فریب خوردہ ہیں وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ ازدواجیت کا رشتہ سچی محبت کو ختم کر دیتا ہے۔ محبت کوئی کھلونا تو نہیں ہے، وہ بلند پاکیزہ جذبات ہیں جو شادی سے مزید پائیدار ہوتے ہیں۔ خوشگوار زندگی ان کے تقدس میں اور اضافہ کرتی ہے۔ نیز فریب خوردہ ہیں وہ لوگ بھی جو سمجھتے ہیں کہ بچہ کی پیدائش محبت کی فضاء کو مکدر کر دیتی ہے۔ بچے اور اولاد تو وہ پانی ہیں جو محبت کے درخت کو سیراب کرتے ہیں اور وہ محبت کا ثمرہ بھی ہیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے محبت کی وجہ بتاتے ہوئے ارشاد گرامی کتنا برحق ہے کہ "وہ ایسی اور ایسی تھیں، اور ان سے میری اولاد تھی۔" (بخاری) (۲۷)

☆ ☆ ☆

حوالہ جات

(۱) بخاری: کتاب النکاح۔ باب تزویج الصغار من الکبار۔ ج۱۱ص۲۵۔

(۲) بخاری: کتاب النکاح۔ باب تزویج الأب ابنته من الامام۔ ج۱۱ص۹۵۔

(۳) مسلم: کتاب الجنائز۔ باب ما یقال عند المصیبة۔ ج۳ص۳۷۔

(۴) بخاری: کتاب المغازی۔ باب حدثنی عبدالله بن محمد الجعفی۔ ج۸ص۱۳۳۔
مسلم: کتاب الطلاق۔ باب عدة المتوفی عنها زوجها ......ج۴ص۲۰۱۔

(۵) بخاری: کتاب الطلاق۔ باب واولات الأحمال اجلهن......ج۱۱ص۳۹۵۔

(۶) فتح الباری۔ ج۱۱ص۳۹۸۔

(۷) سنن نسائی: کتاب النکاح۔ باب التزویج علی الاسلام۔ حدیث نمبر ۳۱۳۳۔

(۸) بخاری: کتاب النکاح۔ باب عرض الانسان ابنته......ج۱۱ص۸۰۔

(۹) بخاری: کتاب النکاح۔ باب امهاتکم اللاتی أرضعنکم۔ ج۱۱ص۴۴۔
مسلم: کتاب الرضاع۔ باب تحریم الربیة......ج۱۱ص۱۶۵۔

(۱۰) بخاری: کتاب فضائل القرآن۔ باب القراة عن ظهر قلب۔ ج۱۰ص۴۵۴۔
مسلم: کتاب النکاح۔ باب الصدق، وجواز کونه تعلیم قرآن۔ ج۴ص۱۴۳۔

(۱۱،۱۲) مسلم: کتاب الفتن واشراط الساعة۔ باب فی خروج الدجال۔ ج۸ص۲۰۳۔

(۱۳) بخاری: کتاب النکاح۔ باب النظر الی المرأة قبل التزویج۔ ج۱۱ص۸۶۔

(۱۴) بخاری کتاب النکاح۔ باب عرض المراة نفسها علی الرجل الصالح۔ ج۱۱ص۷۹۔

(۱۵) مسلم: کتاب النکاح۔ باب ندب النظر الی وجه المراة۔ ج۴ص۱۴۲۔

(۱۶) ترمذی: ابواب النکاح۔ باب ما جاء فی النظر الی المخطوبة۔ حدیث نمبر ۸۶۸۔

(۱۷) صحیح جامع صغیر، حدیث نمبر ۵۲۱۔

(۱۸) شرح نووی بر مسلم شریف: ج۹ص۲۱۰۔

(۱۹) صحیح جامع صغیر۔حدیث نمبر ۲۲۳۱ (حدیث حسن)

(۲۰) بخاری: كتاب التهجد بالليل۔باب ما جاء في التطوع مثنى مثنى......ج ۳ ص ۲۹۰۔

(۲۱) مجموعہ شرح مہذب۔ج ۱۵ ص ۲۹۵۔

(۲۲) غذاء الالباب للسفاريني۔ج ۲ ص ۳۴۱۔

(۲۳) بخاری کتاب النکاح۔باب لا يخطب على الخطبه أخيه......ج ۱۱ ص ۱۰۴۔

مسلم: کتاب النکاح۔باب تحريم الخطبه على خطبة اخيه......ج ۴ ص ۱۳۸۔

(۲۴) بروایت ابو یعلی۔دیکھئے صحیح جامع صغیر،حدیث نمبر ۳۰۰۱۔

(۲۵) ابن ماجہ (ابن ماجہ نے صرف قول نبوی روایت کیا ہے) کتاب النکاح۔ باب ما جاء في فضل النكاح۔ حدیث نمبر ۱۴۷۹، پورا قصہ ابو عبداللہ بن مندہ نے امالی میں نقل کیا ہے سلسلہ احادیث صحیحہ، نمبر ۶۲۴۔

(۲۶) مجمع الزوائد۔ كتاب المغازى والسير۔باب في سراياه ﷺ۔ج ۶ ص ۲۰۹ حافظ ہیثمی فرماتے ہیں کہ طبرانی نے کبیر اور اوسط میں اسے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

(۲۷) بخاری: کتاب المناقب۔باب تزويج النبي ﷺ خديجة وفضلها۔ج ۸ ص ۱۳۶۔

☆ ☆ ☆

تیسری فصل

مہر

مہر عورت کا خالص حق ہے، بغیر مہر کے نکاح جائز نہیں ہے

مہر ایک قسم کا ہدیہ یا تحفہ ہے جو عقد نکاح کے موقع پر مرد پیش کرتا ہے۔ اس ہدیہ کے اندر ایک ایسی لطافت ہے جو نئی زندگی کے آغاز میں ہی محبت کے تخم بو دیتی ہے۔ ہدیہ مہر شوہر کے حسب حیثیت ہونا چاہئے، لیکن کم سے کم اور زائد سے زائد میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ وسعت وحیثیت کے مطابق ہو۔ یہ ہدیہ ایک رمز وعلامت ہے جس کی قیمت اس کی قوت خرید نہیں بلکہ ان جذبات میں پوشیدہ ہوتی ہے جو شوہر کے اندرون میں موجزن ہوتے ہیں۔ وہ اپنی زوجہ کی عزت وتکریم کا اظہار کرتا ہے۔ تکریم کرنے والا اپنے پاس جو کچھ ہوتا ہے پیش کر دیتا ہے اور اس کی معنوی قیمت میں کسی غریب کا پیش کردہ لوہے کی انگوٹھی اور کسی دولت مند کی جانب سے سونے اور چاندی کا انبار، دونوں برابر ہو جاتے ہیں۔ مہر ہر صورت میں ضروری ہے اور عورت کو اس سے محروم نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وآتو النساء صدقاتھن نحلة. (نساء۔۴) (اور تم بیویوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دے دیا کرو۔)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شغار سے منع فرمایا ہے اور شغار یہ ہے کہ دو اشخاص اپنی اپنی بیٹیوں سے ایک دوسرے کی شادی کر دیں اور دونوں جانب سے کوئی مہر نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)(۱)

اس نوع کے نکاح کی حرمت اسی لئے ہے کہ عورت کا حق مہر محفوظ رہے اور نکاح کوئی ایسا تجارتی معاملہ نہ بن جائے جسے والدین آپس میں انجام دیا کریں۔

سب سے آسان مہر سب سے بہتر مہر

حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر مہر وہ ہے جو سب سے آسان ہو۔ (حاکم)(۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے پاس آکر عرض کیا: میں نے ایک انصاری خاتون سے شادی کرلی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا: مہر کی مقدار کیا ہے؟ عرض کیا: چار اوقیہ چاندی (ایک سو ساٹھ درہم)۔ رسول اللہ ﷺ نے تعجب سے فرمایا: کیا چار اوقیہ! کیا چاندی کے پہاڑ سے تراش رہے ہو؟ ہمارے پاس تمہیں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے، البتہ عنقریب ہم تمہیں فوج میں بھیجیں گے وہاں مال غنیمت ملے گا۔ (مسلم)(۳)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عورتوں کے مہر زیادہ مت رکھو۔ اگر مہر کی زیادتی دنیا میں عزت یا تقویٰ الٰہی کی علامت ہوتی تو رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے اسے اختیار فرماتے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی کسی زوجہ کو اور نہ آپ علیہ السلام کی کسی صاحبزادی نے بارہ اوقیہ سے زائد مقدار مہر میں دی ہے۔ (نسائی)(۴)

مباشرت سے قبل مکمل یا کچھ مہر ادا کرنے کی افضلیت

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ "فاطمہ کو کچھ دے دو" انھوں نے کہا: میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا، تمہاری زرہ کہاں ہے؟ عرض کیا: وہ میرے پاس ہے۔ فرمایا: "وہی اسے دے دو۔" (نسائی)(۵)

طلاق کے بعد بھی مہر کی واپسی نہیں ہوگی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وإن أردتم استبدال زوج مكان زوج وآتيتم إحداهن قنطارا فلا تاخذوا منه شيئا اتاخذونه بهتانا وإثما مبينا. (نساء۔۲۰)

(اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ (دوسری) بیوی بدلنا چاہو اور تم اس بیوی کو (مال کا) انبار دے چکے ہو تو تم

اس میں سے کچھ بھی واپس مت لو کیا تم بہتان رکھ کر اور صریح گناہ کر کے اسے (واپس) لوگے۔)

لعان کے بعد بھی مہر کی واپسی نہیں

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے لعان کرنے والوں کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے لعان کرنے والوں سے فرمایا: تم دونوں کا فیصلہ اللہ کے ذمہ ہے۔ تم میں سے ایک جھوٹا ہے بیوی سے اب تمہارا تعلق نہیں رہا۔ شوہر نے کہا: میرا مال؟ آپ نے فرمایا: تمہارا مال نہیں ہے۔ اگر تم نے مہر اسے دے دیا ہے تو اس کی شرمگاہ سے استفادہ کا عوض ہے۔ (بخاری و مسلم)(۶)

خلع کی صورت میں مکمل یا کچھ مہر شوہر واپس لے سکتا ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد ہے:

الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أوتسريح بإحسان ولايحل لكم أن تاخذوامما آتيتموهن شئيا إلا أن يخافا ألا يقيماحدودالله فإن خفتم ان لا يقيما حدودالله فلاح جناح عليهما فيما افتدت به تلك حدود الله فلا تعتدوها ومن يتعدحدودالله فاولئك هم الظالمون. (بقرہ۔۲۲۹)

(طلاق تو دو ہی بار کی ہی ہے اس کے بعد (یا تو) رکھ لینا ہے قاعدہ کے مطابق یا پھر خوش عنوانی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ جو مال تم انھیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لو ہاں بجز اس صورت کے کہ جب اندیشہ ہو کہ اللہ کے ضابطوں کو قائم نہ رکھ سکو گے۔ تو دونوں پر اس (مال) کے باب میں کوئی گناہ نہ ہوگا جو عورت معاوضہ میں دے دے۔ یہ (سب) اللہ کے ضابطے ہیں سو ان سے باہر نہ نکلنا اور جو کوئی اللہ کے ضابطوں سے باہر نکل جائے گا سو ایسے لوگ تو (اپنے حق میں) ظلم کرنے والے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس کی زوجہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا: میں ثابت کے دین اور اخلاق کے بارے میں کچھ نہیں کہتی ہوں لیکن مجھے نافرمانی کا اندیشہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس کا باغ لوٹا دوگی؟ عرض کیا: ہاں، پھر انھوں نے باغ لوٹا دیا اور دونوں میں جدائی ہوگئی۔ (بخاری)(۷)

حوالہ جات

(۱) بخاری: کتاب النکاح۔ باب الشغار۔ ج۱۱ص۲٦۔

مسلم: کتاب النکاح۔باب تحریم نکاح الشغار وبطلانه۔ ج۴ص۱۳۹۔

(۲) مستدرک حاکم۔دیکھئے صحیح جامع صغیر، حدیث نمبر۳۲۷۴

(۳) مسلم: کتاب النکاح۔باب ندب النظر إلى وجه المرأة و كفيها......ج۴ص۱۴۲۔

(۴) نسائی شریف: کتاب النکاح۔باب القسط فی الاصدقه۔حدیث نمبر۳۱۴۱۔

(۵) سنن نسائی: کتاب النکاح۔باب نحلة الخلوة۔حدیث نمبر۳۱٦۰،۳۱٦۱۔

(٦) بخاری: کتاب الطلاق۔باب قول الامام للمتلاعنین......ج۱۱ص۳۸۱۔

مسلم: کتاب اللعان۔ ج۴ص۲۰۷۔

(۷) بخاری: کتاب الطلاق۔باب الخلع و کیف الطلاق فیه......ج۱۱ص۳۱۹۔

☆ ☆ ☆

چوتھی فصل

شادی

نکاح ایک مضبوط عہد ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وإن أردتم استبدال زوج مكان زوج وآتيتم إحداهن قنطارا فلا تاخذوا منه شيا. أتاخذونه بهتانا وإثما مبينا. وكيف تاخذونه وقد أفضى بعضكم إلى بعض اخذن منكم ميثاقا غليظا.

(نساء۔ ۲۰،۲۱)

(اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ (دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اس بیوی کو (مال کا) انبار دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس مت لو کیا تم بہتان رکھ کر اور صریح گناہ کر کے اُسے (واپس) لو گے اور تم کیسے اسے (واپس) لے سکتے ہو درآنحالیکہ ایک دوسرے سے خلوت کر چکے ہو اور وہ (بیویاں) تم سے ایک مضبوط قرار لے چکی ہیں۔)

تفسیر طبری میں...... حضرت قتادہ سے قرآن کریم کے ٹکڑے "واخذن منكم ميثاقا غليظا" کی تشریح میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لئے جو میثاق غلیظ لیا ہے وہ خوشگوار معاشرت یا احسان کے ساتھ جدائیگی ہے۔ چنانچہ نکاح کے عقد میں یہ شامل ہے کہ خدا کی قسم تم یا تو خوشگوار معاشرت رکھو گے یا احسان کے ساتھ جدائیگی...... حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ اس آیت سے مراد وہ الفاظ نکاح ہیں جن کی وجہ سے رشتۂ ازدواجیت میں حلت آتی ہے...... حضرت مجاہد اور حضرت عکرمہ دونوں کا قول ہے کہ اس آیت میں میثاق سے مراد وہ عہد ہے جو نکاح کے وقت عورت کے حق میں شوہر سے خوشگوار معاشرت یا احسان کے ساتھ جدائیگی کا لیا جاتا ہے اور مرد اس کا اقرار

کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے سلسلے میں مردوں کواس کی ہدایات فرمائی ہے۔

تفسیر منار میں ہے کہ یہ میثاق جو مردوں سے خواتین لیتی ہیں، تعلق زوجیت کے مفہوم میں ہونا چاہئے کہ دونوں ایک دوسرے کے لئے تقاضائے فطرت سلیمہ ہیں۔ درج ذیل آیات کریمہ میں اسی جانب اشارہ ہے:

ومن آياته أن خلق لكم من أنفسكم ازواجا لتسكنوا إليها وجعل بينكم مودة ورحمة.

(اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی بیویاں بنائیں تاکہ تم اس سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت وہمدردی پیدا کردی۔)

یہ فطرت الٰہی کی عظیم نشانی ہے جس پر اعتماد کرتے ہوئے عورت اپنے والدین، بھائی بہن اور تمام اہل خاندان کو چھوڑ دیتی ہے اور ایک ایسے شخص کے ساتھ زندگی گذارنے پر راضی ہو جاتی ہے جو اب تک اس کے لئے اجنبی تھا۔ اس کی خوشی وغم اور مسرت میں شریک ہو جاتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانی ہی تو ہے کہ عورت اپنے تمام گھر والوں اور متعلقین سے جدائیگی پر راضی ہو کر ایک اجنبی شخص کے دامن سے اپنا دامن باندھ لیتی ہے جو اب اس کا شوہر ہوتا ہے اور وہ اس کی بیوی۔ دونوں ایک دوسرے سے سکون حاصل کرتے ہیں۔ اور ان کے درمیان محبت ومودت اور تعلق کا وہ مضبوط ترین رشتہ قائم ہو جاتا ہے جو رشتہ داروں سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ اپنے سارے مددگاروں، محبت کرنے والوں اور گھر والوں کو چھوڑ کر شوہر کے گھر آنے میں اسی لئے عورت راضی ہو جاتی ہے کہ وہ اس بات کا یقین رکھتی ہے کہ یہ رشتۂ زوجیت ہر رشتہ سے زیادہ پائیدار اور مضبوط ہے اور اس کے ساتھ معاشرت سب سے زیادہ خوشگوار ہے۔ یہ فطری میثاق مضبوط ترین اور ٹھوس تر ہوتا ہے اور انسانی احساسات رکھنے والا ہر انسان اس کا بھرپور ادراک رکھتا ہے۔ مرد اور عورت کے درمیان جو صورت حال اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے اس پر غور کرنے والا محسوس کر سکتا ہے کہ عورت مرد سے کمزور ہے۔ وہ یہ جانتے ہوئے بھی مرد کو اپنا وجود سونپ دیتی ہے کہ مرد اس کے حقوق مار[illegible] ہے۔ پھر اس سپردگی اور تعلق کی بنیاد کیا ہوتی ہے؟ شوہر کی جانب سے اسے کون سی ضمانت اور کیا[illegible] حاصل ہوتا ہے؟ جب کسی خاتون سے کہا جاتا ہے کہ تم اب فلاں کی بیوی بننے والی ہو تو اس کے [illegible] میں کیا خیال اٹھتا ہے؟ ایسی کسی بات کے سننے یا سوچنے کے موقع پر سب سے پہلا خیال اس [illegible]

اندرون میں یہ آتا ہے کہ شوہر کے پاس وہ اپنے ماں باپ سے اچھی حالت میں رہے گی۔ یہ ایک اندورنی انسانی فطرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فطرت میں یہ جنسی میلان رکھ دیا ہے۔ ایک ایسا تعلق اب تک وہ جس سے ناآشنا تھی، ایسا اعتماد جو کہیں اور اسے نہیں مل سکتا اور ایسی محبت وسکون جو صرف شوہر کے پاس ہی مل سکتی ہے۔ انہی چیزوں کا مجموعہ وہ مضبوط میثاق ہے جو تقاضائے نظام فطرت کے تحت مرد سے عورت کو حاصل ہوتا ہے اور جس میں وہ اعتماد ہوتا ہے جو وعدہ وقسم سے بھرے جملوں کے اندر نہیں ہوتا ہے اور اسی وجہ سے بیوی کو یقین ہوتا ہے کہ شادی کے بعد جو خوشی وسعادت اسے حاصل ہونے والی ہے اس سے بڑھکر سعادت اس دنیا میں نہیں مل سکتی گرچہ اس نے اپنے ہونے والے شوہر کو پہلے کبھی دیکھا نہ ہو نہ اس کی بات سنی ہو۔ اس کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہے اور ہمارے اندرون میں اسے محفوظ کردیا ہے اور یہ کہہ کر اس کی یاد تازہ کراتی ہے کہ عورتوں نے مردوں سے شادی میں مضبوط عہد لیا ہے۔ جو شخص اس میثاق کی تکمیل نہیں کرتا اس کی کیا قیمت واہمیت ہے اور بنی نوع انسانی میں اس کا کیا مقام ومرتبہ ہو سکتا ہے؟(۱)

شادی سے ایک چھوٹا ادارہ وجود میں آتا ہے جو خاندان کہلاتا ہے اور یہی خاندان معاشرہ کے لئے تخم ہوتا ہے۔ یہ تخم اچھا ہوگا تو معاشرہ بھی پائیدار و مستحکم ہوگا اور اس ادارہ کی تشکیل عقدِ نکاح سے ہوتی ہے جس کا وصف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وأخذن منكم ميثاقا غليظاً۔ (اور وہ (بیویاں) تم سے ایک مضبوط قرار لے چکی ہیں۔)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، اللہ کی امان پر تم نے انھیں حاصل کیا ہے" (مسلم)(۲) اور شریعت کے احکام اس عقد میں مزید پختگی پیدا کرتے ہیں اور شرائط کی تحدید و ترتیب کرتے ہیں۔

اس عقد کے مقام بلند اور نزاکت کا اندازہ یوں بھی کیا جاسکتا ہے کہ خواہ اس عقد کے آغاز کا وقت ہو یا اس کے اختتام کا ہر موقع پر اس میں سنجیدگی ہوتی ہے۔ ہزل ومذاق سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ درج ذیل دو احادیث سے اس کی وضاحت ملتی ہے:

حضرت فضالہ بن عبید سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تین چیزوں میں کھیل ومذاق درست نہیں ہے۔ طلاق، نکاح اور آزادیٔ غلام۔" (طبرانی)(۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جس میں سنجیدگی تو سنجیدگی ہے، ان میں ہزل و مذاق بھی سنجیدگی ہے: نکاح، طلاق اور رجعت۔" (ابوداؤد) (۴)

علامہ ابن قیم کا درج ذیل اقتباس بھی اس عقد کے بلند مرتبہ و اہمیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: شوہر کے انتقال پر سوگ سے مقصود...... عقد نکاح کی عظمت اور بلندی و نزاکت کا اظہار ہے۔ عقد نکاح اللہ کے نزدیک اپنا مقام رکھتا ہے اس لئے عدت کو اس کے لئے ذریعہ احترام بنایا گیا اور مقصد کی تکمیل و تاکید کے لئے سوگ کی اجازت دی گئی بلکہ والد، بیٹا، بھائی اور دوسرے سارے رشتہ داروں کے مقابلہ میں شوہر پر سوگ کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ یہ سب کچھ عقد نکاح کی عظمت و اہمیت اور نکاح و ناجائز تعلقات کے درمیان اظہار فرق کے لئے ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر ابتدائے نکاح میں اعلان، گواہی اور دف بجانے کے احکام دیئے گئے ہیں اور اختتام عقد کے موقع پر عدت اور اس سوگ کا حکم دیا گیا جو دوسرے مواقع کے لئے جائز بھی نہیں ہے۔ (۵)

شادی میں پیش نظر رہنے والے امور

اول: شوہر کے انتخاب کی آزادی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیوہ کی شادی اس کے مشورہ کے بغیر نہیں کی جائے گی اور کنواری کی شادی اس کی اجازت سے ہی کی جائے گی۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا: یارسول اللہ! اس سے اجازت کس طرح حاصل کی جائے گی؟ فرمایا: اس کی خموشی اجازت ہے۔ (بخاری و مسلم) (۶)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کنواری لڑکی تو شرماتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس کی خموشی اس کی رضامندی ہے۔ (بخاری) (۷)

دوم: عقد نکاح میں ولی کی موجودگی

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ولی کے بغیر نکاح نہیں ہے اور سلطان اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہیں ہے۔ (مسند احمد) (۸)

حضرت عمران سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہے۔ (بیہقی)(۹)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: نکاح کے اندر ولی کی شرط کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ شرط ضروری ہے۔ ولی کے بغیر عورت اپنا نکاح نہیں کر سکتی۔(۱۰)

عقد نکاح میں ولی کی موجودگی جس طرح خاندان کی جانب سے اس عقد پر رضامندی کا اظہار ہے، اس مفہوم کی بھی تاکید ہے کہ شادی نہ صرف ایک مرد اور ایک عورت کے مابین گہرے تعلق تک محدود ہے بلکہ دو خاندان کے درمیان رابطہ کی مضبوطی ہے۔ لڑکی کے ولی کے ساتھ ساتھ لڑکے کے ولی اور دونوں کے دیگر رشتہ داروں کو بھی اس محفل تقریب میں آنا چاہیے تاکہ یہ شادی حقیقی معنوں میں دو خاندانوں کے درمیان ربط و تعلق کا آغاز ثابت ہو۔

سوم: عقد نکاح کی شرائط

الف۔ شروط نکاح کی رعایت

حضرت عقبہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب شرائط کی تم تکمیل کرتے ہو، ان میں نکاح کی شرطیں سب سے زیادہ اہم ہیں۔ (بخاری و مسلم)(۱۱)

امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان "شرائط نکاح" قائم فرمایا ہے۔ عنوان کے بعد امام موصوف لکھتے ہیں: حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حقوق کی پامالی شرطوں سے متعلق ہوتی ہے۔ حضرت مسور بن مخرمہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک سسرالی رشتہ دار کا ذکر کیا اور اس کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے جو کچھ مجھ سے کہا اس پر عمل کیا اور جو وعدہ کیا اسے پورا کیا۔

ب۔ ناجائز شرائط . .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کسی خاتون کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ کرے تاکہ اس کے فوائد بھی خود ہی حاصل کر لے۔ جو کچھ اس کے لئے مقدر ہے وہی اسے ملے گا۔ (بخاری)(۱۲)

چہارم: شادی کا اعلان

الف۔ اعلان کا وجوب

حضرت ہبار بن اسود سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "نکاح کا اظہار کرو اور اس کا اعلان کرو۔" (طبرانی) (۱۴)

حضرت محمد بن حاتم حجمی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حرام اور حلال کے درمیان دف اور اعلان فرق ہے۔ (ترمذی) (۱۵)

حضرت ابو موسیٰ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "نکاح کے لئے ایک ولی اور دو گواہ ضروری ہیں۔" (طبرانی) (۱۶)

دو گواہوں کی موجودگی تو اعلان نکاح میں کم سے کم ضروری تعداد ہے ورنہ مستحب تو یہ ہے کہ رشتہ دار، اعزہ دوست واحباب اور پڑوسیوں سبھوں کو نکاح کا علم ہو اور کھلی محفل میں تقریب نکاح انجام دی جائے۔

اس موقع پر ایک اور امر پر روشنی ڈالنا مناسب ہے جس کا آج کل عمومی رواج ہے اور سارے لوگ اسے نبی کریم ﷺ کی سنت تصور کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ تقریب نکاح مسجد میں انجام دی جائے، حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلہ میں جس حدیث کو دلیل بنایا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نکاح کا اعلان کرو اور مسجدوں میں انجام دو" (۱۷) وہ ضعیف حدیث ہے۔ قولی سنت کے تعلق سے تو یہ جواب ہے۔ سنت عملی اگر دیکھی جائے تو (ہمارے علم و مطالعہ کے مطابق) ایک بھی روایت ایسی نہیں ملتی جس میں مسجد میں تقریب نکاح انجام پانے کا ہلکا اشارہ موجود ہو بلکہ اگر اس سلسلہ کی روایات پر گہرائی سے غور کیا جائے تو واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اعلان نکاح مسجد سے دور انجام پاتا تھا کیونکہ اعلان نکاح میں گانے بجانے، دف بجانے وغیرہ لہو و لعب بھی ہوتے تھے، کجا کہ عورتیں، بچے اور بچیاں بھی تقریب میں شرکت کرتی تھیں۔

قولی یا فعلی سنت نبوی کی حیثیت سے اگر مسجد نبوی میں تقریب نکاح کی انجام دہی کا ثبوت اگر نہیں ملتا ہے تو اس سے اس کا عدم جواز ثابت نہیں ہوتا ہے۔ اگر زوجین کے پیش نظر مسجد میں تقریب کی انجام دہی میں مصلحت ہو تو ضروری آداب کی رعایت کرتے ہوئے مسجد میں انجام دی

جائے کہ مسجد مسلمانوں کے مصالح کے لئے ہی ہے۔

ب۔ اعلان کے ساتھ کھیل و تفریح

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک عورت کی شادی ایک انصار مرد سے کرائی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ: تمہارے ساتھ کھیل کود نہیں تھا، انصار کو کھیل کود پسند ہے۔

(بخاری)(۱۸)

حضرت عامر بن سعد کہتے ہیں کہ ایک تقریب میں حضرت قرظہ بن کعب اور حضرت ابو مسعود انصاری موجود تھے، میں آیا دیکھا کہ بچیاں گا رہی ہیں۔ میں نے کہا آپ دونوں اصحاب رسول ﷺ اور اہل بدر میں سے ہیں۔ آپ کی موجودگی میں یہ سب ہو رہا ہے! انھوں نے فرمایا: اگر چاہو تو بیٹھو اور ہمارے ساتھ تم بھی سنو۔ اگر نہ چاہو تو چلے جاؤ، رسول اللہ ﷺ نے تقریب کے موقع پر ہمیں لہو ولعب کی رخصت فرمائی ہے۔ (نسائی)(۱۹)

ج۔ تقریب میں خواتین کی شرکت

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ سے میرا نکاح ہوا تو میری والدہ میرے پاس آئیں اور مجھے گھر میں داخل کیا، دیکھا کہ انصاری خواتین گھر میں موجود ہیں اور دعائیں دے رہی ہیں۔ (بخاری و مسلم)(۲۰)

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ خواتین اور بچوں کو ایک تقریب سے لوٹتے دیکھا تو تیزی سے کھڑے ہوگئے اور فرمایا: تم لوگ میرے محبوب لوگوں میں سے ہو۔ (بخاری و مسلم)(۲۱)

د۔ ولیمہ

حضرت صفیہ بنت شیبہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض ازواج مطہرات کا ولیمہ دو مُد جو سے کیا۔ (بخاری)(۲۲)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ خیبر اور مدینہ کے درمیان رسول اللہ ﷺ نے تین دن قیام

فرمایا اور زوجہ مطہرہ حضرت صفیہ بنت حیی کے ساتھ زفاف منایا۔ پھر میں نے مسلمانوں کو آپ کے ولیمہ میں بلایا۔ وہاں روٹی اور گوشت نہیں تھا۔ آپ کے حکم سے کھال بچھائی گئی اس میں کھجور، پنیر اور گھی رکھا گیا، یہی ولیمہ تھا۔ (بخاری)(۲۳)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے کہ (جب میری شادی ہوئی تو) رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ولیمہ کرو خواہ ایک بکری ہی سے کیوں نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)(۲۴)

ہ۔ دعوت ولیمہ قبول کی جائے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تمہیں اس کی دعوت دی جائے گی تو قبول کرو"...... حضرت عبداللہ روزہ رہتے ہوئے بھی شادی اور دوسری دعوتوں میں بھی شریک ہوتے تھے۔ (بخاری و مسلم)(۲۵)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے برا کھانا ولیمہ کا وہ کھانا ہے جس میں مالداروں کو تو بلایا جائے لیکن غریبوں کو نہ بلایا جائے۔ (بخاری و مسلم)(۲۶)

پنجم: مباشرت کے آداب

الف۔ نماز و دعا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس آئے تو یہ دعا پڑھے: بسم الله اللهم جنبنا الشيطان وجنب الشيطان مارزقتنا. پھر اگر دونوں سے اولاد ہوتی ہو تو شیطان کے نقصان سے وہ محفوظ رہے گی۔ (بخاری)(۲۷)

حضرت ابووائل فرماتے ہیں کہ بجیلہ سے ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں نے ایک کنواری لڑکی سے شادی کی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھ سے نفرت نہ کرے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: محبت اللہ کی طرف سے ہے اور نفرت شیطان کی طرف سے جب تم بیوی کے پاس جاؤ تو اس سے کہو کہ تمہارے پیچھے دو رکعت نماز پڑھے، پھر تم یہ دعا پڑھو: " اللهم بارك لي في أهلي وبارك لهم في. "اللهم ارزقهم مني وارزقني منهم. اللهم اجمع بيننا ما

جمعت إلى خير وفرق بيننا إذا فرقت إلى خير ."(طبرانی)(۲۸)

ب۔شب زفاف کی صبح کچھ کھیل و تفریح

حضرت خالد بن ذکوان سے روایت ہے کہ حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء نے مجھے بتایا کہ میری شب زفاف کے بعد (اور ابن ماجہ کی ایک روایت کے الفاظ میں تقریب کی صبح کو) رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میرے بستر پر اسی طرح بیٹھ گئے جس طرح تم بیٹھے ہو۔ بچیوں نے آکر دف بجانا اور بدر میں قتل ہونے والے میرے آباءواجداد پر ماتم شروع کر دیا۔ ایک بچی نے کہا: ہم میں ایک ایسے نبی ہیں جو آئندہ کل کی بات جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ بات نہ کہو جو پہلے کہہ رہی تھی وہی کہو۔ (بخاری)(۲۹)

ج۔زوجین کو دوستوں کا تحفہ

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی زوجیت میں حضرت زینب آئیں تو حضرت ام سلیم نے مجھ سے کہا: رسول اللہ ﷺ کو ہم کوئی ہدیہ پیش کرتے ہیں۔ میں نے کہا: ضرور کیجئے، انھوں نے کھجور، گھی اور پنیر جمع کیا اور انھیں پکا کر ایک برتن میں رکھا اور میرے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا۔ میں لیکر حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: اسے رکھو، پھر مجھے حکم دیا کہ فلاں فلاں لوگوں کو مدعو کرو اور جو لوگ ملیں انھیں مدعو کرو۔ (بخاری و مسلم)(۳۰)

حوالہ جات

(۱) تفسیر منار۔ ج ۴ ص ۳۷۷۔

(۲) مسلم: کتاب الحج۔ باب حجة النبی ﷺ۔ ج ۴ ص ۴۱۔

(۳) صحیح جامع صغیر۔ حدیث نمبر ۳۰۲۴۔

(۴) ابوداؤد: تفریع ابواب الطلاق۔ باب فی الطلاق علی الهزل، حدیث نمبر ۱۹۲۰۔

(۵) زاد المعاد، حکمه ﷺ فی احداد المعتدها۔

(۶) بخاری کتاب النکاح۔ باب لا ینکح الأب......ج ۱۱ ص ۹۷۔

مسلم: کتاب النکاح۔ باب استئذان الثیب......ج ۴ ص ۱۴۰۔

(۷) بخاری: کتاب النکاح۔ باب لاینکح الأب......ج ۱۱ ص ۹۷۔

(۸) صحیح جامع صغیر۔ حدیث نمبر ۷۴۳۴۔

(۹) بیہقی، دیکھئے صحیح جامع صغیر، حدیث نمبر ۳۳۷۴۔

(۱۰) فتح الباری۔ ج ۱۱ ص ۹۲۔

(۱۱) بخاری: کتاب النکاح۔ باب الشروط فی النکاح۔ ج ۱۱ ص ۱۲۴۔

مسلم: کتاب النکاح۔ باب الوفاء بالشروط فی النکاح۔ ج ۴ ص ۱۴۰۔

(۱۲) بخاری: کتاب النکاح۔ باب الشروط التی لا تحل فی النکاح۔ ج ۱۱ ص ۱۲۶۔

(۱۳) فتح الباری۔ ج ۱۱ ص ۱۲۶۔

(۱۴) صحیح جامع صغیر۔ حدیث نمبر ۱۰۲۲۔

(۱۵) ترمذی کتاب النکاح۔ باب اعلان النکاح۔ حدیث نمبر ۸۶۹۔

(۱۶) صحیح جامع صغیر۔ حدیث نمبر ۷۴۳۴۔

(۱۷) دیکھئے، سلسلہ احادیث ضعیفہ حدیث نمبر ۹۸۲، ضعیف الجامع الصغیر حدیث نمبر ۱۰۶۵ اور حدیث ۱۰۶۶، ارواء الغلیل، حدیث نمبر ۱۹۹۳۔

(۱۸) بخاری: کتاب النکاح۔ باب النسوة اللاتی یهدین المرأة إلی زوجها۔ ج۱۱ص۱۳۳۔

(۱۹) نسائی: کتاب النکاح۔ باب اللهو والغناء عند العرس۔ حدیث نمبر ۳۱۶۸۔

(۲۰) بخاری: کتاب النکاح۔ باب الدعا للنسوة اللاتی......ج۱۱ص۱۳۰۔

مسلم: کتاب النکاح۔ باب تزویج الأب البکر الصغیرة۔ ج۴ص۱۴۱۔

(۲۱) بخاری: کتاب النکاح۔ باب ذهاب النساء والصبیان الی العرس۔ ج۱۱ص۱۷۵۔

مسلم: کتاب فضائل الصحابہ۔ باب من فضائل الانصار۔ ج ۷ ص ۱۷۴۔

(۲۲) بخاری: کتاب النکاح۔ باب من اولم باقل من شاة۔ ج۱۱ص۱۴۸۔

(۲۳) بخاری کتاب النکاح۔ باب النساء فی السفر۔ ج ۱۱ص۱۳۱۔

(۲۴) بخاری: کتاب النکاح۔ باب الولیمه حق۔ ج ۱۱ص۱۳۷۔

مسلم: کتاب النکاح۔ باب الصداق وجواز کونه۔ ج ۴ص ۱۴۴۔

(۲۵) بخاری: کتاب النکاح۔ باب اجابة الداعی......ج۱۱ص۱۵۵۔

مسلم: کتاب النکاح۔ باب الامر باجابة الداعی الی دعوة......ج۴ص۱۵۳۔

(۲۶) بخاری: کتاب النکاح۔ باب من ترك الدعوة وقد عصی الله ورسوله۔ ج۱۱ص۱۵۴۔

مسلم: کتاب النکاح۔ باب الامر باجابة الداعی الی دعوة۔ ج۴ص۱۵۳۔

(۲۷) بخاری: کتاب النکاح۔ باب مایقول الرجل الی اذا اتی أهله۔ ج ۱۱ص۱۳۶۔

(۲۸) مجمع الزوائد: کتاب النکاح۔ باب ما یفعل اذا دخل بأهله۔ ج۴ص۲۹۲، حافظ ہیثمی فرماتے ہیں طبرانی نے اس کی روایت کی ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

(۲۹) بخاری: کتاب النکاح۔ باب ضرب الدف فی النکاح والولیمه۔ ج۱۱ص۱۰۸۔

(۳۰) بخاری: کتاب النکاح۔ باب الهدیه للعروس۔ ج ۱۱ص۱۳۴۔

مسلم: کتاب النکاح۔ باب زواج زینب بنت جحش۔ ج۴ص۱۵۱۔

☆ ☆ ☆

پانچویں فصل

خاندان میں عورت کا مقام

شوہر اور بیوی کے یکساں حقوق

عورت کے بلند مقام کا اندازہ ان حقوق سے لگایا جاسکتا ہے جو شریعت اسلامیہ نے مرد اور عورت کو یکساں طور پر عطا کئے ہیں اور اس بلند مقامی کو مضبوط میثاق کے ذریعہ مؤکد کردیا گیا ہے، "وأخذن منکم میثاقا غلیظاً"۔

تمہید

زوجین کے یکساں حقوق کے تعلق سے یہ بات ضرور پیش نظر رہنی چاہیے کہ شریعت نے کچھ ہدایات اصولی طور پر دی ہیں اور بعض امور کی بابت تفصیلی ہدایت بھی آئی ہے۔ جن اصولی ہدایات کے ذریعہ مرد و عورت کے یکساں حقوق کی تاکید کی گئی ہے وہ ہماری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونی چاہیے کہ صرف تفصیلی اور جزوی ہدایات و احکام ہی تک اپنی نگاہ کو محدود رکھیں اور انھیں ہی شریعت کے مکمل احکام تصور کریں۔ شریعت کے اصولی اور کلی احکام و نصوص پر اگر گہری نظر ڈالی جائے تو بہت سارے ان حقوق کا حکم بھی ملے گا جو جزوی نصوص میں بیان نہیں ہوئے ہیں۔

اگر کسی میدان میں تفصیلی اور جزوی ہدایات کا تذکرہ کثرت سے ملتا ہو تو ضرور وہ کسی ایسے سبب کی بنا پر ہوگا جس کا تعلق مخصوص اسی میدان سے ہو، مثلاً اگر شوہر کی اطاعت کے احکام کثرت سے ملتے ہیں تو ہمارے خیال میں اس کی وجہ معاشرہ مدینہ کی مخصوص صورت حال ہے، جہاں انصاری

خواتین کا بڑا رعب وغلبہ تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ صورت حال دیکھ کر فرمایا تھا کہ "یہاں کے لوگوں پر ان کی خواتین حاوی رہتی ہیں" جب صورت حال یہ ہو تو پھر عورتوں کو مختلف اسلوب وانداز میں شوہروں کی اطاعت کی ترغیب دلانے والے نصوص کی کثرت سے موجودگی پر کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیئے۔

یکساں حقوق

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف وللرجال عليهن درجة والله عزيز حكيم. (بقرہ۔۲۲۸)

(اور عورتوں کا (بھی) حق ہے جیسا کہ عورتوں پر حق ہے موافق دستور (شرعی) کے اور مردوں کو ان کے اوپر ایک گونہ فضیلت حاصل ہے اور اللہ بڑا زبردست ہے بڑا حکمت والا ہے۔)

آیت کریمہ بتا رہی ہے کہ عورتوں پر جس طرح ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں انہی کے مثل انھیں حقوق بھی عطا کئے گئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کے ہر حق کے مقابل مرد کا حق ہے۔ اس طرح دونوں کے حقوق یکساں ہو گئے۔ اس کی کچھ تفصیل آئندہ صفحات میں آ رہی ہے۔

یکساں ہدایت

یکساں حقوق کی تاکید واظہار کے لئے مرد وعورت دونوں کو یکساں ہدایت دی گئیں تاکہ دونوں کے درمیان محبت وہمدردی وخوشگواری کی فضا قائم رہے اور ہر ایک دوسرے کی بھرپور رعایت وخیال رکھیں۔

مرد کو دی گئی ہدایت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وعاشروهن بالمعروف فان كرهتموهن فعسى ان تكرهوا شيئا ويجعل الله فيه خيراً كثيراً.

(نساء۔۱۹)

(اور بیویوں کے ساتھ خوش اسلوبی سے گذر بسر کیا کرو۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو عجب کیا کہ تم ایک

شئ کو ناپسند کرو اور اللہ اس کے اندر کوئی بڑی بھلائی رکھ دے۔)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "...... عورتوں کے ساتھ خیر کی وصیت قبول کرو۔" (بخاری و مسلم)(۱)

حضرت عبداللہ بن جابر نبی کریم ﷺ کا قول نقل کرتے ہیں کہ "...... عورتوں کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرو، اللہ کی امان پر تم نے انھیں لیا ہے......" (مسلم)(۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں تمہیں دو کمزوروں کے سلسلے میں آگاہ کر دیتا ہوں، یتیم اور عورت۔" (حاکم)(۳)

حضرت ابن عباس رسول کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا: "تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لئے تم میں بہتر ہوں۔ (ابن ماجہ۔۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لئے بہتر ہو"۔ (ابن ماجہ۔۵)

عورتوں کو دی گئی ہدایت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اونٹ پر سوار ہونے والی عورتوں میں سب سے بہتر قریش کی صالح خواتین ہیں۔ چھوٹے بچوں پر انتہائی مشفق اور شوہر کے سامانوں کی خوب نگہداشت رکھنے والیاں ہیں۔ (بخاری و مسلم)(۶)

حضرت ابواذنیہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہاری عورتوں میں سب سے بہتر وہ عورتیں ہیں جو کثیر الاولاد، خوب محبت کرنے والی، ہمدرد و غمخوار اور فرمانبردار ہوں۔ (بیہقی۔۷)

حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر عورت وہ ہے جسے جب تم دیکھو تو خوش کر دے۔ جب کوئی کام کہو تو بجالائے اور تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے مال اور اپنی ذات کا تحفظ کرے"۔ (طبرانی)(۸)

حضرت حصین بن محصن سے روایت ہے کہ ان کی پھوپھی نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں، آپ علیہ السلام نے ان سے پوچھا: کیا تم شوہر والی ہو؟ انھوں نے کہا: ہاں، آپ نے پوچھا: تمہارا رویہ

ان کے ساتھ کیسا ہے؟ بولی: اپنی وقعت بھر میں کوئی کوتاہی نہیں کرتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: جانتی ہو تم اسکے لئے کیا ہو؟ وہ تمہاری جنت اور دوزخ ہیں۔ (احمد)(۹)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عورت اپنے رب کا حق ادا نہیں کر سکتی جب تک کہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کر لے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس عورت نے پانچوں نمازیں ادا کیں، رمضان کے روزے رکھے، شرمگاہ کی حفاظت کی اور اپنے شوہر کی اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گی"۔ (بزار)(۱۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو آدمیوں کی نمازیں ان کے سروں سے اوپر بھی نہیں جاتیں...... ایک وہ عورت جو اپنے شوہر کی نافرمانی کرے جب تک کہ پھر اس سے باز نہ آجائے۔ (حاکم)(۱۱)

حضرت معاذ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی عورت دنیا میں اپنے شوہر کو ایذاء پہنچاتی ہے تو حوروں میں سے اس شخص کی بیوی کہتی ہے: اللہ تم سے سمجھے، اسے ایذاء مت پہنچاؤ وہ تو تمہارے پاس مہمان ہے اور عنقریب تمہیں چھوڑ کر ہمارے پاس چلا آئے گا۔ (احمد)(۱۲)

ادائیگی حقوق کا عمومی دائرہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ومن آیاته أن خلق لکم من أنفسکم أزواجاً لتسکنوا إلیها وجعل بینکم مودة ورحمة إن فی ذلك لآیات لقوم یتفکرون. (روم۔۲۱)

(اور اس کی نشانیوں میں سے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی بیویاں بنائیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے (یعنی میاں بیوی کے) درمیان محبت و ہمدردی پیدا کر دی۔ بیشک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے رہتے ہیں۔)

اس کی تشریح یہ ہے کہ زوجین کے درمیان تمام حقوق کی ادائیگی محبت کے دائرے میں ہونی چاہیئے۔ اگر کسی وجہ سے محبت میں کمی آجائے گی تب بھی حقوق محفوظ رہیں گے اور باہمی ہمدردی

و وفاشعاری کے ماحول میں انجام پائیں گے۔ زوجین میں سے ہر ایک کہ پیش نظر رسول کریم ﷺ کا ارشاد رہنا چاہیے۔ "تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے"۔(۱۳)

جب اسلام کے تعلق سے اخوت کا حق اور مقام عمومی طور پر یہ ہے تو دونوں مسلمان باہمی طور پر زوجین ہوں تو یہ حق کس قدر عظیم ہوگا؟ یہاں تو رشتہ اسلام کے ساتھ رشتہ ازدواج بھی موجود ہے۔ جو اس قدر مضبوط ہے کہ اس کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وأخذن منكم ميثاقا غليظا" زوجین کو چاہئے کہ حقوق کی ادائیگی میں اللہ کا خوف کھاتے رہیں اور یہ دیکھیں کہ کیا انھوں نے اپنے شریک حیات کے لئے وہی کچھ کیا ہے جو انھیں اپنے لئے پسند ہے؟ اگر کیا ہے تو ٹھیک ہے اور اگر نہیں کیا ہے تو پختہ عزم کریں اور اللہ سے مدد طلب کریں اور اللہ صدق شعار لوگوں کے ساتھ ہے۔

ہمہ گیر بنیادی حق

حق نگہداشت

نگہداشت کا حق ایک وسیع وہمہ گیر اور بنیادی حق ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اس سلسلہ میں فرمایا ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی زروایت ہے کہ "تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے بارے میں دریافت کیا جائے گا...... مرد اپنے گھر والوں پر نگہبان ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد پر نگہبان ہے۔ تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحتوں کے سلسلہ میں سوال ہوگا۔ (بخاری و مسلم)(۱۴)

حق نگہداشت بذات خود بہت سارے جزوی حقوق کو ہمہ گیر ہے اور اس کے ساتھ ساتھ زوجین میں سے ہر ایک پر دوسرے کے تئیں معین ذمہ داریاں بھی عائد کرتا ہے۔

حق نگہداشت کے اندر زوجین میں سے ہر ایک پر عظیم ذمہ داریاں آتی ہیں۔ مرد پر قوامیت اور خرچ کرنے کی ذمہ داریاں ہیں اور عورت پر بچوں کی پرورش و تربیت اور امور خانہ داری کی ذمہ داریاں ہیں۔ خانگی زندگی کی استواری و تنظیم اور اس کے مقاصد کی تکمیل کے لئے زوجین کے مابین

ذمہ داریوں کی تقسیم اگر ضروری ہے تو دونوں کے درمیان باہمی تعاون بھی ایک جانب ان ذمہ داریوں کی کمال ادائیگی اور دوسری جانب محبت وہمدردی کے جذبات کی بے قراری کے لئے ضروری ہے۔ ذیل کی سطروں میں ان ذمہ داریوں پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

مرد کی پہلی ذمہ داری۔خاندان کی قوامیت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الرجال قوامون على النساء. (نساء۔۳۴) (مرد عورت کے سر دھرے ہیں۔)

آیت قرآنی "وللرجال عليهن درجة" کی تشریح میں علامہ طبری نے جو روایات ذکر کی ہیں، ان ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس "درجۃ" سے مراد امارت وطاعت یعنی قوامیت ہے۔

امام محمد عبدہ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں: آیت کریمہ "وللرجال عليهن درجة" کی رو سے اگر عورت پر کوئی ایک چیز واجب ہوتی ہے تو مردوں پر متعدد چیزیں واجب ہو جاتی ہیں کیونکہ یہ درجہ سرداری اور اگلی آیت میں بیان کردہ مصالح کی نگرانی وانجام دہی کا ہے۔ آیت ہے "الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما أنفقوا من أموالهم" ازدواجی زندگی ایک سماجی زندگی ہے اور ہر سماج کے لئے ایک سردار کی موجودگی ضروری ہے کیونکہ ایک جگہ رہنے والوں کے درمیان بعض معاملات میں اختلاف آراء وخواہش فطری بات ہے اور مصالح کی تکمیل اسی وقت ممکن ہے جب ایک سربراہ ہو جو اختلاف آراء کی صورت میں فیصل بنے تاکہ ہر شخص اپنی اپنی علاحدہ رائے پر مصر نہ ہو جائے اور اختلاف وانتشار پیدا ہو اور نظام درہم برہم ہو جائے۔ اس سرداری کا استحقاق مرد کو زیادہ حاصل ہے کہ وہ مصالح سے زیادہ واقف ہے اور اپنی قوت ومال کے ذریعہ اس کے نفاذ پر زیادہ قادر ہے۔ اسی لئے شریعت نے عورت کی حفاظت وحمایت اور اس کے اخراجات کی ذمہ داری مرد پر ڈالی ہے اور عورت کو معروف کے اندر شوہر کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔

یہ تو فطری اور بالکل واضح بات ہے کہ ہر چھوٹے اور بڑے ادارہ کا ایک سربراہ ہو جس کی سربراہی میں ادارہ کے سارے امور انجام پائیں۔ جدید علم وسائنس کے انتظامی وادارتی ضوابط بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ خاندان بھی چونکہ ایک ادارہ ہے لہذا اس کا بھی ایک سربراہ ہونا چاہیے۔ اب یہ سربراہی کسے سونپی جائے، مرد کو یا عورت کو؟ کوئی بھی آدمی اس بات میں اختلاف نہیں کرسکتا کہ عام

حالات میں مرد کو ہی یہ امتیاز حاصل رہتا ہے کہ اپنے جذبات پر عقل سے کنٹرول رکھے جبکہ عورت جذبات اور شفقت سے بھرپور ہوتی ہے دوسری جانب دونوں کے درمیان جسمانی اور نفسیاتی فرق بھی پایا جاتا ہے۔ عورت کے اندر رقت اور شدت انفعالیت ہوتی ہے۔ بعض حالات میں اس کے اندر ایسی جسمانی اور نفسیاتی کمزوری پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ مجبوراً زندگی کی عام حالت سے کچھ علاحدہ ہو جاتی ہے۔ حمل ورضاعت اور ولادت کے ایام میں یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے لیکن اس کے برعکس مرد عام حالات میں زائد عضویاتی واعصابی قوت رکھتا ہے۔ اس کے اندر ایسی بے چینی ہوتی ہے جو مثبت رخ سے خارجی پیش قدمی اور کشمکش آزما ہونے پر آمادہ کرتی ہے۔ جب کہ عورت کے اندر ایسی بے چینی صرف اپنے اور گھریلو امور کے دائرہ میں رہتی ہے۔ ان سب کے علاوہ گھر کے باہر زندگی کے مختلف میدانوں میں مرد کے میل جول کا دائرہ بھی کافی وسیع ہوتا ہے۔ عام خارجی سرگرمیاں ایک طرز پر انجام پاتی رہتی ہیں جن کے نتیجہ میں وسیع اور پختہ تجربات مرد کو حاصل ہو جاتے ہیں۔ ان امور کے پیش نظر اگر سربراہی مرد کو سونپی جاتی ہے تو خاندان کے امور و معاملات کے اندر وہ بہتر طریقہ سے استحکام پیدا کر سکتا ہے۔

اس بات کا بھی اضافہ کر لیا جائے کہ خاندان کی سربراہی آمرانہ نہیں بلکہ شورائی ہوا کرتی ہے۔ مشورہ ہر ہر کام میں مسلمانوں کا شیوہ واخلاق ہوتا ہے پھر اسکے اندر شرعی حیثیت بھی ہوا کرتی ہے، یعنی متعدد شرعی ضوابط اس میں کارفرما ہوتے ہیں جن میں قرآنی ضابطہ "ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف" کے علاوہ شادی، طلاق اور آداب معاشرت سے متعلق مخصوص احکام شامل ہیں نیز وہ اخلاقی اقدار بھی ہوتے ہیں جو پوری زندگی کی تعمیر ورخ بندی کرتے ہیں۔ آخری بات یہ ہے کہ یہ سربراہی دوستانہ محبت آمیز ہوتی ہے۔

اس تفصیل کی روشنی میں مرد کو سربراہی سونپے جانے کی حکمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں ایک مشکل بھی ہے۔ جس کا تعلق مرد کو سربراہی سونپے جانے سے نہیں بلکہ سربراہ کی کمزور شخصیت یا ماتحت کی شخصیت کی کمزوری یا دونوں کی کمزوری سے ہے۔ جب ہر ادارہ کا ایک نظام ہوتا ہے جو سربراہ اور ماتحت لوگوں کے تعلقات کی تنظیم کرتا ہے اور ہر فرد کی صلاحیتوں کو پیش نظر رکھتا ہے تو خاندان کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے لیکن تعلقات اور صلاحیتوں کی تنظیم وترتیب

کرنے والے نظام کی موجودگی کے باوجود بسا اوقات اس کا صحیح نفاذ نہیں ہوتا ہے۔ اگر کھلم کھلا نظام کے خلاف کیا جائے تو قضاء وعدالت کی جانب رجوع کیا جائے گا لیکن صرف اگر اختیار کا غلط استعمال کیا جائے تو افہام و تفہیم کے ذریعہ محبت کے ماحول میں مسئلہ حل کیا جائے گا کیونکہ محبت اور افہام و تفہیم ہی خاندانی ڈھانچہ کی حفاظت کی مضبوط بنیاد ہے۔

خاندان ایک ایسا ادارہ ہے جس کی اپنی کچھ خصوصیات ہیں۔ اس کی پہلی بنیاد محبت پر ہے پھر اس کے اندر تعلقات اس طرح باہم الجھے ہوتے ہیں جس کی مثال کسی دوسرے ادارہ میں نہیں مل سکتی۔ یہ فرد کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر پھیلے ہوتے ہیں۔ مخصوص ترین پہلو یعنی جنسی لطف اندوزی سے لیکر رہائش اور کھانے پینے کی فراہمی تک۔ اور سب سے اہم ترین پہلو بچے بچیوں کی نگہداشت ہے۔ اس طرح خاندان فی الواقع سرمایہ سکون ہو جاتا ہے جس کی سچی تعبیر قرآن کے ان الفاظ میں ہے:

وجعل لكم من أنفسكم ازواجاً لتسكنوا اليها.

(اور تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی بیویاں بنائیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو۔)

پس شوہر اور بیوی کے درمیان تعلقات دوسرے ہر تعلق سے زیادہ گہرا اور مخصوص ہوتا ہے اور اسی تعلق کی گہرائی و خصوصیت کی وجہ سے ضروری تھا کہ کم سے کم ممکنہ حد تک ہی عدالت کی دخل اندازی اس میں ہو۔ اس لئے انتہائی سنگین حالات ہی میں عدالت و قضاء کو دخل اندازی کی اجازت دی گئی خواہ یہ حالات مرد کی جانب سے اختیار کے غلط استعمال کے نتیجہ میں ہو، یا عورت کی جانب سے شوہر کی نافرمانی کی وجہ سے بلکہ اصلاح کے لئے درمیانی لوگوں کی کوشش بھی انتہائی تنگ دائرہ میں ہوگی۔ زوجین کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ خاندان کے جس طرح موجودہ مسائل و حالات ہیں صرف زوجین ہی کے لئے ہی نہیں بلکہ اولاد کے لئے بھی بہتر مستقبل کی تعمیر کی جانب ہمیشہ اس کی نگاہ اٹھی رہتی ہے کیونکہ خاندان کے ادارہ میں بچوں کی انتہائی درجہ اہمیت رکھتی ہے۔

کمال ادائیگی کے لئے زوجین کا باہمی تعاون

یہ تعاون درج ذیل امور میں ہو سکتا ہے:

(الف) شوہر کی اطاعت، اس اطاعت کے آداب یہ ہیں دل کے اندرون یعنی محبت ور ضامندی کے

ساتھ اطاعت ہونی چاہیے نیز معروف کے دائرہ میں ہی ہونی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:
"اللہ کی معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں ہے۔ اطاعت صرف معروف کے اندر ہی ہے"۔

(مسلم۔۱۵)

(ب) خاندان کے اہم امور میں باہمی مشورہ یہ بھی پیش نظر رہے کہ زندگی کے تمام میدانوں میں خواہ خاندان کے اندر ہو یا باہر اور عام امور ہوں یا خاص: مشورہ شیوۂ مسلم ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وأمرهم شوریٰ بینهم. (شوریٰ۔۳۸) (ان کا (یہ اہم) کام باہمی مشورہ سے ہوتا ہے۔)

مرد کو جس طرح بعض خانگی امور میں بیوی سے مشورہ کرنا چاہیے اسی طرح بیوی کو بھی اپنے شوہر سے مشورہ کرنا چاہیے اور جس طرح کسی ایک کی جانب سے مطالبہ پر مشورہ ہونا چاہیے اسی طرح مشورہ میں پہل بھی ہونی چاہیے۔ مشورہ میں پہل کی بہترین مثال وہ ہے کہ حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ فرمایا تھا۔

(ج) شوہر سفر وغیرہ میں ہو تو خاندان کے امور و معاملات کے انتظام میں شوہر کی نیابت بیوی کو انجام دینی چاہیے۔

مرد کی دوسری ذمہ داری۔ خاندان پر خرچ

خرچ کی ذمہ داری مرد پر ڈالے جانے کی بنیاد یہ ہے کہ مرد کسب و کمائی کے لئے یکسو ہو سکتا ہے، جب کہ عورت حمل ولادت کے کٹھن مراحل سے گذرنے کے بعد بھی بچوں کی پرورش و پرداخت کی ذمہ داری میں مصروف رہتی ہے۔ دوسری جانب امور خانہ داری کی ذمہ داری بھی اس کے دوش پر رہتی ہے اور ان ذمہ داریوں کی وجہ سے کسب و کمائی کے لئے عموماً وہ فارغ نہیں ہو پاتی۔ حافظ ابن حجر کے ان الفاظ میں "وہ شوہر کے حقوق میں مشغول رہ کر کمائی کے لئے فارغ نہیں ہو پاتی ہے۔"(۱۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الرجال قوامون علی النساء بما فضل الله بعضهم علی بعض وبما أنفقوا من أموالهم. (نساء۳۴)
(مرد عورتوں کے سر دھرے ہیں اس لئے کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر بڑائی دی ہے اور اس کے لئے مردوں نے اپنا مال خرچ کیا ہے۔)

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”......ان کا رزق اور معروف طریقہ پر کپڑا تمہارے ذمہ ہے۔ (مسلم)(۱۷)

متعدد احادیث شریفہ کے ذریعہ یہ بات واضح کی گئی ہے کہ یہ ذمہ داری صرف مرد کے دوش پر ہے بلکہ شوہر کو ترغیب دی ہے کہ مختلف طریقوں کے ذریعہ اپنی زوجہ اور اولاد کے لئے آسانی فراہم کرے بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ان اعمال صالحہ میں سے ہے جن پر ثواب ملتا ہے بلکہ خیر کی دیگر راہوں میں خرچ کرنے کے مقابلہ میں اسے افضل قرار دیا گیا ہے۔

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی مسلمان اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا اور ثواب کی نیت رکھتا ہے تو وہ اس کے لئے صدقہ ہوتا ہے۔

کمال ادائیگی کے لئے باہمی تعاون

پیچھے گذر چکا ہے کے زوجین کے درمیان باہمی تعاون ذمہ داری کی کمال ادائیگی کے لئے مطلوب اور محمود ہے۔ خرچ کرنے کے سلسلہ میں تعاون کی شکلیں درج ذیل ہیں:

(الف) شوہر کے مال سے معروف طریقہ پر عورت کے لئے گھر کا خرچ۔

(ب) شوہر کے مال سے معروف طریقہ پر عورت کا صدقہ۔

(ج) شوہر کے مال سے معروف طریقہ پر عورت کا ہدیہ۔

(د) غریب شوہر کے لئے بیوی کی معاونت۔

اگر عورت کے پاس وراثت یا ملازمت سے حاصل ہونے والا زائد مال اور شوہر کی آمدنی کم ہو تو مناسب ہے کہ عورت اپنے شوہر کی معاونت کرے تاکہ خاندان کو فروانی وکشایش حاصل ہو اگر شوہر کی کمائی بند ہو تو ایسی صورت میں عورت کی معاونت مستحب ہے۔ ایک صلہ رحمی اور دوسری راہ خدا میں خرچ کی فضیلت۔

(ہ) اپنے مال کے خرچ میں شوہر سے مشورہ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو تقریر کے لئے کھڑے ہوئے، خطبہ میں فرمایا ”کسی عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر

کوئی عطیہ دے۔ (طبرانی)(۱۸)

عورت کی پہلی ذمہ داری: بچوں کی تربیت و پرورش

حقیقت یہ ہے کہ عورت بچہ کی ولادت نہیں بلکہ اپنے رحم میں استقرار نطفہ کے وقت سے اس کی پرورش کی ذمہ داری انجام دیتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ووصینا الانسان بوالدیه احسانا حملته أمه کرها ووضعته کرها وحمله وفصاله ثلاثون شهراً.
(احقاف۔۱۵)

(اور ہم نے انسان کو حکم دیا کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرتا رہے اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ اس کو پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ اسے جنا اور اس کا حمل اور اس کی دودھ بڑھائی تیس مہینوں میں ہو پاتی ہے۔)

ووصینا الانسان بوالدیه حملته أمه وهنا علی وهن وفصاله فی عامین أن اشکر لی ولوالدیك إلی المصیر. (لقمان۔۱۴)

(اور ہم نے انسان کو تاکید کی اسکے باپ کے متعلق اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گذاری کیا کر۔ میری ہی طرف واپسی ہے۔)

والولدات یرضعن اولادهن حولین کاملین لمن أراد أن یتم الرضاعة. (بقرہ۔۲۳۳)

(اور مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلائیں پورے دو سال (یہ مدت) اس کے لئے ہے جو رضاعت کی تکمیل کرنا چاہے۔)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور اپنے ماتحت لوگوں کے متعلق جوابدہ ہے...... عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کے نگہبان ہے اور ان کے متعلق اس سے سوال ہوگا...... (بخاری مسلم)(۱۹)

اس ذمہ داری کی کمال ادائیگی کے لئے باہمی تعاون

بچوں کی تربیت میں مرد کی شرکت:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم پر تمہاری اولاد کا بھی حق ہے"۔ (مسلم)(۲۰)

حضرت ابو قتادہ انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی صاحبزادی حضرت زینب کی ابوالعاص بن ربیعہ بن عبدشمس سے بیٹی امامہ کو اٹھائے ہوئے نماز پڑھتے۔ جب سجدہ میں جاتے تو اتار دیتے، پھر کھڑے ہوتے تو اٹھا لیتے۔ (بخاری مسلم)(۲۱)

عورت کی دوسری ذمہ داری۔ امور خانہ داری کی انجام دہی

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هل أتاك حديث ضيف ابراهيم المكرمين. إذ دخلوا عليه فقالوا سلاما قال سلام قوم منكرون فراغ الى أهله فجاء بعجل سمين. (ذاریات۔ ۲۴۔۲۶)

(کیا آپ تک ابراہیم کے معزز مہمانوں کی حکایت پہنچی ہے جب کہ وہ ان کے پاس آئے پھر ان کو سلام کیا (انھوں نے بھی) کہا سلام (یہ) انجان لوگ (تھے) پھر آپ اپنے گھر کی طرف چلے اور ایک فربہ بچھڑا لے آئے۔)

اور ارشاد ہے:

وامرأته قائمة فضحكت فبشرناها باسحاق ومن وراء اسحاق يعقوب. (ہود۔۷۱)

(اور ان کی بیوی کھڑی تھیں پس وہ ہنسیں پھر ہم نے انھیں بشارت دی اسحاق اور اسحاق سے آگے یعقوب کی۔)

پہلی آیت میں اس جانب اشارہ ہے کہ سامان ضیافت کے طور پر فربہ بچھڑے تیار کرنے میں حضرت ابراہیم کے گھر والوں نے حصہ لیا۔ دوسری آیات کی تشریح میں تفسیر طبری اور قرطبی میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ مہمانوں کی ضیافت و خدمت کر رہی تھیں۔

متعدد احادیث میں تذکرہ ملتا ہے کہ امور خانہ داری کی انجام دہی میں صحابیات رضی اللہ

عنہن شریک رہا کرتی تھیں۔

زوجین کے درمیان تعاون

حضرت اسود سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ نبی کریم ﷺ اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ وہ بولیں: آپ علیہ السلام گھر والوں کے کاموں میں یعنی ان کی خدمت میں مصروف ہوتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

(بخاری)(۲۲)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان امور خانہ داری کی ذمہ داری کے تعلق سے متواتر تین ابواب قائم کئے ہیں۔ ایک "شوہر کے گھر میں عورت کا کام کاج" دوسرا "عورت کا خادم" اور تیسرا "مرد اپنے گھر والوں کی خدمت میں" یہ تینوں ابواب اس ذمہ داری کے تمام پہلوؤں کا ایک ہمہ گیر اور عمدہ خلاصہ سامنے لے آتے ہیں۔ چنانچہ امور خانہ داری کے تعلق سے عورت کی ذمہ داری یا حدیث شریف کے اسلوب میں "شوہر کے گھر کی نگہبان" کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورت بذات خود گھر کے سارے امور انجام دے۔ کھانا پکانے سے لیکر کپڑے دھونے، ان پر پریس کرنے، گھر کی صفائی ستھرائی اور سجاوٹ و خوبصورتی تک ہر چیز اپنے ہاتھوں ہی سے کرے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان تمام امور کی نگرانی اور دیکھ ریکھ کی ذمہ داری اس کے دوش پر ہے خواہ وہ خود انجام دے یا کچھ کام دوسرے خدام و نوکر بیٹے بیٹیاں اور رشتہ دار انجام دیں یا شوہر اسکے کاموں میں ہاتھ بٹائیں۔ اس امر کا تعلق متعدد عوامل سے ہے، مثلاً مالی حیثیت، وقت کی فرصت، اسی طرح بیوی کی جسمانی قوت کہ دوسری ذمہ داریاں جیسے بچوں کی تربیت و نگہداشت، اپنی شخصیت کی حفاظت کرنے والی ثقافتی و سماجی سرگرمیوں میں مناسب شرکت کے ساتھ ساتھ کتنے کام وہ اپنے جسم کو انتہا درجہ میں تھکائے بغیر انجام دے سکتی ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ شریعت کی جانب سے عورت پر یہ پابندی نہیں کہ وہ تمام امور بذات خود انجام دے، خاندان کے حالات اصل معیار و فیصل ہیں۔ ساتھ ہی یہ پیش نظر رہے کہ فرد خاندان کے درمیان تعاون او تنظیم تمام حالات میں دو بنیادی عناصر رہیں گے اور انہی دونوں عناصر کی موجودگی میں گھر کے سارے کام ایک جانب سہولت و آسانی کے ساتھ انجام پائیں

گے اور دوسری جانب اس قدر وقت بھی فراہم ہوگا کہ تفریح و آرام کے علاوہ دیگر ثقافتی، سماجی و سرگرمیوں اور ذمہ داریوں میں شرکت ہوسکے گی۔

آخر میں دو اہم نکات کی جانب توجہ مبذول کرانی ضروری سمجھتا ہوں۔ بلکہ پہلا نکتہ گھر کے کاموں میں مرد اور اولاد کے تعاون کا ہے۔ بہت سارے لوگوں کو یہ بات عجیب محسوس ہوتی ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ ہمارے اندر یہ تصور چلا آرہا ہے کہ گھریلو کاموں میں مرد ذات کی شرکت معیوب بات ہے اور اس سے مردوں کی شان میں دھبہ آتا ہے۔ اس غلط اور بے جا تصور کی تردید کے لئے صرف اس قدر کافی ہے کہ رسول کریم ﷺ بذات خود اپنے گھر والوں کے کاموں میں شریک ہوتے تھے۔

دوسرا نکتہ بھی اس غلط تصور کے تعلق سے ہے جو ہمارے اندر چلا آرہا ہے کہ عورت ہی گھر کے سارے کام انجام دے خواہ اس کا تمام وقت اس کی نذر ہو جایا کرے اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ عورت کے پاس اس کے علاوہ اور بھی کوئی کام ہوتا ہی نہیں ہے یا ہونا ہی نہیں چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ اب زمانہ کافی بدل چکا ہے۔ مسلم خاتون کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بقدر امکان ثقافتی، سماجی اور سیاسی سرگرمیوں میں شرکت کرے تاکہ ایک جانب وہ اپنی شخصیت کی ترقی اور گرد و پیش کی دنیا سے واقفیت حاصل کرسکے جس میں زندگی گذارنے کے لئے وہ اپنے بچوں کو تیار کر رہی ہے اور دوسری جانب وہ معاشرہ کی خدمت بھی بجالا سکے۔ ہم سمجھتے ہیں اس معاملہ میں شوہر کا تعاون بنیادی حیثیت رکھتا ہے تاکہ بیوی کو کچھ آسانی اور فراغت مل سکے جس میں وہ اچھی سرگرمیاں انجام دے ورنہ عورت تو قید ہوکر رہ جائے گی اور وہ خود بھی اور اس کے ساتھ معاشرہ بھی ہر بہتر سرگرمی سے گھر کی ذمہ داری کے نام پر محروم ہو جائے گی۔

☆ ☆ ☆

حوالہ جات

(۱) بخاری: کتاب النکاح۔ باب الوصاۃ بالنساء۔ ج ۱۱ ص ۱۶۱۔

مسلم: کتاب الرضاع۔ باب الوصیۃ بالنساء۔ ج ۴ ص ۱۷۸۔

(۲) مسلم: کتاب الحج۔ باب حجۃ النبی ﷺ۔ ج ۴ ص ۴۱۔

(۳) صحیح جامع صغیر، حدیث نمبر ۳۴۴۳۔

(۴) ابن ماجہ: کتاب النکاح۔ باب حسن معاشر النساء۔ حدیث نمبر ۱۶۰۸۔

(۵) ابن ماجہ: کتاب النکاح۔ باب حسن معاشر النساء حدیث نمبر ۱۶۰۹۔

(۶) بخاری: کتاب النکاح۔ باب الی من ینکح...... ج ۱۱ ص ۲۶۔

مسلم: کتاب فضائل الصحابہ۔ باب من فضائل نساء قریش۔ ج ۷ ص ۱۸۲۔

(۷) صحیح جامع صغیر۔ حدیث نمبر ۳۳۲۵۔

(۸) صحیح جامع صغیر۔ حدیث نمبر ۳۲۹۴۔

(۹) مجمع الزوائد: کتاب النکاح۔ باب حق الزوج علی المرأۃ۔ ج ۴ ص ۳۰۶۔

(۱۰) مجمع الزوائد: کتاب النکاح۔ باب حق الزوج علی المرأۃ۔ ۳۰۶/۴۔ دیکھئے صحیح جامع صغیر، حدیث نمبر ۱۵۰۵۔

(۱۱) صحیح جامع صغیر۔ حدیث نمبر ۱۳۵۔

(۱۲) صحیح جامع صغیر۔ حدیث نمبر ۷۰۶۹۔

(۱۳) بخاری: کتاب الایمان۔ باب من الایمان ان یحب لاخیہ...... ج ۱ ص ۶۳۔

مسلم: کتاب الایمان۔ باب الدلیل علی ان من خصال۔ ج ۱ ص ۴۹۔

(۱۴) بخاری: کتاب النکاح۔ باب المرأۃ راعیۃ فی بیت زوجها ...... ج ۱۱ ص ۲۱۱۔

مسلم: کتاب الامارۃ۔ باب فضیلۃ الامام العادل۔ ج ۶ ص ۸۔

(۱۵) مسلم: کتاب الامارۃ۔ باب وجوب طاعۃ الامراء...... ج ۶ ص ۱۵۔

(۱۶) فتح الباری۔ ج۱۱ص ۳۴۷۔

(۱۷) مسلم: کتاب الحج۔ باب صفة النبی ﷺ۔ ج۴ص۴۱۔

(۱۸) نسائی: کتاب العمری۔ باب عطیة المراة بغیر اذن زوجها، حدیث نمبر ۳۵۱۸۔

(۱۹) بخاری: کتاب الاحکام۔ باب قول الله تعالیٰ اطیعو الله......ج۱۶ص۲۲۹۔

(۲۰) مسلم: کتاب الصیام۔ باب النهی عن صوم الدهر......ج۳ص ۱۶۳۔

(۲۱) بخاری: کتاب الصلوة۔ باب اذا حمل جاریة صغیرة علی عنقه فی الصلوة۔ ج۲ص۱۳۷۔
مسلم: کتاب المساجد۔ باب جواز حمل الصبیان فی الصلوة۔ ج۲ص ۷۳۔

(۲۲) بخاری: کتاب ابواب الاذان۔ باب من کان فی حاجة اهله......ج۲ص ۳۰۳۔

☆ ☆ ☆

چھٹی فصل

زوجین کے جزوی حقوق

آئندہ صفحات میں بیان ہونے والے زوجین کے جزوی حقوق فی الحقیقت حق نگہداشت ہی کے اندر آجاتے ہیں اوراسی کی تفصیلی عملی شکلیں ہیں۔ پھر یہ جزوی حقوق باہم ایک دوسرے میں داخل بھی ہیں۔ تفصیل وتقسیم کے ساتھ پیش کرنے کی غرض یہ ہے کہ ایسے تمام پہلو ہمارے سامنے آجائیں اور ہم ان کی روشنی میں اپنی زندگی کا جائزہ لے سکیں اور ان کی ادائیگی کے لئے کوشش کرسکیں۔ خصوصاً جب کہ ایک عرصہ سے ان حقوق کی پامالی ہورہی ہے۔ یہ حقوق عناوین کی شکل میں درج ذیل ہیں:

پہلا حق...... لطف وعنایت

دوسرا حق...... رحم وشفقت

تیسرا حق...... ولادت

چوتھا حق...... اعتماد وحسن ظن

پانچواں حق...... غمخواری اور عام وخاص امور میں شرکت

چھٹا حق...... زینت آرائی

ساتواں حق...... مباشرت وجنسی لطف اندوزی

آٹھواں حق...... تفریح

نواں حق...... رشک وغیرت

دسواں حق...... اچھے ڈھنگ سے جدائیگی

زوجین کا پہلا حق: حق ولطف وعنایت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وعاشروھن بالمعروف. (اور بیویوں کے ساتھ خوش اسلوبی سے گذر بسر کرو۔)

تفسیر منار میں اس آیت کی شرح میں تحریر ہے کہ اے مومنو! تم پر واجب ہے کہ اپنی خواتین کے ساتھ خوشگوار زندگی گذارو۔ ان کے ساتھ رہن سہن اور گذارہ اچھے طریقے پر ہو جو پسندیدہ ومانوس ہو۔ شریعت عرف ورواج اور اخلاق کسی کے نزدیک وہ ناپسندیدہ طریقہ نہ ہو۔ نفقہ میں تنگی، زبان یا عمل سے ایذاء رسانی، ملاقات کے وقت اکثر چہرہ بسورنے سے خوشگوار زندگی نہیں ہوتی۔ حسن معاشرت میں مساوات کا مفہوم بھی شامل ہے یعنی تم ان کے ساتھ اچھے طریقہ پر زندگی گذارو تاکہ وہ بھی تمہارے ساتھ اسی طرح زندگی گذاریں۔ بعض اسلاف سے مروی ہے کہ مرد کو بھی عورت کے خاطر مناسب زینت اپنانی چاہیے کہ عورت اسکے لئے زینت اپناتی ہے۔ مقصود یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کے لئے باعث مسرت وشادمانی اور ذریعہ سکون ہو۔(۱)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لئے تم سب سے بہتر ہوں۔(ابن ماجہ)(۲)

زندگی کے مختلف مواقع اور حالات میں باہمی لطف وعنایت کی تاکید کرنے اور مثالیں پیش کرنے والی احادیث کی ایک لمبی فہرست ہے۔ ان سب کا تذکرہ باعث طوالت ہوگا۔ صرف بخاری اور مسلم میں اس سلسلہ کی جو احادیث مروی ہیں اگر ان کی جانب صرف عناوین کے ذریعہ اشارہ کیا جائے تو اس کی درج ذیل کچھ تفصیل یوں ہوسکتی ہے:

بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنے کو صدقہ کا مقام دیا گیا ہے۔ سفر سے واپسی کے موقع پر شوہر کو حکم دیا گیا کہ کچھ ٹھہر کر گھر میں داخل ہوں تاکہ بیوی اس کے استقبال کے لئے تیاری کرلے۔ حجاج کرام کو تاکید کی گئی کہ جلد گھروں کو واپس ہو جائیں اور اس میں ان کے لئے زیادہ اجر رکھا گیا۔ جہاد چھوڑ کر بیوی کے ساتھ سفر حج میں شرکت کا حکم دیا گیا۔ غزوہ کے بجائے مریض بیوی کی عیادت میں مشغول رہنے کی ہمت افزائی کی گئی...... یہ تو عام قسم کی مثالیں ہیں۔ خود رسول کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں اس کی جو بے شمار مثالیں ملتی ہیں، ایک ہلکا اشارہ عناوین کی شکل میں درج ذیل ہے۔

آپؐ ہر صبح اپنی تمام ازواج کے پاس جاکر سلام کرتے اور دعا دیتے۔ اپنی ازواج کو بلند و بہتر کاموں کی ترغیب دیتے، سفر میں انھیں شریک کرتے، حدی خوانی کرنے والوں کو ان کی خاطر نرم رفتاری کی ہدایت فرماتے۔ غزوہ سے واپسی پر اچانک رات کو گھر میں داخل نہ ہوتے۔ اعتکاف کی حالت میں ازواج کا استقبال کرتے اور کسی کسی کو رخصت کرنے مسجد کے دروازہ تک آتے۔ اپنی آواز سے بلند ان کی آواز کو برداشت کرتے ان کی ناراضگی پر صبر کرتے۔ ان کی خواہش سے اتفاق کرتے، سواری پر ان کے لئے نرم جگہ بناتے اور اپنے گھٹنہ کے سہارے انھیں سوار کرتے اور بیماری کے موقع پر خوب خوب دلجوئی و عنایت کا اظہار فرماتے۔

زوجین کا دوسرا حق...... رحم وشفقت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن آياته أن خلق لكم من أنفسكم ازواجاً لتسكنوا إليها وجعل بينكم مودة ورحمة.
(روم۔۲۱)

(اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی بیویاں بنائیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے (یعنی میاں بیوی کے) درمیان محبت وہمدردی پیدا کردی۔)

خاندان کی بنیاد اصلاً تو محبت پر ہونی چاہیے۔ محبت ہوگی تو ایثار ہوگا اور ایثار ہوگا تو زوجین میں سے ہر ایک دوسرے کو اس کے حق سے زائد دینے کی کوشش کریں گے اور حقوق کی لڑائی کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ لیکن اگر محبت نہیں ہے تو ضروری ہے کہ دوسری بنیاد یعنی رحم وشفقت پائی جارہی ہو، اس وقت پھر حقوق کی تلاش ہوگی، اگر محبت میں کمی آگئی ہو یا سرے سے ختم ہوگئی ہو اور صرف رحم وشفقت موجود ہو تو یہ جذبہ ہر ایک کو دوسرے کے تئیں نرم روی پر آمادہ کرے گا۔

شریعت نے زوجین کو ایک دوسرے کی کمزوریوں پر صبر کرنے کی ترغیب دی ہے، قرآن کریم میں کہا گیا ہے:

وعاشروهن بالمعروف فإن كرهتموهن فعسى أن تكرهو شئيا ويجعل الله فيه خيرا كثيراً.
(نساء۔۱۹)

(اور بیویوں کے ساتھ خوش اسلوبی سے گذر بسر کیا کرو اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو عجب کیا کہ تم ایک

شئ کو ناپسند کرو اور اللہ اس کے اندر کوئی بڑی بھلائی رکھ دے۔)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی مومن مرد کسی مومن خاتون سے نفرت نہ کرے اگر اس کی ایک ادا اسے پسند نہیں آئے گی تو دوسری ادائیں اسے پسند آئیں گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے لئے اچھی وصیت قبول کرو۔ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، پسلی میں سے کج رو حصہ اس کا اوپری حصہ ہے۔ اگر تم اسے سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ بیٹھو گے اور اگر اسی طرح چھوڑ دو گے تو کج روی باقی رہے گی لہذا عورتوں کے لئے اچھی وصیت قبول کرو۔ (مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ (۳) عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے تم اسے بالکل سیدھا نہیں کر سکتے ہو۔ اگر تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو اس کی کج روی کے ساتھ فائدہ اٹھاؤ۔) (بخاری و مسلم)(۴)

تیسرا حق...... حق ولادت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والله جعل لكم من أنفسكم أزواجا وجعل لكم من أزواجكم بنين وحفدة. (نحل۔ ۷۲)

(اور اللہ نے تم ہی میں سے تمہارے لئے بیویاں بنائیں اور تمہارے لئے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے پیدا کئے۔)

ولادت اور بچے کی خواہش اور مرد اور عورت دونوں کے اندر یکساں طور پر فطری امر ہوتا ہے۔ لیکن کسی زمانے میں کسی وجہ سے اس خواہش کا فقدان بھی ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں خواہش نہ رکھنے والے کو چاہیے کہ اپنے شریک حیات کے حق کا خیال رکھے اور اس کی خواہش کی تکمیل کرے خصوصاً جبکہ بے رغبتی کسی ضرورت یا حاجت کی بنیاد پر نہیں بلکہ محض تحسینی و کمالیاتی درجہ میں ہو۔

چوتھا حق......اعتماد اور حسن ظن

حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک غیرت اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے اور دوسری اللہ کو ناپسند ہے۔ اللہ کو پسندیدہ غیرت وہ ہے جو شک

کے مقام پر ہو اور جو غیرت مقام شک کے بغیر ہو وہ اللہ کو ناپسند ہے۔ (ابو داؤد) (۵)

اعتماد اور حسن ظن کا مظہر ہے کہ صرف شک کے موقع پر ہی غیرت آئے۔ شک کے علاوہ مقام پر غیرت عدم اعتماد اور بدظنی کا مظہر بنتی ہے۔ زوجین میں کسی جانب سے اعتماد دوسرے کے اندر مزید سچائی اور حفاظت عہد کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

پانچواں حق...... غمخواری اور عام و خواص امور میں شرکت

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر وحی کا آغاز نیند میں سچے خواب سے ہوا پھر غار حراء میں پیغام حق آیا۔ آپ علیہ السلام نے فرشتہ کو دیکھا جو کہہ رہا ہے "إقراء باسم ربك الذي خلق ،خلق الانسان من علق. إقراء وربك الاكرم" رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لائے، دل لرز رہا تھا۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: مجھے چادر اوڑھادو، مجھے چادر اوڑھادو حضرت خدیجہؓ نے چادر اوڑھادی۔ جب گھبراہٹ دور ہوئی تو حضرت خدیجہ سے سارا واقعہ سنایا اور فرمایا: مجھے اپنے آپ پر خوف محسوس ہو رہا ہے...... (بخاری و مسلم) (۶)

حضرت میمونہ بنت حارث سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک باندی آزاد کر دی اور رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہیں لی۔ جب ان کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کی باری آئی تو انھوں نے بتایا کہ یا رسول اللہ! میں نے اپنی باندی آزاد کر دی ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا کر چکی ہو؟ انھوں نے کہا: ہاں، فرمایا اگر تم اپنے ماموں وغیرہ کو دے دیتی تو تمہیں اجر ملتا۔ (بخاری و مسلم) (۷)

چھٹا حق...... جمال آرائی

جمال آرائی انسان کی فطری خواہش ہے۔ متعدد نصوص میں ہم دیکھتے ہیں کہ شریعت نے انسان کو جمال آرائی کی ترغیب دی ہے۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا، مالدار ہو یا فقیر۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کے اندر ایسی خواہش رکھی ہے کہ اس کے لئے عورت کی جمال آرائی اسے پسند آتی ہے اور عورت کے اندر بھی ایسا جذبہ رکھا ہے کہ اسے مرد کی جمال آرائی پسند آتی ہے۔ اسی فطری ہم آہنگی سے زوجین کی زندگی میں خوشگواری آتی ہے۔ لہٰذا زوجین میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ دوسرے کے اس حق کی رعایت رکھے۔

قرآن کریم میں ستر عورت اور لباس کے ذریعہ زینت آرائی کا حکم دیا گیا ہے:

یا بنی آدم خذوازینتکم عند کل مسجدو کلوا واشربوا ولاتسرفوا إنه لا یحب المسرفین.

(اعراف۔۳۱)

(اے اولاد آدم ہر نماز کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور کھاؤ اور پیو لیکن اسراف سے کام نہ لو بیشک وہ (اللہ) مسرفوں کو پسند نہیں کرتا۔)

قل من حرم زینة الله التی أخرج لعباده والطیبات من الرزق قل هی للذین آمنوا فی الحیاة الدنیا خالصة یوم القیامة کذلك نفصل الآیات لقوم یعلمون. (اعراف۔۳۲)

(آپ کہئے کہ اللہ کی زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لئے بنائی ہے کس نے حرام کردیا ہے اور کھانے کی پاکیزہ چیزوں کو۔ آپ کہہ دیجئے یہ اشیاء ایمان والوں کے لئے دنیا کی زندگی میں ہیں (اور) قیامت کے دن تو خالص (انہی کے لئے) ہم اسی طرح کھل کر آیتوں کو بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔)

ساتواں حق...... مباشرت اور جنسی لطف اندوزی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

نساء کم حرث لکم فأتوا حرثکم أنی شئتم وقدموا لأنفسکم واتقوالله واعلوا أنکم ملاقوه وبشرالمومنین. (بقرہ۔۲۲۳)

(تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں سو تم اپنے کھیت میں آؤ جس طرح چاہو اور اپنے حق میں آئندہ کے لئے کچھ کرتے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے اور آپ ایمان والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ انصاری جو بت پرست تھے، یہودی اہل کتاب کے ساتھ رہتے تھے اور یہودیوں کو علم میں اپنے سے افضل سمجھ کر بہت سارے کاموں میں ان کی اتباع کرتے تھے۔ یہود میں رواج تھا کہ وہ عورتوں کے ساتھ جنسی تعلق بالکل کنارے سے انجام دیتے تھے تاکہ عورت زیادہ سے زیادہ پردے میں رہے انصار بھی اس معاملہ میں ان ہی کی اتباع کرتے تھے، اس

کے برعکس قریش اپنی خواتین کے ساتھ بھرپور جنسی تعلق قائم کرتے اور آگے سے پیچھے سے اور پشت کے بل ہر طرح ان سے لطف اندوز ہوتے۔ مہاجرین جب مدینہ آئے اور ایک مہاجر نے ایک انصاری خاتون سے شادی کی اور اس کے ساتھ اس انداز سے لطف اندوز ہونا چاہا تو انصاری خاتون کو حیرت ہوئی اور بولی کہ ہمارے یہاں تو صرف کنارے سے ایسا کیا جاتا ہے۔ تم یا تو اسی طرح کرو ورنہ مجھ سے علاحدہ رہو۔ ان دونوں کا یہ معاملہ پھیل گیا اور رسول اللہ ﷺ تک بات پہنچی تو آیت کریمہ نازل ہوئی۔ "نساء کم حرث لکم فأتوا حرثکم أنی شئتم" یعنی آگے سے، پیچھے سے، اور پشت کے بل لیٹ کر۔ (ابوداؤد) (۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زوجین جس طرح چاہیں جماع یا اس کے بغیر لطف اندوز ہوں۔ صرف اللہ نے جسے حرام قرار دیا ہے اس سے اجتناب کرتے رہیں، یعنی پاخانہ کی راہ میں اور حیض کے دوران مباشرت نہ کریں کیونکہ شریعت نے جن چیزوں کو حرام قرار دے دیا ہے ان کے علاوہ تمام امور میں اصلاً اباحت و جواز ہے اور استحسان کا میدان بہت وسیع ہے جس میں عرف و عادت اور مزاج کے فرق سے لوگوں میں اختلاف ہوتا ہے۔

مباشرت کے آداب

(الف) اچھی نیت

بہتر ہے کہ زوجین کے دلوں میں پاکدامنی اور حرام سے بچ کر حلال و پاکیزگی اپنانے کی نیت ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جنسی تعلق بھی صدقہ ہے۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ ہم تو اپنی شہوت پوری کر رہے ہیں کیا اس میں بھی اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر یہی عمل حرام جگہ پر کیا جاتا تو گناہ ہوتا؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں، آپ نے فرمایا: پھر جائز طریقہ پر کرنے میں اجر ملے گا"۔ (مسلم) (۹)

(ب) مباشرت سے پہلے دعا

زوجین کو چاہیے کہ مباشرت سے قبل اللہ کی جانب متوجہ ہو کر وہ دعا پڑھیں جو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سکھائی ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جب اپنی اہلیہ کے پاس آئے تو یہ دعا پڑھے ،"باسم الله.اللهم جنبنا الشيطان وجنب الشيطان ومارزقتنا "پھر ان دونوں کے لئے جو مقدر ہو گیا اولاد ہو گی اسے شیطان کا ضرر نہیں پہنچے گا۔

(ج) سونے سے پہلے غسل، یا وضو یا تیمّم

حضرت عبداللہ بن ابی قیس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا...... رسول اللہ ﷺ جنابت کی حالت میں کیا کرتے تھے؟ کیا سونے سے پہلے غسل کرتے تھے یا غسل کے بغیر سو لیتے تھے؟ انھوں نے بتایا: ہر طرح عمل تھا، کبھی غسل کر لیتے پھر سوتے، اور کبھی وضو فرما لیتے اور سو جاتے۔ میں نے کہا: اللہ کی تعریف ہے جس نے اس معاملہ میں آسانی رکھی ہے۔ (مسلم۔۱۰)

(د) رازداروں کی حفاظت

مباشرت انسانی خصوصیت ہے اس لئے دوران مباشرت کے کسی قول و فعل کا تذکرہ دوسری جگہ نہیں ہونا چاہیے۔ نہ کسی عیب کا افشاں کرنا چاہیے اور نہ ایسے پوشیدہ محاسن کا ذکر کرنا چاہیے جن کی پوشیدگی شریعت اور عرف دونوں کی رو سے ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا برحق ارشاد ہے:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے بدترین مقام کا حامل وہ شخص ہو گا جو اپنی بیوی کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم کرتا ہے اور پھر اس کا راز پھیلاتا ہے۔ (مسلم)(۱۱)

آٹھواں حق: حق تفریح

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد کا انتقال ہوا، انھوں نے سات یا نو لڑکیاں چھوڑیں تو میں نے ایک دیدہ عورت سے نکاح کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا جابر تم نے نکاح کر لیا؛ عرض کیا: ہاں، پوچھا کنواری سے یا دیدہ سے؟ میں نے بتایا کہ دیدہ سے۔ تو آپؐ نے فرمایا: کنواری سے کیوں نہیں کیا؟ تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی، تم اسے ہنساتے وہ تمہیں ہنساتی۔ میں نے عرض کیا کہ عبداللہ نے انتقال کے بعد اپنے پیچھے بچیاں چھوڑیں۔ مجھے اچھا نہیں لگا کہ ان بچیوں

کی ہم عمر اپنی بیوی لاؤں اس لئے میں نے ایسی خاتون سے نکاح کیا جو ان بچیوں کی تربیت و نگہداشت کرے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: اللہ تمہیں برکت دے۔ (بخاری) (۱۲)

نواں حق: حق رشک و غیرت

حضرت جابر بن عتیک سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک غیرت وہ ہے جو اللہ کو پسند ہے، اور ایک غیرت وہ ہے جو اللہ کو ناپسند ہے جو غیرت شک کے مقام پر ہو وہ اللہ کو پسند ہے۔ اور جو غیرت بغیر شک کے ہو وہ اللہ کو ناپسند ہے۔ (ابوداؤد) (۱۳)

☆ ☆ ☆

حوالہ جات

(۱) تفسیر منار۔ ج۴ص ۳۷۳-۳۷۴۔

(۲) سنن ابن ماجہ: کتاب الطلاق۔باب حسن معاشر النساء، حدیث نمبر ۱۶۰۸۔

(۳) مسلم: کتاب الرضاع۔باب الوصیة بالنساء۔ج۸ص۱۷۸۔

(۴) بخاری: کتاب احادیث الانبیاء۔باب خلق آدم وذریته۔ج۷ص۱۷۷۔
مسلم: کتاب الرضاع۔باب الوصیه بالنساء۔ج۴ص۱۷۸۔

(۵) ابوداؤد: کتاب الجہاد۔ باب فی الخیلاء فی الحرب، حدیث نمبر ۲۳۱۶۔

(۶) بخاری: کتاب بدء الوحی۔باب حدثنا یحیی بن بکیر۔ج۱ص۲۴۔
مسلم: کتاب الایمان۔باب بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ۔ج۱ص۹۷۔

(۷) بخاری: کتاب الہبہ وفضلہا والتحریض علیہا۔باب هبة المرآة بغیر زوجها۔ج۳ص۷۹۔

(۸) ابوداود: کتاب النکاح۔باب فی جامع النکاح، حدیث نمبر ۱۸۹۶۔

(۹) مسلم: کتاب الزکاة۔باب بیان ان اسم الصدقه یقع علی کل نوع من المعروف۔ج۳ص۸۲۔

(۱۰) مسلم: کتاب الغسل۔باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له۔ج۱ص۱۷۱۔

(۱۱) مسلم: کتاب النکاح۔باب تحریم افشاء سر المرآة۔ج۴ص۱۵۷۔

(۱۲) بخاری: کتاب النفقات۔باب عون المرأة زوجها فی ولده۔ج ۱۱ص۴۴۱۔

(۱۳) ابوداود: کتاب الجہاد۔باب فی الخیلاء فی الحرب، حدیث نمبر ۲۳۱۶۔

☆ ☆ ☆

ساتویں فصل

باہمی جدائیگی کا حق

تمہید:۔ تکمیل مصلحت ہی ہمیشہ مقصود شریعت ہوتی ہے

امام شاطبی فرماتے ہیں: دلیل شرعی سے ثابت ہے کہ شریعت احکام مصالح کی تکمیل کے لئے ہیں...... جو سبب بھی مشروع ہے، اس میں کوئی مصلحت ہی ہے جس کی خاطر اس کی مشروعیت ہوئی ہے لہذا اگر کسی شئے کے اندر مفسدہ آجائے تو مشروع سبب کی وجہ سے نہیں بلکہ دوسرے پیدا شدہ اسباب کی وجہ سے ہوگا۔(۱)

امام کاسانی فرماتے ہیں: طلاق کی مشروعیت دراصل مصلحت کی وجہ سے ہوئی ہے کیونکہ بسااوقات زوجین کے اخلاق میں اختلاف ہوتا ہے اور اختلاف اخلاق کی صورت میں نکاح مصلحت نہیں رہتا۔ اس لئے کہ مقاصد کے لئے وہ وسیلہ باقی نہیں رہتا اور اس وقت طلاق ہی مصلحت ہوجاتی ہے تاکہ ہر ایک اپنے موافق تک رسائی حاصل کرلے جس سے نکاح کے مصالح پورے ہوں۔(۲)

اسلام اپنی تمام تعلیمات اور احکام کے اندر ان درست رو مومنین کی رعایت کرتا ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے اطاعت شعار ہوتے ہیں اور ظاہری وپوشیدہ امور سے متعلق احکام شرعی پر عمل آوری کا جذبہ رکھتے ہیں۔ احکام کی تعمیل کا شوق ان کے اندر ہوتا ہے اور شریعت کے حدود سے تجاوز نہیں کرتے ہیں۔ طلاق اور خلع دونوں کی مشروعیت عملی مشکلات کا علاج ہے جو زوجین کے مابین عدم اتفاق کی صورت حال کے لئے مخصوص ہے۔ یہ دونوں مشکلات در پیش آجانے کے بعد اضطراری علاج ہیں لیکن بسااوقات بعض لوگوں میں اخلاقی کمزوری کی وجہ سے بلاضرورت اس کا

استعمال بھی پایا جاتا ہے جہاں اس کا جواز موجود نہیں ہوتا اور شریعت کی حکیمانہ ہدایات کی رعایت سے پہلوتہی برتی جاتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں جو نقصانات پیدا ہوتے ہیں ان کے ازالہ کے مزید تربیت ورہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ زوجین ہمیشہ اس ذمہ داری کا خیال رکھیں جو اللہ نے ان کے دوش پر ڈالی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاشرہ کے اندر قانون سازی کے ساتھ ساتھ تربیت ورہنمائی کس قدر ضروری ہے۔ اس ضمن کی ہدایت نبویؐ یہ ہیں کہ کسی ناگزیر ضرورت اور شدید جواز کے بغیر مرد کے لئے اقدام طلاق اور عورت کے لئے مطالبہ خلع سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گنہگار وہ شخص ہے جس نے کسی عورت سے شادی کی اور جب اس سے اپنی ضرورت پوری کرلی تو اسے طلاق دے دی اور اس کا مہر بھی لے لیا..... (حاکم)(۳)

حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عورت اپنے شوہر سے بلاوجہ طلاق کا مطالبہ کرتی ہے، اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ (ابوداؤد)(۴)

حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خلع کرانے والیاں منافق عورتیں ہیں۔ (ترمذی)(۵)

اسلام نے خلع اور طلاق دونوں کے لئے شرائط و ضوابط رکھے ہیں۔ یہ شرائط زوجین کے لئے دباؤ بنتے ہیں تاکہ علاحدگی کا قدم اٹھانے سے پہلے وہ کچھ ٹھہر کر غور کرلیں نیز دوسرے فریق کو کچھ معاوضہ بھی مل سکے۔ مرد کو حاصل حق طلاق کے ساتھ شرط یہ بھی ہے کہ عورت کو جو کچھ مہر اور ہدیے اس نے دیئے ہیں، وہ واپس نہ لے یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وإن أردتم استبدال زوج مكان زوج وأتيتم إحداهن قنطاراً فلاتاخذوامنه شئيا أتاخذونه بهتاناًوإثما مبينا. وكيف تاخذونه وقد افضى بعضكم إلى بعض وأخذن منكم ميثاقا غليظاً.

(نساء۔۲۰،۲۱)

(اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ (دوسری) بدلنا چاہو اور تم اس بیوی کو (مال کا) انبار دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ بھی واپس مت لو کیا تم بہتان رکھ کر اور صریح گناہ کر کے اسے (واپس) لوگے اور تم کیسے اسے (واپس) لے سکتے ہو درآنحالیکہ ایک دوسرے سے خلوت کر چکے ہو اور وہ (بیویاں) تم سے ایک

مضبوط قرار لے چکی ہیں۔

عورت کو حاصل خلع کے ساتھ شرط یہ ہے کہ مرد نے جو کچھ مہر اور ہدیے اسے دیئے ہیں سب وہ واپس کر دے۔ واضح رہے کہ طلاق اور خلع آخری علاج ہے۔ اسی وقت اس کا استعمال کیا جائے جب سخت ضرورت در پیش ہو۔ ساری کوششیں بے کار ہو چکی ہوں اور طلاق ہی ناکام شادی کے علاج کے لئے مصلحت رہ گئی ہو۔

آداب طلاق

اول: اچھے ڈھنگ سے جدائی

یعنی طلاق دیتے وقت عورت کے ساتھ نرمی اور احسان ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الطلاق مرتان فإمساك بمعروف او تسريح بإحسان (بقرہ۔۲۲۹)

(طلاق تو دو ہی بار کی ہے اس کے بعد (یا تو) رکھ لینا ہے قاعدہ کے مطابق یا پھر خوش عنوانی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔)

اور ارشاد ہے:

إذا طلقتم النساء فبلغن أجلهن فأمسكوهن بمعروف أو سرحوهن بمعروف. (بقرہ۔۲۳۱)

(اور جب تم عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی عدت گذرنے پر پہنچ جائیں تو (اب یا تو) انھیں عزت کے ساتھ روکے رکھو اور باعزت رہائی دے دو۔)

يأيها النبى قل لأزواجك إن كنتن تردن الحياة الدنيا وزينتها فتعالين امتعكنّ وأسرحكن سراحاً جميلاً. (احزاب۔۲۸)

(اے نبی آپ اپنی بیویوں سے فرما دیجئے کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی بہار کو مقصود رکھتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ متاع (دنیوی) دے دلا کر خوبی کے ساتھ رخصت کر دوں۔)

احسان کا تقاضا یہ بھی ہے کہ صریح الفاظ میں طلاق عورت کے منہ پر نہ دے۔

دوم: طلاق اور رجعت کے لئے گواہی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فإذا بلغن أجلهن فأمسكوهن بمعروف أو فارقوهن بمعروف وأشهدوا ذوى عدل منكم

وأقيموا الشهادة للّه ذلكم يوعظ به من كان يومن بالله واليوم الآخر ومن يتق الله يجعل له مخرجاً.
(طلاق۔۲)

(پھر جب وہ اپنی میعاد کو پہنچنے لگیں تو انھیں (یا تو) قاعدہ کے مطابق (نکاح میں) رہنے دو یا انھیں قاعدہ کے مطابق رہائی دو اور اپنے میں سے دو معتبر شخصوں کو گواہ ٹھہرالو اور گواہی ٹھیک اللہ کے واسطے دو اسی (مضمون) سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے کشائش پیدا کر دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔)

حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے پھر اس سے تعلق قائم کر لیتا ہے۔نہ اپنی طلاق پر گواہ بناتا ہے اور نہ رجعت پر گواہ بناتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: سنت کے خلاف طلاق دی گئی اور سنت کے خلاف رجعت ہوئی۔ طلاق اور رجعت پر گواہ بناؤ اور دوبارہ ایسا مت کرو۔(ابوداؤد)(۶)

سوم: متعہ کا وجوب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لاجناح عليكم ان طلقتم النساء مالم تمسوهن أوتفرضوالهن فريضة ومتعوهن على الموسنع قدره وعلى المقتر قدره متاعاً بالمعروف حقا على المحسنين. (بقرہ۔۲۳۶)

(تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم ان بیویوں کو جنھیں تم نے نہ ہاتھ لگایا اور نہ ان کے لئے مہر مقرر کیا، طلاق دے دو، صاحب وسعت کے ذمہ اس کی حیثیت کے لائق ہے اور تنگی والے کے ذمہ اس کی حیثیت کے لائق (یہ) خرچ شرافت کے موافق ہو (اور یہ) واجب ہے۔

اور ارشاد ہے:

وللمطلقات متاع بالمعروف حقا على المتقين. (بقرہ۔۲۴۱)

(اور طلاقوں کے حق میں بھی نفع پہنچانا دستور کے موافق مقرر ہے۔)

اور ارشاد ہے:

ياايها النبى قل لأزواجك إن كنتنّ تردن الحياة الدنيا وزينتها فتعالين أمتعكنّ وأسرحكن

سراحاً جميلا. (احزاب۔۲۸)

(اے نبی آپ اپنی بیویوں سے فرما دیجئے اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی بہار کو مقصود رکھتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ متاع (دنیوی) دے دلا کر خوبی کے ساتھ رخصت کر دوں۔)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے جس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی فرمایا: اسے متعہ دو، متعہ ضروری ہے (ایک روایت میں ہے کہ اسے متعہ دو خواہ ایک صاع ہی کیوں نہ ہو۔ (بیہقی)(۸)

چہارم: طلاق قبل از تعلق زوجیت میں ایثار پسندی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وإن طلقتموهن من قبل أن تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضة فنصف مافرضتم إلا أن يعفون أو يعفو الذى بيده عقدة النكاح وأن تعفوا أقرب للتقوى ولاتنسوا الفضل بينكم إن الله بما تعملون بصير. (بقرہ۔۲۳۷)

(اور اگر تم نے انھیں طلاق دے دی ہے قبل اس کے کہ انھیں ہاتھ لگایا ہو لیکن ان کے لئے کچھ مہر مقرر کر چکے ہو تو جتنا مہر تم نے مقرر کیا ہے اس کا آدھا واجب ہے بجز اس صورت کے کہ (یا تو) وہ عورتیں خود معاف کر دیں یا وہ (اپنا حق) معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ اور اگر تم اپنا حق معاف کر دو تو یہ بہت ہی قرین تقویٰ ہے اور آپس میں لطف و احسان نظر انداز مت کرو تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ یقیناً اس کا خوب دیکھنے والا ہے۔)

ایثار پسندی سے یہاں مراد عورت کی جانب سے یہ ہے کہ وہ اپنے نصف مہر کا حق مکمل یا بعض حصہ معاف کر دے اور مرد کی جانب سے یہ ہے کہ وہ عورت کے حق سے زائد دینے کے لئے پیشکش کرے۔

پنجم: رضاعت و پرورش کا مطلقہ عورت کا حق

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والوالدات يرضعن أولادهن حولين كاملين لمن أراد أن يتم الرضاعة وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف لا تكلف نفس إلا وسعها لا تضار والدة بولدها ولا مولود

له بولده وعلى الوارث مثل ذلك فإن اراد فصالاً عن تراض منهما وتشاورفلاجناح عليهما وإن أردتم أن تسترضعوا أولادكم فلاجناح عليكم . (بقرہ۔۲۳۳)

(اور مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلائیں پورے دو سال (یہ مدت) اس کے لئے ہے جو رضاعت کی مدت تکمیل کرنا چاہتا ہے اور جس کا بچہ اس کے ذمہ ہے ان ماؤں کا کھانا اور کپڑا دو موافق دستور کے کسی شخص کو حکم نہیں دیا جاتا بجز اس کی برداشت کے بہ قدر نہ کسی ماں کو تکلیف پہنچائی جائے اس کے بچہ کے باعث اور نہ کسی باپ ہی کو تکلیف پہنچائی جائے اس کے بچہ کے باعث اور اسی طرح (کا انتظام) وارث کے ذمہ بھی ہے پھر اگر دونوں اپنی باہمی رضامندی اور مشورہ سے دودھ چھڑا دینا چاہیں تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے اور اگر تم لوگ اپنے بچوں کو (کسی اور انا کا) دودھ پلوانا چاہتے ہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں۔)

حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ میرا بیٹا ہے۔ میرا پیٹ اس کا گھر تھا، میری چھاتی اس کی سبیل تھی اور میری گود اس کی پناہ گاہ تھی۔ اس کے والد نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اب اس کو مجھ سے چھین لینا چاہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس کی زیادہ حق دار ہو جب تک نکاح نہ کرلو۔ (ابوداؤد) (۹)

تقاضائے احسان طلاق دینے والے کو اللہ کا یہ حکم بھی ہے کہ اگر وسعت میں ہو تو پرورش کا نفقہ اسی حیثیت کے مطابق دے جس سے طلاق سے قبل عورت مانوس رہی ہے۔

ششم: وجوب عدت اور اس کے آداب

الف۔ عدت کی مدت:

حائضہ عورت کے لئے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء. (بقرہ۔۲۲۸)

(اور طلاقیں اپنے کو تین میعادوں تک روکے رہیں۔)

غیر حائضہ اور یائسہ کے لئے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واللائي يئسن من المحيض من نسائكم إن ارتبتم معدتهن ثلاثة أشهر واللائي لم يحضن.
(اور تمہاری مطلقہ بیویوں میں سے جو حیض آنے سے مایوس ہو چکی ہیں اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔ اور اسی طرح ان کی بھی جنھیں ابھی حیض نہیں آیا۔)

حاملہ عورت کے لئے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن. (طلاق۔۴)
(اور حمل والیوں کی میعاد ان کے حمل کا پیدا ہو جانا ہے۔)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وضع حمل سے حاملہ عورتوں کی عدت پوری ہو جاتی ہے خواہ وضع حمل ولادت کے ذریعہ ہو یا اسقاط کے ذریعہ۔

ب۔ تعلق زوجیت سے پہلے مطلقہ کا وجوب عدت سے استثناء

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يأيها الذين آمنوا إذا نكحتم المومنات ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فما لكم عليهن من عدة تعتدونها فمتعوهن وسرحوهن سراحاً جميلا. (احزاب۔۴۹)
(اے ایمان والو جب تم ان عورتوں سے نکاح کرو پھر تم انھیں طلاق دے دو قبل اس کے کہ تم نے انھیں ہاتھ لگایا ہو تو تمہارے لئے ان کے بارے میں کوئی عدت نہیں ہے جسے تم شمار کرنے لگو تو انھیں کچھ مال دے دو اور انھیں خوبی کے ساتھ رخصت کر دو۔)

ج۔ آغاز عدت کو یاد رکھنے کی ضرورت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يا ايها النبى اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن وأحصوا العدة. (طلاق۔۱)
(اے نبی (لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کو ان کی عدت پر طلاق دو اور عدت کو خیال میں رکھو۔)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: آیت کریمہ کے الفاظ "واحصوا العدة" میں آغاز وقت عدت کو یاد رکھنے کا حکم ہے تاکہ اشتباہ کی وجہ سے عدت طویل نہ ہو جائے اور عورت کو تکلیف پہونچے۔(۱۰)

د۔ دوران عدت مطلقہ کو گھر سے نہ نکالا جائے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یاایھاالنبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن وأحصوا العدة واتقواالله ربکم لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن إلا أن یاتین بفاحشة مبینة وتلك حدودالله ومن یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لاتدری لعل الله یحدثُ بعد ذلك امراً۔ (طلاق۔۱)

(اے نبی لوگوں سے کہہ دیجئے کہ جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کو ان کی عدت پر طلاق دو اور عدت کو خیال میں رکھو اور اپنے پروردگار اللہ سے ڈرتے رہو انھیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں بجز اس صورت کہ وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں۔ یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں اور جو کوئی اللہ کے حدود سے تجاوز کرے گا، اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ تجھے خبر نہیں شاید کہ اللہ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کردے۔)

قاسم بن محمد اور سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ یحییٰ بن سعید بن عاص نے عبدالرحمٰن بن حکم کی بیٹی کو طلاق دے دی، پھر عبدالرحمٰن نے لڑکی کو گھر سے منتقل کردیا۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے مروان بن حکم، جو مدینہ کا گورنر تھا، کو کہلوایا کہ اللہ سے ڈرو اور لڑکی کو اس کے گھر واپس لوٹاؤ۔ (بخاری)(۱۱)

(ہ) دوران عدت بضرورت ہی گھر سے نکلنے کی اجازت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولایخرجن۔ (اور نہ وہ خود نکلیں۔)

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میری خالہ کو طلاق ہوگئی تھی انھوں نے کھجور کی کٹائی کے لئے باہر نکلنا چاہا تو ایک شخص نے انھیں نکلنے پر تنبیہ کی۔ وہ نبی کریم ﷺ

کے پاس دریافت کرنے آئیں تو آپؐ نے فرمایا: کیوں نہیں اپنے کھجور کی کٹائی کرو ممکن ہے تم صدقہ کرو یا کوئی اور نیک کام کرو۔ (مسلم)(۱۲)

و۔ شوہر پر دوران عدت کا نفقہ

احسان کے حکم الٰہی کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اگر شوہر کی مالی قدرت ہو تو بیوی کا نفقہ اسی معیار سے دے جس کی وہ طلاق سے قبل مانوس رہی ہے۔

ز۔ حمل کے تئیں امانت داری

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والمطلقات یتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء ولایحل لهن ان یکتمن ما خلق الله فی أرحامهن إن کن یومن بالله والیوم الاخر.

(اور طلاقیں اپنے آپ کو تین میعادوں تک روکیں رہیں اور ان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ نے ان کے رحموں میں جو پیدا کر رکھا ہے اسے وہ چھپائے رکھیں اگر وہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہیں۔)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: آیت کریمہ کا مقصود یہ ہے کہ چونکہ عدت کا تعلق حیض اور طہر سے ہے اور ان چیزوں کے متعلق واقفیت عورتوں کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتی ہے اس لئے ان امور میں امانت داری کی ذمہ داری عورتوں پر ڈالی گئی۔

ح۔ دوران عدت واضح لفظوں میں پیغام دینے کی ممانعت

(طلاق بائن میں اشارتاً اجازت ہے)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لاجناح علیکم فیما عرضتم به من خطبة النساء أواکننتم فی أنفسکم علم الله انکم ستذکرونهن ولکن لا تواعدوهن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا ولا تعزموا عقدة النکاح حتی یبلغ الکتاب اجله واعلموا ان الله یعلم ما فی انفسکم فاحذروه واعلموا ان الله غفور حلیم. (بقرہ۔۲۳۵)

(اور تم پر کوئی گناہ اس میں نہیں کہ تم ان زیر عدت عورتوں کے پیغام نکاح کے باب میں کوئی بات

اشارتاً کہو یا ارادہ اپنے دلوں ہی میں پوشیدہ رکھو۔ اللہ کو تو علم ہے کہ تم ان عورتوں کا ذکر مذکور کروگے البتہ ان سے کوئی وعدہ خفیہ بھی نہ کرو ہاں مگر کوئی بات عزت وحرمت کے موافق چاہو تو کہہ دو اور عقد نکاح کا عزم اس وقت تک نہ کرو جب تک کہ میعاد مقرر اپنے ختم کو نہ پہنچ جائے۔ اور جانے رہو کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ اسے جانتا ہے سو اس سے ڈرتے رہو اور جانے رہو کہ اللہ بخشنے والا ہے، بڑا بردبار ہے۔)

ہفتم: مطلقہ خواتین کے ساتھ حسن ظن اور پیغام میں پیش قدمی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فلما قضی زید منها وطراً زوجناكها لكی لا يكون علی المومنين حرج فی أزواج ادعيائهم اذا قضوا منهن وطراً وكان امر الله مفعولا. (احزاب۔۳۷)

(پھر جب زید کا دل اس (عورت) سے بھر گیا تو ہم نے اس کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا تاکہ اہل ایمان پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارہ میں کچھ تنگی نہ رہے جب وہ ان سے اپنا جی بھر چکیں اور اللہ کا حکم پورا ہو کر رہنے والا ہے۔

تنظیم طلاق کی تجویز

تمہید

موجودہ دور میں زندگی کے بیشتر میدانوں میں تنظیم سازی ہو رہی ہے۔ تنظیم کی مختلف شکلوں کو مقبولیت حاصل ہے۔ مثال کے طور پر شہری تنظیم، تعمیراتی تنظیم، مزروعہ زمین کی تعین، مساحت کے لئے تنظیم برائے کاشت، صنعتی لائسنسوں کی تعیین کے لئے صنعتی تنظیم، مخصوص مرحلہ کے لئے لازمی تعلیم کی تنظیم، یونیورسٹی کے ہر شعبہ کے لئے مطلوبہ تعداد کی تعیین کی تنظیم وغیرہ پہلے ان تمام میدانوں میں انسان کی خواہش اور اختیار ہی کارفرما رہتے ہیں۔

شادی کے لئے عمر کی تعیین اور کام کے لئے عمر کی تعیین میں کیا فرق ہے؟ دونوں چیزیں پہلے درست و جائز تھیں صرف شادی کے لئے صلاحیت کی ادنیٰ حد اور اسی طرح کام کے لئے صلاحیت کی ادنیٰ حد جو کام کی نوعیت کے لحاظ سے ہوتی ہے، کی رعایت ہی ضروری تھی۔

اس مجوزہ تنظیم سے مقصود احکام شرع میں تبدیلی نہیں ہے جو مغرب سے آنے والی صداؤں اور اس کے فریب خوردہ لوگوں کا اثر قرار دیا جائے۔ یہ محض فرد کی تصرفات کی راہ روی کے لئے تنظیم ہے تاکہ فرد تصرفات مقاصد شریعت سے خارج نہ ہو جائیں اور شریعت کے مباحات کا غلط استعمال ہونے لگے۔ تنظیم کی اصولی ضرورت تسلیم کرنے کے بعد اس کی عملی شکل پر غور و خوص کیا جاسکتا ہے۔ بسا اوقات کوئی چیز اپنی اصولی حیثیت میں تو درست ہوتی ہے لیکن اس کی عملی شکل قابل اعتراض بن جاتی ہے یہ وضاحت بھی اس موقع پر ضروری ہے کہ کس تنظیم کو وجود میں ان سے پہلے فیلڈ ریسرچ اور سروے ضروری ہے تاکہ مجوزہ تنظیم وہمی نہیں بلکہ حقیقی ضروریات کی تکمیل کرسکے

اور جائز مصالح پورے ہو سکیں۔

مجوزہ تنظیم کے مراحل ذکر کرنے سے پہلے یہ وضاحت بھی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ اس تنظیم سے دو چیزیں مقصود ہیں: ایک زوجین کے درمیان اصلاح، دوسری طلاق کو صحیح قرار دینے کے لئے مطلوبہ شرائط کی موجودگی کا یقین۔ نیز ہم یہ بھی واضح کر دینا پسند کرتے ہیں کہ اس طرح کی تنظیم کے تعلق سے اصحاب اجتہاد علماء کو بحث و مناقشہ کی ضرورت ہے تاکہ اس میں وہ ضروری ترمیم و تبدیلیاں کیں جائیں جن کے بعد مطلوبہ مصالح کی تکمیل ممکن ہو۔

مجوزہ تنظیم کے مراحل

قانونی طور پر ضروری ہو کہ جج کے سامنے طلاق کا رجسٹریشن کرایا جائے۔

جب طلاق کے رجسٹریشن کی درخواست دی جائے تو اس درخواست کو زوجین کی جانب سے نامزد دو حکم کو اصلاحی کوشش کے لئے سپرد کر دے۔ قرآن کی درج ذیل ہدایات کی تکمیل اسی صورت سے ہوتی ہے۔

وإن خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكما من اهله وحكماً من أهلها ان يريدا اصلاحا يوفق الله بينهما ان الله كان عليما خبيراً. (نساء۔۳۵)

(اور اگر تمہیں دونوں کے درمیان کشمکش کا علم ہو تو تم ایک حکم مرد کے خاندان سے اور ایک حکم عورت کے خاندان سے مقرر کر دو اور اگر دونوں کی نیت اصلاح حال کی ہو گی تو اللہ دونوں کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا بیشک اللہ بڑا علم رکھنے والا ہے ہر طرح باخبر ہے۔)

شوہر نے صریح الفاظ میں طلاق دینے سے پہلے صرف طلاق کا ارادہ کرنے کے بعد طلاق کے رجسٹریشن کے لئے درخواست دی پھر حکمین کی اصلاحی کوششیں کامیاب ہو جائیں تو شوہر رجسٹریشن کی درخواست واپس لے لے۔

اگر شوہر نے رجسٹریشن کی درخواست دینے سے قبل صریح الفاظ میں طلاق دے دی ہو پھر حکمین اصلاحی کوشش میں کامیاب ہو جائیں تو پھر ایک مسلم خاندان کے استحکام واتحاد کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ اب جج کو چاہیے کہ دی گئی طلاق کی شرائط صحت کا جائزہ لے، اگر تمام شرطیں پائی

جارہی ہوں تو طلاق کو رجسٹرڈ کردے ورنہ درخواست خارج کردے۔

اگر حکمین کی اصلاحی کوشش کامیاب نہ ہو تو اس صورت میں بھی طلاق کی صحت کی شرائط پر جج غور کرے اور شرطیں پائے جانے کی صورت میں طلاق رجسٹرڈ کردے۔

ذرائع ابلاغ کے ذریعہ شوہروں کو اس بات کی توجہ وہدایت دلائی جائے کہ عدالت میں جانے سے پہلے طلاق صریح نہ دیں کہ ممکن ہے کہ عدالت اصلاحی کوشش میں کامیاب ہو جائے، چونکہ طلاق کے رجسٹریشن سے پہلے اصلاحی کوشش کا حکم لازمی ہوگا۔ اس لئے اس کوشش سے قبل طلاق دینے میں جلد بازی کی ضرورت بھی نہیں رہتی ہے۔

عورت کا حق خلع

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولا يحل لكم ان تاخذوا مما آتيتموهن شيئا الا ان يخافا ان لا يقيما حدود الله فإن خفتم ان لا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به تلك حدود الله فلا تعتدوها ومن يتعدّ حدود الله فاولئك هم الظالمون. (بقرہ۔۲۲۹)

(اور تمہارے لئے جائز نہیں ہے کہ جو مال تم انھیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لو ہاں بجز اس صورت کے کہ جب اندیشہ ہو کہ اللہ کے ضابطوں کو دونوں قائم نہ رکھ سکیں گے سو اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ اللہ کے ضابطوں کو قائم نہ رکھ سکو گے تو دونوں پر اس مال کے باب میں کوئی گناہ نہ ہوگا۔ جو عورت معاوضہ میں دے دے یہ (سب) اللہ کے ضابطے ہیں سو ان سے باہر نہ نکلنا اور جو کوئی اللہ کے ضابطوں سے باہر نکل جائے گا سو ایسے لوگ تو (اپنے حق میں) ظلم کرنے والے ہیں۔)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ثابت ابن قیس بن شماس کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ثابت کے دین اور اخلاق پر مجھے شکایت نہیں ہے لیکن مجھے نافرمانی کا اندیشہ ہے (ایک روایت کے الفاظ ہیں: ثابت کے دین اور اخلاق سے مجھے کوئی شکایت نہیں ہے لیکن میں انھیں برداشت نہیں کر سکتی ہوں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس کا باغ لوٹا دوگی؟ وہ بولی: ہاں، پھر خاتون نے باغ لوٹا دیا اور آپ علیہ السلام نے انھیں حکم دیا تو شوہر نے انھیں جدا کر دیا۔ (بخاری) (۱۳)

قاضی ابن رشد فرماتے ہیں: شوہر کو اگر بیوی ناپسند ہو تو اس کے ہاتھ میں طلاق کا اختیار دیا گیا ہے اور اگر بیوی کو شوہر ناپسند ہو تو خلع کا حق اسے دے دیا گیا ہے۔ (۱۳)

خلع کا طریقہ

خلع کا اصل طریقہ یہ ہے کہ شوہر اور بیوی کی باہمی رضامندی سے انجام پائے۔ اگر شوہر بیوی کی خواہش کی تکمیل سے انکار کرتا ہے تو اس صورت میں بیوی قاضی کے پاس معاملہ لے جائے گی۔ طلاق چونکہ رشتہ ازدواجیت کے خاتمہ کا نام ہے اس لئے خاندان پر قوامیت کا حق رکھنے والے مرد ہی کو طلاق کا اختیار دیا گیا ہے اور وہ اپنے ارادے سے طلاق دے سکتا ہے۔ اگر رشتہ ازدواجیت کو ختم کرنے کی یہی خواہش عورت کے اندر ہے تو اس کا نفاذ بھی مرد ہی کو کرنا چاہیے اگر شوہر اس پر عمل نہیں کرتا ہے اور بیوی اس کے ساتھ رہنا پسند نہیں کر رہی ہے تو وہ قاضی کی جانب رجوع کرے گی۔ قاضی کا کام اس بات کا اطمینان و یقین حاصل کرنا ہے کہ بیوی کے اندر جذبہ نفرت اور جدائیگی کی خواہش کسی جذباتی ابال کا نتیجہ نہیں بلکہ اس نفرت کی جڑیں گہری ہیں۔ اس بات کی تحقیق کے لئے قاضی شوہر کی جانب سے ایک حکم کو اصلاحی کوشش کے لئے نامزد کرے گا۔ اگر حکمین کی کوشش بار آور نہیں ہوتی ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کے اندر نفرت شدید ہے اور خانگی زندگی کی استواری عورت کے لئے ضرر رساں بن سکتی ہے۔ اس کے بعد قاضی خلع کو تسلیم کرلے گا۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب حضرت ثابت بن قیس کی زوجہ نے یہی مسئلہ پیش کیا تھا تو آپ ﷺ نے مذکورہ طریقہ ہی اپنایا تھا۔

خلع کی دو صورتیں ہیں۔ ایک حقیقی صورت جس میں شوہر کی جانب سے کوئی ضرر رسانی نہیں ہوتی ہے بیوی ہی جدا ہونا چاہتی اور شوہر کو ناپسند کرتی ہے۔ دوسری ظاہری صورت جس میں شوہر بیوی کو نقصان پہنچاتا ہے لیکن عورت ضرر کا ایسا ثبوت فراہم کرنے سے قاصر ہوتی ہے جو طلاق کا جواز بنے۔ لہٰذا وہ خلع طلب کرتی ہے اور شوہر کے دیئے ہوئے سامان کو لوٹا کر اپنے کو ضرر سے بچاتی ہے۔ اس صورت خلع میں ناحق فدیہ لینے کی وجہ سے شوہر گنہگار ہوتا ہے۔

خلع کی تنظیم

طلاق کی تنظیم کی جو تجویز پچھلے صفحات میں پیش کی گئی ہے وہی تجویز خلع کی تنظیم کے تعلق سے بھی ہے۔ مختصر لفظوں میں یہ ہے کہ جب زوجین کے درمیان خلع پر اتفاق ہو جائے تو خلع کی وجہ سے فسخ ہونے والے عقد کا رجسٹریشن قاضی کے سامنے کرلیا جائے۔ قاضی رجسٹریشن کی درخواست کو شوہر و بیوی دونوں کے ایک ایک حکم کو اصلاحی کوشش کے لئے سپرد کردے۔ فسخ عقد کا رجسٹریشن اسی وقت کیا جائے جب حکمین کی کوشش ناکام ہو جائے۔

☆☆☆

حوالہ جات

(۱) الموافقات۔ج ۱ص ۱۳۸۔

(۲) بدائع الصنائع۔ج ۳ص ۵۔

(۳) دیکھئے صحیح جامع صغیر۔حدیث نمبر ۱۵۶۳۔

(۴) ابوداؤد: تفریع ابواب الطلاق۔باب فی الخلع۔حدیث نمبر ۱۹۴۷۔

(۵) ترمذی: ابواب الطلاق واللعان۔باب فی المختلعات۔حدیث نمبر ۹۴۷۔

(۶) ابوداؤد: کتاب تفریع ابواب الطلاق۔باب الرجل يراجع ولا يشهد۔حدیث نمر ۱۹۱۵۔

(۷) دیکھئے صحیح جامع صغیر۔حدیث نمبر ۵۶۹۹(حدیث حسن)

(۸) دیکھئے صحیح جامع صغیر۔حدیث نمبر ۵۷۰۰(حدیث حسن)

(۹) ابوداؤد: کتاب تفریع ابواب الطلاق۔باب من احق بالولد،حدیث نمبر ۱۹۹۱۔

(۱۰) فتح الباری۔ج ۱۱ص ۲۶۱۔

(۱۱) بخاری: کتاب الطلاق۔باب قصة فاطمه بنت قيس۔ج ۱۱ص ۴۰۳۔

(۱۲) مسلم کتاب الطلاق۔باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها۔ج ۴ص ۱۹۷۔

(۱۳) بخاری: کتاب الطلاق۔باب الخلع وكيف الطلاق فيه۔ج ۱۱ص ۳۲۰۔

(۱۴) بداية المجتهد۔ج ۲ص ۵۰۔

☆ ☆ ☆

آٹھویں فصل

تعدد ازدواج

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ.(نساء۔۳)
(جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو دو دو سے خواہ تین تین سے خواہ چار چار سے لیکن تمہیں اگر اندیشہ ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی پر بس کرو۔)

شریعت اجازت دیتی ہے کہ نکاح میں اپنا فائدہ اور احوال کی درستگی پیش نظر رکھو۔ مرد بیویوں اور بچوں کے احوال مدنظر ہوں کیونکہ جب مرد کے احوال درست ہوں گے تو بلاشبہ اس کے ساتھ رہنے والے بچے اور بیویوں کے احوال بھی درست ہوں گے اور اسی طرح جب ازدواج اور بچوں کے احوال برے ہوں گے تو مرد کو اطمینان خاطر اور سکون حاصل نہیں ہوگا۔

پس تعدد ازدواج کا مقصد احوال خاندان کی درستگی ہے صرف مرد کی لذت اندوزی نہیں ہے۔ اگر مرد کو تعدد ازدواج کی ضرورت ہو تاکہ اسے سکون و اطمینان حاصل ہو سکے اور تعدد سے اسے روک دیا جائے تو یقیناً اسے نقصان پہنچے گا۔ اس کی کارکردگی اور نشاط انگیزی متاثر ہوگی اور آرام وراحت ناپید ہو جائے گا۔ ضرورت جس درجہ میں ہوگی اس کا اثر بھی اس درجہ میں ہوگا اور اس کا اثر خاندان پر بھی لازماً مرتب ہوگا۔

اگر مرد کی ضرورت ایک زوجہ سے پوری ہو جاتی ہے اور وہ محض عارضی خواہش و شہوت کی وجہ سے دوسری شادی کرتا ہے جبکہ دوسری شادی کی شرائط پوری نہیں ہو رہی ہوں تو لازماً اس سے بھی نقصان پیدا ہوگا اور بسا اوقات خاندان کی مالی و معنوی نگہداشت نہیں کر سکے گا جس سے عظیم نقصانات پیدا ہوں گے۔

تعدد ازدواج کی شرطیں

الف۔ عدل کی قدرت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فإن خفتم أن لا تعدلوا فواحدة. (نساء۔۳)

(لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی پر بس کرو۔)

یعنی جسے عدل کی پامالی کا اندیشہ ہو وہ ایک بیوی ہی پر اکتفا کرے اور جسے اپنے اوپر اطمینان ہو اور عدل کرنے کی قدرت موجود ہو، اس کے لئے تعدد ازدواج جائز ہے۔

ب۔ ازدواج، اولاد اور زیر تربیت لوگوں کے اخراجات کی قدرت

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی انسان کے گنہگار ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ وہ اپنے زیر پرورش لوگوں کو ضائع کردے۔ (ابوداود۔۱)

ج۔ ازدواج اور اولاد کی بہترین نگہداشت کی قدرت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یاایها الذین آمنوا قوا انفسکم وأهلیکم ناراً وقودها الناس والحجارة علیها ملائکة غلاظ شداد لا یعصون الله ما أمرهم ویفعلون ما یومرون. (تحریم۔٦)

(اے ایمان والو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اس پر تند خو بڑے مضبوط فرشتے (مقرر) ہیں وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو وہ ان کو حکم دیتا ہے اور جو کچھ حکم دیا جاتا ہے اسے (فوراً) بجالاتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اپنے ماتحت لوگوں کے متعلق جواب دہ...... مرد اپنے گھر والوں کے لئے نگہبان ہے اور ان کے متعلق جوابدہ۔ (بخاری و مسلم۔۲)

تعدد ازدواج کے اسباب

ا۔ ایک خاندانی مسئلہ کا حل:

الف۔ بیوی کا بانجھ پن: اولاد کی خواہش ایک جائز اور پسندیدہ امر ہے بلکہ شریعت نے اس کی ترغیب

دی ہے۔ حضرت معقل بن یسار سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خوب محبت کرنے والی اور زیادہ بچہ جننے والی سے شادی کرو۔ میں تمہارے ذریعہ دوسری امتوں پر کثرت میں ہوں گا۔ (نسائی)(۳)

ب:۔ بیوی کے اندر کوئی ایسا جسمانی عیب یا شخصیت میں نقص جس کی وجہ سے شوہر کو سکون و اطمینان حاصل نہ ہو سکے۔

ج:۔ بیوی کے اندر کوئی ایسا (جسمانی یا نفسیاتی) مرض شدید جس کی وجہ سے مرد کی زندگی کی فضاء مکدر رہو جائے۔

واضح رہے کہ مذکورہ ان تین حالات میں طلاق کا بہترین متبادل تعدد ازدواج ہے۔

۲۔ مرد کی اہم ضرورت کی تکمیل

مثلاً مرد کثرت سے سفر کرتا ہو اور طویل عرصہ کے لئے سفر میں رہنا پڑتا ہو اور بیوی کو اسے اپنے ساتھ سفر میں لے جانا اس وجہ سے دشوار ہو کہ وہ بچوں کی نگہداشت و تربیت میں یا کسی دوسرے سبب سے مشغول رہتی ہو اور مرد کے لئے اپنے طویل سفر میں شریک زندگی کی رفاقت ضروری ہو۔

۳۔ کسی نگہبان سے محروم نیک خاتون کے ساتھ حسن سلوک

عورت اپنی درازعمر یا اپنی پرورش میں یتیم بچوں کی وجہ سے یا کسی اور سبب کی وجہ سے کسی نگہبان کو نہ پا سکی ہو ایسی صورت میں بسا اوقات پہلی بیوی کو اعتراض بھی کم ہوتا ہے اور دوسری شادی پر وہ راضی بھی ہوتی ہے۔

اس طرح کے حسن سلوک کا دائرہ انفرادی زندگی سے آگے بڑھ کر عمومی حسن سلوک کی صورت میں بھی اپنا لیتا ہے۔ مثال کے طور پر اس وقت جبکہ مردوں کا تناسب عورتوں سے کم ہو جائے۔ ایسی صورت حال کبھی کبھار ایام صلح میں بھی پیدا ہو جاتی ہے جس کی تائید مردم شماری کی تفصیلات سے ہوتی ہے اور جنگ کے بعد تو عموماً یہ صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔ رسول کریم ﷺ کی درج ذیل دو احادیث میں اسی صورت حال کی جانب اشارہ ہے جس کا خطرہ ایام فتن میں بڑھ جاتا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے

فرمایا:......اور ایک مرد کے پیچھے چالیس عورتیں اس کی پناہ میں آنا چاہیں گی، مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت ہو گی۔ (بخاری و مسلم)(۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:......میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کی علامات میں سے یہ ہے کہ......مردوں کی تعداد کم اور عورتوں کی تعداد زیادہ ہو جائے گی یہاں تک کہ پچاس عورتوں پر صرف ایک قیم مرد (صاحب قوامیت) ہو گا۔

اس صورت حال میں تعدد ازدواج ایک نیکی ہو گی کیونکہ اس کی وجہ سے شوہروں سے محروم خواتین کو پاکدامنی حاصل ہو سکے گی۔ ان تینوں اسباب کا شمار ان حاجات میں کیا جا سکتا ہے جسے تسلیم کرتے ہوئے فقہاء کہتے ہیں کہ استحباب تو ایک زوجہ پر اکتفاء میں ہے۔ لیکن ضرورت اس سے مستثنیٰ ہے۔ نہایة المحتاج الی شرح المنهاج کے مصنف علامہ انصاری فرماتے ہیں: مستحب ہے کہ بیوی خوب محبت کرنے والی......اور کم مہر والی ہو اور کسی ظاہری ضرورت کے بغیر ایک بیوی سے زائد نہ رکھا جائے۔ (۵)

۴۔ صحت اور دولت کے ساتھ مزید لطف اندوزی کی خواہش

اس سبب پر عمل آوری عرف پر موقوف ہے۔ ایسا عرف اگر پایا جاتا ہو تو جہاں مرد کی تکمیل خواہش میں وہ معاون بنتا ہے عورت کو بوجھ بھی کم محسوس ہوتا ہے اور جسے زائد غیرت بھی نہیں آتی ہے خواہ پہلی شادی ہو یا دوسری، کیونکہ تعدد ازدواج مانوس امر ہو جاتا ہے۔

جزیرۂ عرب کے باشندوں میں اسلام سے قبل بھی اور اسلام کے بعد بھی تعدد ازدواج کا عرف موجود تھا۔ البتہ اسلام کے زیر سایہ تعدد ازدواج کے لئے چند ضوابط کی پابندی ضروری قرار دی گئی، جو درج ذیل ہیں:

چار سے زائد کی ممانعت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلاث ورباع. (نساء۔۳)

(جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو دو دو سے خواہ تین تین سے خواہ چار چار سے۔)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی جب اسلام لائے تو دور جاہلیت میں ان کے تحت دس بیویاں تھیں ان سبھوں نے بھی ان کے ساتھ اسلام قبول کیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: چار کو رکھو اور بقیہ کو علاحدہ کر دو۔ (ابو داؤد)(٦)

ازواج کے درمیان عدل کی شرط

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فإن خفتم أن لا تعدلوا فواحدة. (نساء۔۳)

(لیکن تمہیں اگر اندیشہ ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی پر بس کرو۔)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ دونوں کے درمیان عدل نہ کرتا ہو تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک حصہ جسم ساقط ہو گا۔ (ترمذی)(۷)

ایک بیوی کے ساتھ اس کی بہن، پھوپھی اور خالہ سے نکاح کی ممانعت

قرآن کریم میں حکم ہے:

وان تجمعوا بين الاختين إلا ماقد سلف. (نساء۔۲۳)

(اور یہ بھی (حرام ہے کہ) تم دو بہنوں کو یکجا کرو مگر ہاں جو ہو چکا (ہو چکا)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی عورت کے ساتھ اس کی پھوپھی کو اور نہ ہی اس کی خالہ کو ایک ساتھ نکاح میں رکھا جائے گا۔ (بخاری ومسلم۔۸)

چند اور رشتہ داریاں ہیں جن کے ساتھ نکاح حرام تو نہیں ہے لیکن بعض فقہاء نے رشتوں کی حفاظت کے لئے نکاح کو ناپسند قرار دیا ہے۔ امام بخاری نے درج ذیل معلق آثار نقل کئے ہیں:

عبد اللہ بن جعفر نے علی کی بیٹی اور علی کی بیوی کو ایک ساتھ اپنے نکاح میں رکھا۔ ابن سیرین نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حسن نے ایک بار اسے مکروہ قرار دیا پھر فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

حسن بن حسن بن علی نے چچا کی دو بیٹیوں کو ایک ساتھ اپنے نکاح میں رکھا، جابر بن زید

نے قطع رحمی کے اندیشے سے اسے مکروہ بتایا، اس کی حرمت نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن کہتا ہے:
"واحل لکم ما وراء ذلکم" (اور جو ان کے علاوہ ہیں وہ تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں۔)

تعدد ازدواج کے آداب

کنواری کے ساتھ سات اور دیدہ کے ساتھ تین شب زفاف گذاری جائے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سنت یہ ہے کہ جب کوئی مرد دیدہ بیوی کے ہوتے ہوئے کسی کنواری سے شادی کرے تو اس کے پاس زفاف کی سات راتیں گذاریں پھر تمام ازواج میں عدل و برابری شروع کرے اور جب کنواری کے ہوتے ہوئے دیدہ سے نکاح کرے تو اس کے بارے میں تین راتیں زفاف منائے، پھر عدل تقسیم کرے۔ (بخاری و مسلم)(۹)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو ان کے پاس تین راتیں گذاریں اور فرمایا: یہ تمہاری قلت شان کی وجہ سے نہیں ہے۔ میں اگر چاہتا تو سات راتیں تمہارے پاس گذارتا لیکن اگر ایسا کرتا تو دیگر ازواج کے پاس بھی سات راتیں گذارتا۔ (مسلم)(۱۰)

شوہر ان بیویوں کے پاس سے بھی ہمدردی کی خاطر گذرے جن کی باری نہ ہو تاکہ طویل جدائیگی ان پر شاق نہ گذرے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز سے لوٹتے تو تمام ازواج کے پاس تشریف لے جاتے پھر کسی ایک سے قریب ہوتے۔ (بخاری۔۱۱)

اس روایت کی تشریح بیہقی میں مروی حضرت عائشہؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں وہ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ ہم تمام ازواج کے پاس تشریف لاتے، لمس و بوسہ لیتے، جماع نہ کرتے۔ جس کی باری ہوتی اس کے پاس آتے اور وہاں شب گذارتے۔ (۱۲)

پہلی زوجہ کو طلاق دینے کی شرط نہ لگائی جائے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی عورت اپنی بہن کو طلاق دینے کی شرط لگائے۔ (بخاری)(۱۳)

کوئی زوجہ اپنی سوکن کے طلاق کا مطالبہ نہ کرے

حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم ﷺ کا قول نقل کرتے ہیں کہ کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ اس مقصد سے نہ کرے کہ اس کے حق کا فائدہ بھی خود ہی اٹھائے، جو اس کی تقدیر میں ہوگا وہ اسے ملے گا۔ (بخاری) (۱۴)

کوئی عورت اپنے شوہر کی جانب سے کوئی سامان حاصل ہونے کا جھوٹا مظاہرہ اپنی سوکن کے سامنے نہ کرے:

حضرت اسماءؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! میری ایک سوکن ہے کیا مجھے گناہ ہوگا اگر میں شوہر کی طرف سے کسی چیز کے حاصل ہونے کا اظہار کروں جو شوہر نے مجھے نہیں دی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسی چیز کا اظہار کرنے والی جو اسے حاصل نہیں ہوئی ہے، جھوٹا لباس پہننے والی کی مانند ہے۔ (بخاری و مسلم) (۱۵)

ادب کی تعلیم ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ سے ملتی ہے کہ انھوں نے اپنی زوجہ حضرت فاطمہ کو بتائے بغیر دوسری خاتون کو پیغام نکاح دینا شروع کیا پھر رسول اللہ ﷺ کی اپنی صاحبزادی کے لئے ناراضگی دیکھی تو اس ارادے سے باز آگئے۔ ادب حسن کا یہ عرف جاری رہنا چاہیے یعنی مرد کو چاہیے کہ اپنی زوجہ یا اس کے والد کو اپنی دوسری شادی کے عزم کی اطلاع دیدے تاکہ وہ آپس میں مشورہ کر کے مطمئن ہولیں اور اچانک ایسی اطلاع کا صدمہ انھیں نہ پہنچے جو کسی پیشگی اطلاع نہ ہونے کی صورت میں پایا جاتا ہے۔ عرف کسی مباح امر کو مستحسن کا درجہ دے سکتا ہے۔ پیشگی اطلاع سے مرد کو زوجہ کے موقف سے آگاہی حاصل ہو جاتی ہے اور اسے بھی اچانک شادی کے بعد ہی پہلی زوجہ کی جانب مطالبۂ طلاق کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ بیوی کے مطلقاً انکار اور طلاق پر اصرار سے شوہر کو آگاہی حاصل ہو جائے گی تو وہ اپنے لئے فیصلہ کر سکتا ہے کہ آیا دوسری شادی کا ارادہ برقرار رکھے یا اس سے باز آجائے۔

حوالہ جات

(۱) دیکھئے صحیح جامع صغیر۔

(۲) بخاری: کتاب فی العتق وفضلہ۔باب کراهية التطاول على الرقيق۔ج ۶ ص ۱۰۶۔

مسلم: کتاب الامارۃ۔باب فضيلة امام العادل۔ج۶ ص ۸۔

(۳) نسائی: کتاب النکاح۔باب كراهية تزويج العقيم،حدیث نمبر ۳۰۲۶۔

(۴) بخاری: کتاب الزکاۃ۔باب الترغيب في الصدقه قبل ان لا يوجد من يقبلها۔ج ۳ ص ۸۴۔

(۵) نهاية المحتاج الى شرح المنهاج۔ج ۶ ص ۱۸۵۔

(۶) ابوداود: کتاب النکاح۔باب ماجاء في الرجل يسلم وعنده عشرنسوة ،حدیث نمبر ۹۰۱۔

(۷) ترمذی: ابواب النکاح۔باب التسوية بين الضرائر،حدیث نمبر ۹۱۳۔

(۸) بخاری کتاب النکاح۔باب لا ينكح المرأة على عمتها ۔ج ۱۱ ص ۶۴۔

مسلم کتاب النکاح۔باب تحريم الجمع بين المرأة......ج ۴ ص ۱۳۵۔

(۹) بخاری: کتاب النکاح۔باب اذا تزوج الثيب على البكر......ج ۱۱ ص ۱۳۶۔

مسلم کتاب الرضاع۔باب قدر ما تستحقه......ج ۴ ص ۱۷۳۔

(۱۰) مسلم کتاب الرضاع۔باب قدر ما تستحقه......ج ۴ ص ۱۷۳۔

(۱۱) بخاری: کتاب النکاح۔باب دخول الرجل على نساة في اليوم۔ج ۱۱ ص ۲۲۹۔

(۱۲) فتح الباری۔ج ۱۱ ص ۲۲۳۔

(۱۳) بخاری کتاب الشروط۔باب الشروط في الطلاق۔ج ۶ ص ۲۵۴۔

(۱۴) بخاری کتاب النکاح۔باب الشروط التي لا تحل في النكاح۔ج ۱۱ ص ۱۳۶۔

(۱۵) بخاری: کتاب النکاح۔باب المتشبع بما لم ينل۔ج ۱۱ ص ۲۳۱۔

مسلم: كتاب اللباس والزينة۔باب النهى عن التزوير في اللباس وغيره۔ج ۶ ص ۱۶۹۔

چھٹا......باب

جنسی تعلیم و ثقافت

پہلی فصل: جنسی لطف اندوزی کی شرعی اجازت۔

دوسری فصل: جنسی لطف اندوزی کے آداب۔

تیسری فصل: شادی اور لطف اندوزی کے باب میں سیرت نبوی۔

پہلی فصل

جنسی لطف اندوزی کی شرعی اجازت

جنسی تقاضہ کی قوت اور جنسی لطف اندوزی کی انسان کی فطری ضرورت کا احترام کرتے ہوئے شریعت نے اجازت ورخصت کی مختلف صورتیں رکھی ہیں تاکہ مسلمان پریشانی کا شکار نہ ہوں اور چاق وچوبند واطمینان بخش طریقے پر زندگی کا سفر طے کر سکیں۔ اسلام کی یہ تعلیم بندوں پر اللہ کی رحمت اور شریعت محمدی کی کشادگی کی دلیل ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے "وماارسلناك الا رحمة للعالمين" یہ آسانیاں ابتدائی نظروں میں صرف مردوں کے لئے ہوتی ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ عورتوں کے لئے بھی آسانیاں ہیں کیونکہ جنسی لطف اندوزیاں مرد اور عورت کے درمیان ہی انجام پاتی ہیں۔ تعدد ازدواج اگرچہ بظاہر مرد کی زائد لطف اندوزی کا سامان محسوس ہوتا ہے لیکن وہ متعدد خواتین کے لئے بھی وسعت وآسانی فراہم کرتا ہے کیونکہ بسااوقات اپنے شوہر سے جدا ہونے کے بعد ان عورتوں کے لئے شادی ولطف اندوزی کے مواقع طویل انتظار کے بعد مہیا ہوتے ہیں۔ شریعت کی بے شمار ہدایات میں شوہر وبیوی کی جنسی لطف اندوزی کے باہمی حقوق ادا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

عورت کو حقوق شوہر کی ادائیگی کی ترغیب دینے والی چند ہدایات درج ذیل ہیں

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شوہر اپنی بیوی کو بستر پر بلاتا ہے اور وہ آنے سے انکار کرتی ہے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ (بخاری ومسلم۔۱)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلاتا ہے اور وہ انکار کرتی ہے تو آسمان والا اس عورت سے اس وقت تک ناراض رہتا ہے یہانتک کہ شوہر اس سے راضی ہو جائے۔ (مسلم)(۲)

حضرت طلق بن علی رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب بھی کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنی ضرورتاً بلائے تو اسے خواہ وہ چولہے پر ہو شوہر کے پاس حاضر ہونا چاہیے۔(ترمذی)(۹۳)

حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے تو اسے خواہ وہ اونٹ کی پشت پر ہو حاضر ہونا چاہیے۔(بزار)(۴)

مرد کو حقوق زن کی ادائیگی کی ترغیب دینے والی چند ہدایات درج ذیل ہیں:

حضرت عون بن ابی جحیفہؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضورؐ نے حضرت سلمان اور حضرت ابودرداء کے درمیان مواخات قائم فرمائی، حضرت سلمان حضرت ابودرداء کے گھر آئے دیکھا کہ ام الدرداء معمولی کپڑے پہنے ہوئی ہیں، پوچھا کیا حال ہے؟ انھوں نے کہا: آپ کے بھائی ابودرداء کو دنیا سے کوئی مطلب ہی نہیں ہے جب ابودرداء آئے...... تو حضرت سلمان نے ان سے کہا: آپ کے پروردگار کا آپ پر حق ہے، آپ کے نفس کا آپ پر حق ہے اور آپ کے اہل وعیال کا آپ پر حق ہے۔ ہر حق والے کو اس کا حق دیجئے۔ وہ نبیؐ کے پاس آئے اور یہ بات بتائی تو نبیؐ نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا۔(بخاری)(۵)

اگرچہ بیشتر ہدایات میں مرد کے حقوق کا تذکرہ ہے اور عورت کو اس کی اطاعت کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد اپنے تقاضائے فطرت کی وجہ سے طالب ہوتا ہے اور عورت مطلوب ہوتی ہے۔ اس کے اندر بہت جلد شدید تقاضے پیدا ہوتے ہیں۔ زندگی کے کاموں میں بہت سی چیزیں اس کے جذبات برانگیختہ کرنے والی بنتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا کتنا برحق ارشاد ہے: جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو دیکھے تو اپنی بیوی کے پاس آجائے(۶) اور ایک روایت میں ہے: جب تم میں سے کسی کو کوئی عورت اچھی لگے اور اس کا خیال دل میں اتر آئے تو اسے اپنی بیوی کے پاس چلا آنا چاہیے(۷) پس مرد کی جانب سے حسن مطالبہ ہونا چاہیے اور عورت کو نرم دلی کے ساتھ سر اطاعت خم رکھنا چاہیے خواہ اس کی مشغولیات اطاعت سے ایسے وقت مانع ہی کیوں نہ بن رہی ہوں۔

فتح الباری میں حدیث: "جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے......" کی تشریح میں مذکور ہے۔(حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کے اندر ترک جماع پر صبر کی قوت عورت سے کم

ہوتی ہے......اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مرد کے اندر سب سے طاقتور جذبہ نکاح کا ہوتا ہے۔ اسی لئے شریعت نے عورت کو اس معاملہ میں مرد کے تعاون کی ترغیب دی ہے۔)(۸)

تمام حالات میں قرآن کریم کا یہ عظیم اصول "ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف" ہی رہنما قرار پاتا ہے۔

جنسی لطف اندوزی کی آسانیاں

۱۔ حمل سے گریز کے ساتھ لطف اندوزی کی اجازت

حضرت جابر سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہؐ کے پاس آکر عرض کیا: میری ایک باندی ہے، وہ ہماری خادمہ اور پانی بھرنے والی ہے۔ میں اس کے پاس آیا کرتا ہوں لیکن اس کا حاملہ ہونا مجھے پسند نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر چاہو تو عزل کرو اس کے جو مقدر میں ہے وہ تو ہو گا ہی۔ (مسلم۔۹)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں عزل کرتے تھے اس حال میں کہ قرآن نازل ہو رہا تھا (اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: اس کی خبر نبی اکرم ﷺ کو پہنچی اور آپؐ نے ہم کو منع نہیں فرمایا۔ (بخاری و مسلم)(۱۰)

ابن تیمیہ فرماتے ہیں: عزل کو علماء کی ایک جماعت نے حرام قرار دیا ہے لیکن ائمہ اربعہ کے مسلک میں بیوی کے اجازت کی ساتھ جائز ہے۔ (۱۱)

۲۔ مستحاضہ کے ساتھ لطف اندوزی کی اجازت

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں: حضرت ام حبیبہ کو استحاضہ تھا اور ان کے شوہر ان سے تعلق قائم کرتے تھے۔ (ابو داود)(۱۲)

حضرت حمنہ بنت جحش سے مروی ہے کہ وہ مستحاضہ تھیں اور ان کے شوہر ان سے جماع کرتے تھے۔ (ابو داؤد)(۱۳)

۳۔ حائضہ کے ساتھ لطف اندوزی کی اجازت

(جماع سے گریز کرتے ہوئے)

حضرت انس سے مروی ہے کہ یہودیوں میں سے جب کسی عورت کو حیض آتا تو وہ نہ

اس کے ساتھ کھاتے پیتے اور نہ گھروں میں ان کے ساتھ رہتے۔ صحابہ کرام نے نبیؐ سے دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

ویسئلونك عن المحیض قل هو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوهن حتی یطهرن فاذا تطهرن فأتوهن من حیث امرکم الله إن الله یحبّ التوابین ویحبّ المتطهرین

(بقرہ۔۲۲۲)

(اور لوگ آپ سے حیض کا حکم دریافت کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ وہ ایک طرح کی گندگی ہے پس تم عورتوں کو حیض کے دوران چھوڑے رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان سے قربت نہ کرو پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آؤ جس جگہ اللہ نے تمہیں اجازت دے رکھی ہے بیشک اللہ محبت رکھتا ہے توبہ کرنے والوں سے اور محبت رکھتا ہے پاک رہنے والوں سے۔)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سوائے جماع کے سب کچھ کرو" جب یہود کو یہ معلوم ہوا تو کہا! یہ شخص تو ہر معاملہ میں ہماری مخالفت کرنا چاہتا ہے۔ حضرت اسید بن حضیر اور عبادہ بن بشر نے آکر عرض کیا: یارسول اللہؐ! یہود ایسا ایسا کہہ رہے ہیں تو کیا ہم عورتوں سے جماع کرلیں؟ آپؐ کے رخ انور کا رنگ بدل گیا تو ہمیں محسوس ہوا کہ ان دونوں سے آپ ناراض ہو گئے۔ وہ دونوں پھر باہر نکل آئے۔ راستے میں دیکھا کہ آپ کے پاس دودھ کا ہدیہ جارہا ہے۔ آپ نے ان دونوں کو بلوایا اور دودھ پلایا تو وہ لوگ سمجھے کہ آپ ان سے ناراض نہیں ہیں۔ (مسلم)(۱۴)

حضرت زید بن اسلم سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا: حیض کی حالت میں میری بیوی کے ساتھ میرے لئے کیا حلال ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اس کی زیرناف حصہ پر کپڑا لپیٹ دو، پھر اوپر کے حصوں میں جو چاہو کرو۔ (مالک)(۱۵)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ہم میں سے جب کوئی حائضہ ہوتی اور رسول اللہ ﷺ اس سے قریب ہونا چاہتے تو اسے اپنے اوپر کپڑا لپیٹ لینے کا حکم دیتے پھر اس سے قریب ہوتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: تم میں سے کون شخص اپنی خواہش پر اس قدر قابو رکھ سکتا ہے جس قدر آپؐ رکھا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)(۱۶)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: حیض کے دوران میں پانی پیتی پھر نبی کو دے دیتی! آپ برتن پر

اسی جگہ منہ رکھ کر پانی پیتے جہاں پر میں رکھی ہوتی اور حیض کے دوران میں ہڈی والا گوشت کھاتی۔ پھر آپؐ کو دیتی۔ آپ میرے منہ کو رکھنے کی جگہ اپنا منہ رکھ کر کھاتے۔ (مسلم) (۱۷)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں حیض کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کے سر میں کنگھا کرتی تھی۔ (بخاری و مسلم) (۱۸)

۴۔ شعائر عبادت کے ساتھ قدر لطف اندوزی کی اجازت

تلاوت قرآن کے ساتھ

حدیث: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں حائضہ ہوئی اور رسول اللہ ﷺ میری گود سے ٹیک لگا کر قرآن شریف پڑھتے۔ (بخاری و مسلم) (۱۹)

نزول وحی کے ساتھ

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ (رسول اللہؐ! نے ام سلمہ سے فرمایا) عائشہ کے علاوہ کسی زوجہ کے ساتھ کپڑے میں رہتے ہوئے (اور ایک روایت میں ہے کسی زوجہ کے لحاف میں رہتے ہوئے میرے اوپر وحی نازل نہیں ہوئی۔ (بخاری) (۲۰)

وضو کے ساتھ

بوسہ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ اپنی بعض ازواج مطہرات کا بوسہ لیتے اور پھر بغیر وضو نماز ادا کرتے۔ (نسائی) (۲۱)

روزہ کے ساتھ

روزہ بوس و کنار سے نہیں ٹوٹتا

حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں: روزے کی حالت میں مجھے خواہش ہوئی اور میں نے بوسہ لے لیا پھر میں نے دریافت کیا: یارسول اللہؐ! آج مجھ سے ایک بڑی بات ہو گئی ہے۔ روزے کی حالت میں میں نے بوسہ لے لیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے روزے کی حالت میں پانی سے

کلی کر سکتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: بس یہی حکم ہے۔ (ابوداؤد)(۲۲)

رمضان کی راتوں میں، ہر نوع کی لطف اندوزی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أحل لكم ليلة الصيام الرفث إلى نسائكم هن لباس لكم وأنتم لباس لهن. (بقرہ۔۱۸۷)

(جائز کر دیا گیا ہے تمہارے لئے روزوں کی رات میں اپنی بیویوں سے مشغول ہونا وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔)

اعتکاف کے ساتھ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: نبی اکرمؐ......اعتکاف کی حالت میں اپنا سر مسجد سے باہر نکالتے اور میں دھو دیتی (اور ایک روایت میں ہے (۲۹) رسول اللہؐ! مسجد میں رہتے ہوئے اپنا سر بڑھاتے اور میں اس میں کنگھی کر دیتی۔ (بخاری و مسلم)(۲۳)

حج کے ساتھ

حضرت اسماء بنت ابو بکر سے مروی ہے فرماتی ہیں: ہم لوگ احرام کی حالت میں نکلے رسول اللہؐ نے فرمایا: جن کے ساتھ قربانی کے جانور ہوں وہ احرام میں رہے اور جن کے ساتھ نہ ہوں وہ حلال ہو جائیں۔ میرے ساتھ قربانی کے جانور نہ تھے، میں حلال ہو گئی۔ زبیرؓ کے ساتھ جانور تھے، وہ حلال نہیں ہوئے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے اپنے کپڑے پہنے پھر باہر نکلی اور حضرت زبیر کے پاس بیٹھ گئی۔ انھوں نے کہا میرے پاس سے اٹھ جاؤ میں بولی: کیا آپؐ کو ڈر ہے کہ میں آپ کے اوپر آ جاؤں گی۔ (مسلم۔۲۴)

نماز شب کے ساتھ

قیام لیل کے فوری بعد جماع کرنا

حضرت اسود کہتے ہیں: میں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا! نبیؐ کی نماز شب کیسی ہوتی تھی؟ وہ فرماتی ہیں! آپ شب کے اول حصہ میں سو جاتے تھے۔ آخر شب میں بیدار ہوتے نماز پڑھتے

اور پھر اپنے بستر میں لوٹ آتے۔ (اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: پھر اگر کسی بیوی سے آپ کو ضرورت ہوتی تو اپنی ضرورت پوری فرماتے، پھر سو جاتے) جب اذان ہوتی تو جلدی سے اٹھتے اگر ضرورت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو کر کے باہر نکل جاتے۔ (بخاری و مسلم) (۲۵)

۵۔ لطف اندوزی کے بعد واجب طہارت میں تخفیف

جنبی کے لئے سونے سے پہلے غسل، وضو اور تیمم میں اختیار

حضرت عبداللہ بن ابو قیس کہتے ہیں: میں نے عائشہ سے دریافت کیا: حالت جنابت میں رسول اللہ علیہ کیا کرتے تھے؟ کیا سونے سے پہلے غسل فرماتے تھے یا غسل سے پہلے آپ سو جاتے تھے؟ وہ بولیں: آپ کا معمول مختلف تھا کبھی غسل کر کے سوتے کبھی وضو فرماتے اور سوتے۔ میں نے کہا: سزاوار حمد و ثنا ہے وہ ذات جس نے اتنی کشادگی رکھی۔ (مسلم) (۲۶)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: نبی کریم علیہ جب حالت جنابت میں سونا چاہتے تو اپنی شرمگاہ دھوتے اور نماز والا وضو کر لیتے۔ (بخاری و مسلم) (۲۷)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: رسول اللہؐ جب جنبی ہوتے اور سونا چاہتے تو وضو یا تیمم کر لیتے۔ (بیہقی) (۲۸)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: رسول اللہؐ حالت جنابت میں پانی چھوئے بغیر سو جاتے تھے۔ (ترمذی) (۲۹)

۶۔ جنسی تعلق کے بعض آثار کے ساتھ ادائیگی عبادت

حضرت سلیمان بن یسار فرماتے ہیں: میں نے کپڑے میں لگے ہوئے مادہ منویہ سے متعلق حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا: میں اس کو رسول اللہ علیہ کے کپڑے سے دھو دیتی تھی۔ پھر آپ نماز کے لئے تشریف لے جاتے اور دھونے کا نشان کپڑے میں باقی ہوتا۔

(بخاری و مسلم) (۳۰)

حضرت معاویہ بن ابو سفیانؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنی بہن ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ سے دریافت کیا: کیا رسول اللہ علیہ اس کپڑے میں نماز پڑھتے تھے جس میں جماع کرتے تھے؟ انھوں

نے فرمایا: ہاں جب اس میں کچھ لگا نہ ہوتا۔ (ابوداود) (۳۱)

۷۔ شوہر کے علاوہ سوگ کی مدت میں کمی

حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں: کسی میت پر تین دن سے زائد سوگ منانے کی ممانعت تھی صرف شوہر کے لئے چار ماہ دس دن مدت تھی۔ (بخاری و مسلم) (۳۲)

۸۔ پردیس میں قیام کی مدت میں کمی

حضرت مالک بن حوریثؓ کہتے ہیں کہ میں اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ نبیؐ کے پاس آیا اور بیس راتیں آپ کے پاس قیام کیا۔ آپؐ انتہائی رحم دل اور نرم مزاج تھے۔ جب آپ نے ہمارے اندر اپنے گھروں کے شوق کو دیکھا تو فرمایا: تم لوگ واپس جاؤ وہیں رہو لوگوں کو تعلیم دو اور نماز پڑھو۔ جب نماز کا وقت ہو تو کوئی اذان دے اور تم میں سے بڑا شخص نماز پڑھادے۔ (بخاری و مسلم۔ ۳۳)

۹۔ مرد کے لئے طلاق اور عورت کے لئے خلع کی اجازت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان. (بقرہ۔ ۲۲۹)

(طلاق تو دو ہی بار کی ہے اس کے بعد (یا تو) رکھ لینا ہے قاعدہ کے مطابق یا پھر خوش عنوانی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔)

نیز ارشاد ہے:

فإن خفتم أن لا يقيما حدود الله فلاجناح عليهما فيما افتدت به. (بقرہ۔ ۲۲۹)

(سو اگر تم کو اندیشہ ہو تم اللہ کے ضابطوں کو قائم نہ رکھ سکو گے تو دونوں پر اس مال کے باب میں کوئی گناہ نہ ہوگا جو عورت معاوضہ میں دیدے۔)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ثابت بن قیس بن شماس کی بیوی نبیؐ کے پاس آئی اور بولی: یارسول اللہؐ! ثابت کے دین اور اخلاق سے مجھے شکایت نہیں ہے لیکن مجھے ناشکری کا اندیشہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس کا باغ تم اسے واپس کردو گی؟ اس نے کہا: ہاں۔ اس

نے واپس کر دیا اور آپ کے حکم سے شوہر نے اس سے جدائی اختیار کر لی۔(بخاری)(۳۴)

طلاق اور خلع نئی شادی کے لئے راہ ہموار کر کے اختلاف کے نتیجہ میں محروم شوہر و بیوی کو از سر نو جنسی لطف اندوزی کی آسانیاں فراہم کرتے ہیں۔

۱۰۔ مطلقہ عورتوں کی شادی میں جلدی

(عدت ختم ہونے کے بعد)

عدت کی مختصر مدت غیر حاملہ عورتوں کے لئے تین حیض اور حاملہ عورتوں کے لئے وضع حمل ہے۔

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ سے مروی ہے کہ ابو عمر بن حفص نے طلاق بائن دیدی...... وہ کہتی ہیں کہ جب میں (عدت ختم ہونے کے بعد) حلال ہوئی تو میں نے رسول اللہؐ سے بتایا کہ معاویہ بن ابو سفیان اور ابوجہم نے مجھے پیغام دیئے ہیں (اور ایک روایت میں ہے(۳۵) عبدالرحمٰن بن عوف نے چند دیگر صحابہ کرام کے ہاتھ مجھے پیغام دیا۔)(مسلم)(۳۶)

۱۱۔ بیوؤں کی شادی میں عجلت

(مدت عدت ختم ہونے کے بعد)

حضرت سبیعہ بنت حارث سے مروی ہے...... کہ وہ سعد بن خولہ کی زوجیت میں تھیں، جو شرکائے بدر میں تھے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ان کا انتقال ہو گیا اور بیوی حاملہ تھیں، ان کی وفات کے بعد ہی وضع حمل ہو گیا۔ جب نفاس سے وہ پاک ہوئیں تو پیغام دینے والوں کے لئے جمال آرائی کرنے لگیں...... وہ کہتی ہیں کہ میں رسول اللہؐ کے پاس آئی اور دریافت کیا:...... آپؐ نے مجھے فتوی دیا کہ وضع حمل کیساتھ ہی میں حلال ہو چکی ہوں اور اپنی پسند پر مجھے شادی کی اجازت ہے (اور ایک روایت میں ہے: انھوں آپؐ سے اجازت طلب کی (۳۷) تو آپؐ نے اجازت دی اور انھوں نے نکاح کر لیا۔(بخاری و مسلم)(۳۸)

حوالہ جات

(۱) بخاری شریف: کتاب النکاح۔ باب اذا باتت المراۃ مھاجرۃ فراش زوجھا۔ ج۱۱ص۲۰۵۔

مسلم شریف: کتاب النکاح۔ باب تحریم امتناعھا عن فراش زوجھا۔ ج۴، ص۱۵۷۔

(۲) مسلم شریف: کتاب النکاح۔ باب تحریم امتناعھا عن فراش زوجھا۔ ج۴ص۱۵۷۔

(۳) سنن ترمذی: ابواب النکاح۔ باب فی حق الزوج علی المراۃ، حدیث نمبر۹۲۷۔

(۴) الجامع الصغیر۔ حدیث نمبر ۷۵۴۷۔

(۵) بخاری کتاب الصوم۔ باب من اقسم علی اخیہ لیفطر فی التطوع۔ ج۵ص۱۱۲۔

(۶،۷) مسلم شریف: کتاب النکاح۔ باب ندب من رأی امراۃ فوقعت فی نفسہ۔ ج۴ص۱۲۹،۱۳۰۔

(۸) فتح الباری: ج۱۱ص۲۰۶۔

(۹) مسلم شریف: کتاب النکاح۔ باب العزل۔ ج۴ص۱۶۰۔

(۱۰) مسلم شریف: کتاب النکاح۔ باب العزل۔ ج۴ص۱۱۷۔

مسلم شریف: کتاب النکاح۔ باب حکم العزل۔ ج۴ص۱۶۰۔

(۱۱) فتاوی ابن تیمیہ: ج۳۲، ص۱۰۸۔

(۱۲) سنن ابوداود: کتاب الطہارۃ۔ باب المستحاضہ یغشاھا زوجھا، حدیث نمبر ۳۰۲۔

(۱۳) سنن ابوداود: کتاب الطہارۃ۔ باب المستحاضہ...... حدیث نمبر ۳۰۳۔

(۱۴) مسلم شریف: کتاب الحیض۔ باب جواز غسل الحائض رأس زوجھا۔ ج۱ص۱۶۹۔

(۱۵) موطا: کتاب الطہارۃ۔ باب ما یحل للرجل من امرأتہ..... ج۱ص۵۷۔

(۱۶) بخاری شریف: کتاب الحیض۔ باب مباشرۃ الحائض۔ ج۱ص۴۱۹۔

مسلم شریف: کتاب الحیض۔ باب مباشرۃ الحائض فوق الازار۔ ج۱ص۱۶۷۔

(۱۷) مسلم شریف: کتاب الحیض۔ باب جواز غسل الحائض...... ج۱ص۱۶۸۔

(۱۸) بخاری شریف: کتاب الحیض۔ باب غسل الحائض ...... ج۱ص۴۱۷۔

مسلم شریف: کتاب الحیض۔ باب جواز غسل الحائض......ج۱ص۱۶۸۔

(۱۹) بخاری شریف: کتاب الحیض۔ باب قراءة الرجل فی حجر امرأته وهی حائض۔ ج۱ص۴۱۷۔
مسلم شریف: کتاب الحیض۔ باب جواز غسل الحائض رأس زوجها۔ ج۱ص۱۶۹۔

(۲۰) بخاری شریف: کتاب الهبہ وفضلها والتحریض علیها۔ باب من اهدی الی صاحبه وتحری بعض نسائه دون بعض۔ ج۶ص۱۲۳۔

(۲۱) سنن نسائی: کتاب الطہارة۔ باب ترك الوضوء من القبلة۔ حدیث نمبر ۱۶۴۔

(۲۲) سنن ابی داود: کتاب الصوم۔ باب القبلة للصائم۔ حدیث نمبر ۲۰۸۶۔

(۲۳) بخاری شریف: کتاب التراویح، ابواب الاعتکاف۔ باب غسل المعتکف۔ ج۵ص۱۷۸۔
مسلم شریف: کتاب الحیض۔ باب جواز غسل الحائض......ج۱ص۱۶۸۔

(۲۴) مسلم شریف: کتاب الحج۔ باب ما یلزم من طاف بالبیت......ج۴ص۵۵۔

(۲۵) بخاری شریف: کتاب التہجد۔ باب من نام اول اللیل واحیاء آخره۔ ج۳ص۴۷۔
مسلم شریف: کتاب صلوٰۃ المسافرین۔ باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبیؐ۔ ج۲ص۱۶۷۔

(۲۶) مسلم شریف: کتاب الغسل۔ باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له۔ ج۱ص۱۷۱۔

(۲۷) بخاری شریف: کتاب الغسل۔ باب الجنب یتوضأ ثم ینام۔ ج۱ص۴۰۸۔
مسلم شریف: کتاب الحیض۔ باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له۔ ج۱ص۱۷۰۔

(۲۸) آداب الزفاف سے ماخوذ۔ ناصر الدین البانی، ص۴۰۔ (مکتبہ اسلامی پانچواں ایڈیشن)

(۲۹) سنن ترمذی ابواب الطہارة۔ باب الجنب ینام قبل ان یغتسل (حدیث نمبر ۱۰۳)

(۳۰) بخاری شریف: کتاب الوضوء۔ باب غسل المنی فرکه۔ ج۱ص۳۴۷۔
مسلم شریف: کتاب الطہارة۔ باب غسل المنی من الثوب وفرکه۔ ج۱ص۱۶۵۔

(۳۱) سنن ابی داود: کتاب الطہارة۔ باب الصلوة فی الثوب الذی یصیب اهله فیه۔ (حدیث نمبر ۳۵۲)

(۳۲) بخاری شریف: کتاب الحیض۔ باب الطیب للمراة عند غسلها من الحیض۔ ج۱ص۴۲۹۔
مسلم شریف: کتاب الطلاق۔ باب وجوب الاحداد فی عدة الوفاة۔ ج۴ص۲۰۵۔

(۳۳) بخاری شریف: کتاب ابواب الاذان۔ باب من قال لیؤذن فی السفر مؤذن واحد۔ ج۲ص۲۵۰۔

مسلم شریف: کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ۔ باب من احق بالامامۃ۔ ج ۲، ص ۱۳۴۔

(۳۴) بخاری شریف: کتاب الطلاق۔ باب الخلع و کیف الطلاق فیہ۔ ج ۱۱، ص ۳۱۹۔

(۳۵) مسلم شریف: کتاب الفتن و اشراط الساعۃ۔ باب فی خروج الدجال ومکثہ فی الارض۔ ج ۸ ص ۲۰۳۔

(۳۶) مسلم شریف: کتاب الطلاق۔ باب المطلقہ ثلاثا لا نفقۃ لھا...... ج ۴ ص ۱۹۵۔

(۳۷) بخاری شریف: کتاب الطلاق۔ باب و اولات الاحمال أجلهن أن یضعن حملهن۔ ج ۸، ص ۳۱۳۔

مسلم شریف: کتاب الطلاق۔ باب القضاء عدۃ المتوفی عنها زوجها۔ ج ۴، ص ۲۰۱۔

☆ ☆ ☆

دوسری فصل

جنسی لطف اندوزی کے آداب

جنسی لطف اندوزی کے لئے شریعت کی بنائی ہوئی راہ انسان کے لئے بہت ہی آسان ہے لیکن اس کے لئے شریعت نے کچھ آداب بھی رکھے ہیں جنھیں اپنانا کچھ دشوار نہیں ہے۔ وہ زندگی کے معاملات کی ترتیب و تنظیم کی ایک قسم ہے۔ اسلام نے تو ہر چیز کے لئے ضابطہ اور آداب رکھے ہیں۔ فرض و نفل عبادات بھی غیر منظم طور پر نہیں رکھی گئی ہیں۔ فرض نماز کے متعین اوقات ہیں اور اس کی متعین تعداد ہے۔ چنانچہ طلوع و غروب شمس کے اوقات میں نماز مکروہ ہوتی ہے۔ کھانے کی موجودگی میں نماز نہیں پڑھی جاتی۔ حائضہ عورت کے لئے نماز نہیں ہے کچھ ایسے ہی آداب فرض روزوں کے اندر بھی ہیں۔ متواتر روزے رکھنا، ہمیشہ روزے رکھنا، ایام عید اور شک کے دن روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ تنہا جمعہ کے روز بھی روزہ رکھنا مسنون نہیں ہے۔ رمضان سے متصل شعبان کے آخری دن کا روزہ بھی مسنون نہیں ہے۔ افطار میں جلدی اور سحری میں تاخیر مستحب رکھی گئی ہے۔ اسی طرح شریعت نے جنسی لطف اندوزی کے کچھ آداب مقرر کئے ہیں جو زندگی کے اندر تنظیم وڈسپلن پیدا کر کے مقصد کی تکمیل کی راہ پر اسے گامزن رکھتے ہیں۔

اول: جائز لطف اندوزی کے آداب

روزہ، اعتکاف اور احرام کی حالت میں جماع سے اجتناب

أحل لكم ليلة الصيام الرفث إلى نسائكم. (بقرہ۔۱۸۷)

(جائز کر دیا گیا ہے تمہارے لئے روزوں کی رات میں اپنی بیویوں سے مشغول ہونا۔)

دوران حیض جماع سے اجتناب

ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد تلك حدود الله فلاتقربوھا. (بقرہ۔۱۸۷)

(اور بیویوں سے اس حال میں صحبت نہ کرو جب تم اعتکاف کیے ہو مسجدوں میں یہ اللہ کے ضابطے ہیں سو ان سے نکلنے کے قریب بھی نہ جانا۔)

آیت میں قربت سے مقصود جماع سے گریز ہے۔ جماع سے بچتے ہوئے لطف اندوزی حلال و جائز ہے۔

شرمگاہ کے پچھلے حصہ میں جماع سے اجتناب

حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: سرین اور حیض سے بچو۔ (ترمذی)(۱)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی بیوی کے پچھلی شرمگاہ میں جماع کرنے والا ملعون ہے۔ (ابوداؤد)(۲)

حضرت خزیمہ بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حق سے نہیں شرماتا ہے۔ تین بار فرمایا: عورتوں سے ان کی پچھلی شرمگاہ میں جماع مت کرو۔ (ابن ماجہ)(۳)

حضرت سعید بن یسارؒ کہتے ہیں: میں نے ابن عمر سے کہا کہ ہم باندیاں خریدتے ہیں اور ان کے ساتھ تحمیض کرتے ہیں۔ انھوں نے پوچھا یہ تحمیض کیا ہے؟ میں نے بتایا: کہ ہم ان کی پچھلی شرمگاہ میں جماع کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا: کیا کوئی مسلمان ایسا کرتا ہے؟ (نسائی)(۴)

ازدواجی تعلقات کے رازوں کی پوشیدگی

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے بدترین وہ شخص ہوگا جو اپنی بیوی کے ساتھ تعلق قائم کرتا ہے اور پھر اسکے راز کو پھیلاتا ہے۔ (مسلم)(۵)

حضرت اسماء بنت یزید سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھیں اور کچھ مرد و خواتین بھی بیٹھے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جو اپنی بیوی سے جو کچھ کرتا ہے وہ

بتاتا پھرتا ہے اور کیا ایسی بھی عورت ہے جو اپنے شوہر کے ساتھ جو کچھ بھی کرتی ہے اسے بتاتی پھرتی ہے: لوگ خاموش رہے، میں نے کہا: یارسول اللہؐ خدا کی قسم عورتیں بھی ایسا کرتی ہیں اور مرد بھی ایسا کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ایسامت کرو یہ تو شیطان کی مثال ہے جو کسی شیطان عورت سے راستہ میں ملتا ہے تو تعلق قائم کرتا ہے اور لوگ دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ (احمد)(۶)

آبرو کی غیرت

حلال طریقہ پر جنسی لطف اندوزی شوہر و بیوی کی ایک خصوصیت ہے لہٰذا ازدواجی دائرے سے باہر زن و شوہر کسی جانب سے کوئی بھی ایسا تعلق فطری طور پر بلکہ لازمی طور پر دوسرے فریق کی غیرت کو بھڑکا دیتا ہے، یہ انسان کا فطری خاصہ ہے۔

غیرت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کسی شک کی بنیاد پر غیرت۔ یہ درست اور معتدل غیرت ہے جو آبرو کی حفاظت اور اس کی پامالی سے تحفظ میں معاون بنتی ہے۔ یہ فرد مسلم کا بیش قیمت اخلاقی جوہر ہے۔ دوسری بغیر کسی شک کی بنیاد پر غیرت یہ شرعاً ممنوع ہے۔ یہ وہ غیر معتدل اور مریض قسم کی غیرت ہے جو نفس کے لئے ایذار ساں ہوتی ہے۔ مومنوں سے بدگمانی پیدا کرتی ہے اور غلط تہمت تراشی کرتی ہے۔ یہ عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے اور بے گناہوں پر ظلم کر جاتی ہے اور ان سب سے بڑھ کر زندگی کی سرگرمی کو ختم کر دیتی ہے۔ رسول کریمؐ کا برحق ارشاد ہے:

حضرت جابر بن عتیک سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: ایک غیرت اللہ کو محبوب ہے اور ایک غیرت مبغوض۔ اللہ کو محبوب غیرت وہ ہے جو شک کے مقام پر ہو اور مبغوض غیرت وہ ہے جو شک کے مقام پر نہ ہو۔ (ابوداؤد)(۷)

معتدل غیرت کسی خطرے کے وقت آبرو کی حفاظت کی جرأت اور قوت پیدا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی اس غیرت کو محبوب رکھتا ہے اور آبرو کی حفاظت میں قتل ہو جانے کو شہید کا درجہ عطا کرتا ہے۔

حضرت سعید بن زید سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: جو اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنے اہل و عیال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنے دین کی حفاظت

میں مارا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنی جان کی حفاظت میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔ (نسائی۔۸)

جس طرح غیر معتدل اور بے جا غیرت کسی شک کے بغیر ایک مرض ہے جس سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں تو اسباب کی موجودگی میں شک کے موقع پر بھی بے غیرتی ایک مرض اور فرد مسلم کے اخلاق کا نقص ہے۔ ارشاد نبوی بر حق ہے:

ابن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین شخص کی جانب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہیں دیکھے گا۔ والدین کی نافرمانی کرنے والا، مرد کی نقل اتارنے والی عورت اور اپنے اہل و عیال پر غیرت و شرمندہ نہ ہونے والا مرد۔ (نسائی) (۹)

دوم: حرام لطف اندوزی سے بچنے کی تعلیم

عورت کے حسن کو بیان کرنے سے گریز

عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: کوئی عورت کسی عورت سے ملنے کے بعد اپنے شوہر سے اس کا وصف اس طرح بیان نہ کرے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہو۔" (بخاری۔۱۰)

ابن قیم کہتے ہیں: ظاہر ہے کہ یہ سد ذریعہ کے طور پر ہے اور دل میں کسی وسوسہ کو پیدا ہونے سے روکنا ہے۔ کتنے ایسے لوگ ہیں جو بغیر دیکھے صرف تعریف سن کر ہی دوسروں سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ (۱۱)

شرمگاہ کی حفاظت جسے دیکھنے کی اور نہ چھونے کی اجازت ہے

(سوائے میاں بیوی کے)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فوسوس لهما الشيطان ليبدى لهما ماورى عنهما من سوٰاتهما. (اعراف۔۲۰)

(پھر دونوں کے (دل) میں شیطان نے وسوسہ ڈالا اس سے جو کچھ ان کے پردہ کے بدن میں سے ان سے چھپایا گیا تھا وہ دونوں کے روبرو بے پردہ کردیا۔)

خدائے عزوجل کا ارشاد ہے:

فأكلا منها فبدت لهما سوٰاتهما وطفقا يخصفان عليهما من ورق الجنة. (طہ۔۱۲۱)

(سودونوں نے اس درخت سے کھالیا سوان پر ان کے پردہ کے مقامات ظاہر ہو گئے اور دونوں لگے اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے۔)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سوٰاتکم وریشا. (اعراف۔۲۶)

(اے بنی آدم ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا ہے (جو) تمہارے پردہ والے بدن کو چھپاتا ہے اور (موجب) زینت بھی ہے۔)

حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ اہل مکہ کے ساتھ خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کے لئے پتھر اٹھا اٹھا کر لے جا رہے تھے اور صرف ازار پہنے ہوئے تھے۔ آپؐ کے چچا حضرت عباس نے کہا: بھتیجے! تمہیں اپنا ازار کھول کر پتھر کے نیچے کندھے پر رکھ لینا چاہیے حضرت جابر کہتے ہیں: تو آپؐ نے اپنا تہبند کھولا اور اسے اپنے کندھے پر رکھ لیا پھر آپؐ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ وہ کہتے ہیں آپؐ کو اس دن کے بعد کبھی برہنہ نہیں دیکھا گیا۔ (بخاری و مسلم۔۱۲)

حضرت مسور بن مخرمہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں ایک بھاری پتھر اٹھائے ہوئے آیا۔ ایک ہلکا سا تہبند میرے جسم پر تھا۔ میرا تہبند کھل گیا پتھر کو جب میں نے اس کی جگہ پر پہنچایا تو آپؐ نے فرمایا جا کر کپڑا پہنو، تم لوگ ننگے مت پھرا کرو۔ (مسلم)(۱۳)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی مرد کسی مرد کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت کسی عورت کی شرمگاہ کی طرف دیکھے۔ نہ کوئی مرد کسی مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں رہے اور نہ کوئی عورت کسی عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں رہے۔ (مسلم)(۱۴)

امام نووی فرماتے ہیں: اس حدیث میں مرد کا مرد کی شرمگاہ دیکھنے اور عورت کا عورت کی شرمگاہ دیکھنے کو حرام قرار دیا گیا ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اسی طرح مرد کا عورت کی شرمگاہ دیکھنا اور عورت کا مرد کی شرمگاہ دیکھنا بھی بالاجماع حرام ہے۔ پہلی تحریم عام ہے اور دوسری تحریم غیر میاں بیوی کے لئے ہے۔ (۱۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قل للمومنين يغضوا من ابصارهم ويحفظوا فروجهم ذلك أزكى لهم إن الله خبير بما يصنعون وقل للمومنات يغضضن من ابصارهن ويحفظن فروجهن.

(آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے حق میں زیادہ صفائی کی بات ہوگی بیشک اللہ کو سب کچھ خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں اور آپ کہہ دیجئے ایمان والیوں سے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں۔ (نور ۳۰،۳۱)

ابن عبدالبر کہتے ہیں: پسندیدگی اور رشک کی نگاہوں سے چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں دیکھنا جائز ہے۔ لیکن شہوانی نظر سے دیکھنا حرام ہے۔ (۱۷)

عام حالات میں دونوں جنسوں کے درمیان مصافحہ سے گریز

اس سے پہلے یہ ہدایت گذر چکی ہے۔ "قل للمومنين يغضوا من ابصارهم"۔ "قل للمومنات يغضضن من ابصارهن" جس میں مردوں اور عورتوں کو غض بصر کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ نگاہ شہوت کو برانگیختہ کرنے کا ذریعہ بنتی ہے لہذا عام حالات میں مصافحہ سے گریز زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ لمس نظر کے مقابلے میں شہوت کو زیادہ برانگیختہ کرتا ہے۔

رسول اللہؐ نے بیعت کے دوران عورتوں سے مصافحہ کرنے سے گریز کیا تو اس سے تحریم ثابت نہیں ہوتی۔ حالانکہ بعض احادیث ایسی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ نے کبھی کبھی اپنا ہاتھ چھونے کی اجازت دی ہے۔ یہ حدیث عام حالات میں مصافحہ سے بچنے کی تلقین کرتی ہے لیکن اگر مصافحہ مخصوص حالات میں کیا جائے جہاں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

دونوں جنسوں کا ایک ساتھ لہو ولعب سے گریز

ارشاد ربانی ہے: وقلن قولا معروفا. (احزاب۔ ۳۲)

آیت اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ گفتگو کا موضوع معروف کے حدود میں ہونا چاہیے۔ اس میں منکرات شامل نہ ہوں۔ اسی وجہ سے ہم نے لہو ولعب کے میدان سے گریز کیا یعنی سنجیدہ مواقع تک محدود رہنا۔ اس لئے کہ مردوں اور عورتوں کے درمیان سنجیدہ مزاح منکر نہیں ہے جب کہ لہو ولعب منکر ہے۔ اس کی مثال حضرت ابو موسیٰؓ کی روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں: اسماء بنت

عمیس ...... حضرت حفصہؓ سے ملنے گئیں (وہ حبشہ ہجرت کرنے والوں میں سے ہیں) حضرت عمر حضرت حفصہ کے پاس آئے، حضرت اسماء وہیں تھیں۔ حضرت عمر نے حضرت اسماء کے متعلق پوچھا؟ یہ کون ہے؟ انھوں نے کہا: اسماء بنت عمیس۔ حضرت عمر نے کہا: کیا حبشیہ یہی ہے؟ سمندری یہی ہے؟ اسماء نے کہا: ہاں، تو حضرت عمر نے کہا: ہم لوگوں نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے لہذا ہم لوگ رسول اللہؐ کے تم سے زیادہ حقدار ہیں...... (بخاری و مسلم) (۱۸)

راستوں اور مجلسوں میں دونوں جنسوں کے درمیان اختلاط سے گریز

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں: رسول اللہؐ جب سلام پھیر لیتے اور سلام کے بعد تھوڑی دیر ٹھہرے رہتے تو عورتیں آپ کے کھڑے رہنے سے پہلے اٹھ جاتیں۔ ابن شہاب کہتے ہیں: میرا خیال ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ آپ علیہ السلام اس لئے ٹھہر جاتے کہ عورتیں آگے چلی جائیں تاکہ لوٹنے والے مردوں کا ان سے اختلاط نہ ہو۔ (بخاری) (۱۹)

حضورؐ کے اس قول سے یہ بات اور پختہ ہوتی ہے کہ "ہمیں یہ دروازہ عورتوں کے لئے چھوڑ دینا چاہیے" (۲۰) اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہؐ مسجد سے نکلے، راستے میں مردوں کا عورتوں کے ساتھ اختلاط دیکھا تو آپؐ نے عورتوں سے فرمایا: تم لوگ پیچھے آؤ کیونکہ تمہارے لئے مناسب نہیں ہے کہ تم راستہ کے بیچ میں چلو۔ تمہارے لئے ضروری ہے کہ راستہ کے کنارے چلو۔ (۱۱)

جس طرح راستوں میں اختلاط سے بچنا چاہیے اسی طرح عام اجتماعی جگہوں میں بھی گریز کرنا چاہیے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جلسہ گاہ کے کسی کنارہ میں عورتوں کے لئے کوئی مخصوص جگہ بنادی جائے یا کوئی ایسی دوسری کوئی ترکیب اپنانی چاہیے جس سے آمنا سامنا نہ ہو یعنی جسمانی قربت اور سانسوں کا ٹکراؤ نہ ہو۔

جنس مخالف کے ساتھ تنہائی سے گریز

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہا نہ ہو مگر صرف محرم کے ساتھ۔ (بخاری) (۲۲)

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: ...... اس حدیث میں اجنبی عورت کے ساتھ خلوت سے منع کیا گیا

ہے اور اس پر اجماع بھی ہے لیکن اس میں اختلاف ہے۔ کیا ثقہ اور عادل عورتوں کے ساتھ خلوت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ صحیح یہ ہے کہ تہمت کا امکان کم ہونے کی وجہ سے جائز ہے۔(۲۳)

ممنوعہ خلوت کے مفہوم سے درج ذیل باتیں خارج ہیں

ضرورت کے وقت لوگوں کی موجودگی میں خلوت۔

ضرورت کے وقت دو مردوں اور ایک تیسری عورت کے درمیان خلوت۔

مرد اور عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ خلوت۔

امام نووی کہتے ہیں:...... اگر مرد کئی اجنبی عورتوں کے پاس جائے اور ان کے ساتھ خلوت میں ہو...... تو جمہور کے نزدیک جائز ہے...... اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ: "آج کے بعد کوئی مرد اجنبی عورت (جس کا شوہر وہاں موجود نہ ہو) کے پاس اسی وقت جائے جبکہ اس کے ساتھ مزید ایک مرد یا دو مرد ہوں" یہ اس لئے کہ بہت ساری عورتوں کی موجودگی میں کسی عورت کے ساتھ بدسلوکی کی جرأت مرد نہیں کر سکتا۔(۲۴)

عورتوں کا مردوں کی شہوت کو برانگیختہ کرنے سے اجتناب

الف: عریاں لباس کے ذریعہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى. (احزاب۔۳۳)

(اور جاہلیت قدیم کے مطابق اپنے کود کھاتی مت پھرو۔)

باری تعالیٰ کا فرمان:

"ولايبدين زينتهن إلا ما ظهر منها" (نور۔۳۱)

(اور اپنا سنگار ظاہر نہ ہونے دیں مگر ہاں جو اس میں سے کھلا ہی رہتا ہے۔)

ب۔ شرمناک چال کے ذریعہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولا يضربن بأرجلهن ليعلم مايخفين من زينتهن. (نور۔۳۱)

(اور عورتیں اپنے پیر زور سے نہ رکھیں کہ ان کے مخفی زیور معلوم ہو جائے۔)

ج۔ نرم شیریں آواز کے ذریعہ

ارشاد باری ہے:

"فلا تخعضن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض" (احزاب۔۳۲) (تم بولی میں نزاکت مت اختیار کرو کہ (اس سے) ایسے شخص کو خیال (فاسد) پیدا ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے۔)

سوم: ارتکاب جرم کے بعد ملحوظ رکھے جانے والے آداب

(اپنی اور غیر کی پردہ پوشی)

درج ذیل آداب سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت کس قدر بلندی اور کشائش رکھتی ہے۔ نافرمانی کی صورت میں بھی اللہ اپنے بندوں کا بھرپور خیال رکھتا ہے۔ ان کے لئے آسانیاں فراہم کرتا ہے اور پردہ پوشی کی ترغیب دیتا ہے۔ یوں تو ہر مسلم مرد وزن کے لئے اللہ کا خوف اور اپنی ذات پر کنٹرول ضروری ہے تاکہ اس کے قدم حلال سرحدوں سے نکل کر حرام کی جانب نہ بڑھیں لیکن اگر وہ کسی معصیت کا شکار ہو ہی جائے اور ناجائز لطف اندوز ہو بیٹھے خواہ بد نگاہی اور بوس وکنار جیسی چھوٹی موٹی معصیت ہو یا زنا جیسا بڑا گناہ، اسے چاہیے کہ فوراً توبہ کرلے۔ اپنے گناہوں سے معافی چاہے اور زیادہ سے زیادہ نیک کام انجام دے کہ نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لیا پھر اس نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر یہ بات بتائی اسی وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "وأقم الصلوة طرفی النهار وزلفا من اللیل إن الحسنات یذهبن السیئات ذلك ذکری للذاکرین" (ہود۔ ۱۱۴) (اور آپ نماز کی پابندی رکھئے دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں بیشک نیکیاں مٹا دیتی ہیں بدیوں کو۔ ایک نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے۔

اس شخص نے کہا: یا رسول اللہؐ! کیا یہ حکم صرف میرے ہی لئے ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اس پر عمل کرنے والے میری امت کے تمام لوگوں کے لئے ہے۔ (مسلم) (۲۵)

ساتھ ہی شریعت نے یہ بھی تعلیم دی ہے کہ مسلمان اپنی پردہ پوشی کریں اور اس جرم کو

دیکھنے والے دوسرے شخص کو بھی پردہ پوشی کی ترغیب دی ہے۔

حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا: یا رسول اللہ! مدینہ کے کنارے ایک عورت کے ساتھ میں نے جماع سے کم درجہ کا جرم کرلیا ہے۔ میں حاضر ہوں آپؐ جو چاہیں میرے سلسلہ میں فیصلہ فرمائیں۔ حضرت عمر نے کہا: اللہ نے تمہارے اس معاملہ کو پوشیدہ رکھا تھا کاش تم نے بھی پوشیدہ رکھا ہوتا۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے کچھ جواب نہیں دیا۔ وہ شخص اٹھ کر چلا گیا تو رسول اللہؐ نے ایک شخص کو بھیج کر اسے بلوایا اور یہ آیت اسے سنائی

"أقم الصلاة طرفي النهار وزلفا من الليل، إن الحسنات يذهبن السيئات ذلك ذكرى للذاكرين.

(ہود۔۱۱۴)

حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا اے اللہ کے نبی! کیا یہ حکم اس کے لئے مخصوص ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں بلکہ تمام لوگوں کے لئے ہے۔ (مسلم)(۲٦)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہؐ کے پاس آیا، آپؐ مسجد میں تھے۔ اس نے پکار کر کہا: یا رسول اللہ! میں نے زنا کرلیا ہے۔ آپؐ نے اس سے رخ پھیر لیا اس نے چار بار یہ بات کہی (مسلم کی ایک روایت میں ہے) رسول اللہؐ نے فرمایا: برا ہو، واپس جاؤ اللہ سے مغفرت طلب کرو اور توبہ کرو تو وہ تھوڑی دور لوٹا...... (بخاری و مسلم)(۲۷)

حضرت سعید بن میسّب سے مروی ہے کہ قبیلۂ اسلم کا ایک شخص حضرت ابو بکر صدیق کے پاس آیا اور کہا: ایک دوسرے آدمی نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ ابو بکر نے اس سے کہا: کیا اس کا تذکرہ میرے علاوہ اور کسی دوسرے سے بھی کیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں، تو ابو بکر نے اس سے کہا: اللہ سے توبہ کرو اور اس چیز کو پوشیدہ رکھو جس کو اللہ نے پوشیدہ رکھا ہے۔ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ (مالک)(۲۸)

حضرت سعید ابن میسّب فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر ملی ہے کہ رسول اللہؐ نے قبیلۂ اسلم کے ہزال نامی ایک شخص سے فرمایا: اے ہزال اگر تم اپنی چادر سے اس کو پوشیدہ رکھتے تو تمہارے لئے بہتر ہوتا۔ (مالک)(۲۹)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اس طرح کے جرم کا جس سے ارتکاب ہو جائے اس کے لئے

مستحب یہ ہے کہ معاملہ کو پوشیدہ رکھے اور کسی سے ذکر نہ کرے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر و عمر نے حضرت ماعز کو مشورہ دیا تھا اور اگر دوسرے شخص کو اس کی اطلاع ہو تو اسے چاہیے کہ معاملہ کو پوشیدہ رکھے اور سربراہ تک نہ لے جائے جیسا کے رسول اللہؐ نے اسی طرح کے واقعہ میں فرمایا کہ اگر تم نے اسے اپنے کپڑے میں پوشیدہ رکھا ہوتا تو تمہارے لئے بہتر ہوتا۔

برملا اظہار سے اجتناب

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا: میری امت کا ہر شخص قابل معافی ہے سوائے برملا اظہار کرنے والوں کے۔ برملا اظہار یہ ہے کہ ایک شخص رات میں کوئی گناہ کرے اللہ نے اس کو پوشیدہ رکھا ہے اور وہ صبح کو یہ کہتا پھرے اے فلاں میں نے رات کو ایسا ایسا کیا ہے۔ رات میں اللہ نے اسے چھپایا تھا اور صبح وہ اسے فاش کر دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)(۳۰)

چار گواہوں کی فراہمی سے پہلے تہمت تراشی سے اجتناب

ارشاد باری ہے:

والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتو بأربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة أبداً اولئك هم الفاسقون. (نور۔۴)

(اور جو لوگ تہمت لگائیں پاکدامن عورتوں کو اور پھر چار گواہ نہ لا سکیں تو انھیں (۸۰) درے لگاؤ اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو یہی لوگ تو فاسق ہیں۔)

یہ آیت اس موقع سے نازل ہوئی جب حضرت عائشہؓ پر بہتان تراشی کی گئی تھی لیکن آیت میں تہمت کا حکم عام ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ تصور کرے کہ دوسرے کے جرم اور اس کے فسق کے اظہار میں مصلحت موجود ہے۔ لیکن اس موقع کے لئے ضابطہ رکھا گیا ہے۔ یہ کہ جب تک چار چشم دید گواہ موجود نہ ہوں، اس کا اظہار جائز نہیں ہے اور بصورت دیگر اظہار کرنے والا حد قذف کے چالیس کوڑوں کا سزاوار ہوگا۔

افواہ پھیلانے سے اجتناب

ارشاد باری ہے:

اذ تلقونه بألسنتكم وتقولون بأفواهكم ماليس لكم به علم وتحسبونه هينا وهو عندالله عظيم. ولولا إذ سمعتموه قلتم ما يكون لنا ان نتكلم بهذا سبحانك هذا بهتان عظيم.

(نور۔۱۵،۱۶)

(جب تم اپنی زبانوں سے اسے نقل در نقل کر رہے تھے اور اپنے منہ سے وہ کچھ کہہ رہے تھے جس کی تمہیں کوئی تحقیق نہ تھی اور تم اسے ہلکا سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی اور تم نے جب اسے سنا تھا تو کیوں نہ کہہ دیا تھا کہ ہم کیسے ایسی بات منہ سے نکالیں توبہ یہ تو سخت بہتان ہے۔)

☆ ☆ ☆

حوالہ جات

(۱) سنن ترمذی: ابواب فضائل القرآن من سورة البقر (حدیث نمبر ۲۳۸۱)

(۲) سنن ابی داؤد: باب فی جامع النکاح (حدیث نمبر ۱۸۹۴)

(۳) سنن ابن ماجہ: کتاب النکاح۔ باب النهی عن ایتان النساء فی ادبارهن (حدیث نمبر ۱۵۶۱)

(۴) خطابی نے اس کی روایت غریب الحدیث میں کی ہے (منقول از آداب الزفاف: شیخ ناصر الدین البانی، ص ۲۷۔ شیخ کہتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے)

(۵) مسلم شریف: کتاب النکاح۔ باب تحریم افشاء سر المرأة۔ ج ۴ ص ۱۵۷۔

(۶) آداب الزفاف: شیخ ناصر الدین البانی، ص ۶۳ (مکتبہ اسلامی پانچواں ایڈیشن)

(۷) سنن ابی داؤد: کتاب الجہاد۔ باب فی الخیلاء فی الحرب (حدیث نمبر ۲۳۶۱)

(۸) سنن نسائی: کتاب التحریم الدم۔ باب من قاتل دون دینه (حدیث نمبر ۳۸۱۷)

(۹) سنن نسائی: کتاب الزکاة۔ باب المنان بما اعطی (حدیث نمبر ۲۴۰۲)

(۱۰) بخاری شریف: کتاب النکاح۔ باب لا تباشر المرأة فتنعتها لزوجها۔ ج ۱۱ ص ۲۵۲۔

(۱۱) اعلام الموقعین۔ ج ۳، ص ۱۴۹۔

(۱۲) بخاری شریف: کتاب الحج۔ باب فضله مکه و بنیانها۔ ج ۴، ص ۱۸۴۔
مسلم شریف: کتاب الحیض۔ باب الاعتناء بحفظ العورة۔ ج ۱ ص ۱۸۴۔

(۱۳) مسلم شریف: کتاب الحیض۔ باب الاعتناء بحفظ العورة۔ ج ۱ ص ۱۸۴۔

(۱۴) مسلم شریف: کتاب الحیض۔ باب تحریم النظر الی العورات۔ ج ۱ ص ۱۸۳۔

(۱۵) شرح مسلم شریف: امام نووی۔ ج ۴ ص ۳۰۔

(۱۷) التمہید: ابن عبد البر۔ ج ۶ ص ۳۶۴، ۳۶۵۔

(۱۸) بخاری شریف: کتاب المغازی۔ باب غزوة خیبر۔ ج ۹ ص ۲۶۔
مسلم شریف: کتاب فضائل الصحابہ۔ باب من فضائل جعفر بن ابی طالب واسماء بنت عمیس۔ ج ۷، ص ۱۷۲۔

(۱۹) بخاری شریف: کتاب ابواب صفۃ الصلاۃ۔ باب التسلیم۔ ج۲ص۴۶۷۔

(۲۰) الجامع الصغیر میں حدیث نمبر ۵۱۳۴ کے تحت یہ مذکور ہے۔

(۲۱) البانی کی کتاب سلسلۃ احادیث الصحیحۃ میں نمبر ۸۵۶ کے تحت مذکور ہے۔

(۲۲) بخاری شریف: کتاب النکاح۔ باب لا یخلون رجل بامراۃ إلا ذو محرم۔ ج۱۱ص۲۴۶۔

(۲۳) فتح الباری: ج۴ص۴۸۸۔

(۲۴) المجموع شرح المہذب۔ ج۴ص۱۷۶۔

(۲۵) مسلم شریف: کتاب التوبہ۔ باب قولہ تعالی "إن الحسنات یذھبن السیئات۔ ج۸ص۱۰۱۔

(۲۶) مسلم شریف: کتاب التوبہ۔ باب قولہ تعالی "ان الحسنات یذھبن السیئات۔ ج۸ص۱۰۲۔

(۲۷) بخاری شریف: کتاب المحاربین من اہل الکفر والردۃ۔ باب لا یرجم المجنون والمجنونہ۔ ج۱۵ص۱۳۲۔
مسلم شریف: کتاب الحدود۔ باب من اعترف علی نفسہ بالزنا۔ ج۵ص۱۱۹۔

(۲۸) الموطا: کتاب الحدود۔ باب ما جاء فی الرجم۔ ج۲ص۸۲۱۔

(۲۹) الموطا: کتاب الحدود۔ باب ما جاء فی الرجم۔ ج۲ص۸۲۰۔

(۳۰) بخاری شریف: کتاب الادب۔ باب ستر المومن علی نفسہ۔ ج۱۳ص۹۷۔
مسلم شریف: کتاب الزہد والرقائق۔ باب النہی عن ھتك الانسان ستر نفسہ۔ ج۸ص۲۲۴۔

☆ ☆ ☆

تیسری فصل

شادی اور لطف اندوزی کے باب میں سیرت نبویؐ

تمہید

حیات نبویؐ کی جنسی لطف اندوزی کے تیئں بڑھی ہوئی حساسیت کیوں؟

جنسی لطف اندوزی کے تعلق سے عام طور پر ہمارے اندر شدید حساسیت ہوتی ہے اور یہی پہلو جب ذات نبوی سے متعلق ہو تو حساسیت اور بڑھ جاتی ہے۔ یہ افسوسناک بات ہے اور دین کے فہم و آداب میں مسلمانوں کی پسماندگی کی ایک علامت ہے۔ یہ آداب ایک طرف انتہائی درست ہیں کہ انہی کے ذریعہ مسلم مرد وزن کی زندگی میں درستگی آتی ہے اور کجی و بے اعتدالی اور افراط و تفریط سے پاک معتدل زندگی کی تعمیر ان ہی بنیادوں پر ہوتی ہے۔ دوسری جانب یہ آداب انتہائی عظیم الشان اور بلند بھی ہیں۔ یہ اپنے پیروکاروں کو بلندی کے بلند مقام پر پہنچادیتے ہیں۔ اگر ہم دین کو قرآن اور سنت کی صحیح تعلیمات کے ذریعہ سمجھنے کی کوشش کریں تو اس بڑھتی ہوئی حساسیت کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ اگر ہم یہ محسوس کرلیں کہ روحانی بلندی سے متعلق اسلام کی کیا خصوصیت ہے اور یہ تصور حلال دائرہ میں جنسی لطف اندوزی سے ہرگز نہیں ٹکراتا نیز یہ بھی محسوس کرلیں کے معتدل حیا جنسی امور سے متعلق سنجیدہ گفتگو کے ہرگز منافی نہیں ہے بلکہ یہ فحش کلامی ہے اور گھٹیا بدفعلی کے منافی ہے تو ہم حیات نبوی کے اندر جنسی لطف اندوزی کے موضوع کو نہایت آسانی کے ساتھ اسی طرح حل کرسکتے ہیں جس طرح حیات نبوی کے اندر عبادت جہاد کے پہلو کو حل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان اسلاف پر رحمت کے پھول برسائے جنھوں نے سچائی، امانت اور احسان کا تقاضہ محسوس کرتے ہوئے جنسی امور کے متعلق بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت کو مرد و خواتین راویوں کے

طویل سلسلوں کے ذریعہ اسی طرح مکمل طور پر محفوظ نہ رکھا جس طرح انھوں نے عبادات اور معاملات کے سلسلوں کو محفوظ رکھا۔ ان ساری سنتوں کی حفاظت واشاعت ضروری اور واجب ہے۔ اگر سنت نبویؐ نے پوری وضاحت اور صراحت کے ساتھ خیر وشر کے راستے ہمیں دکھادیئے ہیں تو اس میں کیا فرق ہے کہ خیر وشر کے راستے، خرید وفروخت، ہدایا اور حدود کے میدانوں سے تعلق رکھتے ہوں یا جنسی لطف اندوزی کے میدان سے متعلق ہوں؟ ہمیں معلوم ہے کہ رسول اللہؐ سے منقول ہر قول، فعل اور تقریر (تصدیق وتوثیق) دائرۂ سنت میں آتی ہے تو لطف اندوزی کے میدان میں آپؐ کے افعال بھی سنت کا ایک حصہ ہیں۔ خود رسول اللہؐ نے کوشش فرمائی کہ زندگی سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کی مسلمانوں کو تعلیم دیں۔ مشرکین کو بھی آپؐ کی اس کوشش کا احساس تھا۔ انھوں نے اس کا اظہار بھی کیا۔ چنانچہ حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں: ان مشرکوں نے ہم سے کہا تمہارے نبیؐ تو تمہیں ہر چیز کی حتی کہ رفع حاجت کی بھی تعلیم دیتے ہیں۔ انھوں نے کہا: ہاں ضرور دیتے ہیں۔ آپؐ نے ہمیں دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے اور اس وقت قبلہ رو ہونے سے منع فرمایا۔ آپؐ نے استنجا میں لید اور ہڈیوں کے استعمال سے بھی منع فرمایا اور فرمایا کہ تم میں سے کوئی تین پتھروں سے کم سے استنجا نہ کرے۔ (مسلم۔۱)

رسول اللہؐ کے تعلق سے جنسی لطف اندوزی کے موضوع پر بڑھی ہوئی حساسیت کی ایک وجہ موجودہ دور کے مستشرقین کا موقف بھی رہا ہے۔ انھوں نے اس موضوع پر خوب کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی ہے۔ ان کا کجرو نصرانی تصور کہ رہبانیت کا شوق، بنیادی لذتوں سے دوری اور جنسی شہوتوں سے گریز ہی انسان کے روحانی کمال کی بنیاد ہے، ان کے پس پشت کار فرما رہا ہے۔ اسی لئے انھوں نے یہ کہا کہ ایک معزز رسولؐ کے لئے عام مسلمانوں سے کئی درجہ بڑھ کر جنسی لطف اندوزی کیونکر مناسب ہے؟ ان کا اشارہ نبی کریمؐ کے نو ازواج مطہرات کی جانب ہے۔ موجودہ مستشرقین سے پہلے خود عہد نبوی کے یہودیوں نے بھی اسی طرح کے اعتراضات کئے تھے۔ چنانچہ ابن جریر طبری نے آیت کریمہ "**ام یحسدون الناس علی ما آتاھم الله من فضله فقد آتینا آل ابراھیم الکتاب والحکمة وآتیناھم ملکاً عظیماً**. (نساء۔ ۵۴) (کیا یہ لوگوں پر حسد کررہے ہیں ان چیزوں کے باعث جو انھیں اللہ نے اپنے فضل سے دے رکھی ہے سو ہم نے تو آل ابراہیم کو کتاب وحکمت دی ہے اور ہم نے انھیں بڑا اقتدار بھی دیا ہے۔) کی تشریح میں چند روایات نقل کی ہیں:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: اہل کتاب نے کہا محمد تو دعوی کرتے ہیں کہ انھیں ایسا ایسا تواضع حاصل ہے حالانکہ ان کی نو بیویاں ہیں۔ انھیں تو صرف نکاح ہی سے مطلب ہے پھر ان سے افضل کون بادشاہ ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ام یحسدون الناس علی آتاهم الله من فضله". (۲)

میں یہاں پر اپنی گفتگو مستشرقین کے اٹھائے ہوئے چند حقائق ہی تک محدود رکھوں گا جن غلط بیانیوں کو وہ نقل کرنے کے عادی ہو گئے ہیں، ان کی تردید پر بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔

افسوسناک بات یہ ہے کہ مستشرقین کی ان باتوں کے تئیں ہم نے کمزور اور غلط موقف اپنایا۔ یہ غلطی اس وقت کئی گنا بڑھ جاتی ہے جب روحانی بلندی سے متعلق ان کا غلط تصور ہمارے ذہنوں میں بھی سما جاتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ جنسی لطف اندوزی اور روحانی بلندی دونوں یکجا جمع نہیں ہو سکتے۔ ہم اس غلط تصور کی تصحیح کے بجائے اسے تسلیم کر لیا اور دوہری غلطی کرتے ہوئے اس غلط تصور کے دفاع میں ضعیف یا موضوع حدیثیں نقل کرنے لگے۔ تیسری غلطی یہ تھی کہ عورتوں سے حضورؐ کی محبت کی نفی کر دی اور آپؐ کے تعدد ازدواج کے متعلق صحیح یا کمزور سیاسی یا سماجی جواز فراہم کرنے لگے۔ گویا حلال و پاک لطف اندوزی کی رغبت آنحضور کے مقام عالی کے شایان شان ہی نہ ہو۔ چوتھی غلطی اس وقت ہوئی جب ہم نے جنسی لطف اندوزی سے متعلق صریح ہدایات کو پیش کرنے سے گریز کیا اور اس طرح ہم نے آفتاب کی ضوفشانیوں کو اپنی انگلیوں سے چھپانے کی کوشش کی۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اپنی ذات اور اپنے رسولؐ کی دینی تعلیمات اور مختلف مسالک و مذاہب کے تمام لوگوں کے ساتھ درست رویہ اپنائیں تو ہمیں سورج کو چھوڑ دینا چاہیے کہ وہ خود اپنی کرنیں اس دین متین کے اصول پر ڈالے تاکہ لوگوں کو اور ہمیں بھی یہ معلوم ہو جائے کہ روحانی بلندی کا مفہوم کیا ہے، جو تقویٰ اور احسان ہے۔ اللہ سے ڈرنے اور احسان کرنے والا وہی ہے جو ہر حال میں اللہ کا فرمانبردار ہو۔ اللہ کے احکام کو حسب حیثیت بجالاتا ہو اور اللہ کے منہیات سے گریز کرتا ہو۔ اللہ کے رسولؐ کا ارشاد ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جب میں کسی چیز سے تم کو روکوں تو اس سے گریز کرو اور جس کا تمھیں حکم دوں تو حسب استطاعت بجالاؤ۔ (بخاری و مسلم۔ ۳)

مومن شعائر عبادات کی ادائیگی میں معاشی تنگ ودو میں بھی اللہ کا فرمانبردار ہوتا ہے اور

اپنی خواہشات، کھانے پینے، لباس و مکان اور جنسی لطف اندوزی کی تکمیل کے وقت بھی منشائے شریعت معلوم کرتے ہوئے اللہ کا فرمانبردار ہوتا ہے۔ اس طرح وہ ہر کام اور ہر کلام میں اللہ کا اطاعت شعار ہوتا ہے۔ اور جو مسلم اپنے تمام معاملات میں اپنے رب کا فرمانبردار ہوتا ہے اور اچھی طرح فرمانبرداری کرتا ہے، وہی متقی و محسن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ان اللہ مع الذین اتقوا والذین هم محسنون" (نحل ۱۲۸) (بیشک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور جو لوگ حسن سلوک کرتے ہیں۔)

اب آیئے ہم دیکھیں کہ خود وہ سورج عام طور پر جنسی لطف اندوزی سے متعلق اور خاص طور پر ذات نبویؐ سے متعلق کس قدر مستند اور صحیح ہدایات پر روشنی ڈالتا ہے۔

شادی و لطف اندوزی اور بلند عزائم کے درمیان توازن
(سیرت نبویؐ میں)

بڑے کاموں کا عزم پیہم

رسول کریمؐ کو شادی و لطف اندوزی کے میدان میں اللہ تعالیٰ نے بعض خصوصیات سے نوازا تھا اور ساتھ ہی آپؐ کی ذات ایسی عظیم صفات سے آراستہ کی گئی تھی جو صرف اولوالعزم انبیاء کے اندر ہی ملتی ہیں۔ ان تمام صفات کا خلاصہ یہی تھا کہ بلند عزائم اور عظیم کاموں کا جذبہ و شوق ہمہ وقت آپؐ کے اندر کارفرما رہتا تھا۔

یہ جذبہ و شوق اللہ کے کچھ دیگر نیک بندوں کے اندر بھی مل سکتا ہے لیکن ذات نبویؐ جذبہ و شوق کے جس بلند مقام پر فائز تھی، وہاں تک رسائی کسی اور کی نہیں ہو سکتی اور آپؐ کی پیروی ہی کسی بھی دوسرے شخص کا سرمایۂ افتخار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا برحق ارشاد ہے "انك لعلى خلق عظيم" اور حضرت عائشہؓ کی شہادت: "نبی اکرمؐ کے اخلاق سراپا قرآن تھے"۔ (۴)

رسول اکرمؐ کی ہمسری کون کر سکتا ہے کہ زندگی کے ایک گوشہ میں عظمت و بلندی پر فائز ہو تو دوسرے گوشہ میں پستی کا شکار نہ ہو یا کبھی اس کے عزائم بلندیوں پر ہوں، لیکن دوسرے لمحہ پستیوں میں نہ ہوں۔ آپؐ کی ذات ہمہ وقت اور ہمہ جہت عظمت و بلندی کا نمونہ تھی۔ زندگی کے

تمام گوشے اور عمر کے سارے ایام اسی عظمت سے آراستہ تھے۔ لہٰذا یہ بلندی فطری طور پر آپ کی ہر شادی میں نظر آتی ہے بلکہ ازواج مطہرات کے ساتھ آپؐ کی ایک ایک کام میں جلوہ گر ہے۔ قرآن کریم کی آیات اور احادیث پوری صراحت کے ساتھ واضح کرتی ہیں کہ نبی اکرمؐ کی شادیاں بہترین واعلیٰ انسانی شادیوں کا نمونہ تھیں اور ان سے انسانی شادی کے عظیم مقاصد کی تکمیل ہوتی تھی۔ یعنی ہمدردانہ رفاقت کے ساتھ لطف اندوزی کی رغبت اور عمومی حالت میں زندگی کی رفاقت۔ ایسی شادی کے ساتھ اگر دوسرے بلند مقاصد کارفرما ہوں تو وہ ایک علاحدہ امتیاز ہے جو عظیم شخصیتوں کے شایان شان ہوتا ہے پھر آپؐ کی ذات تو عظیموں میں عظیم تھی لیکن ان تمام باتوں کے باوجود شادی کے جائز اور پاکیزہ مقصد کے رخ سے بھی نبی اکرمؐ کی شادی ہمارے لئے لائق توجہ ہے۔

ہم یہاں ایک سوال کریں گے: کیا عورت سے مرد کی محبت کا لازمی مطلب یہی ہے کہ وہ انسان اپنی شہوتوں کا اسیر، پست مقام اور معمولی کردار والا ہے؟ ہمارے نزدیک ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اس معاملہ میں بھی لوگوں کی مختلف قسمیں ہیں۔ کچھ لوگوں کے اندر یہ محبت عقل ودل کے اندر چھا جاتی ہے اور انھیں کسی بھی صورت اور کسی بھی راہ سے تسکین شہوت کے علاوہ اور کوئی فکر نہیں ہوتی۔ دوسرے قسم کے لوگ اپنے آپ پر کنٹرول رکھتے ہیں اور پاکیزہ وجائز شہوت کی تکمیل مناسب انداز سے کرتے ہیں۔ تیسری قسم میں وہ لوگ آتے ہیں جو حلال ہی اپنانے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ معیار کی عظمت ورفعت بھی ان کے یہاں موجود ہوتی ہے۔ ان کا یہ حلال، عظیم اور بلند کردار صنعت وتجارت میں اور لوگوں سے تعلقات میں ہر جگہ نظر آتا ہے۔ یہ مقامِ بلند ہمارے رسول اکرمؐ کو حاصل ہے۔ اگر آپؐ عورتوں سے محبت کرتے ہیں تو عظیم فضائل سے آپؐ کی محبت اور زیادہ ہوا کرتی ہے۔

انسان کے لئے یا تو تسکین شہوت کا دروازہ کھولا جائے یا بند کردیا جائے۔ اگر یہ دروازہ وا رکھا جاتا ہے تو دو ہی صورتیں ممکن ہیں یا تو حلال راہ سے اس کی تکمیل ہو یا حلال کی پابندی نہ ہو۔ حلال کے ساتھ عظمت وبلندی کے اوصاف بھی موجود ہوں، یہ وجہ امتیاز بنتا ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تسکین شہوت سے گریز شرف وعزت ہے کیونکہ یہ نہ صرف شریعت کے خلاف ہے بلکہ شریعت پر الزام ہے۔ علامہ شوکانی نے درست لکھا ہے "کسی حلال عمل سے گریز واجتناب درست نہیں کیونکہ

حلال سے پرہیز ورع و تقوی نہیں ہے۔"(۵)

رہبانیت کی ڈگر پر چلنے والے راہب اسی غلط تصور کے شکار ہوئے۔ کچھ صحابہ کرامؓ کو بھی ایسا خیال پیدا ہوا تھا لیکن رسول اللہؐ نے انھیں سختی سے روک دیا اور یہ فتنہ پیدا ہونے سے پہلے ہی ناپید کر دیا گیا اور صحیح راہ دکھادی گئی۔

سیرت نبویؐ سے اولوالعزمی اور بلند مقامی کے چند نمونے پیش کرنے سے پہلے صحابہ کرامؓ کو رسول اللہؐ کی تعلیم کی دو مثالیں درج ذیل پیش کرتے ہیں:

پہلی مثال: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا: کسی بھی عورت سے شادی چار اسباب سے کی جاتی ہے، دولت، حسب و نسب، حسن و جمال اور دینداری، تم دیندار خاتون سے شادی کرو۔ (بخاری و مسلم)(۶)

دوسری مثال: حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں:...... مجھ سے رسول اللہؐ نے فرمایا: اے جابر! تم نے شادی کرلی؟ میں نے کہا: ہاں، فرمایا: کنواری سے یا بیوہ سے؟ عرض کیا: بیوہ سے، فرمایا کسی کنواری سے کیوں نہیں کی اس سے تم کھیلتے وہ تم سے کھیلتی، تم اسے ہنساتے وہ تمہیں ہنساتی؟ میں نے عرض کیا: عبداللہ (میرے والد) کا انتقال ہوگیا انھوں نے کچھ لڑکیاں چھوڑیں مجھے یہ پسند نہ آیا کہ ان ہی جیسی کوئی خاتون لاؤں اس لئے میں نے ایسی خاتون سے شادی کی جو ان کی دیکھ ریکھ اور تربیت و اصلاح کرے۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ تمہیں برکت سے نوازے۔ (بخاری و مسلم)(۷)

ازواج کے انتخاب میں بلند مقاصد کی رعایت

ذیل میں رسول اللہؐ کی شادی کے واقعات پر ہم ایک سرسری نظر ڈالیں گے جس سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان شادیوں کے پیچھے کیسے بلند عزائم اور عظیم اسباب کارفرما رہے ہیں۔

حضرت عائشہؓ کو آپؐ کی زوجیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے گرچہ منتخب فرما رکھا تھا لیکن ان سے شادی کے پیچھے یہ سبب بھی ہمت افزا بن رہا تھا، وہ صدیق اکبرؓ کی صاحبزادی ہیں جن کے سلسلہ میں رسول اللہؐ کا ارشاد تھا "اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابو بکر کو دوست بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور رفیق ہیں"(۸) ان کی صاحبزادی سے شادی خود ان کا اکرام تھا اور کسی دوست کا اکرام مبارک و پسندیدہ عمل ہے۔

حضرت ام سلمہؓ سے آپؐ کی شادی ایک ایسی نیک خاتون کی غمخواری تھی جس نے حبشہ کی ہجرت کی پھر مدینہ ہجرت کی اور اس راہ میں مختلف مصائب و پریشانیوں کا سامنا کیا۔ شریعت خداوندی کے سامنے اطاعت شعار رہیں اور اپنے شوہر کی بے انتہا محبت و عظمت کے باوجود ان کی وفات پر کبھی نوحہ نہیں کیا۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں: جب ابو سلمہ کا انتقال ہوا تو میں نے کہا: ایک پردیسی پردیس میں چل بسا۔ میں اس پر اتنا روؤنگی کہ لوگ اس کا چرچا کریں گے۔ میں نے رونے کی تیاری کرلی تھی کہ ایک خاتون اطراف مدینہ سے آہ وزاری میں میرے تعاون کے لئے آئی۔ راستہ میں رسول اللہؐ سے اس کی ملاقات ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: "کیا تم ایسے گھر میں شیطان کو داخل کرنا چاہتی ہو جہاں سے اللہ نے اسے نکال دیا ہے؟" آپؐ نے دوبارہ فرمایا تو میں نے رونے کا ارادہ ترک کردیا۔ (مسلم)(۹)

شوہر کے انتقال کے بعد حضرت حفصہؓ بنت عمر سے آپؐ کی شادی حضرت عمرؓ کا اکرام اور عزت افزائی تھی جنھوں نے مکہ میں اس وقت اسلام کی نصرت میں آواز بلند کی جب اس کی آواز دبی ہوئی تھی۔ پھر رسول اللہؐ کے نزدیک حضرت ابو بکرؓ کے بعد ان کا دوسرا مرتبہ تھا۔

حضرت ام حبیبہؓ سے آپؐ نے شادی فرمائی یہ وہ خاتون تھیں جنھوں نے مہاجرین اولین کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کی۔ ان کے شوہر نصرانی ہوگئے لیکن وہ اپنے دین اور اپنی ہجرت پر ثابت قدم رہیں۔

حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب سے آپؐ کی شادی پر کچھ زیادہ غور کی ضرورت ہے یقیناً وہ خوبصورت تھیں لیکن اپنے حسن و جمال کے ساتھ سردار بنی قریظہ کی بیٹی بھی تھیں۔ ان کے شوہر غزوۂ خیبر میں مارے جاچکے تھے اور وہ ایک صحابی کے حصہ میں آئی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ امام المسلمین تھے، آپؐ کی جانب سے ان کا انتخاب ایک گونہ ان کی عزت افزائی، ان کے رنج و غم میں تخفیف اور انکے لئے سرمایہ کی کچھ تلافی تھی۔ ایک صحابی کا رسول اکرمؐ کے سامنے یہ اظہار یقیناً ان کا حق تھا کہ صفیہ بنت حیی قریظہ اور نضیر کے سردار کی بیٹی ہیں وہ آپؐ ہی کے لئے مناسب ہوسکتی ہیں۔ (۱۰)

کچھ یہی معاملہ حضرت جویریہؓ کے پاس بھی تھا۔ وہ بھی خوبصورت تھیں لیکن ساتھ ہی ان کے والد حارث اپنی قوم بنو المصطلق کے سردار بھی تھے۔ (۱۱) وہ ایک صحابی کے حصہ میں آئی

تھیں اور خود نبی اکرمؐ سے گزارش کرتے ہوئے کہا تھا: یارسول اللہ میں حارث کی بیٹی جویریہ ہوں۔ میرے ساتھ جو کچھ بھی پیش آیا ہے اس سے آپ واقف ہیں۔ میں ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں آئی ہوں۔ میں نے معاملہ مکاتبت کرلیا ہے۔ میں آپؐ سے اسی سلسلہ میں گزارش کرنے آئی ہوں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: کیا تم اس سے بہتر کے لئے تیار ہو؟ انھوں نے کہا: یارسول اللہ وہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: میں تمہاری جانب سے مکاتبت کی رقم ادا کردوں اور تم سے نکاح کرلوں؟ وہ بولیں: میں راضی ہوں۔ (۱۲)

رسول اللہؐ جو امام المسلمین تھے، کا یہ انتخاب ان کی ایک گونہ تکریم اور قید کے باعث پہونچنے والی رسوائی کا ازالہ تھا۔ اللہ کو بھی منظور ہوا کہ رسول اللہؐ کی اس شادی کے بہترین نتائج برپا ہوں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جویریہ سے نکاح فرمالیا ہے تو انھوں نے اپنے اپنے حصے کے قیدیوں کو آزاد کردیا اور کہنے لگے کہ یہ رسول اللہؐ کے سسرالی رشتہ والے ہوگئے۔ میں نے کسی عورت کو نہیں دیکھا جو اپنی قوم کے لئے ان سے زیادہ بابرکت ثابت ہوئی ہوں۔ بنو مصطلق کے ایک سو گھر والے آزاد کردیئے گئے۔ (۱۳)

بیویوں کی رفاقت کے دوران حضورؐ کی بلند اخلاقی کی ایک مثال

حضور کی پوری ازدواجی زندگی کے دوران بلند عظمتوں کی مثالیں اگر ہم ڈھونڈنا چاہیں تو ہمیں بہت سی ایسی مثالیں ملی گی جو آپؐ کے حسنِ سلوک اور بلند عظمتوں کا پتہ دیتی ہیں لیکن ہم اختصار سے کام لیتے ہوئے اس سلسلہ میں صرف ایک ہی مثال بیان کریں گے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں: حضرت خدیجہ کی بہن ہالہ بنت خویلد نے رسول اللہؐ کے پاس آنے کی اجازت چاہی تو آپؐ کو محسوس ہوا کہ خدیجہ اجازت چاہ رہی ہیں۔ آپ اٹھ کر لپکے پھر فرمایا: اچھا ہالہ ہو؟ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ مجھے بڑی غیرت آئی، میں نے کہا: قریش کی سن رسیدہ بوڑھی کو کیسے آپؐ یاد کرتے ہیں جن کو مرے ہوئے ایک زمانہ ہوگیا اور اللہ نے آپؐ کو ان کا بہتر بدل عطا فرمایا ہے! (احمد کی ایک روایت میں ہے (۱۴) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے مجھے اس سے بہتر کوئی بدل نہیں دیا۔ وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے میرا انکار کیا۔ اور اس وقت

میری تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور اپنے مال سے اس وقت میری غمخواری کی جب لوگوں نے مجھے محروم کر دیا۔ (بخاری و مسلم) (۱۵)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبیؐ کی بیویوں میں سے کسی پر مجھے اتنی غیرت نہ آئی جتنی کہ حضرت خدیجہ پر آئی جب کہ میں نے ان کو دیکھا بھی نہیں لیکن نبی اکرمؐ اکثر ان کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی آپؐ بکری ذبح کرتے، اس کے ٹکڑے کرتے پھر اسے حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس بھجوا دیتے۔ میں آپ سے کہتی: ایسا لگتا ہے کہ دنیا میں حضرت خدیجہؓ کے علاوہ اور کوئی عورت ہی نہیں ہے؟ آپؐ فرماتے: بیشک وہ تو وہی تھی اور اس سے میری اولاد بھی ہوئی (اور ایک روایت میں ہے (۱۶) مجھے اس سے محبت تھی۔ (بخاری و مسلم) (۱۷)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت نبی اکرمؐ کے پاس آئی۔ آپ کے پاس گوشت بھیجا گیا تو آپؐ اس میں سے اسے کھلانے لگے، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ آپ تو اپنا ہاتھ لگا ہی نہیں رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اے عائشہؓ خدیجہ کی زندگی میں یہ ہمارے یہاں آیا کرتی تھی اور حسن و سلوک کرنا ایمان میں سے ہے۔ (۱۸)

ہمیں ان نصوص پر غور کرنا چاہیے اور پھر اس کے بعد ان نصوص پر بھی غور کرنا چاہیے جو رسول اللہؐ کی حضرت عائشہؓ سے محبت کے بارہ میں گزر چکیں۔ اس میں وہ نص بھی شامل ہے جس میں ایک صحابی پوچھتے ہیں: آپؐ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپؐ فرماتے ہیں: "عائشہ"۔ اس کے بعد ہم یہ محسوس کر سکتے ہیں کسی شخص کا یہ خیال کس قدر غلط ہے کہ کنواری، خوبصورت، ذہین اور تعلیم یافتہ خاتون حضرت عائشہ کی محبت نے ایک بیوہ اور سن رسیدہ حضرت خدیجہ کی محبت اور ان کے فضل کو بھلا دیا بلکہ یہ روایات بتاتی ہیں کہ نوخیز اور خوبصورت حضرت عائشہ کو جب یہ خیال ہوا کہ انھوں نے اس "بوڑھی خاتون" کی جگہ لے لی ہے تو آپؐ کے اقوال و افعال نے یہ بتا دیا کہ اسی "بوڑھی خاتون" کے لئے آپؐ کے دل میں کس قدر اعزاز و اکرام، وفاداری و احترام کے جذبات تھے، آپؐ کی عظمت اور بلندی اپنی بہترین صورت میں سامنے آگئی اور حسن و جمال کی پسندیدگی پر اپنی فوقیت دکھا گئی۔

عبادت کے سلسلہ میں آپ کے اشتیاق کی مثالیں

قیام لیل:

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یاایها المزمل قم اللیل إلا قلیلا نصفه اوا نقص منه قلیلا أو زد علیه ورتل القرآن ترتیلا إنا سنلقی علیك قولا ثقیلا ان ناشئه اللیل هی اشد وطأ وأقوم قیلا ان لك فی النهار سبحا طویلا واذکر رسم ربك وتبتل الیه تبتیلا. (مزمل ا۔۸)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ گیارہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔یعنی رات میں۔(اور ایک روایت میں ہے (۱۹): نماز کے حسن اور اس کی طوالت کی بات مت پوچھو) اور سجدہ میں اتنی دیر تک رہتے کہ تم میں کوئی اتنی دیر میں سر اٹھانے سے پہلے پچاس آیتیں پڑھ لے۔ فجر کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے پھر اپنے داہنے پہلو پر لیٹ جاتے یہاں تک کہ نماز کا منادی ان کے پاس آتا۔(بخاری)(۲۰)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرمؐ رات میں نماز کے لئے کھڑے ہوتے یہاں تک کہ آپؐ کے دونوں پاؤں پھول کر پھٹنے کے قریب ہو جاتے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول یہ زحمت آپؐ کیوں کرتے ہیں جب کہ اللہ نے آپؐ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا میں نہیں چاہتا کہ اللہ کا شکر گذار بندہ بنوں؟ جب بدن پر گوشت زیادہ ہو گیا تو آپؐ بیٹھ کر نماز پڑھتے۔جب رکوع کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہو جاتے تلاوت کرتے پھر رکوع میں جاتے۔

(بخاری)(۲۱)

رات کے آخری حصہ میں قبرستان کی زیارت

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں: رسول اللہؐ (جب آپؐ کی باری ان کے یہاں ہوتی) رات کے آخری حصہ میں جنت البقیع کی طرف نکلتے اور فرماتے: اے مومنو! تم پر سلامتی ہو تمہیں وہ چیز مل گئی جس کا آئندہ کل تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ تم لوگ وقت مقررہ کے انتظار میں ہو ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔اے اللہ بقیع غرقد والوں کی مغفرت فرما۔(مسلم)(۲۲)

نفلی روزہ

حضرت انسؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہؐ کسی مہینے میں افطار کرتے تو ایسا گمان ہوتا کہ آپؐ اس مہینہ میں روزہ نہیں رکھیں گے اور جب روزہ رکھنے لگتے تو ایسا گمان ہوتا کہ آپؐ اس مہینے میں افطار نہیں کریں گے اور رات میں آپ نماز پڑھتے ہوئے بھی ملتے اور سوتے ہوئے بھی ملتے۔

(بخاری)(۲۳)

سورج گرہن کی نماز

اسماء بنت ابو بکر سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں حضرت عائشہؓ کے پاس گئی تو دیکھا کہ لوگ نماز میں مشغول ہیں۔ میں نے پوچھا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ انھوں نے اپنے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا (یعنی سورج گرہن کی طرف) میں نے پھر پوچھا: کوئی آفت ہے؟ انھوں نے اپنے سر کے اشارے سے کہا: ہاں، ہاں راویہ کہتی ہیں: رسول اللہؐ نے نماز بہت لمبی کی یہاں تک کہ مجھ پر غشی طاری ہو گئی (مسلم شریف کی ایک روایت میں حضرت جابر سے مروی ہے۔ (۲۴) سخت گرمی میں ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی، طویل قیام فرمایا، یہاں تک کہ لوگ گرنے لگے) فرماتی ہیں: میرے پہلو میں پانی کا ایک مشکیزہ تھا اسے کھولا اور سر پر انڈیلنے لگی (مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے) آپؐ نے طویل قیام فرمایا، یہاں تک کہ مجھے بیٹھ جانے کا خیال ہونے لگا۔ پھر میری نظر ایک کمزور عورت پر پڑی، میں نے سوچا یہ تو مجھ سے کمزور ہے، مجھے کھڑا رہنا چاہیے۔ پھر آپؐ نے رکوع کیا اور طویل رکوع کیا پھر سر اٹھایا اور طویل قیام کیا حتی کہ کوئی شخص اس دوران آتا تو اسے محسوس ہوتا کہ آپؐ نے ابھی رکوع نہیں کیا ہے) رسول اللہؐ فارغ ہوئے تو سورج صاف ہو چکا تھا۔ لوگوں کے درمیان خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا اما بعد۔ وہ فرماتی ہیں: کچھ انصاری خواتین میں شور ہوا تو میں ان کو خاموش کرنے کے لئے بڑھی۔ (بخاری و مسلم)(۲۵)

زہد و تقشّف کے میدان میں رسول کریم ﷺ کے بلند عزائم

اپنے نبی کو اللہ کی ہدایت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولاتمدن عينيك إلى ما متعنابه أزواجاً منهم زهرة الحياة الدنيا لنفتنهم فيه ورزق ربك

خیر وابقی. (طٰہٰ۔۱۳۱)

(اور ہرگز آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے ان چیزوں کی طرف جن سے ہم نے ان کے گروہوں کو متمتع کر رکھا ہے ان کی آزمائش کے لئے کہ وہ محض دنیوی زندگی کی رونق ہے اور آپؐ کے پروردگار کا عطیہ کہیں بہتر اور دیرپا ہے۔)

کھانے پینے میں تقشّف

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب سے رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے، انتقال تک لگاتار تین راتیں گیہوں کی روٹی نہیں کھائی۔ (بخاری و مسلم)(۲۶)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول کریم ﷺ تشریف لائے اور پوچھا: کیا کچھ ہے؟ ہم نے کہا: نہیں، فرمایا: تو میں روزہ سے ہوں پھر دوسرے دن تشریف لائے۔ ہم نے کہا: یارسول! ہدیہ میں حیس (ایک مخصوص کھانا، مترجم) آیا ہے، فرمایا: لاؤ میں تو روزہ رکھ چکا تھا پھر آپؐ نے تناول فرمایا: (مسلم)(۲۷)

گھرانۂ نبوت میں

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں: ایک چٹائی پر رسول اللہ ﷺ سوئے جب بیدار ہوئے تو پہلو میں چٹائی کے نشانات تھے۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ: ہم آپؐ کے لئے ایک گدا بنادیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: آسائشِ دنیا سے مجھے کیا مطلب؟ دنیا میں میری مثال ایسے سوار کی ہے جو کسی درخت کے نیچے آرام کرے پھر اٹھ کر چلا جائے۔ (ترمذی)(۲۸)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا جب انتقال ہوا تو آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع جَو کے عوض رہن رکھی ہوئی تھی۔ (بخاری)(۲۹)

ازواج مطہرات کو تقشّف پر رضامندی اور جدائی کے درمیان اختیار

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یاایها النبی قل لأزواجك ان كنتن تردن الحياة الدنيا وزينتها فتعالين أمتعكن واسرحكن

سراحاً جميلا. وان كنتن تردن الله ورسوله والدار الآخرة فان الله أعد للمحسنات منكن أجراً عظيماً. (احزاب ۲۸۔۲۹)

(اے نبی آپ اپنی بیویوں سے فرمادیجئے کہ اگر تم دینوی زندگی اور اس کی بہار کو مقصود رکھتی ہو تو آؤ بس تمہیں کچھ متاع دینوی دے دلا کر خوبی کے ساتھ رخصت کردوں اور اگر تم مقصود رکھتی ہو اللہ کو اور اس کے رسول کو اور عالم آخرت کو تو اللہ نے تم میں سے نیک کرداروں کے لئے اجر عظیم تیار کررکھا ہے۔)

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے آکر رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی دیکھا کہ دروازہ پر لوگ موجود ہیں کسی کو جانے کی اجازت نہیں دی گئی ہے، حضرت ابو بکر کو اجازت دی گئی۔ وہ داخل ہوئے، پھر حضرت عمرؓ آئے اور اجازت طلب کی انھیں اجازت دے دی گئی انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ رنجیدہ وخاموش بیٹھے ہیں ازواج مطہرات بیٹھی ہیں۔ راوی کہتے ہیں، انھوں نے کہا: میں ایسی بات کہوں گا کہ رسول اللہ ﷺ ہنس دیں گے۔ انھوں نے کہا: یارسول اللہؐ! اگر بنت خارجہ آکر مجھ سے نفقہ مانگنے لگے اور میں اٹھ کر اس کا گلا دبانے لگوں؟ آپ ہنسنے لگے اور فرمایا: یہ میرے گرد بیٹھی مجھ سے نفقہ کا مطالبہ کررہی ہیں۔ حضرت ابو بکر اٹھے اور عائشہؓ کا گلا دبانے لگے۔ حضرت عمر اٹھے اور حفصہ کا گلا دبانے لگے۔ دونوں کہہ رہے تھے: تم لوگ رسول اللہ ﷺ سے ایسی چیز مانگ رہی ہو جو آپؐ کے پاس نہیں ہے۔ انھوں نے کہا: خدا کی قسم ہم ایسی چیز کبھی نہیں طلب کریں گے جو آپؐ کے پاس نہ ہو، پھر آپ نے ایک ماہ یا انیس دنوں تک ان سے علاحدگی رکھی۔ (مسلم)(۳۰)

☆ ☆ ☆

حوالہ جات

(۱) مسلم شریف: کتاب الطہارۃ۔باب الاستطابۃ۔ج۱ص۱۵۴۔

(۲) دیکھئے: تفسیر طبری، سورہ نساء، آیت ۵۴۔

(۳) بخاری شریف: کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔باب الاقتداء بسنن رسول اللہؐ۔ج۷ اص۱۹۔
مسلم شریف: کتاب الحج۔باب فرض الحج مرۃ فی العمر۔ج۴ص۱۰۲۔

(۴) مسلم شریف: کتاب صلاۃ المسافرین۔باب جامع صلاۃ اللیل۔ج۲ص۱۶۸۔

(۵) ارشاد الفحول: ص۲۳۶۔

(۶) بخاری شریف: کتاب النکاح۔ باب الاکفاء فی الدین۔ج۱۱ص۳۶۔
مسلم شریف: کتاب الرضاع۔باب استحباب نکاح ذات الدین۔ج۴ص۱۷۵۔

(۷) بخاری شریف: کتاب النفقات۔باب عون المرأۃ زوجھا فی ولدہ۔ج۱۱ص۴۴۱۔
مسلم شریف: کتاب الرضاع۔باب استحباب نکاح البکر۔ج۴ص۱۷۵۔

(۸) بخاری شریف: کتاب المناقب۔باب قول النبیؐ لو کنت متخذا خلیلا۔ج۸ص۱۸۔

(۹) مسلم شریف: کتاب الجنائز۔باب البکاء علی المیت۔ج۳ص۳۹۔

(۱۰) مسلم شریف: کتاب النکاح۔باب فضیلۃ اعتاقہ امتہ ثم یتزوجھا۔ج۴ص۱۳۶۔

(۱۱) فتح الباری: ج۶ص۹۷۔

(۱۲) سنن ابی داود: کتاب العتق۔باب فی بیع المکاتب اذا انفسخت الکتابۃ(حدیث نمبر ۳۳۲۷)

(۱۳) حوالہ سابق۔

(۱۴) فتح الباری: ج۸ص۱۳۷،۱۴۱۔

(۱۵) بخاری شریف: کتاب المناقب۔ باب تزویج النبیؐ خدیجۃ وفضلھا۔ج۸ص۱۴۰۔
مسلم شریف: کتاب فضائل الصحابہ۔باب فضائل خدیجۃؓ ام المومنینؓ۔ج۷،ص۱۳۴۔

(۱۶) مسلم شریف: کتاب فضائل الصحابہ۔باب فضائل خدیجۃؓ۔ج۷ص۱۳۴۔

(۱۷) بخاری شریف: کتاب المناقب۔باب تزویج النبیؐ خدیجه وفضلها۔ج۸ص۱۳۶۔
مسلم شریف: کتاب فضائل الصحابہ۔باب فضائل خدیجه۔ج۷ص۱۳۳۔

(۱۸) سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: البانی حدیث نمبر۲۱۶ کی تعلیق کے تحت دیکھئے۔اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں شیخین کی رجال کی طرح۔

(۱۹) بخاری شریف: کتاب ابواب التقصیر۔باب قیام النبیؐ باللیل فی رمضان وغیرہ۔ج۳ص۲۷۵۔

(۲۰) بخاری شریف: کتاب التقصیر۔باب طول السجود فی قیام اللیل۔ج۳ص۲۴۹۔

(۲۱) بخاری شریف: کتاب التفسیر سورۃ الفتح۔باب قولہ لیغفرلك اللہ۔ج۱۰ص۲۰۶۔

(۲۲) مسلم شریف: کتاب الجنائز۔باب ما یقال عند دخول القبر۔ج۳ص۶۳۔

(۲۳) بخاری شریف: کتاب الصوم۔باب ما یذکر من صوم النبیؐ وافطارہ۔ج۵ص۱۱۹۔

(۲۴) مسلم شریف: کتاب صلاۃ الاستسقاء۔باب ما عرض علی النبیؐ فی صلاۃ الکسوف۔ج۳ص۳۰۔

(۲۵) بخاری شریف: کتاب الجمعہ۔باب من قال فی الخطبه بعد الثناء اما بعد۔ج۳ص۵۴۔
مسلم شریف: کتاب صلاۃ الاستسقاء۔باب ماعرض علی النبیؐ۔ج۳ص۳۳۔

(۲۶) بخاری شریف: کتاب الاطعمہ۔باب ماکان النبیؐ واصحابه یاکلون۔ج۱۱ص۲۴۲۔
مسلم شریف: کتاب الزہد والرقائق۔ج۸ص۲۱۸۔

(۲۷) مسلم شریف: کتاب الصیام۔باب جواز صوم النافلة بنیة من النهار قبل الزوال۔ج۳ص۱۵۹۔

(۲۸) سنن ترمذی: ابواب الزہد۔باب ماجاء فی اخذ المال بحقه۔حدیث نمبر۱۹۳۶۔

(۲۹) بخاری شریف: کتاب الجہاد۔باب ما قیل فی درع النبیؐ۔ج۶ص۲۴۰۔

(۳۰) مسلم شریف: کتاب الطلاق۔باب بیان ان تخییر امراته لا یکون طلاقا الا بالنیة۔ج۴ص۱۸۷۔

☆ ☆ ☆

عورت
عہدِ رسالت میں
قرآنی آیات اور بخاری ومسلم کی احادیث کا ایک جامع مطالعہ
عبدالحلیم ابوشقہ
مترجم : محمد فہیم اختر ندوی
نشریات
Marfat.com